اردو ترجمہ
تفسیرِ عزیزی
مجیدی
سورۃ البقرۃ حصہ اوّل
مؤلفہ
عمدۃ المفسرین فخر المحدثین
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک کراچی

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

اُردو ترجمہ

تفسیر عزیزی

موسومہ

تفسیر فتح العزیز مجیدی

سورۂ بقرہ

حصہ اول

مؤلفہ

عمدۃ المفسرین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

باہتمام نیاز مند حاجی محمد زکی نبیرۂ حاجی محمد سعید صاحب غفر اللہ لہ الوحید

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

مطبوعہ

ایجوکیشنل پریس

پاکستان چوک، کراچی ۱

فہرست مضامین تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ (اردو) حصہ اوّل

نسب نامہ
محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تا
حضرت ابراہیم علیہ السلام

نمبر	نام	نمبر	نام	نمبر	نام
۱	انبیا ابراہیم ۱۹۹۲ ق م	۱۵	عنان	۲۹	کالح
۲	اسمٰعیل ۱۹۱ ق م	۱۶	ارعو	۳۰	بدلان
۳	قیدار	۱۷	بلجی	۳۱	یلدرم
۴	عوام	۱۸	بحرے	۳۲	حسریا
۵	عوص اوّل	۱۹	ہری	۳۳	ناسل
۶	مُر	۲۰	یسن	۳۴	ابی العوام
۷	سمے	۲۱	حمران	۳۵	مشاویل
۸	رزاخ	۲۲	الرصا	۳۶	برو
۹	ناجب	۲۳	عبید	۳۷	عوص دوم
۱۰	معصر	۲۴	صفر	۳۸	سلامان اوّل
۱۱	ابہام	۲۵	عسق	۳۹	الیسع اوّل
۱۲	انشاد	۲۶	ماخی	۴۰	ولول
۱۳	میلے	۲۷	ناحد	۴۱	عدنان اوّل
۱۴	حسّان	۲۸	فاجم		۹۰۰ قبل مسیح

۴۲	معداول ۵۰۰ ق م	۵۱		۶۱	غالب
	تک جعفرادمیانی	۵۲	نزار	۶۲	لوے
۴۳	حمل	۵۳	مضر	۶۳	کعب
۴۴	ثابت	۵۴	الیاس	۶۴	مرہ
۴۵	سلامان دوم	۵۵	مدرکہ	۶۵	
۴۶	الیسع دوم	۵۶	خزیمہ	۶۶	عبدمناف
۴۷	الیسع	۵۷	کنانہ	۶۷	ہاشم
۴۸	اود اول	۵۸	النضر	۶۸	عبدالمطلب
۴۹	اد	۵۹	مالک	۶۹	عبداللہ
۵۰	عدنان دوم	۶۰	فہر	۷۰	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لواہب العطایا۔ والشکر لخالق البرایا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے جناب باری کی کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر برابر لطف کرتا ہے کوئی اس کی نظر رحمت سے محروم نہیں امیر و غریب فقیر و غنی سب اُس کے خوان نعمت کے محتاج ہیں یہ نیرنگ زمانہ ہے گردش فلکی ہے کہ ہر وقت حال کسی کا ایک طرح پر نہیں رہتا دیکھو دہلی و اہل دہلی کس کس مصیبتوں میں پھنسے کیا کیا صدمے اٹھائے پھر اسی کارساز کے لطف و کرم سے کچھ کچھ جبر نقصان ہو گیا بہر کیف بندہ کو چاہیے کہ ہر دم اُس کے شکر میں بدل و جان مصروف رہے کہ باعث زیادتی نعمت و واسطہ فراوانی دولت ہے مدائح سید البشر خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم احاطۂ تحریر و تقریر سے افزوں ہیں کہ یہ جہان اور زمین و آسمان جن و ملک سب انھیں کی آفرینش کے سبب ظہور میں آئے خدا نے ان کی شان میں مضمون لولاک کا انشا فرمایا معراج میں عرش بریں پر بلا کر دیدار دکھایا یہ مرتبہ کب ہے کو کسی نبی یا رسول کو ملے تھے پیچ ہے محبوب کا مرتبہ ہی اور ہوتا ہے شعر محمدؐ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا ؎ کرے گر حمد اسکی مع دعویٰ ہے خدائی کا

بعد حمد و نعت کے یہ ہیچ کارہ جہان محمد حسین خاں عزیز الرحمٰن مہتمم مطبع مصطفائی دہلی شائقین علم تفسیر کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب سے تفسیر عزیزی دو پارہ آخر قرآن مجید جند بمبئی میں بزبان اُردو مطبوع ہوئی تھی اکثر احباب با خصہ اس اور میر شیر علی خان اور یہ عاجز بھی بدل و جان چاہتے تھے کہ تفسیر عزیزی پارہ الم بھی اُردو ہو جائے چنانچہ ایک مدت دراز میں خداوند کارساز نے طرفۃ العین میں سب اسباب سامان مہیا کر دیئے اور روز بروز اہل دہلی کے طالع کا ستارہ ترقی پر آنے لگا ہر فن کے کمال والے جمع ہوئے اس عاجز کو اپنی آرزوئے دیرینہ کا خیال آیا بہت کوشش کی اور زر کثیر خرچ کیا تب جا کے بے نہایت عالم بے بدل فاضل اجل آفتاب آسمان تفسیر والی ماہ آسمان نیکو میانی مقبول ازلی مولوی محمد علی صاحب چاندپوری سلمہ اللہ الوالی نے یہ پارۂ اول حسب مراد و موافق محاورہ اور بول چال دہلی کے لکھا گیا اور باہتمام فقیر چھپ کر شائع ہوا کہ نفع عام اور فائدہ تمام اہل اسلام و شائقین تفسیر کو پہنچے اور بہر مشتاق کو تفسیر نہایت بدل سے عزیز ہو اور نام اس کتاب کا ان التفاسیر اس لئے رکھا کہ یہ ضمیمہ ہے انھیں دو پاروں آخر کا کہ پارۂ اول ہے اُسی نام سے مشہور کرنا مناسب تھا اور مولانائے ممدوح نے اس ترجمہ میں اصل مطالب کو بڑی خوبی سے تحریر کیا ہے کہیں کمی بیشی نہیں کی مقام مشکل کی تفسیر اور تفسیر دل سے حل کر دی ہے۔

اپنی طرف سے کوئی مطلب نہیں دیا اور نہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیا اجمال کو تفصیل سے بیان فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے سب بھائیوں کا ناشر بخیر کرے اور اس تفسیر سے سب کو نفع پہنچائے۔ آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد کو ہے تجھ سے وہ نسبت درست ! آئنے ہر اک ذرہ سے تیرے ۔ ۔ ۔ درست

سب زبانوں کی حمد و ثنا اُسی کی طرف رجوع کرتی ہے اور ہر وقت تعریف اُسی کی بارگاہ کے لائق ہے انسانوں کی جوارح سے اُس کا شکر ادا کرے کیا ہاتھ کیا زبان یہ لکھیں یا کہیں ثنا ۔ عہدے سے شکر حق کے بر آئیں مجال کیا۔ اور بندہ ہزار گناہ سے شرمندہ کا کیا منہ کہ اپنے حرف ناقبول اور صورت بے اصول سے اس کی حمد کو انجام دے ۔ اس رشتے سے ہوں کم تر امید ذرہ سے ہو کیا پاس خورشید اور درود نامحدود ازل سے ابد تک اُس ذات عالی صفات پر نثار ہو کر بزرگی اخلاق اس پر تمام ہوئی اور جہان و اہل جہان کا برگزیدہ ہے بزرگ ترین افراد عالم افضل بنی آدم بیت خاکی اور اوج عرش منزل ہے اُمی اور سارے علم دردل ہے سیاح جہان ہفت افلاک ہے نیر درخشاں بحر لولاک ۔ آدم ہمہ تن تھے آب و گل میں ہے جاری حکم اُن کا جان و دل میں ۔ جن لوگوں کے دل میں ظلمت بت پرستی چھا رہی تھی اور دریائے بدمستی میں غرق تھے ان کو نور شمع پر نور ہدایت دکھا کر راہ راست پر لائے اور دروازے نور و سرور وحصول و وصول کے اُن پر کھول دیئے کہ مقام قرب حضور میں پہنچ جائیں اور ہزار ہزار آفرین اول سے آخر تک اُس پر اور اُس کی آل و اصحاب پر بعد حمد و نعت معتل الذات ناقص الفکر اجوف الباطن مثل حرف ترخیم از نظر افتادہ و مانند الف وصل بے اصل شعور سے خالی سر تا پا بے تمیز **عبد العزیز** بخشے اللہ گناہ اس کے اور چھپائے یہ عیب اُس کے اگر بنظر اعمال ظاہری اپنے نسب کا بیان کرے کہہ سکتا ہوں کہ میں بیٹا ہوں لسان العرفان ترجمان الفرقان خاتم المحدثین وارث علوم سید المرسلین حکیم بیماران اُمت مصطفےٰ خلاصۂ معجزات رسول خدا حضرت **شاہ ولی اللہ** کا اور پوتا ہوں صاحب حالات روشن مقامات برتر پیشوائے اہل سلوک و عرفان جامع جذب و احسان حضرت **شیخ عبد الرحیم** دہلوی کا بلند کرے اللہ درجے ان دونوں کے علیین اعلیٰ میں اور حشر کرے اُن کا شہیدوں اور صدیقوں کے گروہ میں بہر کیف نظر بفقدان نسبت معنوی ڈرتا ہوں کہ روئیں کی طرح ما آتش اور کرم کی صورت تنگ آب بن جاؤں ایک ہزار دو سو آٹھ (۱۲۰۸) ہجری نبوی میں علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ و الف الف تحیہ بسبب خواہش و شوق برادر دینی جوہر تیجۂ حق برگزینی رہبر و سائل خدا جوئی لازم گیرندۂ طریقۂ راست گوئی مقبول بارگاہ عالی جناب فضائل باب مولانا و بالفضل اولینا فخر الملۃ والدین محمد قدس اللہ سرہ الامجد شیخ **مصدق الدین عبد اللہ** توفیق دے اس کو اللہ اُس چیز کی کہ اُس کو دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے اس سے اور معاملہ کرے اس سے دنیا و آخرت میں لطف اور احسان سے اول تفسیر سورۂ فاتحہ اور دو پارہ اخیر قرآن مجید کی نفع پہنچائے ہم کو اللہ تعالےٰ اُس کی آیتوں سے دنیا اور آخرت میں کہ اکثر مسلمان نماز پنجگانہ اور جمعہ اور جماعت اور وقت حضور محفل ارواح مقدسۂ انبیاء

اور اولیا و زیارت قبور صالحین و عارفین ان سور قرآن کو پڑھ کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں اور معنی دریافت
کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور دوسرے سورۂ بقر کی بحکم شعر شربت الحب کاساً بعد کاس: لفداشرآب
ولا رویت شعر جام پر جام پیا بادۂ الفت کا مگر + نہ ہوئی مے میں کمی اور نہ ہوا دل سیراب۔ بمزید رغبت برادر
مذکور سارے مطلب اور دقیقے حل کر کے بزبان سلیس فارسی روزمرہ کے موافق مع تمثیلات رائجہ زمانہ و بکی طول لاطائل
عربیت و توجیہات بعیدہ و روایات ضعیفہ غیر معتبرہ لکھی اور اس برادر دینی نے لفظ بلفظ نقل کی اور اس تفسیر کے
لکھنے میں کسی کتاب یا انتخاب سے استعانت نہیں چاہی ہر چند کہ استعداد کامل اور طبیعت ذکی اور قوت خیال
اور فیض مبدأ فیاض اور تصفیۂ باطن اور جمعیت اور طمانیت خاطر اس شغل کی بڑی شرطیں ہیں اور یہ سب یک قلم
مفقود مزید برآں پریشانی خاطر تفرقۂ باطن کثرت مرض و شدت الم ضعف دل و دماغ تنگی ظرف کہ یہ سب موانع
قویہ ہیں موجود جب ختم ہو چکی معلوم ہوا کہ دریوزہ گر نئے کچکول کی طرح ہر طرح کے نوالوں سے لبریز ہے اور فقیروں کی
گدڑی کی صورت ہر رنگ کے کپڑے سے بنائی ہوتی ہے صاحب نظران بلند فکر اور ارباب استعداد صاحب دانش
سے اُمید یہ ہے کہ جب اس طعام گدائی کی طرف توجہ کریں جو لقمہ لائق مذاق پائیں نوش جان فرمائیں جو نوالہ لذت بخش
کام جاں ہوں تناول کریں بعد حصول ذائقہ کام و زبان دندان اور اک سے کام لیں اور اس جامع اوراق کو
سفرہ چین سے زیادہ نہ سمجھیں کہ انما انا قاسم واللہ یعطی سوا اُس کے نہیں اللہ عطا کرتا ہے میں تقسیم کرتا
ہوں اور تفسیر کلام خدا کی اس کی ذات کی طرح غیر متناہی ہے ایک طرح پر نہ سمجھیں اور فیوض الٰہی بھی ایک طور
خاص پر منحصر نہیں اگر ان کا دل اس کے دیکھنے سے خوش ہو خدا سے دعا مانگیں اور میں بھی دعا مانگتا ہوں۔

مِنْ فَضْلِهٖ اَنْ يُّوَفِّقَنِيْ لِاِتْمَامِهٖ كَمَا وَفَّقَنِيْ لِخِتَامِهٖ وَهُوَ الَّذِيْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ
الصّٰلِحَاتُ وَعَلَيْهِ الْمُعَوَّلُ فِيْ جَمِيْعِ الْحَالَاتِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَخُدَّامِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ یعنی اور میں بھی سوال کرتا ہوں فضل اُس کے سے یہ کہ توفیق دے مجھ کو واسطے تمام کرنے اس کے کی
جیسے کہ توفیق دی مجھ کو واسطے ختم اُس کے کے اور وہی ہے کہ ساتھ عزت اور جلال اپنے کے پورا کرتا ہے نیک عملوں
کو اور اوپر اُسی کے بھروسہ ہے بیچ سب حالتوں کے اور رحمت بھیجے اللہ تعالیٰ اوپر سردار ہمارے اور مددگار
ہمارے کے کہ نام پاک اُن کا محمدؐ ہے ایسے کہ نبی ہیں اور اُمّی ہیں اور اوپر آل اُن کی کے اور اوپر اصحاب اُن کے کے اور
بیبیوں اُن کی کے اور اوپر اولاد اُن کی کے اور اوپر تابعداروں اُن کے کے اور اوپر خادموں اُن کے کے سب پر۔

فائدہ بیان تعوذ اور فضائل بسم اللہ میں

جاننا چاہیے کہ اصل کتاب میں اس جگہ تعوذ کا کچھ بیان نہیں ہوا لیکن ذکر اس کا بھی فائدہ سے خالی نہیں اس واسطے تفسیر کبیر وغیرہ سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی ہر امر میں خواہ دینی ہو یا دنیوی بالکل محتاج ہے یعنی نہ کوئی نیکی اُس سے بغیر اعانت ذات باری کے ہو سکتی ہے اور نہ کسی بدی سے ہٹنے کی اُس کو طاقت ہے جب تک کہ اُس کی عنایت نہ ہو اور نیکیاں بھی بے شمار ہیں اور بُرے کام بھی بے نہایت ہیں پس آدمی کو لازم ہے کہ جس وقت ارادہ کسی نیکی کا یا کسی بُرائی سے دُور ہونے کا کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہے تاکہ اس نیکی کی توفیق دے اور شر شیطان سے بچاوے اور بُرائی سے دل کو ہٹا دے کہ قاعدہ ہے کہ جو کوئی کسی حاکم زبردست کی پناہ میں آجاتا ہے تو شر دشمنوں سے امن میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑنی یہی ہے کہ مضمون اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کا دل اور زبان سے بجا لاوے اور بندہ کو وقت استعاذہ کے یہ باتیں ضروری ہیں کہ اپنے تئیں یہ سمجھے کہ میں عاجز ہوں محض نہ کسی طرح کا نفع دینی ہو یا دنیوی حاصل کر سکتا ہوں اور نہ کوئی نقصان دینی ہو یا دنیوی اپنے سے دُور کرنے کی طاقت رکھتا ہوں اور یہ بھی جانے کہ ان دونوں باتوں کی اللہ تعالیٰ بخوبی قدرت رکھتا ہے اور یہ بھی اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات اور احوال سے خوب واقف ہے اس واسطے کہ اگر قدرت یا اُس کے حال سے اُس کو خبر نہ ہو تو حمایت پناہ ڈھونڈنے والے کی کیونکر کرے اور یہ بھی جانے کہ اللہ تعالیٰ جواد ہے یعنی ہر وقت بخشش اُس کی جاری ہے بخیل نہیں ہے اس واسطے کہ بخیل سے طلب کرنا کسی شے کا عبث ہے اور حاصل یہ ہے کہ جب تک کمال عجز و انکسار اپنا اور عزت اور عظمت خدا کی دل میں تہ نشین نہ ہوگی تو اُس کا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہنا صحیح نہ ہوگا اور تعوذ کی عبارتیں کس طرح پر کلام اللہ اور احادیث سے سمجھی جاتی ہیں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک یہ عبارت متعین ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور وجہ ان کی یہ ہے کہ بیچ کلام اللہ کے سورۂ نحل میں آیا ہے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور بعض حدیثوں میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں بہتر اس طرح سے کہنا ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اس واسطے کہ دوسری جگہ

کلام اللہ میں بعد استعاذہ کے یہ لفظ بھی آیا ہے پس اس عبارت میں دونوں آیتوں کے الفاظ جمع ہو گئے ہیں اور بعضے کہتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہنا بہتر ہے کہ اس میں بھی جمع بین الاٰیتین پائی گئی اور بعضی حدیثوں میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں اور امام ثوری اور اوزاعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بہتر یہ عبارت ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وجہ ذکر کرنے سمیعٌ علیمٌ کے بعد اعوذ باللہ کے یہ ہے کہ غرض استعاذہ سے بچنا بُرائی وسوسہ کی ہے اور وسوسہ امر پوشیدہ ہے انسان کے دل میں پایا جاتا ہے اور کوئی اس کے اُوپر مطلع نہیں ہوتا پس گویا بندہ کہتا ہے تیری ایسی ذات ہے تو سنتا ہے ہر چیز کو گو کہ اوروں کو سُننا اس کا ممکن نہ ہو کر جانتا ہے تو ہر چیز پوشیدہ کو اور سُنتا ہے تو وسوسہ شیطان کا اور جانتا ہے کہ کیا غرض ہے شیطان کی اس وسوسے اور تو قادر ہے اوپر دُور کرنے اُس کے کے ساتھ فضل اپنے کے اور عاجز ہونا انسان کا بیچ تمام کام دنیا اور آخرت کے کہ اُس کے حق میں بہتر ہوں ظاہر ہے حاجت دلیل کی نہیں اور دلیلیں اُس کے عجز ثابت کرنے کے واسطے کتابوں میں مذکور ہیں سو اس جگہ بھی بمنزلہ نمونہ کے کچھ بیان کیا جاتا ہے جاننا چاہیے کہ جو چیز آدمی کے حق میں بہتر ہے دو قسم ہے علم یعنی عقیدہ یا عمل اور انسان ان دونوں باتوں میں نہایت عاجز ہے پس عاجز ہونا عقیدہ سچے سے اس واسطے ہے کہ ہر شخص قصد اسی امر کا کرتا ہے کہ دین حق میرے واسطے حاصل ہو اور اعتقاد میرا صحیح اور سچا ہو اور جہل اور کفر سے دُور رہوں اور اگر یہ بات بندہ کے بالکل اختیار میں ہوتی سب لوگ عقائد حقہ پر ہو جاتے اور واقع میں ایسا نہیں بلکہ سچے عقیدے والے بہ نسبت جھوٹے عقیدے والوں کے ایسے ہیں جیسے بیل سیاہ کی جلد میں سپید بال پائے جاویں اور عمل صالح کرنے میں بھی ایسا ہی عاجز ہے اس واسطے بدن انسان کا نمونہ دوزخ کے ہے اور دوزخ پر انیس[۱۹] چیزیں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں پانچ حواس ظاہر کے باصرہ اور ذائقہ اور شامہ اور لامسہ اور سامعہ اور پانچ حواس باطن کے حس مشترک اور خیال اور متفکرہ اور واہمہ اور قوتِ حافظہ اور شہوت اور غضب اور سات قوتیں طبعی ہیں یعنی جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور غاذیہ اور دافعہ اور نامیہ اور مولدہ ہر چیز ان میں سے نفس کی بہت سے ایسی خواہش کرتی ہے کہ تاریکی دل کی اُس سے ہو مثلاً آنکھ سے حرام شے کے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس

یہ سب امور نیک باتوں سے منع کرنے والے ہیں جب انسان سست خیالان میں صد ہا طرح کے موانع موجود ہوئے پس بچنا اس کا بُرے کاموں سے اور اچھے عقیدے ، ریاضیات اور نیک کام بجالانے بغیر مدد اس کی کے ممکن نہیں پس جو امر نیک انسان شروع کرے چاہیئے کہ اوّل اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے کہ پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ تیرے سب آفتوں سے اور قرأت قرآن کی بھی بڑا نیک عمل ہے اس واسطے جو شخص کہ قرآن پڑھے اور اس پڑھنے سے عبادت اللہ کی کا ارادہ ہو تو وہ شخص فکر کریگا درمیان وعدوں اور وعیدوں اُس کی کے اور غور کرے گا بیچ آیتوں اس کی کے پس زیادہ ہو جائیگی رغبت اُس کی بیچ بندگیوں اللہ کے اور نفرت ہو جائے گی محرمات سے اور ہر گاہ کہ پڑھنا قرآن کا بڑی عبادت ہوئی پس شیطان اس سے ہٹانے میں بہت کوشش کرے گا اور بندہ کو زیادہ تر حاجت شر شیطان سے بچنے کی اس جگہ ہوئی تو قرأت قرآن کے اوّل میں اعوذ کا پڑھنا ٹھہرایا گیا اور کیفیت وسوسہ شیطان کی یہ ہے کہ بیچ بعضے آثار کے ذکر کیا گیا ہے کہ شیطان داخل ہو جاتا ہے اندر انسان کے اور رکھتا ہے سر اپنا اوپر دل اُس کے کے اور بُری باتیں سجھاتا ہے کہ آں حضرتؐ سے روایت ہے کہ تحقیق شیطان اس طرح آدمی کے اندر چلتا پھرتا ہے جیسا کہ خون رگوں میں چلتا ہے خبردار ہو پس تنگ کرو تم راستے چلنے پھرنے اُس کے کے ساتھ بھوک کے اور انسان جس وقت صدق نیت سے اعوذ باللہ کہے گا سب مکروہات اور آفات سے اللہ کے حکم سے محفوظ ہو جاوے گا اور اعوذ کا لفظ مشتق ہے عوذ سے اور عوذ کے دو معنی ہیں ایک معنی التجا اور پناہ پکڑنے کے ہیں اور دوسرے معنی ملنے کے پس معنی اَعُوذُ بِاللہ کے باعتبار وجہ پہلی کے یہ ہیں کہ پناہ پکڑتا ہوں اور التجا لاتا ہوں طرف رحمت اللہ کی اور باعتبار وجہ دوسری کے ملاتا ہوں نفس اپنے کو ساتھ فضل اللہ کے اور رحمت اُس کی کے اور لفظ شیطان میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں مشتق ہے شطن سے اور شطن کے معنی دُور ہونے کے ہیں پس ہر سرکش کو خواہ چہارپایہ ہو شیطان کہا جاوے گا واسطے دُور رہنے اُس کے کے راہ راست سے جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ پس انسان کے اوپر بھی اطلاق شیطان کا آگیا اور ایک روایت میں ہے کہ سوار ہوئے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایک چارپایہ پر پس اُس نے اُچھلنا شروع کیا ہر چند کہ مارا اُس کو مگر وہ اُسی طرح کودتا رہا پس حضرت عمرؓ اُس چارپایہ سے اُتر پڑے اور فرمایا کہ نہ سوار کیا تم نے مجھ کو مگر اوپر شیطان کے اور بعضے کہتے ہیں

کہ شیطان مشتق ہے شیط سے اور شیط کے معنی ہلاک ہونے اور باطل ہونے کے ہیں اور جو سرکش ہوتا
ہے وہ بھی ہلاک اور باطل ہوتا ہے لبسبب ضائع کرنے اس کے کے مصالح نفس اپنے کے اور رجیم معنی
مرجوم کے ہے اور مرجوم کے معنی لعنت کیا گیا چنانچہ کلام اللہ میں آیا ہے فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ
رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اور لعنت کو رجم کہتے ہیں یا معنی مرجوم کے پھینکا
گیا یعنی آسمانوں سے نکالا گیا طرف زمین کے یا مارا گیا ساتھ ستاروں کے جس وقت کہ آسمان کی طرف
آتا ہے واسطے چرانے باتیں فرشتوں کی اور ہرگاہ کہ آفتیں دین اور دنیا کی غیر متناہی ہیں اور قدرت
خلائق کی کفایت نہیں کرتی کہ ان آفتوں کو دور کرے اس واسطے لفظ اعوذ باللہ کا مقرر کیا گیا کہ مضمون
اس کا یہ ہے کہ پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اس ذات کے کہ قادر ہے اوپر تمام مقدورات کے سب طرح
کی آفتوں اور خوفوں سے اور بعضے نکتے جو اعوذ باللہ سے تعلق رکھتے ہیں بیان ہوتے ہیں ایک یہ ہے
کہ اعوذ باللہ میں رجوع کرنا ہے خلق سے طرف خالق کے اور ممکن سے طرف واجب کے اور اللہ کی
معرفت حاصل کرنے کے واسطے اول یہی طریق مقرر ہے کہ احتیاج خلق کی دیکھ کر دلیل پکڑی جاوے
اوپر وجود ایسی ذات کے کہ غنی اور قادر ہے پس بیچ لفظ اعوذ کے اقرار بندہ کا اس طرح پر پایا گیا کہ
میں فقیر اور محتاج ہوں اس واسطے کہ پناہ وہ شخص چاہتا ہے جو ایسا ہووے اور لفظ باللہ میں دو باتوں
کا اقرار ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اوپر موجود کرنے تمام بھلائیوں کے اور دور کرنے تمام آفتوں
کے دوسرے اس بات کا اقرار ہوا کہ سوا اللہ کے کوئی روا کرنے والا حاجات کا اور نہ دور کرنے والا بلیات
کا ہے پس جس وقت یہ حالت بندہ نے مشاہدہ کی مضمون فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ کا فوراً اس کے ذہن میں
جانشین ہوا اور یہ حالت وقت بولنے لفظ اعوذ کے حاصل ہے بعد اس کے جب آستانہ حق پر واصل
ہوا اور بیچ نور اجلال اس کے کے غرق ہوا پس اس وقت اس کی زبان سے اعوذ باللہ ظاہر ہوا
اور نکتہ دوسرا یہ ہے اعوذ باللہ کہنے سے اقرار ہوا ساتھ عاجز ہونے نفس کے اور عجز نفس کے سے اقرار
ہوا ساتھ قدرت حق کے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی وسیلہ واسطہ قرب الٰہی نہیں سوا عجز اور انکسار
کے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے پہچانا
نفس اپنے کو ساتھ عجز اور قصور کے کہ میں عاجز اور قاصر ہوں پہچانا اس نے رب اپنے کو ساتھ اس
طرح کے کہ وہ قادر ہے اوپر ہر مقدور کے اور جس نے پہچانا نفس اپنے کو ساتھ جہل کے پہچانا اس نے

رب اپنے کو ساتھ فضل اور عدل کے اور جس نے پہچانا نفس اپنے کو ساتھ پراگندہ ہونے حال اپنے کے
پہچانا اُس نے رب اپنے کو ساتھ کمال اور جلال کے اور نکتہ تیسرا یہ ہے کہ شیطان دشمن انسان کا ہے
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اور اللہ تعالیٰ مولیٰ
انسان کا اور خالق اُس کا ہے اور درست کرنے والا کاموں اُس کے کا ہے پس جس وقت کہ انسان
عبادت شروع کرتا ہے خوف دشمن کا اس کے دل پر غالب ہوتا ہے اس واسطے کوشش کرتا ہے
بیچ رضامندی اُس کی کے تاکہ دشمن کی آفتوں سے اُس کو بچاوے بعد اس کے ہر گاہ اُس کی بارگاہ میں
پہنچا اور سا انواع الانواع کی کرامتیں اور بزرگیاں حاصل ہوئیں تو بالکل متوجہ جیب کی خدمت میں ہوا
پس وہ مقام کہ بھاگ کر دشمن سے بارگاہ الہی میں آیا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
ہے اور وہ مقام کہ قرار پکڑنے کا بیچ حضرت اُس کے ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
چوتھا نکتہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہ چھوئیں قرآن کو مگر
پاک لوگ اور دل آدمی کا ہر گاہ کہ غیر کی اُس میں جگہ ہوئی اور ایسے ہی زبان جس وقت کہ غیر کا ذکر اُس سے
جاری ہوا تو ایک قسم کی آلودگی حاصل ہوئی پس ضرور ہوا پاک کرنا ان دونوں کا اور جس وقت کہ
اعوذ باللہ کہا پاکی اُس کو حاصل ہوئی اور نماز حقیقی کے لائق ہوا اور نماز حقیقی ذکر خدائے تعالیٰ کا ہے
پس کہا اُس نے بسم اللہ اور پانچواں نکتہ یہ ہے کہ دل مومن کا سب جگہوں سے اشرف ہے اس کے برابر
نہ کوئی گھر ہے اور نہ کوئی باغ مومن کا دل سب سے پاک اور بزرگ ہے بلکہ دل مومن کا مثل آئینہ کل ہے
بیچ صفائی کے بلکہ آئینہ سے بھی زیادہ صاف ہے اس واسطے کہ آئینہ پر کچھ حجاب اور پردہ آجاوے
تو کوئی چیز اُس میں نظر نہیں آئے گی اور دل مومن کا ایسا ہے کہ آسمان اور زمین اور عرش اور کرسی بھی
اُس کی صفائی کو مانع نہیں ہوتے جیسا کہ کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ
بلکہ دل مومن کا باوجود ان تمام پردوں کے مطالعہ جلال الہی کا کرتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے
قبر ایک باغ ہے باغوں جنت کے سے قبر کو اس بہت سے باغ ٹھہرایا کہ مکان مردہ صالح کا ہے
پس آدمی کا دل اشرف ہے سب جگہ سے کیونکر نہ ہو کہ اللہ کے نام کا مکان ہے اور معرفت اس میں
حاصل ہوتی ہے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے اے بندے دل تیرا باغ میرا ہے اور
جنت میری باغ تیرا ہے پس اگر بخل کرے تو اس بات سے کہ اپنے دل میں میری جگہ کرے میں بھی بخیلی

فرزندوں کا اس بات سے کہ اپنی جگہ میں تجھ کو دوں اور جس وقت یہ ثابت ہوا کہ دل آدمی کا باغ اللہ کا ہے اور تخت ہے اُس کی معرفت کا گویا اللہ تعالےٰ کہتا ہے اے بندے میرے تحقیق ستر برس میں نے جنت اپنی واسطے تیرے اور تو نے مقرر کی جنت اپنی واسطے میرے مگر تو نے انصاف نہیں کیا اس واسطے کر آباد دیکھیں ہے تو نے جنت میری یا داخل ہوا ہے تو جنت میری میں بندہ کہتا ہے نہیں اے رب میرے پھر اللہ تعالےٰ بندے سے کہتا ہے کہ میں تیری جنت میں کبھی داخل ہوا ہوں یا نہیں بندہ کہے گا ہاں پھر کہے گا اللہ تعالیٰ اے بندے تو اب تک میری جنت میں داخل نہیں ہوا لیکن قریب ہے کہ داخل ہوگا مگر تیری خاطر کے واسطے دشمن تیرا کہ شیطان ہے جنت اپنی سے نکال دیا ہے اور کہا اُس کو ہم نے اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا پس پہلے تیرے آنے سے دشمن تیرا نکل گیا اور اے بندے ہم تیری جنت میں ستر برس ہوئے کہ موجود ہیں اور اب تک تو نے دشمن ہمارے کو اپنے باغ میں سے نہیں نکالا ہے تیرے واسطے یہ لائق نہیں کہ ہمارے دشمن کو نہ نکالے پس بندہ جواب دیتا ہے الٰہی تو قادر ہے اوپر نکالنے اُس کے کے جنت اپنی سے اور میں عاجز بھی اور ضعیف ہوں مجھ کو قدرت اوپر نکالنے اُس کے کے نہیں ہے پس کہا اللہ تعالیٰ نے کہ عاجز جس وقت حمایت بادشاہ زبردست کی میں آجاتا ہے قوی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قادر ہو جاتا ہے اوپر نکالنے دشمن کے پس اے بندے داخل ہو جا تو بیچ حمایت میری کے یہاں تک کہ نکال دے گا میرے دشمن کو دل اپنے میں سے اس طرح پر کہ کہہ تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اگر کوئی شبہ کرے کہ جبکہ دل انسان کا باغ اللہ تعالیٰ کا ہوا اللہ تعالیٰ نے کس واسطے اپنے باغ میں سے شیطان کو نہیں نکالا تو اس کا جواب یہ ہے گویا اللہ تعالےٰ کہتا ہے اے بندے کہ تو نے بادشاہ کو اپنے گھر میں مہمان کیا ہے اور حجرۂ دل میں اُس کو اتارا ہے اور قاعدہ ہے جو شخص کسی کو اپنے گھر میں مہمان کرتا ہے تو اُس شخص کے لئے اندصاف کرنا اور جھاڑو دینی اُس گھر کی ہوتی ہے اور بادشاہ کے اوپر یہ واجب نہیں پس تو اپنے حجرۂ دل کو آلودگی وسوسے سے صاف کر اور کہہ تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور چوتھا نکتہ یہ ہے کہ شیطان کے اوپر الف لام داخل کیا گیا تاکہ جنس شیطان کی سے پناہ مانگی جاوے اس واسطے کہ شیطان بہت ہیں بعضے دیکھنے میں آتے ہیں اور بعضے آنکھوں سے غائب ہیں اب چند فضائل استعاذہ کے بھی بیان کئے جاتے ہیں جاننا چاہیئے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ تمام بندوں کو امر ہے کہ اس طرح کہیں اور خاص کسی

شخص کے واسطے نہیں اس واسطے کہ انبیاؤں اور اولیائوں نے بھی استعاذہ کیا ہے چنانچہ حضرت نوح ؑ سے منقول ہے کہ کہا انھوں نے اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ پس جس وقت یہ الفاظ کہے عطا ہوئیں اللہ کی طرف سے اُن کو دو خلعتیں ایک سلام دوسری برکات جیسا کہ کلام اللہ میں منقول ہے یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ اور حضرت یوسف علیہ السلام سے نقل ہے کہ جس وقت کہ حضرت زلیخا نے اُن سے کچھ خواہش نفسانی کی تھی کہا تھا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ پس اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نے دو خلعتیں عطا کی تھیں بچانا اُن کا سوء اور فحشا سے جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اور بھی کہا تھا حضرت یوسف ؑ کو اُن کے بھائیوں نے خُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ اور حضرت یوسف ؑ نے جواب میں یہ کہا تھا مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ پس بزرگی دی اللہ تعالیٰ نے اُن کو جیسا کہ کلام اللہ میں ذکر ہے وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا اور حضرت موسیٰ ؑ سے نقل ہے جس وقت حکم کیا تھا اپنی قوم کو واسطے ذبح کرنے گاؤ کے اور انھوں نے کہا تھا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا اور حضرت موسیٰ نے کہا تھا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ پس عطا کی اللہ تعالیٰ نے دو خلعتیں دُور کرنا تہمت کا اور زندہ کرنا مقتول کا جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى اور جس وقت ڈرایا تھا ان کو قوم نے ساتھ مار ڈالنے کے کہا تھا اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ اور دوسری آیۃ میں ہے اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ۠

حکایت ہے بعضے واعظین سے کہ انہوں نے اپنی مجلس میں کہا تحقیق آدمی چاہتا ہے تصدق کرنا اللہ کے واسطے تو اس کے روکنے کے واسطے ستر شیطان حاضر ہوتے ہیں بعضے اُس کے ہاتھوں پر لٹکے جاتے ہیں بعضے پیروں پر بعضے دل پر پس منع کرتے ہیں اس کو صدقہ دینے سے پس ایک شخص نے اُس محفل سے سُنا اور کہا کہ آج ان شیطانوں سے لڑوں گا اور صدقہ دوں گا اور آیا وہ شخص اپنے گھر میں اور بھرا اس نے دامن اپنا گیہوں سے اور چاہا کہ باہر لیجا کر تصدق کرے ناگاہ کود دی عورت اسکی اور اُس سے لڑنے لگی یہاں تک کہ وہ گیہوں اس کے دامن سے چھین لے گئی وہ شخص خالی ہاتھ مجلس میں آیا واعظ نے حال دریافت کیا اُس شخص نے کہا کہ ستر شیطانوں کو میں نے بھگا دیا مگر پیچھے سے ماں اُن کی آئی اور مجھ پر غالب ہوئی اور بھگا دیا مجھ کو فقط ۱۲

پس عطا کر دی اللہ تعالیٰ نے مراد اُن کی یعنی ہلاک کیا دشمن کو اور اس کی جگہ اُن کو قائم کر دیا اور حضرت مریم کی ماں علیہا السلام نے کہا تھا اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پس عطا ہوئی تھی حضرت مریم کو خدمت خدا کے گھر کی اور قبول ہونا جیسا کہ کلام اللہ میں مذکور ہے فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا اور حضرت مریم نے جس وقت دیکھا تھا، جبریل کو مرد کی صورت میں خلوت کے وقت اور کہا تھا اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا پس پائی حضرت مریم نے دو نعمتیں بیٹا بغیر باپ کے اور پاک کرنا اللہ کا اس کو تہمت سے اُس بچہ کے کلام سے اور وہ کلام یہ ہے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کرّات اور مرّات حکم استعاذہ کا ہوا ایک جگہ کہا رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ اور اسکے بعد کہا وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اور اور جگہ کہا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور سورۂ اعراف میں فرمایا خذ العفو وامر بالعرف و اعرض عن الجاھلین ہ واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ انّہٗ ھو السمیع العلیم ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ استعاذہ کرتے تھے شیاطین انس اور جن کے شر سے اور احادیث بھی اس باب میں بہت ہیں معاذ بن جبل سے روایت ہے خصومت کی دو شخصوں نے پاس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کثرت کی خصومت میں پس فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق میں جانتا ہوں ایک کلمہ اگر کہیں یہ دونوں شخص اُس کلمہ کو البتہ دُور ہو جاوے ان سے یہ خصومت اور وہ کلمہ یہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور پڑھنا تین آیتیں آخر سورۂ حشر سے مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُوپر اس کے ستر ہزار فرشتے کہ دُعا کرتے ہیں واسطے اُس کے پس مر جائے اگر اُس دن میں مراد وہ شہید ہو کر اور جو شخص کہ کہے وقت شام کے اُس کا بھی یہی حال ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تحقیق فرمایا آں حضرت علیہ السلام نے جو شخص استعاذہ کرے ساتھ اللہ کے ایک دن میں دس بار مقرر کر دیتا ہے اللہ اوپر اُس کے ایک فرشتہ کو دُور کرتا ہے اُس سے شیطان کو اور روایت ہے ابن عباس سے تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم تعویذ کرتے تھے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے واسطے اور فرماتے تھے اُعِیْذُکَ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ

عَيْنٍ لَّامَّةٍ اور فرماتے تھے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ تھے ابراہیمؑ باپ میرے کہ تعویذ کرتے تھے ساتھ ان کلمات کے اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کو اور معلوم ہووے کہ لفظ اعوذ باللہ کا باعتبار ظاہر کے مضارع کا صیغہ ہے مگر معنی اس کے دعا کے ہیں گویا بمنزلہ اس عبارت کے ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا اے بار خدایا پناہ دے مجھ کو اب آگے ذکر بسم اللہ کا آتا ہے۔

روایت:۔ اور روایت ہے خولہ بنت حکیم سے کہ روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق فرمایا آں حضرتؐ نے جو شخص کہ اترے کسی منزل میں پس کہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ نہ ضرر دے گی اُس کو کوئی شئے یہاں تک کہ کوچ کرے اُس منزل سے اور روایت ہے عمرو بن شعیب سے اُنھوں نے روایت کی دادے اپنے سے اور اُن کے دادا نے روایت کی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آں حضرتؐ نے جس وقت چونک پڑے کوئی تمہارا نیند اپنی سے پس چاہیے کہ کہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ شَرِّ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ پس شیطان نہیں پہنچے گا اُس کو اور تھے عبداللہ بن عمر کہ سکھاتے تھے ان کلمات کو جو کہ نابالغ ہوتا غلاموں ان کے سے اور لکھتے ان کلمات کو بیچ ایک کاغذ کے پس لٹکا دیتے اُس کو بیچ گردن کے جو کہ نابالغ ہوتا غلاموں کے سے۔ فقط۔

؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان ہے بخشنے والا۔ جاننا چاہیئے کہ بسم اللہ میں تین نام اس لیئے ذکر کئے گئے ہیں تاکہ شروع ہر کار کا ساتھ استعانت ان ناموں کے پایا جائے اور وجہ خصوصیت انھیں ناموں کی باوجودیکہ اسماء الٰہی اور بھی بہت ہیں یہ ہے کہ حصول ہر کام کا خواہ دنیوی ہو یا اخروی تین چیزوں پر موقوف ہے اوّل موجود ہونا تمام اسباب اس کام کے اور یہ امر ساتھ اسم اللہ کے کہ تمام صفتوں کمال کو متضمن ہے مناسبت رکھتا ہے۔ دوسرے باقی رکھنا ان اسباب کا اس کام کی ابتدا سے تمام ہونے تک اور یہ صفت رحمانیت کا ثمرہ ہے اس واسطے کہ بقاء عالم اسی صفت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ تیسرے اس کام کا فائدہ مند ہونا یہ صفت رحیمی کا کام ہے کہ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی سعی برباد نہیں کرتا ہے اور شانِ نزول سورۃ فاتحہ کا اس طرح پر ہے کہ مولانا یعقوب چرخی ؒ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ سورۃ مکہ معظمہ میں اُتری اور حال اس کے اُترنے کا یہ ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میں جنگل کو جاتا تھا تو ایک آواز میرے کان میں آتی تھی کہ کوئی شخص کہتا ہے یا محمد اور میں دیکھتا تھا کہ ایک بہت ستھرا تخت آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے اور اس پر ایک نورانی شخص بیٹھا ہوا ہے، میں اس آواز سے ڈر کر بھاگتا تھا۔ جب یہ ماجرا کئی بار دیکھا تو ورقہ بن نوفل سے جو حضرت بی بی خدیجہ ؓ کا چچازاد بھائی تھا اور توریت اور انجیل کا عالم تھا اور علمائے نصاریٰ سے بہت علم سیکھا تھا اس حال کو بیان کیا۔ اس نے کہا آئندہ جو تو وہ آواز سُنے نہ بھاگیو اور کان رکھیو کہ کیا کہتا ہے۔ ایسا ہی کیا۔ جب پھر وہی آواز آئی میں نے کہا لبیک یعنی میں حاضر ہوں۔ تب اُس نے کہا میں جبرئیل ہوں اور تو نبی اس امت کا ہے پھر مجھ سے کہا کہ کہہ اَشْهَدُ اَنْ

---

[1] اور ربط بسم اللہ کا ساتھ سورۂ فاتحہ کے یہ ہے کہ بسم اللہ کے اللہ کی تعریف ساتھ رحمت کے کی اور شروع اس سورۃ کا ساتھ الحمد کے ہے اور رحمت سبب انعام کا ہے اور انعام سبب حمد اور شکر کا ہوتا ہے اس واسطے کہ جو کوئی نعمت پہنچاتا ہے لائق ثنا اور شکر کے ہوتا ہے اور اعادہ کرنا لفظ رحمٰن اور رحیم کا اشارہ اسی ربط کی طرف ہے جیسا کہ بعض تفاسیر میں مذکور ہے ۱۲ منہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور دُوسری بار کہا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی تا آخر سورہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں کہ پروردگار عالموں کا ہے۔ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی۔ مناجات اور دُعا کی حالت میں اس طرح کہنا چاہیئے **ف** اگرچہ لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک کلام خدا ہو سکتا ہے چنانچہ اور جگہ بھی قرآن میں اس قسم کے الفاظ اللہ تعالےٰ نے اپنی تعریف میں فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور دُوسری جگہ فرمایا وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ لیکن اس جگہ لفظ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور ایسے ہی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ بندوں کا کلام ہے یعنی عبادت اور استعانت اور طلب ہدایت کی خاص انھیں کے لیئے ہے۔ اسی لیئے کہا گیا ہے کہ یہ تعلیم ہے اور لفظ قُوْلُوْا کا بیچ اوّل الحمد کے مقدر ہے یعنی اے بندو اس طرح کہو کہ الحمد للہ تا آخر سورۃ معلوم کرنا چاہیئے کہ لفظ الحمد للہ کے بعد لفظ رب العالمین کاہے ذکر کیا۔ فائدہ اس کا یہ ہے کہ لائق تعریف اور ثنا کے اسی کی ذات ہے سوائے اس کے کوئی مستحق اس کا نہیں اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ربوبیت یعنی پرورش کرنے کے ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ حدِ کمال کو پہنچا دینا جیسا کہ باغبان پہلے زمین میں بیج بوتا ہے جب وہ پودا ہوتا ہے پانی دے کر اور شاخیں کتر کر درست کرتا ہے اور سوا اس کے جو کام اس کے مناسب ہے بجا لاتا ہے تاکہ حدِ کمال کو پہنچے اور پھول اور پھل لائے ایسا ہی ماں باپ بیچ حق فرزندوں کے اور یہ پرورش دو قسم کی ہے ایک خاص دوسرے عام۔ خاص کی مثال پرورش والدین کی بیچ حق اولاد کے کہ خاص اپنے فرزندوں کے لیئے ہے خواہ ایک ہو خواہ کئی ہوں اور باغبان کی پرورش ایک باغ کے حق میں یا دو باغ کے بھی۔ ایسے ہی اور پرورش بادشاہ اور امیر کی بیچ حق متعلقین کے بھی اسی قبیل سے ہے اور اس قسم کی پرورش کو کوئی باعث عبادت کا نہیں جانتا نہ موحد اور نہ مشرک اور ربوبیت عام دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک نوع یا دو نوع یا چند نوع کی پرورش ہو لیکن باوجود اس کے تمام انواع کو شامل نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ تمام انواع اور اشخاص کو وہ پرورش گھیرے۔ سو پہلی قسم کو ان دونوں قسموں سے مشرک لوگ باعث

عبادت کا اعتقاد کرتے ہیں مثال اس کی ربوبیت آفتاب اور ماہتاب یا ربوبیت عناصر یعنی پرورش روحانیات کی کہ متعلق ان کے ہیں مانند جوالہ کے کہ تعلق اس کا آگ کے ساتھ ہے اور بحیروں کے کہ تعلق اس کا پانی کے ساتھ ہوتا ہے اور بسبب اس اعتقاد کے مشرک لوگ ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور اشراقی اُن روحانیات کو ارباب انواع کہتے ہیں اور فلاسفہ ارواح اور نفوس اور دل کو پڑھتے ہیں اور اہل دعوت و عزیمت انہیں موکلات کا نام دیتے ہیں اور اہل حق کے نزدیک ایسی پرورش باعث عبادت کا نہیں اس لیئے کہ یہ پرورش محض بیچ بعض اشیاء کے ہے مثلاً ربوبیت آفتاب کی فقط بیچ عالم گرمی اور خشکی کے ہے کہ جو چیزیں گرمی اور خشکی قبول کرتی ہیں اُن میں یہ تاثیر کرتا ہے ایسا ہی ربوبیت ماہتاب کی فقط بیچ عالم تری اور تری کے ہے وعلیٰ ہذا القیاس حاصل یہ ہے کہ یہ پرورش بھی خاص ہے گو کہ بہ نسبت قسم پہلی کے عام ہے کہ وہ پرورش خاص بعض اشخاص کی تھی اور یہ پرورش انواع کی خواہ واحد ہو یا متعدد و پس بسبب خصوصیت کے یہ بھی مستحق عبادت کی نہ ہوگی کہ خصوصیت اس کی اور کی طرف سے ہے اور جو مقتضی اس خصوصیت کا ہے وہی ہے قابل عبادت اور لائق حمد اور ثنا کا یعنی ذات باری عزّ اسمہٗ کہ پرورش اس کی اس طرح سے نہیں کہ کسی شے کے واسطے پرورش ہو اور کسی کے واسطے نہ ہو بلکہ پرورش اس کی تمام چیزوں کو شامل ہے خواہ اشخاص ہوں خواہ انواع اور ہر وقت ہر مکان میں موجود ہے اور اہل حق کے نزدیک ایسی ہی پرورش موجب عبادت کا ہے اسی جہت سے کہ پرورش اس کی عام ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے سوال کیا کہ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ یعنی کیا ہے رب العالمین انھوں نے بیچ جواب کے فرمایا کہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا یعنی رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ درمیان آسمان اور زمین کے ہے لیکن فرعون کو اس بات سے تعجب آیا کیونکہ اس نے مخلوقات کی پرورش پر اس کی پرورش کو قیاس کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے دوسری بار فرمایا کہ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی رب تمہارا اور رب تمہارے باپ دادوں کا کہ پہلے ہیں۔ اوّل مرتبہ فرمایا کہ پرورش اس کی بیچ مکانات مختلفہ کے ہے اور دوسری بار فرمایا کہ حق تعالیٰ بیچ اوقات جدی جدی کے پرورش کرنے والا ہے۔ فرعون نے جو یہ امر مستبعد جانا کہ ایک ذات بیچ مکانوں مختلف اور زمانوں دراز میں کسی قسم کی پرورش کر سکے اور حضرت موسیٰؑ کے حق میں گمان کیا کہ یہ شخص سودائی ہے۔ تیسری بار حضرت موسیٰؑ نے بڑھ کر پرورش اس کی ثابت کی اور فرمایا کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا یعنی رب مشرق اور مغرب کا اور ان چیزوں کا کہ درمیان دونوں کے ہیں حضرت موسیٰؑ کا مطلب یہ

تھا کہ ربوبیت اس کی جیسی مکانوں اور اوقات مختلف میں پائی جاتی ہے ویسی ہی ساتھ اوضاع اور حالات غیر متناہی کے موجود ہے پس ہر گاہ کہ اقسام پرورش کی معلوم ہوئیں اور یہ بھی جانا گیا کہ پرورش اللہ تعالیٰ کی خاص کسی شے کے ساتھ اور مقید ساتھ کسی وقت اور کسی مکان اور کسی وضع کے نہیں اور اوروں کی پرورش مقید ساتھ بعض اوقات اور بعض مکان کے ہے اور موجب اس خصوصیت کا ذات باری کی ہے تو ثابت ہوا کہ قابل عبادت اور لائق ثنا کے فقط ذات باری کی ہے کہ ہر چیز اس کی طرف محتاج ہے اور اس کی پرورش میں کسی غرض یا عوض کو دخل نہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ اگرچہ بیان کیا گیا کہ ربوبیات خاص خاص ذات باری کی اوروں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن یہ بھی باعتبار ظاہر کے ہے اور حقیقت میں ہر طرح کی ربوبیت خواہ خاص ہو خواہ عام اسی کی ذات کے لئے ہے۔ اس واسطے کہ ربوبیت اس وقت پائی جاتی ہے کہ پیدا کرے کسی شے کو عدم محض سے اور پیدا کرے اسباب نفع لینے اور پرورش اس کی کے اور قدرت دیوے اوپر انتفاع کے اور دُور کرے موانع انتفاع کے اور یہ سب باتیں سوائے ذات اُسکی کے غیر میں موجود نہیں کیونکہ اور پرورش کرنے والے وقت پرورش کے مخلوقات اللہ تعالیٰ کی اپنی پرورش کے کام میں لاتے ہیں اور قدرت اوپر پرورش کرنے ان چیزوں کے کہ منع پرورش کو کرتی ہیں ایسے ہی اوپر موجود کرنے شرائط پرورش کے نہیں رکھتی نہایت درجہ یہ ہے کہ یہ ارباب منجملہ شرائط اور سامان پرورش کے ہیں کسی طرح کا استقلال ان کو نہیں، اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہٗ نے ان سب چیزوں کو اعتبار سے ساقط فرمایا اور ملت حنیفی اختیار فرمائی چنانچہ مقولہ ان کا کلام اللہ میں منقول ہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ تحقیق منہ پھیرا میں نے طرف اس ذات کی کہ پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ایک طرف کا ہو کر اور نہیں ہوں میں شریک کرنے والوں میں سے۔ اور حق تعالیٰ نے یہ عقیدہ اُن کا پسند کیا اور ان کو پیشوا سب ملتوں کا کیا۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ معنی اس کے بسم اللہ میں بیان ہوئے پوشیدہ نہیں ہے کہ لفظ رحمٰن اور رحیم کا مادہ یعنی اصل ان کی ایک ہے کہ لفظ رحمت سے بنے ہیں پس ان دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ صفت پرورش کے بعد ان دو لفظوں کو بیان کیا اور پرورش کو دو قسم کی رحمت لازم ہے ایک وہ رحمت کہ خاص حالت پرورش میں ہوتی ہے اور اگر یہ رحمت نہ ہو پرورش پائی نہ جائے اور حقیقت اس رحمت کی یہ ہے کہ مربی بیچ روا کرنے حاجتوں اپنے پروردہ کی خوب طرح مشغول ہو اور ہر وقت خبرداری ضروریات کی اور جستجو ہر چیز

مناسب اور غیر مناسب اس کے کی کرتا ہے اور یہی مراد لفظ رحمٰن سے ہے دوسری قسم رحمت کی یہ ہے کہ حد پرورش اور کمال کو پہنچنے کے بعد اس سے ثمرات اور فائدے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اور اس کمال کو رائگاں نہ کرے والّا وہ پرورش صرف عبث اور کھیل ہو جائے گی اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص نے ساتھ شفقت تمام کے درخت کو پرورش کیا کہ پھل اس پر آگیا اور اپنے کمال کو پہنچا لیکن اس پھل سے شیرہ یا سرکہ یا مربہ یا اچار وغیرہ درست نہ کیا کہ مدت تک فائدہ اس کا باقی رہتا اور اس قسم کی رحمت کو ساتھ لفظ رحیم کے تعبیر فرمایا۔ پس بیچ ذکر کرنے ان دو ناموں کے اس جگہ یہ اشارہ ہے کہ پرورش خدا تعالیٰ کی بیچ حق تمام جہان کے ہمیشہ پائی جاتی ہے جب تک کہ ہیئت مجموعی اس کی موجود ہے پرورش اس کی مصروف ہے اور بعد متفرق ہونے اور بکھر جانے اجزا اس کے بھی باقی ہے اور یہی ہے معاش اور معاد یعنی پہلی حالت کا نام معاش اور دوسری کا معاد اور اگر صاحب عقل صائب فکر کرے تو معلوم ہو کہ بیچ ہر شے کے اشیاؤں جہان کی سے معاش اور معاد ہے یعنی جب تک بنیاد اُس شے کی قائم ہے اس وقت میں معاش نام رکھتے ہیں اور بعد درہم برہم ہونے اس کی بنیاد کے معاد بولتے ہیں جیسے کہ کھانا کہ وقت برتے جانے وانہ کے سے تا ہضم ہونے معدہ میں اس کی معاش ہے اور بعد اس کے معاد اس کی کہ کچھ اس سے خون ہو کر جزو بدن کے ہو اور کچھ بلغم اور کچھ صفرا اور سودا ہو کر بیچ ضروری کاموں کے صرف ہوتا ہے اور کچھ فضلہ ہو کر راہِ بول و براز سے نکلتا ہے اور کچھ سنک اور تھوک اور میل آنکھ اور بال بدن کے بن کر اور سوائے اس کے نکلتا ہے اور ایسا ہی بیچ تمام اشیا کے معاش اور معاد پائی جاتی ہے اور انتظام معاش ہر چیز کا بیچ ہر عالم کے ساتھ صفت رحمانیت کے تعلق رکھتا ہے اور خوبی معاد ہر چیز کی بیچ ہر عالم کے صفت رحیمی کا تقاضا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مالک دن جزا کا بیچ بعضی قرأت کے مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی بادشاہ دن جزا کا۔ جاننا چاہیے کہ یہ دونوں صفتیں یعنی مالکیت اور بادشاہت کی حقیقۃً اللہ کے واسطے ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک اور بادشاہ تمام چیزوں کا ہے اور ہر وقت ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک وقت میں ہو اور ایک وقت میں نہ ہو یا بعض چیز کا ہو اور بعض چیز کا نہ ہو سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مالکیت یا بادشاہت اپنی خاص دن قیامت کے ساتھ کیوں فرمائی یعنی فرمایا کہ مالک ــــــ دن جزا کا، اس طرح نہ کہا کہ مالک ہر شے کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جہان میں مالک ہونا اور بادشاہت باعتبار ظاہر کے اوروں کے واسطے بھی ثابت ہے گو مجازاً ہو

اور قیامت کے دن سوائے ذات اُسی کے نہ کوئی مالک ہوگا اور نہ بادشاہ جو کچھ تصرف ہے اسی کے ہی اختیار میں ہوگا اور اس روز بیچ نظر ہر خاص و عام کے غلبہ اُس کا ظاہر ہوگا اور سبب اُس کا کہ دُنیا میں اوروں کو بھی کچھ اختیار دیا اور قیامت کے دن بالکل ہر چیز اپنے قبضۂ قدرت میں رکھی یہ ہے کہ دُنیا دار العمل ہے اور کارخانہ عمل کا بغیر اختیار کے درست نہیں ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آدمی کی جبلت میں استعداد تکلیف احکام شرع اور قبول کرنے احکام الٰہی کی ہے اور اسی واسطے اس کو پیدا کیا ہے پس جو بعضی اشیاء اسکی ملک ہیں یا اختیار میں نہ ہوں اور آدمی کو غیر اپنے پر بالکل دخل نہ ہو، اعمال نیک اور بد اس سے کیونکر ظاہر ہوں خاص کر وہ اعمال کہ علاقہ ساتھ مال اور ذبح حیوانات اور دینے صدقات اور ادا کرنے نفقات کے رکھتے ہیں اور ایسے ہی وہ اعمال کہ تعلق ساتھ رعیت اور لونڈی غلاموں کے رکھتے ہیں کہ جب تک اختیار اور حکم آدمی کا پایا نہ جائے کیونکر ہو سکیں پس اللہ جل شانہ نے بمقتضائے حکمت اپنی کے اس جہان میں تھوڑا سا اختیار اور تصرف اوروں کو بھی عطا فرمایا ہے تاکہ روز قیامت کے عذر بے اختیاری اور لاچاری کا پیش نہ کریں اور حجت ان کی بالکل منقطع ہو جائے اور چونکہ دن قیامت کا روزِ جزا کا ہے نہ اعمال کا یعنی جو دنیا میں کار کئے ہیں خواہ نیک خواہ بد اس دن بدلہ ان کا ملے گا تو اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے اور کسی کو کسی طرح کا اختیار اور تصرف نہ دیا و الّا جزا اعمال کی متحقق نہ ہو اور اسی نکتہ کے واسطے لفظ یوم الدین کا فرمایا یعنی دن جزاء کا اور بجائے اس کے لفظ یوم القیٰمۃ یا یوم البعث والنشور یا اور کوئی ناموں قیامت کے سے ذکر نہ کیا تاکہ وجہ خصوصیت بادشاہت اور مالک ہونے اس کے کی اس دن میں اور نہ خاص ہونے بادشاہت ملکیت عیز کی اس دن میں ظاہر ہو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جناب باری عزّ اسمہٗ نے پہلے حمد کو ساتھ اسم ذات کے متعلق فرما کر پیچھے اس کے تین صفتیں علی الترتیب ذکر فرمائیں۔ پہلی صفت ربوبیت کی دوسری صفت رحمت کی۔ تیسری صفت جزاء کی اور اس طرح کے ذکر کرنے میں ایک نکتہ باریک ہے اور وہ یہ ہے کہ دُنیا میں جو کوئی مدح اور ثنا کسی کی کرتا ہے تین طور سے خالی نہیں یا یہ کہ زمانہ سابق میں نمک پروردہ اس کا تھا اور اس ممدوح نے اس مادح کے اوپر انعام کیا تھا گو فی الحال اُس کو اس شخص سے کچھ نفع نہیں اور نہ آئندہ کو توقع فائدہ کی اس سے رکھتا ہے یا بالفعل اس سے فائدہ ہے گو زمانہ گزرے ہوئے میں کسی طرح کا فائدہ نہ تھا اور نہ آئندہ کو ہے یا یہ کہ فقط توقع نفع کی رکھتا ہے گو بیچ زمانہ گزرے ہوئے اور حال کے کسی طرح کا نفع نہیں ہے

اور یہ تینوں چیزیں دنیاداری اور دین داری میں بھی آزمائی گئی ہیں۔ جیساکہ پوشیدہ نہیں پس پیچ لانے
ان تینوں صفات کے اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندے راہ مروت کی اختیار کریں اور اپنے
خالق کی جو بلحاظ نعمتوں پہلی کے کہ اُن کے تئیں عطا ہوئیں ذکر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں صفت ربوبیت
کی رکھتا ہوں اور نعمتیں بے شمار ان کے اُوپر میری طرف سے ہیں اور جو نظر اوپر ان نعمتوں کے کریں کہ
فی الحال موجود ہیں بھی ممکن ہے کہ میں رحمٰن بھی ہوں اور رحیم بھی اور اگر طریق دُور اندیشی کا اختیار کریں یہ بھی لائق اس کے کہ
ہوں میں کہ مالک جزا کا جزا کا میری طرف رجوع کرے گا بہر کیف لائق حمد اور ثنا کا ہُوں میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ
اس سے پہلے جب بندہ مشغول ساتھ ثنا اور صفت اس کی کے تھا اس سے غائب تھا اس واسطے کہ نظر اس
کی طرف نعمتوں اس کی کے اور طرف دوسری اشیاؤں کے کہ جائے ورود نعمتیں اس کی ہیں بالکل متوجہ تھی مگر
ہر گاہ کہ صفتیں بڑی بڑی یعنی پرورش کرنے تمام جہان والوں کی اور رحمت اُن پر اللہ تعالیٰ کی تعریف میں ذکر
کی توجہ بندہ کی طرف معبود اپنے کے بڑھتی گئی یہاں تک کہ جس وقت صفت پچھلی یعنی مالک ہونا سب چیزوں
کا دن قیامت کے واسطے اُس کے ثابت کیا کمال توجہ اس کی ذات کی طرف ہو گئی اور رتبہ حضوری کا حاصل
ہوا سو ناچار اِیَّاکَ نَعْبُدُ ساتھ صیغہ خطاب کے اسکی زبان سے نکلا یعنی خاص تیری ہی بندگی کرتا ہوں
اور جیساکہ شخص حاضر کے ساتھ کلام کرتے ہیں ویسے ہی جب اللہ تعالیٰ کو اس جگہ مخاطب کیا تو اب ذکر
عبادت کا آنا چاہیئے کہ حقیقت عبادت کی بیان کی جائے۔ عبادت یہ ہے کہ نہایت درجہ تعظیم کا بڑھ کر
اس سے تعظیم نہ ہو بجالانے اور عبادت شرع شریف میں کئی اقسام پر ہے یعنی عبادات ظاہر کے ساتھ تعلق
رکھتی ہے اور بعض ساتھ باطن کے وہ کہ ظاہر کے ساتھ علاقہ رکھتی ہیں۔ پس عبادت زبان کی ہے اور ذکر
یاد رکھنا اس کا اور پڑھنا قرآن کا اور تسبیح اور تہلیل اور دُعائیں پڑھنی اور دُعا کرنا اور عبادت آنکھوں
کی ہے اور وہ دیکھنا اُن چیزوں کا کہ متبرک چیزیں ہیں مثل کعبہ شریف کے اور قرآن مجید کے اور دیکھنا صلحا
کا مثل انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور زیارت کرنی قبروں شہیدوں اور صلحاء کی کہ اُن لوگوں نے
جان اپنی کو درمیان راہ خدا کے خرچ کیا ہے اور عمر اپنی بیچ یاد اُسی کے گزاری ہے اور ایسے ہی دیکھنا
اور مخلوقات کا جیسے کہ آسمان اور ستارہ اور دریا اور کشتی اور سوا ان کے مگر اس جہت سے کہ قدرت اللہ تعالیٰ
کی ان میں نظر آتی ہے اور حکمت اس کی معلوم ہوتی ہے اور عبادت کانوں کی ہے اور وہ سُننا کلام اللہ کا
اور سُننا ذکر کا اور ایسے ہی سُننا ان چیزوں کا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی اُن چیزوں سے بڑھتی ہے اور شوق بندگی کا

اُن چیزوں کے سُننے سے اُٹھتا ہے اور عبادت ہاتھ پاؤں کی ہے اور وہ لکھنا قرآن کا اور لکھنا اس کے
ناموں کا اور جانا مسجد کی طرف اور جانا حج کے واسطے اور ایسے ہی جانا واسطے زیارت صالحین کی اور
واسطے جہاد دشمنانِ خدا کے اور جانا واسطے کارروائی حاجتمندوں کی اور وہ عبادت کہ علاقہ باطن کے ساتھ
رکھتی ہے پس منجملہ اس کے عبادت عقل کی ہے اور وہ فکر کرنا بیچ نشانیوں اس کی کے اور بیچ معنیٰ قرآن کے
اور بیچ حکم شریعت کے اور عبادت نفس کی ہے اور وہ صبر کرنا اوپر چھوڑ دینے مرغوب چیزوں کے اللہ کے
حکم کے واسطے مثل روزہ کے اور اعتکاف کے اور صبر کرنا اوپر مصیبتوں کے اور چھوڑنا واویلا کا وقت
مصیبت کے اور روکنا اپنے تئیں حرام چیزوں سے اور گناہوں کی باتوں سے اور عبادت دل کی ہے اور
وہ محبت کرنی ہے ساتھ دوستوں اُس کے کے اور دشمنی رکھنی ساتھ دشمنوں اس کے کے اور اُمید رکھنی ثواب
کی اس کے اور ڈرنا عذاب اس کے سے اور عبادت روح کی ہے اور وہ کوشش کرنی بیچ مشاہدہ اسکے کے
اور آرام اور لذت پانا مراقبہ اس کے سے اور عبادت سِر[1] کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈوبا رہنا بیچ معرفت اس کی
کے اور بعض عبادت مال کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے اور وہ زکوٰۃ اور صدقہ اور خیرات ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس
اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ عبادت حقیقت میں مشغول کرنا تمام اعضاء اور قوتیں ظاہر اور باطن کی بیچ راہ
اُس کی کے اور بیچ مرضیات اس کی کے وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یعنی تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم اس لفظ
کو اس لیئے ذکر کیا گیا تاکہ لفظ نعبد سے کہ اس میں نسبت عبادت کی اپنی طرف کی ہے خود پسندی پیدا
نہ ہو پس گویا بندہ کہتا ہے کہ عبادت تیری بغیر چاہنے مدد کے تیرے ساتھ نہیں ہو سکتی اور یہ بھی وجہ ہو سکتی
ہے کہ درمیان اس عالم کے تین قسم کے آدمی ہیں ایک جبریہ ہیں کہتے ہیں کہ کسی طرح کا ہم اختیار نہیں رکھتے
اور مانند پتھر اور لکڑی کے بلا اختیار حرکتیں ہم سے سرزد ہوتی ہیں دوسرے قدریہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ
بالکل ہم کو اختیار ہے اور جو حرکت اور فعل ہم سے صادر ہوتا ہے اُس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں اور
یہ دونوں گروہ مردود ہیں اس واسطے کہ پہلا فرقہ تمام اُمور شرعیہ اور تکلیفات کو باطل کرتا ہے اور فرقہ
دُوسرا دعوٰی شرکت کا ساتھ خالق اپنے کے کرتا ہے پس یہ دونوں لفظ واسطے رد کرنے عقیدہ ان دونوں
فرقوں کے لاتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں رد ہے عقیدہ جبریوں کا اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں رد ہے عقیدہ
قدریوں کا اور راہ راست نصیب فرقہ تیسرے کا ہے اور وہ فرقہ سُنیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ بندگی ہم کرتے
ہیں اور توفیق تجھ سے ہم چاہتے ہیں یعنی ہم نہ بالکل بے اختیار ہیں اور نہ بالکل اختیار رکھتے ہیں اور اہلِ باطن

---

[1] سِر ایک لطیفہ کا نام ہے یعنی جوہر مجرد ہے کہ محل اس کا برابر پستان بائیں کے بفاصلہ دو انگشت کے مائل طرف سینہ کے ہے ۱۲ اسلم القصدا

نے کہا ہے کہ استعانت اس جگہ ساتھ معنی طلب عون یعنی طلب مدد کے نہیں بلکہ بمعنی طلب معاینہ کے ہے یعنی عبادت طرف ہمارے سے ہے اور مرتبہ معاینہ کا دینا اور عین الیقین کو پہنچانا کام تیرا ہے۔ شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ ایک روز بیچ نماز مغرب کے امامت کرتے تھے جس وقت کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ زبان سے نکلا بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے لوگوں نے کہا اے شیخ کیا ہوا تھا۔ جواب دیا کہ جس وقت اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں نے کہا خوف میرے دل پر غالب ہوا کہ میرے تئیں کہیں کہ اے جھوٹے کس واسطے طبیب سے دوا طلب کرتا ہے اور امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد چاہتا ہے تو اسی واسطے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہو کہ پانچ مرتبہ روبرو

پروردگار اپنے کے کھڑا ہو کر جھوٹ بولوں لیکن اس جگہ ایک امر جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مطلق استعانت غیر سے حرام نہیں بلکہ اس طرح حرام ہے کہ استعانت چاہنے والا اسی شخص پر بھروسہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ حاجت روا خدا تعالیٰ ہے اور یہ شخص سبب ظاہری ہے اور اگر ایسا اعتقاد کر کے استعانت ساتھ غیر کے کرے اور اس غیر کو مظہر عونِ الٰہی کا سمجھے سو ایسی استعانت شرع میں جائز اور روا ہے اور انبیاؑ اور اولیاؑ نے بھی اس طرح کی استعانت ساتھ غیر کے کی ہے اور حقیقت میں ایسی استعانت بالغیر نہیں بلکہ استعانت خدا کے ساتھ ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۞ دکھلا ہم کو راہ سیدھی۔ جاننا چاہیئے کہ اگرچہ آدمی بیچ بعض امور کے راہ راست پر ہو لیکن اس پر بھی اس کے تئیں طلب کرنا راہ راست کا ضروری ہے اس واسطے کہ راہ راست کے مراتب مختلف ہیں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں اور بعضے ادنیٰ اور بعضے اعلیٰ ہیں پس جو کہ صاحب مرتبہ ادنیٰ کا ہے وہ طلب کرنے والا مرتبہ اعلیٰ کا ہے اور جو اعلیٰ بھی حاصل ہوا ہو پس اس اعلیٰ سے جو اعلیٰ ہوگا اس کو طلب کریگا و علیٰ ہذا القیاس اور استقامت اور راستی راہ کی کئی اعتبار سے ہے ایک باعتبار نزدیک ہونے کے کہ جو راہ نزدیک ہے بہ نسبت راہ دُور کے راہ راست ہے اور دوسرے باعتبار صفائی کے ایک راستہ صاف بہتر اور مٹی اور کانٹے وغیرہ سے ہے اور دوسرا خلاف اس کے پس صاف راستہ کو راہ راست کہیں گے اسی جہت سے کسی قائل نے کہا ہے ؎ راہ راست برو گرچہ دور است
تیسرے باعتبار امن کے کہ ایک راہ میں امن ہے قزاقوں سے اور درندوں سے اور تکلیف کی چیزوں سے مثل نہ ملنا آب و دانہ کا اور سوا اس کے کسی طرح کی خرابی نہ ہو سو ایسا راستہ راست ہے بہ نسبت اُس راستہ کے کہ ایسا نہ ہو اور استقامت راہ کی تینوں طرح سے واسطے پہنچنے طرف مطلب کے شرط ہے پس جو کوئی

راہ راست پر باعتبار ایک معنی کے ہو اس کے تئیں لازم ہے کہ باعتبار دو معنی دوسروں کے بھی راہ راست
طلب کرے تفصیل اس اجمال کی کہ اُس سے مثالیں نزدیکی اور دُوری اور صفائی وغیرہ راہ کی واضح ہو یہ ہے
کہ واسطے حاصل ہونے معرفت الٰہی کے بھی راہیں مختلف ہیں ایک راہ توجہ کی ساتھ وجہ خاص کے اور دُور
کرنا علاقات نفسانیہ کا ساتھ ذکر کے اور مستغرق ہونا بیچ مشاہدہ کے اور یہ راہ قریب ہے، راہ عبادت اور فکر
کرنے سے بیچ نشانیوں کے کہ پھیلی ہوئی ہیں بیچ عالم ارواح اور اجسام کے اور راہ اتباع شریعت کا زیادہ
امن رکھتا ہے محض توجہ سے ساتھ وجہ خاص کے اور راہ شریعت کی کہ ہر طرح اُس میں اللہ تعالیٰ نے آسانی
اور تخفیف کر دی ہے زیادہ صاف ہے راہ رہبانیت کی سے کہ انواع انواع مشقتیں اور تکلیفیں بے جا بعضے
بے دین اختیار کرتے ہیں اور استقامت کی اور بھی تین قسم ہیں ایک استقامت اقوال کی دُوسرے استقامت
افعال کی تیسرے استقامت احوال کی اور جو کہ صاحب ایک استقامت کا ہو یعنی ایک قسم کی استقامت اُس کو حاصل ہو
اُسکے تئیں طلب کرنا دو استقامت اور کا بھی ضرور ہے پس ثابت ہوا کہ طلب کرنے راہ راست کی نہ انتہی ہو خواہ متوسط چاہ
نہیں اس واسطے کہ مرتبے اس کے بہت ہیں بلکہ غیر متناہی سو جو مرتبہ راستی کا اس کو حاصل ہو گا فوق
اس کے مرتبہ دوسرا ہے اسی واسطے تعلیم بندوں کو کیا کہ پانچوں وقت اس دُعا کو وقت مناجات کے پڑھیں
اور استقامت میں میانہ روی اور ترک کمی بیشی کا ہر امر میں خوب ہے، مثلاً میانہ روی عقیدہ میں یعنی نہ مبالغہ تشبیہ
میں کرے کہ ذات باری کو مانند مخلوقات کے سمجھے چنانچہ متمکن ہونا کسی مکان میں اور متوجہ ہونا طرف جہت کے
اور محتاج ہونا طرف اسباب کے ثابت کرے اور یہ مذہب باطل ہے اور اُسے راہ تفریط یعنی گھٹا دینا حد سے
اعتبار کیا اور نہ مبالغہ تنزیہ میں کرے کہ اس طرح پاکی اور تنزہ اس کا ثابت کرے کہ بالکل اس کی ذات کو بیکار
قرار دے اور یہ مذہب بھی باطل ہے اور اس میں افراط ہے اور حد سے بڑھنا و علیٰ ہذا القیاس اور عقائد میں
اور میانہ روی اخلاق میں یہ ہے کہ قوت عقلیہ کو یعنی جس قوت سے ادراک ہوتا ہے اس کو افراط اور تفریط سے
نگاہ رکھے اور افراط اُس کے کا نام جربزہ ہے (فریبندگی ۱۲) کہ تیزی طبیعت کی حد اعتدال سے بڑھ جائے اور تفریط اس کی
کا نام غباوت اور بلادت ہے (کندی ذہن ۱۲) کہ بالکل قابل فہم کے نہ رہے اور ایسے ہی قوت شہویہ کے تئیں فجور سے بچائے
کہ افراط اس کا ہے اور خمود[۱] سے بھی نگاہ کرے کہ تفریط اس کی ہے اور ایسے ہی قوت غضبیہ کو تہور
اور جُبن سے بچائے تہور افراط اس قوت کا ہے کہ کمال درجہ مردانگی[۲] کا ہو اور جُبن کہ نامردانگی کو کہتے ہیں

[۱] خمود یعنی ایسی سستی نہ کرے کہ قوت شہویہ کو مباح کی جگہ بھی استعمال نہ کرے ۱۲ [۲] کہ مخالف شرع کے بھی کام مردانگی کا کرنے لگے ۱۲

تفریط اس کا ہے اور اعمال میں بھی میانہ روی مطلوب ہے اس واسطے کہ کثرت اعمال کی بسبب
نُورانی ہونے روح اور لطائف کے ہے اور یہ تاثیر بغیر ہمیشگی عمل کے حاصل نہیں ہوتی اور جس وقت
بندہ کو فرمایا کہ راہ راست کو طلب کرے لازم ہوا ذکر ان شخصوں کا کہ بسبب اُن کے راہ راست طرف
اور بندوں کے پہنچی اور افعال اور اقوال ان کے دیکھ کر اور سُن کر راہ راست دُوسری راہ سے جدا ہوئی
اور نہیں تو ہر کوئی مذاہب باطلہ سے بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں پس چاہیئے کہ ایک
جماعت اپنے ذہن میں مقرر کرے کہ اس جماعت سے راہ راست ظاہر ہوئی اسی واسطے راہ راست کو
ساتھ اس طریق کے تعلیم فرمایا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی راہ اُن لوگوں کی جن
پر تُو نے فضل کیا اور اس لفظ کی اور جگہ قرآن میں تفسیر فرمائی ہے ساتھ چار گروہ کے اور وہ یہ ہیں
انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین اور ان چاروں کا بیان قریب آتا ہے پس معلوم ہوا کہ راہ راست
راہ ان چار گروہ کی ہے اور بندے کے تئیں چاہیئے کہ بیچ وقت مناجات کے ساتھ پروردگار اپنے کے
ان چاروں گروہ کو اپنے ذہن میں حاضر رکھے اور راہ انھیں فرقوں کی طلب کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ
بیچ قرآن مجید کے سُورۂ نساء میں فرماتا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
رَفِيْقًا یعنی جو کہ اطاعت خدا اور رسُول کی بجالاوے اور ساتھ ان دونوں کے کام کرے پس وہ شخص
ہمراہ ان لوگوں کے راہ میں چلتا ہے کہ انعام کیا ہے اللہ تعالےٰ نے اوپر اُن کے اور وہ چار قسم کے
لوگ ہیں انبیاؑ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ گروہ اچھے رفیق ہیں پس بیچ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ کے طلب راہ حق کی ہو گئی اور بیچ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے طلب رفیق کی پائی
گئی کہ الرفیق قبل الطریق یعنی پہلے رفیق پیدا کرے پھر ارادہ راستہ کا کرے اور اس جگہ جاننا
چاہیئے کہ یہ چاروں گروہ آپس میں برابر نہیں بلکہ ایک دوسرے سے افضل ہے پس چاہیئے کہ عام مسلمین
رفاقت صالحین کی طلب کریں اور صالحین رفاقت شہیدوں کی ڈھونڈیں اور شہید رفاقت صدیقین کی
کی اختیار کریں اور اگر کوئی عوام میں سے چاہے کہ انبیاؑ کی رفاقت کی خواہش کرے اُس کے تئیں
چاہیئے کہ اوّل رفاقت ان تین گروہ کی درجہ بدرجہ پیدا کرے اُس وقت انبیاؑ کی رفاقت حاصل ہو گی
جیسا کہ کوئی رفاقت بادشاہ کی چاہے پہلے رفاقت جمعدار کی اور اس کے باعث سے رفاقت رسالدار

کی اور اس رسالہ دار کی رفاقت سے ایک بڑے امیر کی رفاقت حاصل کرے بعد اس کے رفاقت
بادشاہ کی ممکن ہے اس واسطے داخل ہونا بیچ سلسلۂ اولیاء اللہ کے اور وسیلہ اُن کے ساتھ ڈھونڈنا
نزدیک اہلِ اسلام کے مستحسن ہوا اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ اصل الکل بارگاہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو
تعلیم ہوا اور ان کے واسطہ سے صدیقوں کو حاصل ہوئی اور صدیقوں کے واسطہ سے شہداء کو اور
شہداء کی طرف سے صالحین کو پہنچی پس ضرور ہوا کہ ان چاروں گروہ کی حقیقت سمجھے اور علی الترتیب
یعنی پہلے انبیاء کی معرفت بعد اس کے ان تینوں کی معرفت حاصل کرے تا کہ طلب رفاقت کی اس سے
میسر ہو اس واسطے کہ جب تک شے معلوم نہ ہو طلب اس کی کیونکر ہو سکے۔ پس حقیقت نبی کی یہ ہے
کہ نبی ایک انسان ہے اور ہر انسان میں دو طرح کی قوتیں ہیں ایک قوت کا نام نظریہ ہے اور یہ ایسی
قوت ہے کہ اس کے ساتھ اشیاء کا جاننا ہو سکتا ہے دوسری قوت عملیہ اور وہ ایسی قوت ہے کہ
بسبب اس کے اعمال نیک اور بد اُس سے ظاہر ہوتے ہیں پس نبی ایسا انسان ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے
تئیں بلا واسطہ غیر تربیت بشری کامل فرماتا ہے اس طرح کہ تاثیر نور پاک کی بیچ قوت نظریہ اُس کی ایسی
ہو جاتی ہے کہ غلطی اور شبہ اُس کی معلومات میں راہ نہیں پاتا اور اُس کی قوت عملیہ میں ایسا ملکہ پیدا
کر دیتا ہے کہ بسبب اس کے اعمال نیک ساتھ کمال رغبت کے اُس سے ہونے لگتے ہیں اور بُرے
کاموں سے نہایت نفرت سے بچا رہتا ہے اور جس وقت
تجربہ عقل کا انتہا کو پہنچتا ہے تب اس کو اللہ تعالیٰ طرف خلق کے بھیجتا ہے اور اُس کے سچے ہونے
کے واسطے معجزے اس کو عطا کرتا ہے اور معجزے انبیاء کے بعضے جنس کلام کے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید اور بعضے
جنس فعلوں کے مثل جاری کرنا پانی کا انگلیوں سے اور ہمراہ ان معجزات کے اور نشانیاں عقلی بھی اس کو بخشتا
ہے اور نشانیاں عقلی کئی قسم پر ہوتی ہیں منجملہ ان کے اخلاق اچھے اور بعضے ان میں سے علوم سچے
اور بعض اُن میں سے تقریر صاف جس سے تسلی حاصل ہو اور دلیل ظاہر کی نہ ٹوٹ سکے اور انھیں نشانیوں
میں سے تاثیر ان کی صحبت کی اور روشنی دل کی حاصل ہوتی ہے اور عوام لوگ اور کم استعداد اُن کے
معجزات سے دلیل پکڑتے ہیں اور کامل آدمی ساتھ کمالات اُن کے کے دلیل پکڑتے ہیں خصوصاً
جس وقت علاج بیماریوں روحانی کا اور کامل کرنا نفوس ناقصین کا اور اُترنا انوار کا اُوپر ہم صحبتوں کے
دیکھا جاتا ہے یقین قطعی ہر شخص کو کہ عقل رکھتا ہے ساتھ نبوت ان کی کے حاصل ہوتا ہے اور جاننا

چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام دو قسم کی خبریں بیان کرتے ہیں کہ عقل بھی ان کو مان لیتی ہے جیسا کہ وجود خدا تعالیٰ کا اور صفات کمال اُس کے اور بعض وقت اُن چیزوں کا بیان کرتے ہیں کہ صرف عقل معلوم نہیں کر سکتی جیسا کہ احکام روزہ کے بندوں کے واسطے اور بیان تفصیل ثواب اور عذاب کے اُوپر کاموں نیک اور بد کے اور ایسا ہی بیان حال اُن کاموں کا کہ کبھی اچھے ہو جاتے ہیں اور کبھی بُرے، پس اگر معجزے اور نشانیاں عقلی ہمراہ نبیوں کے نہ ہوں تو فقط عقل خصوصاً عقل عوام کی ان کی بات کو قبول نہ کرے اور فائدہ نبوت کا حاصل نہ ہو اور ہر گاہ کہ معنیٰ نبی کے معلوم ہو چکے اب معنیٰ صدیق کے چاہیئے جاننا صدیق وہ ہے کہ قوت نظریہ اس کی مثال قوت نظریہ انبیاء کے کامل ہوتی ہے اور ابتداء عمر سے جھوٹ بولنے اور دورنگی بات کہنے سے دُور رہے اور بیچ امور دین کے خاص خدا کے واسطے کوشش کرے کہ ہرگز خواہش نفس کو دخل نہ ہو اور نشانیاں صدیق کی ہیں کہ بیچ ارادہ اپنے کے تردد نہیں کرتا ہے اور بیچ نماز کے اگرچہ کوئی حادثہ سخت پیش آئے بائیں اور دائیں توجہ نہ کرے اور ظاہر اور باطن ایک سا ہو اور کسی کے تئیں لعنت نہ کرے اور علم تعبیر خواب کا جانے اور شہید وہ ہے کہ دل اس کا بیچ مشاہدہ تجلیات الٰہی کے مستغرق ہو اور جو کچھ انبیاء نے اس کو پہنچایا ہے اس طرح دل اس کو قبول کرے کہ گویا دیکھتا ہے اسی واسطے جان دینا بیچ امر دین کے نزدیک اس کے آسان کام ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں مقتول نہ ہو اور قوت عملیہ قریب قوت انبیاء علیہم السلام کے ہو اور صالح وہ ہے کہ دونوں قوتیں اس کی مرتبۂ کمال انبیاء کے سے کمتر ہوتی ہیں لیکن بسبب کمال متابعت کے ظاہر اپنے کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور باطن اپنے کو اعتقادات فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے دُور رکھتا ہے اور یاد حق اس کے اندر ایسی سما جاتی ہے کہ گنجائش دوسری چیز کی اُس میں نہ رہے اور لفظ ولی کا اگرچہ شامل ان تینوں گروہ کو ہے لیکن اکثر اوپر صالحین کے بولا جاتا ہے اور جو علامتیں اور نشانیاں مشترک ہیں اور ان چاروں گروہ میں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور ضامن رزق ان کے کا رہتا ہے اس طرح سے کہ سب آدمیوں سے ممتاز رہتے ہیں اور دشمنوں انکے سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے اور بیچ سفر کے ہمراہ ان کے رہتا ہے اور ان کے تئیں ایسی عزت دیتا ہے کہ بسبب اس عزت کے بیچ خدمت بادشاہوں اور امیروں کے راضی نہیں ہوتے اور ہمت ان کی ایسی بلند کر دیتا ہے کہ ہرگز ساتھ آلودگی نجاستوں دنیا کے راضی نہیں ہوتے اور

سینے اُن کے اس طرح کھول دیتا ہے کہ بسبب پہنچنے محنتوں دنیا اور مصیبتوں کے اور مرنے قریبوں اپنے
کے سے دل تنگ نہیں ہوتے اور ان کی ہیبت ایسی ہوتی ہے کہ سرکش لوگ اور بڑے متکبروں کے
دل میں بھی اثر کر جاتی ہے اور برکتیں بیچ کلام اور دم اُنکے کے اور بیچ کاموں اور مکانوں اور بیچ ہم صحبتوں اور اولاد و نسل
ان کی کے اور بیچ زیارت کرنے والوں اور ان کے پیروؤں کے کرتا ہے اور نزدیک اپنے اُن کے تئیں
مرتبہ اور عزت بخشتا ہے کہ ان کی دُعا قبول ہو جاتی ہے بلکہ جو شخص کسی حاجت میں ساتھ اُن کے وسیلہ
ڈھونڈھے حاجت اس کی روا ہو جاتی ہے اور چونکہ اس جگہ ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ بسبب اُس کے
صراط مستقیم ساتھ غیر مستقیم کے مل جاتا ہے اور جدائی حاصل نہیں ہوتی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ بعضے
فرقے اپنے تئیں طرف ایک کے ان چاروں گروہ سے کہ صاحب طریق مستقیم کے ہیں نسبت کرتے ہیں اور
اپنے تئیں تابعداروں اس بزرگ میں سے سمجھتے ہیں اور حقیقت میں اس کے تابعدار نہیں بلکہ اس کا راستہ
چھوڑ کر راہ شیطانی میں پھنسے ہیں پس بسبب اس جھوٹے دعوے اور نسبت کے عام آدمیوں کو اُن کا
انکار راستہ سیدھا دکھلائی دیتا ہے جیسے یہود اور نصاریٰ کہ اپنے تئیں تابعدار حضرت موسیٰ اور حضرت
عیسےٰ علیہم السلام کا جانتے ہیں اور واقع میں یہ لوگ ان نبیوں کی راہ سے ایک طرف اور دُور ہیں اور
اس امت میں فرقے رافضیوں کے جیسے کہ دعوٰی محبت اہل بیتؓ کا کرتے ہیں اور اپنے تئیں ان کی طرف نسبت
دیتے ہیں اور حقیقت میں عقائد اور اعمال انکے ان میں موجود نہیں بلکہ سراسر مخالف ہیں اور ایسے ہی مداریہ اور جلالیہ اس زمانہ
میں اور بے دین کہ نسبت اپنی طریقہ سہروردیہ اور قادریہ اور چشتیہ کی طرف کرتے ہیں اور بالکل اعمال اور اشغال ان طریقہ والوں
کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے پس واسطے دُور کرنے اس شبہ کے عبارت دوسری ملایا اور فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا
الضَّآلِّيْنَ ؕ یعنی نہ راہ اُن لوگوں کی کہ غصہ خدا کا اوپر اُن کے ہے اور نہ راہ گمراہوں کی گویا بیچ اس آیت کے تعلیم
ہے اس امر کی کہ بیچ طلب کرنے راہ مستقیم کے احتیاط کرنی چاہیئے اور راہ ان لوگوں کی جو گمراہ ہیں اور جن پر
غصہ اللہ کا ہے راہ مستقیم نہ جاننا چاہیئے۔ اگرچہ وہ لوگ اپنے تئیں جانیں کہ ہم راستے سیدھے پر ہیں اور
اپنے آپ کو نبیوں کی اور ولیوں کی طرف نسبت کریں بلکہ وقت دُعا کے ایسے راستے سے بچنا دل میں ٹھہرانا
چاہیئے اور غصہ ایک حالت کا نام ہے کہ آدمی میں ہوتی ہے اور سبب اس کے خون دل کا جوش کرتا ہے
اور روح حیوانی واسطے دُور کرنے مخالف طبیعت کے اور مغلوب کرنے اس کے کے اندر سے باہر کی طرف
نکلتی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محالات سے ہے سو اس جگہ کہ لفظ غصہ کی اللہ کی طرف

نسبت نہ ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شخصوں سے اسباب حکمت کے غائب کرے تاکہ اپنے
مقصود کو نہ پہنچیں اور سبب ختم کا ان کے اُوپر ناشکری نعمتوں کی ہے اور اثر اس کا لعنت اور مذمت
ہے اور مقابل ختم کے رضا ہے کہ رضامند ہونا اللہ کا یہ ہے کہ اسباب حکمت کے ساتھ نہایت درجہ کے مہیا کرے
اور باعث اس کا شکر ہے اور اثر اس کا ثناء اور عطا ہے یعنی جو شخص شکر خدا کا کرے اللہ کا فضل اُس پر
زیادہ ہوتا ہے اور ضلالت اختیار کرنا ایسے راستہ کا ہے کہ طرف مطلب کے نہ پہنچاوے اور سبب اختیار ایسے
راستہ کا کبھی غفلت ہوتی ہے اور ظاہر کی لذتوں کو آدمی اختیار کر لیتا ہے اور باطن کی لذتوں کو چھوڑ دیتا
ہے اسی واسطے لڑکے کے نزدیک کھیلنا بادشاہت سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ بادشاہت کے مرتبہ سے
بے خبر ہے اور کبھی سبب یہ ہوتا ہے کہ نفس بسبب شبہ اور غلطی فہم کے اپنی خواہش کے موافق کام کرتا ہے
جیسا کہ کہتے ہیں نقد بہتر ہے اُدھار سے پس نفس امارہ دنیا کو نقد سمجھتا ہے اور آخرت کو اُدھار اور
واقع میں یہ اس کی کج فہمی ہے اس واسطے کہ دس روپیہ اُدھار کہ ان کے ملنے میں کسی طرح کا شبہ نہ ہو
ایک روپیہ نقد سے بہتر ہیں اور معاملہ آخرت میں انبیاء اور اولیاء اور علماء کو کسی طرح کا شبہ نہیں اسی واسطے
یہ لوگ دنیا کی لذتوں کو چھوڑ کر مجاہدے اور ریاضتیں اللہ کی راہ میں کرتے ہیں کہ یقین جانتے ہیں کہ
ہمارے عملوں کا آخرت میں زیادہ بدلا اُن سے ملے گا اور اگر نافہم لوگ کہنے لگیں کہ ہم کو اس بات کا یقین
نہیں سو اُن سے کہیں گے کہ تم کو پیروی انبیاءؑ اور اولیاء کی لازم ہے اگرچہ تم کو شک ہے جیسا کہ مریض دوا
کو تلخ جانتا ہے اور شفا ہونے میں اس کو شک ہے لیکن اس کو پیروی طبیب کی لازم ہے اور کبھی
سبب یہ ہوتا ہے کہ خواہش نفس کی دل پر غالب ہو جاتی ہے اور ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ نیک عمل کرنے
سے دل اس کا تنگ ہونے لگتا ہے اور عمل بد کرنے میں اس کی طبیعت کھلتی ہے اور خوش ہوتی ہے
اور یہ بیماری نہایت خوفناک ہے اس واسطے کہ جو جتنی مدت اسی حال پر رہے گا رین کو پہنچائے گا
اور رین کے معنی غلبہ کے ہیں جیسا کہ کلام اللہ میں آیا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
بعد اس کے غشاوہ کی نوبت پہنچے گی اور غشاوہ کے معنی پردے کے ہیں پھر نوبت طبع کی پھر نوبت
ختم کی اور طبع اور ختم کے معنی مہر کے ہیں پھر نوبت قفل کی پہنچتی ہے چنانچہ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا
کلام اللہ میں مذکور ہے بعد اس کے نوبت موت قلب کی ہے کہ بعد اس کے نہ آئینیں اس کو نفع دیتی ہیں
اور نہ ڈرانے والوں کی بات تاثیر کرتی ہے **فـ** حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان جس وقت گناہ کرتا

ہے پس ایک نقطۂ سیاہ بیچ دل اس کے کے ہو جاتا ہے پس اگر توبہ کر لیتا ہے صاف ہو جاتا ہے دل
اُس کا اُس سیاہی سے اور اگر توبہ نہیں کرتا اور پھر گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی دل کی بڑھتی جاتی ہے۔
یہاں تک کہ تمام دل کو گھیر لیتی ہے جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے اِفَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ
یعنی جب فاسد ہوا دل فاسد ہوا تمام بدن اور جب حال گناہ گار مومن کا یہ ہے پس حال کافر کا کیا ہوگا
اور مراد طبع اور ختم اور اقفال اور غشاوہ سے کہ کلام مجید میں ذکر اُن کا آیا ہے یہی سیاہی دل کی اور
نہ تاثیر ہونا اچھی بات کی اس میں مراد ہے اور جس وقت معلوم ہوا کہ بسبب اختیار کرنے رستہ گمراہی کے
ایسے نقصانات ہوتے ہیں پس اگر راہ راست اختیار کریں کہ باوجود خواہش نفس کے خلاف شرع امور
کی طرف نہ آئیں اور صبر اور نیکیوں کے کریں تو بسبب اس کے دل ان کا کھل جائے گا بعد اس کے دل
ان کا قابل آزمائش تقویٰ کے ہو جائے گا اور پھر سکینت آجائے گی کہ ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے
آرام اور کیفیت آنے لگے اور جب یہ مرتبہ نہایت کو پہنچا ہے تو عصمت حاصل ہو جاتی ہے اور
دو لفظ یعنی غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ذکر کیے اور ایک لفظ پر کفایت نہ کی باوجودیکہ
معنی ان دونوں لفظوں کے قریب قریب تھے اس واسطے اس جگہ مراد دونوں سے جدا جدا ہے
اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کفر اختیار کر کے مخالفت راہ حق کی کی اور دیدہ و دانستہ
انکار احکام الٰہی کا کیا اور یا جان کر گناہ کی باتیں کیں جیسا کہ یہود کہ ان کے حق میں مذکور ہے اَلَّذِيْنَ
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ
هُمْ يَعْلَمُوْنَ اور دوسری جگہ فرمایا ہے وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ
خَلَاقٍ اور ایک اور جگہ فرمایا ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
اور ضالین سے مراد وہ لوگ ہیں کہ اپنے بزرگوں کی پیروی کر کے راہ باطل اختیار کی اور عادت کے رستے
پر چلے یا بسبب کوتاہی فکر اور فہم کے گمراہی اختیار کی جیسا کہ نصاریٰ کہ ان کے حق میں آیا ہے
اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ یا بسبب اس کے گمراہی اختیار کی کہ اللہ غفور رحیم کو
بخش دے گا اور گناہ ہمارے معاف کرے گا یا اس طرح ان کی گمراہی ہو کہ عبادت کا محل اور
وقت نہ ہو اور اس کو عبادت سمجھے جیسا کہ شراب پلانی اس شخص کو کہ بسبب خمار کے بے تاب اور
بے قرار ہے وعلیٰ ہذا القیاس ف مشہور یہ ہے کہ المغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں جیسا کہ

کلام اللہ میں آیا ہے مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ اور ضالون سے مراد نصاریٰ ہیں بوجہ اس آیت کے کہ قریب ذکر ہو چکی اور بعضوں نے کہا کہ خاص کرنا ان دونوں لفظوں کا ساتھ ان دونوں گروہ کے قول ضعیف سے ہے اس واسطے کہ جو لوگ منکر خدا کے یا مشرک ہیں یہود و نصاریٰ سے بھی اخبث ہیں ان کے دین سے احتراز کرنا ضروری ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں کہ اعمالِ ظاہرہ میں خطا کرتے ہیں اور وہ فاسقین ہیں اور ضالون سے مراد وہ لوگ ہیں کہ خطا اعتقاد میں رکھتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد کفار ہیں اور ضالون

سورۃ بقرہ میں تفسیری نکات

سے مراد منافقین ہیں ۔ جاننا چاہیئے کہ علم لطیفوں اور نکتوں قرآن مجید کا بے نہایت ہے اور ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور سبب ترقی کا یہ ہے کہ ہر صاحب فن موافق حوصلہ اور استعداد اپنی کے جو باتیں اس فن کی ہیں کلام اللہ سے نکالتا ہے اور سلسلہ اہلِ کمال کا قیامت تک رہے گا پس پورا پورا بیان اس علم کا بیچ دنیا کے ممکن نہیں اسی واسطے بیان اس علم کا اس تفسیر میں نہیں کیا گیا مگر بیچ اس سورۃ کے تھوڑا سا بطور نمونہ کے ذکر کیا جاتا ہے معلوم ہو کہ نکتے اس سورۃ کے دو قسم کے ہیں بعضے نکتے ایسے ہیں کہ ہر آیت کے ساتھ علٰحدہ علٰحدہ تعلق رکھتے ہیں پس پہلی قسم میں جو نکتے کہ تعلق ساتھ بسم اللہ کے رکھتے ہیں یہ ہیں کہ تمام علوم جہان کے چاروں کتاب آسمانی میں موجود ہیں اور چاروں کتاب کے علوم کلام مجید میں مندرج ہیں اور سب علوم کلام اللہ کے سورۂ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں اور علوم سورۃ فاتحہ کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر ہیں اور علوم بسم اللہ کے فقط اندر حرف 'ب' کے کہ بسم اللہ کے سرے پر ہی رکھی ہوئی ہے توضیح اس مذکور کی یہ ہے کہ مقصود سب علموں سے وصل ہو جانا بندہ کا ساتھ ذات پاک باری کے ہے اور ہر گاہ کہ بندہ بیچ کمال نقصان کے ہے اور نجاستوں بشریت میں آلودہ ہے اور ذات اللہ تعالیٰ کی نہایت کمال اور پاکیزگی میں پس طرف ذات اُس کی کے پہنچنا ممکن نہیں مگر اس طرح سے کہ اس کے ناموں کو یاد کرے اور اس کے نام سے چمٹا رہے اور ایسا اُس کی یاد میں مشغول و مستغرق ہو کہ آپ کو فنا کرے اور اس درجہ کو پہنچ جائے کہ ذکر اور ذکر کرنے والا اور ذکر کیا گیا ایک ہو جائے اور دوئی درمیان سے اُٹھے اور یہ اتصال لفظ با کے معنیٰ کہ نحو میں علم الصاق کہتے ہیں اور اُس کے معنیٰ چمٹا رہنے کے ہیں اور معلوم رہے کہ لڑکوں کو وقت تعلیم کے الف سے شروع کرواتے ہیں اور کلام مجید کا شروع بے کے ساتھ کیا ، سبب اس کا یہ ہے کہ الف میں بلندی اور بڑائی پائی جاتی ہے اس واسطے محل نظر رحمت الٰہی کا نہ ہوا اور

ہے میں انکسار اور پستی پائی جاتی ہے اس جہت سے مقبول بارگاہ الٰہی کی ہوئی اور جاننا چاہیئے کہ بادشاہ
اور امیر جس وقت کوئی چیز دل پسند اپنی خرید کرتے ہیں اوپر اس کے مہر کر دیتے ہیں تاکہ ارادہ چوروں کا
اس کے چرانے سے ہٹ جائے اور ایسے ہی جو کسی جانور کو اصطبل خاص بادشاہی میں داخل کرتے ہیں
اس کے اوپر داغ لگا دیتے ہیں تاکہ کوئی چور اور قزاق اس کے لینے کا ارادہ نہ کرے پس بندہ جس وقت
کوئی کام نیک اور عبادت شروع کرے چاہیئے کہ اس کو مہر خدا تعالیٰ کے نیچے داخل کرے اور داغ
اوپر اس کے لگا دے اور وہ مہر مضمون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ہے کہ جس وقت بسم اللہ کے ساتھ اس کلام
کو شروع کیا تو لائق مقبولیت کے ہو گیا اور شیطان کے تصرف سے بچ رہا کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت
نوح علیٰ نبینا و علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور ڈوبنے اس کے سے ہراساں تھے پس واسطے نجات
پانے کے ڈوبنے سے یہ الفاظ کہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کشتی ان کی ڈوبنے سے بچ رہی
غور کرنا چاہیئے کہ آدھی بسم اللہ کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ڈوبنے سے بچ گئی جو
شخص کہ تمام بسم اللہ کو عمر بھر بیچ شروع ہر کار کے پڑھتا ہے کیونکر محروم اس کی عنایت سے رہے گا
کہتے ہیں کہ ایک عارف باللہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوا کر وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں
رکھ دیجیو۔ آدمیوں نے سبب اس کا اس سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ سُنا ہے میں نے کوئی فقیر اُوپر
ایک دروازہ بہت بلند کے سائل ہوا وہاں سے تھوڑا سا اس کو ملا فقیر چلا گیا اور تیشہ لایا اور دروازہ
کو گرانا شروع کیا مالک دروازہ کا آیا اور کہا کہ کیا کرتا ہے کہا کہ یا اس دروازہ کو موافق بخشش اپنی
کے کر یا بخشش اپنی کو لائق دروازہ کے کر۔ یہ آیت بھی یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دروازہ اس کی کتاب
کا ہے پس دن قیامت کے یہ ایک دستاویز کامل ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے درخواست
رحمت کی کروں گا۔ علماء نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں انیس ۱۹ حرف ہیں اور فرشتے دوزخ
کے بھی انیس ۱۹ ہیں پس ایک ایک حرف کی برکت سے ایک ایک فرشتہ عذاب کا دُور ہو سکتا ہے
اور یہ بھی کہا ہے کہ رات اور دن کی چوبیس ۲۴ ساعت ہیں منجملہ اُن کے پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ
نمازیں مقرر فرمائیں کہ ان ساعتوں میں عبادت اُس کی پائی گئی اور واسطے انیس ۱۹ ساعتوں کے یہ
انیس ۱۹ حرف عنایت ہوئے ہیں تاکہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ساتھ ذکر خدا کے کہ انیس ۱۹ حرفوں میں ہے
انیس ساعتوں باقی کو مشغول رکھے اور ان کی برکت سے جو گناہ کہ ان انیس ۱۹ ساعتوں میں ہوتے ہیں

نجس جانیں اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ سورۂ برأت میں حکم قتال کفار کا مذکور ہے اسی واسطے بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم سے خالی ہے اور ایسے ہی وقت ذبح کے بسم اللہ واللہ اکبر کہتے ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نہیں کہتے کہ ذبح ظاہر میں صورت قہر کی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رحمت کا تقاضا کرتی ہے پس جو
شخص اس کلمۂ رحمت کو ہر وقت اور ہر لحظہ ہمیشہ پڑھے اور اس سے کم نہیں کہ سترہ بار البتہ نماز فرضوں
کے میں پڑھے گا یقین ہے کہ غضب اللہ اور عذاب اُس کے سے محفوظ رہے اور ثواب اس کے سے محظوظ ہو
اور بعضے خواص اس آیت کے یہ ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی پائخانہ
میں جائے چاہیئے کہ پہلے بسم اللہ کہے تاکہ یہ آیت درمیان شرمگاہ اُس کی کے اور درمیان نظر جنوں کے
پردہ ہو جائے اور جس وقت یہ کلمہ درمیان اس کے اور درمیان دشمنوں دنیاوی اُس کے کے پردہ ہو،
پس بیچ آخرت کے یہ کلمہ اس میں اور عذاب آخرت میں پردہ ہو جائے گا ف جاننا چاہیئے کہ یہ نکات
کہ مذکور ہو چکے تفسیر کبیر میں موجود ہیں پس بعض نکتے اور بھی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکل سکتے ہیں اس تفسیر
میں لکھے جاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درد شکم ہوا اور نہایت شدت ہوئی پس جناب الٰہی
سے التجا کی خدا تعالیٰ نے ایک بوٹی جنگل کی بتائی حضرت موسیٰؑ نے اس بوٹی کو کھایا حکم اللہ سے فی الفور
شفا ہو گئی بعد ایک مدت کے وہی مرض پھر ہوا مگر جناب الٰہی میں عرض نہ کی خود بخود وہی بوٹی کھائی مرض
زیادہ ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب پہلے اس بوٹی کو کھایا تھا شفا ہو گئی تھی اور
اب جو کھایا اُلٹا نقصان کیا جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ پہلی مرتبہ میری طرف ہو کر بوٹی کی طرف گیا پس شفا
ہو گئی تھی اور دوسری بار اپنی طرف سے اُس بوٹی کی طرف گیا پس بیماری زیادہ ہو گئی کیا نہیں جانتا ہے
تو کہ دُنیا تمام زہر قاتل ہے اور تریاق اس کا نام میرا ہے اور فرمایا ہے رسول علیہ السلام نے جو شخص اٹھائے
اُس کاغذ کو زمین سے جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے اللہ کے نام کی تعظیم واسطے لکھا جاتا
ہے وہ شخص نزدیک اللہ تعالیٰ کے صدیقوں میں اس کے علاوہ تخفیف عذاب کی کی جاتی ہے والدین اس کے
سے اگرچہ مشرک ہوں اور روایت ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوہریرہ
جس وقت وضو کرے تو پس کہہ تو بسم اللہ پس تحقیق فرشتے لکھنے والے اعمال کے نہیں قرار پکڑیں گے لکھنے
نیکیوں کے واسطے تیرے یہاں تک کہ فارغ ہو تو اور جس وقت خلوت اور صحبت کرے تو ساتھ
بیوی اپنی کے پس کہہ تو بسم اللہ پس حق فرشتے نگہبان تیرے ہیں لکھیں گے واسطے تیرے نیکیوں کو،

یہاں تک کہ غسل کرے جنابت کا پس اگر ہو جائے اس جماع سے بچہ لکھی جائیں گی واسطے تیرے نیکیاں
ساتھ شمار دم اس بچے کے اور ساتھ شمار دموں اولاد اس بچے کے اگر ہو گا واسطے اس کے کوئی فرزند
یہاں تک کہ نہ باقی رہے ان میں سے کوئی اور جس وقت سوار ہو کسی چارپائے پر پس کہہ بسم اللہ الحمد للہ
لکھی جائیں گی واسطے تیرے نیکیاں ساتھ شمار ہر قدم کے اور جس وقت سوار ہو تو کشتی میں پس کہہ بسم اللہ
والحمد للہ لکھی جائیں گی نیکیاں واسطے تیرے یہاں تک کہ نکلے تو اس کشتی سے اور معلوم ہو کہ با
بسم اللہ کی نکلی ہوئی ہے لفظ بر سے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور احسان کرنے والا ہے اوپر مومنین کے ساتھ .
طرح طرح کی بخششوں کے بیچ دُنیا اور آخرت کے اور بڑی بخشش اور نہایت کرم اس کا یہ ہے کہ بزرگی
دے گا دن قیامت کے اپنے دیدار کی مروی ہے کہ بعض اصحاب کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا اور
وہ بیمار ہوا اُس مومن نے کہا اسلام لے آ یہودی نے کہا کس چیز پر اسلام لاؤں اور کیا حاصل ہو گا
کہا دوزخ سے نجات ہو گی اس نے کہا کہ اس کی پروا میں نہیں رکھتا پس اُس مومن نے کہا کہ جنت
میں اسلام کی برکت سے جائے گا اُس نے کہا یہ بھی نہیں چاہتا ہوں کہا پھر کیا چاہتا ہے تو کہا
اسلام اس شرط پر لاتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنا دیدار مجھ کو عنایت کرے کہا انھوں نے کہ اسلام لے آ
یہ مطلب تیرا حاصل ہو جاوے گا پس یہودی نے کہا اس بات کو ایک کاغذ پر لکھ دے پس ایک خط اُس کو
لکھ دیا پھر مسلمان ہوا وہ یہودی اور مر گیا اسی وقت پس نماز جنازہ کی اُوپر اس کے پڑھی اور دفن کیا
جن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا فرماتے ہیں کہ دیکھا میں نے اس کو بیچ خواب کے گویا کہ خوش پھر رہا ہے
کہا میں نے اس سے کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا اور کہا
کہ واسطے شوق میرے کے اسلام لایا تو اور سین بسم اللہ کا نکلا ہوا ہے نام اس کے سے کہ سمیع ہے یعنی
سُنتا ہے دُعا خلق کی عرش سے تحت الثریٰ تک روایت ہے کہ زید بن حارث ایک منافق کے ہمراہ
مکے سے طرف طائف کے گئے پس جس وقت پہنچے ایک جنگل میں منافق نے کہا یہاں آؤ آرام کریں
دونوں اس جنگل میں داخل ہوئے اور سو گئے پھر منافق نے اُٹھ کر خوب مضبوط ان کو باندھ لیا اور اس
بات کا ارادہ کیا کہ ان کو مار ڈالوں زید بن حارث نے کہا کس واسطے مجھ کو مارتا ہے تو اس منافق
نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوست رکھتا ہے تجھ کو اور میں اس کو دشمن رکھتا ہوں پس کہا زید
نے اے رحمٰن فریاد کو پہنچ میری پھر منافق نے ایک آواز غیب سے سُنی کہ ہلاکت ہو تجھ کو مت قتل کر

اس کو وہ منافق اس جنگل سے نکلا اور دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا پس پھرا اور دوسری دفعہ ارادہ اُن کے مارنے کا کیا پھر ایک آواز قریب سے سُنی کہ کوئی شخص کہتا ہے مت قتل کر اس کو اور ناگاہ ایک سوار ظاہر ہوا کہ اس کے پاس ایک نیزہ ہے پس اس سوار نے ایک ضرب اس کے ماری کہ مر گیا اور اس جنگل میں آ کر زید کو کھول دیا اور کہا کہ مجھ کو نہیں پہچانتا میں جبرئیل ہوں جس وقت دُعا کی تو نے میں ساتویں آسمان پر تھا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہنچ تو پاس بندے میرے کے اور دُوسری مرتبہ میں آسمان پہلے پر تھا اور تیسری دفعہ میں منافق کے پاس پہنچ گیا اور رحیم بسم کی مراد اس سے یہ ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک ملک اس کا ہے اور وہی مالک ہے سدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سلیمانؑ کے عہد میں خشک سالی ہو گئی لوگوں نے حضرت سلیمانؑ سے دعا کرنے کی درخواست کی حضرت سلیمانؑ نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور دونوں ہاتھ پھیلا رہی ہے اور کہتی ہے **اَللّٰھُمَّ انا خلق من خلقك ولا غنی لی عن فضلك** یعنی اے پروردگار میں ایک مخلوق ہوں مخلوقات تیری سے اور نہیں بے پروائی مجھ کو فضل تیرے سے۔ کہتے ہیں کہ مینہ برسایا اللہ تعالےٰ نے اُوپر اِن کے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ دعا کی اور مینہ تمھارے اوپر برسا! اور فرمایا رسول علیہ السلام نے جو شخص وضو کرے اور اللہ کا ذکر نہ کرے تو بسبب وضو کے فقط اعضاء اس کے پاک ہو جائیں گے اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام بھی لیا تو تمام بدن کی پاکی حاصل ہوئی پس جس وقت ذکر الٰہی وضو کے اوپر باعث طہارت تمام بدن کا ہوا سو ذکر اس کا ساتھ دل بدرجہ اولیٰ ہوا اور پاک کرے گا دل کو کفر اور بدعت سے اور گذرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر ایک قبر کے پس دیکھے فرشتے عذاب کے کہ عذاب کرتے ہیں میت کو پس اپنی حاجت رفع کر کے پھر اس قبر پر گذرے پس اس قبر پر دیکھے فرشتے رحمت کے ساتھ ان کے طبق نور کے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات پر تعجب ہوا پس نماز پڑھی اور اللہ سے دُعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اے عیسیٰ یہ بندہ گنہگار تھا اور جب سے مرا تھا بیچ عذاب کے گرفتار تھا اور یہ ایک عورت چھوڑ گیا تھا اس نے ایک فرزند جنا اور اس کو اس عورت نے پرورش کیا یہاں تک کہ بڑا ہوا بعد اس کے اس عورت نے اس فرزند کو مکتب میں بھیجا اُستاد نے اس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پس حیا آئی مجھ کو بندے اپنے سے کہ عذاب کروں میں اس کو ساتھ آگ کے اندر زمین کے اور فرزند اس کا لیتا ہے نام میرا اوپر زمین کے۔ لازم ہے انسان کو

ذکر اللہ نزدیک جان اپنی کے رکھتے یہاں تک کہ دُور نہ ہے اس سے دونوں جہان میں روایت ہے رسول علیہ السلام سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشتری اپنی حضرت ابوبکر صدیق کو دی اور فرمایا کہ اس پر لا الٰہ الاّ اللہ کندہ کروالو حضرت ابوبکر صدیق نے انگوٹھی نقاش کو دی اور کہا لکھ اس میں لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ پس نقاش نے بھی لکھ دیا پس حضرت ابوبکرؓ اس انگوٹھی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اس میں لکھا تھا لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ ؟ ابوبکر صدیق نے حضرت نے فرمایا اے ابوبکر یہ زیادتی کیا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسُول اللہ میری طرف سے فقط یہ بات ہوئی کہ اللہ کے نام کے ساتھ آپ کا نام میں نے لکھوادیا اس واسطے کہ یہ بات مجھ کو خوش نہ آئی کہ نام آپکا اللہ کے نام سے جدا ہو لیکن باقی کے واسطے میں نے اس نقاش سے نہیں کہا اور حضرت ابوبکر اپنے دل میں شرمندہ ہوتے کہ میرا نام انگشتری میں کیوں لکھا گیا پس جبرئیل حضرت کے پاس آئے اور کہا یارسُول اللہ نام ابوبکر کا میں نے اس انگشتری میں لکھ دیا ہے اس واسطے کہ مجھ کو یہ بات خوش نہ آئی کہ ابوبکر کا نام تیرے نام سے جدا ہو اور نکتہ اس جگہ پر یہ ہے کہ جس وقت حضرت ابوبکر کو بسبب ملانے نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام اللہ کے یہ بزرگی حاصل ہوئی پس جو شخص کہ اپنی جان اور دل کو اللہ کے نام کے ساتھ وصل کرے کیا بزرگی حاصل ہوگی اور درنظم میں لکھا ہے کہ جعفر صادقؓ سے منقول ہے جس شخص کو کوئی حاجت ہو پس چاہیئے کہ لکھے ایک رقعہ اور اس میں یہ عبارت ہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من العبد الذلیل الی الرب الجلیل ربّ انی مسّنی الضرّ وانت ارحم الرّاحمین پھر ڈال دے اس رقعہ کو پانی جاری میں اور کہے اللّٰھم بمحمد و اٰلہ الطیّبین الطاہرین وصحبہ المرضیّین اقض حاجتی یا اکرم الاکرمین ____ اور اپنی حاجت کا نام لے پس تحقیق وہ حاجت اس کی پوری ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی کتاب میں ہے کہ بیان کیا مجھ سے بعض عالم نیک بخت نے تحقیق جو شخص پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح سے کہ ایک ہزار بار بسم اللہ کو پڑھے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے حاجت چاہے جو حاجت رکھتا ہو بعد اس کے پھر بسم اللہ ہزار بار پڑھے اور دو رکعتیں نماز پڑھے اور دُعا مانگے

اور حاجت چاہے اس ترکیب سے حاجت روا ہونے تک بارہ ہزار پورا کرے انشاء اللہ حاجت
اس کی روا ہوگی اور یہ منقول ہے ابو محمد عبدالمبین خضری سے اور بعضے عارفین نے کہا ہے بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم چار کلمات ہیں اور گناہ بندے کے بھی چار قسم کے ہوتے ہیں ایک گناہ دن کے دوسرے
گناہ رات کے تیسرے گناہ ظاہر کے چوتھے گناہ باطن کے پس جو شخص بسم اللہ کو ساتھ ایمان اور اخلاص
اور صاف نیت سے پڑھے گا برکت اس کی سے چاروں قسم کے گناہ اللہ تعالیٰ اس کے بخشے گا اور نکات
بسم اللہ کے اور تحقیقات اس کی بہت ہیں مگر اسی قدر کافی اور شافی ہے جس کو زیادہ خواہش ہو تفسیر کبیر
وغیرہ میں ملاحظہ کرے کہ اور عجائب غرائب ظاہر ہوں گے فقط اور بیان اُس شے کا کہ ساتھ الحمد للہ
کے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ بیچ اس جگہ کے تین لفظ ہیں حمد اور مدح اور شکر لیکن مدح زندہ کے
واسطے بھی ہوتی ہے اور غیر زندہ کے واسطے بھی جیسا کہ مدح باغ اور شہر اور جواہر وغیرہ کی مشہور ہے
اور حمد زندہ ہی کے لئے ہوتی ہے اور مدح پیشتر احسان سے بھی ہوتی ہے اور حمد بعد احسان کے
ہی ہوتی ہے اور مدح کبھی ممنوع بھی ہوتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
احثوا التراب فی وجوہ المداحین یعنی خاک ڈالو تم بیچ منہ مدح کرنے والوں کے اور حمد ہمیشہ
جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا من لم یحمد الناس لم یحمد اللہ
یعنی جس نے آدمیوں کی تعریف نہ کی اس نے اللہ کی تعریف بھی نہ کی اور شکر نعمت کے عوض ہوتا ہے
کہ کسی کی طرف سے پہنچی ہو اور حمد دونوں طرح ہوتی ہے خواہ نعمت اس کی طرف سے پہنچی ہو خواہ
نہ پہنچی ہو بلکہ حمد اوپر ذاتی کمال شخص کے بھی ہوتی ہے پس بسبب انہیں وجہوں کے اس جگہ حمد کا لفظ

بیان الحمد کے تعلق کا

اختیار کیا مدح یا شکر کا لفظ نہیں ذکر کیا ف اگر المدح للہ کہتا یہ معلوم نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ دراصل
مختار ہے اس واسطے کہ مدح میں شرط نہیں کہ ممدوح فاعل ہو جیسی کہ مثالیں اس کی بیان کی گئیں اور
الحمد للہ سے یہی بات سمجھی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مختار ہے اپنے فعلوں میں اختیار رکھتا ہے چاہے
کرے چاہے نہ کرے پس الحمد للہ کہنا بہتر ہوا کہ اس میں مذہب فلاسفہ کا رد ہو گیا وہ کہتے ہیں اپنے
فعلوں میں اللہ کو اختیار نہیں بلا اختیار صادر ہوتے ہیں اور الحمد للہ کا لفظ الشکر للہ سے اس واسطے
اَولیٰ ہوا کہ اس لفظ سے استحقاق حمد کا واسطے ذات کے ہر طرح ثابت ہوا خواہ انعام اس کا بہ نسبت
حمد کرنے والے کے اعتبار کر یا نہ کر گویا بندہ کہتا ہے حمد تیرے واسطے ثابت ہے چاہے دے تو

یا نہ دے تو مجھ کو اور الشکر للہ کے معنی یہ ہوئے کہ شکر ثابت ہے واسطے اللہ کے اور نعمتوں کے کہ دیا اس نے مجھ کو پس یہ خاص ہوا بہ نسبت حمد کے کہ وہ عام ہے جاننا چاہیئے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ لفظ احمد اللہ کا بولا جائے یعنی بندہ اس طرح کہے کہ حمد کرتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی لیکن ہر گاہ کہ آدمی نہایت عاجز ہوتا ہے کہ بسبب عجز کے حمد لائق ذات اُس کے ہے نہیں کر سکتا اس واسطے کہ جو چیز کہ اس کی طاقت سے باہر تھی اُس کی تکلیف اس کی نہ دی بلکہ اس عبارت کو تعلیم فرمایا کہ الحمد للہ یعنی حمد کامل حق اور ملک اس کی ہے خواہ بندہ اُس پر ادا کرنے اُس کے کے قدرت رکھے یا نہ رکھے کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیچ جناب باری تعالیٰ کے عرض کی یارب کیف اشکرک یعنی کس طرح شکر کروں میں تیرا اور کیونکر ذمہ شکر تیرے سے باہر آؤں اس واسطے کہ توفیق شکر کی اور تعلیم اس کی تیری طرف سے ہے اور یہ بھی ایک انعام ہے اس کے واسطے اور شکر کرنا چاہیئے اور ایسے ہی سلسلہ غیر متناہی شکر کا چلا جائے گا اور کہیں ٹھہرنے کا نہیں پس شکر ممکن نہ ہوا جناب الٰہی سے ارشاد ہوا اے داؤد جب تو نے اپنے تئیں شکر میرے سے عاجز جانا پس تیرا یہی شکر ہے اور بھی اگر حمد اللہ کہا جاتا اس سے یہ سمجھا جاتا کہ حمد اللہ تعالیٰ کی یہ شخص کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ بیشتر تعریف کرنا ئے تعریف کرنے والوں سے حمد کیا گیا ہے اسی واسطے فرمایا الحمد للہ یعنی ہر حمد اور ثنا لائق اس کے ہے اگرچہ کہنے والا موجود ہو یا نہ ہو اگر گمان کیا جائے کہ جو کوئی کسی پر انعام کرے منعم علیہ کی نسبت وہ انعام کرنے والا مستحق حمد کا ہوا جیسا کہ پیر مرید کی نسبت سے استحقاق حمد کا اور استاد شاگرد کی نسبت سے اور بادشاہ عادل رعیت کی نسبت سے اور ماں باپ فرزند کی نسبت سے حق ستائش کا رکھتے ہیں پس سب حمدوں کا حق اللہ کے واسطے کس طرح ثابت ہوا پس جواب یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں بھی محمود خدا تعالیٰ ہے اور ان صورتوں کو پردہ سمجھنا چاہیئے اس واسطے کہ صاحب نعمت کے دل میں ارادہ انعام کا ڈالنا اور اس نعمت کو اس کے تئیں عطا کرنا اور تصرف دے دینا اس نعمت کا دوسرے کو اس منعم کے تئیں بخشنے کا اور جس کو نعمت دلوائی ہے نفع اس نعمت کا اس شخص کو دلوانا اور کھوئے جانے اور گم ہونے نعمت کے سے امن میں رکھنا کام اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ما بکم من نعمۃ فمن اللہ یعنی جو نعمت کہ ساتھ تمہارے ہے اللہ کی طرف سے ہے بس اور انعام کرنے والے خدمت گار اور اٹھانے والے ہیں کہ ساتھ حکم مالک کے خوانوں کو اوروں کی طرف پہنچاتے ہیں یہ نعمت ان کی طرف

منسوب نہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص ہم جنس اپنے کو کوئی نعمت پہنچاتا ہے ضرور عوض اس نعمت کا چاہتا ہے یا
ثواب یا تعریف منظور ہوتی ہے یا خصلت سخاوت کی پیدا کی جانی یا دُور کرنا بخل کا ارادہ کرتا ہے
یا حال ہم جنس کا دیکھ کر کہ اُس کے دل کو جو شکستگی حاصل ہوئی تھی اس کو دُور کرتا ہے جو شخص کہ عوض
طلب کرتا ہے منعم نہ رہا اور استحقاق حمد کا اس کے واسطے ثابت نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ ہر درجہ سے کامل
ہے کسی طرح سے طلب کرنا کمال کا اور دُور کرنا نقصان کا اپنی ذات سے اس کو منظور نہیں کہ موجود
شے کا طلب کرنا محال ہے پس انعام اس کا محض بخشش ہے اور اس کے سوائے کوئی مستحق حمد کا نہیں
اور اس جگہ ایک شبہ ہوتا ہے کہ ہر جگہ تسبیح مقدم تحمید سے ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے سبحان اللّٰہ
والحمد للّٰہ اس سورۃ میں کس واسطے تحمید کو پہلے ذکر کیا اور جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ تسبیح اس
وقت مقدم تحمید پر ہوتی ہے کہ دونوں ایک کلام میں ذکر کئے جائیں اور اس سورۃ میں فقط تحمید
مذکور ہے تسبیح کا ذکر نہیں ہے اس جگہ اس کی وجہ چاہیئے کہ فقط تحمید ذکر کی اور تسبیح کا ذکر نہیں کیا
پس وجہ یہ ہے کہ مضمون تسبیح کا تحمید میں داخل ہے اس واسطے کہ مضمون تسبیح کا یہ ہے کہ ذات اس
کی تمام نقصانوں سے پاک ہے اور مضمون تحمید کا یہ ہے کہ جو کمال اور نعمت کہ خیال بشر میں آوے
تمام اُسی کی ذات سے ہے اور جس وقت تمام کمالات اور نعمتیں اس کے واسطے اعتقاد کریں۔ یہ
بات لازم ہوئی کہ کسی طرح کا نقصان اس میں نہیں کہتے ہیں کہ لفظ الحمد للّٰہ کے آٹھ حرف ہیں اور
دروازے بہشت کے بھی آٹھ ہیں پس جو شخص کہ خلوص نیت سے ان آٹھوں کو پڑھے گا مستحق آٹھوں
دروازوں جنت کا ہوگا اور حمد کا دو چیزوں کے ساتھ تعلق ہے ایک ساتھ ماضی کے اِس وجہ سے کہ
حمد کرنے سے شکر نعمتوں پہلی کا ادا ہوتا ہے دوسرے تعلق اس کا ساتھ مستقبل کے کہ یہ کلمہ شکر کا ہے
اور شکر سے نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں جیسا کہ فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ پس باعتبار تعلق
پہلے کے دروازے دوزخ کے حمد کرنے والے سے بند ہوئے اس واسطے کہ مواخذہ بابت شکر کے
اس کے ذمہ نہ رہا اور باعتبار تعلق دوسرے کے مستحق کھلنے دروازوں بہشت کا ہوا عقلاء نے کہا ہے
کہ الحمد للّٰہ نہایت بزرگ کلمہ ہے لیکن چاہیئے کہ اچھے محل میں اس کو کہا جائے تاکہ ثمرہ اس کا اچھا
حاصل ہو حضرت سری سقطی قدس اللّٰہ سرہ العزیز سے نقل ہے کہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے الحمد للّٰہ
کہی اس وقت سے اب تک تیس برس ہو چکے ہیں کہ اُس الحمد للّٰہ کہنے سے استغفار کرتا ہوں سبب

یہ ہے کہ ایک دفعہ بغداد میں آگ لگی اور جس بازار میں میری دکان تھی تمام جل گیا۔ کوئی شخص میرے
پاس آیا اور کہا کہ تمام بازار جل گیا اور تیری دکان بچی میں نے الحمد للہ کہا۔ پھر جب میں نے فکر کیا کہ یہ
کلمہ مخالف دین اور مروت کے مجھ سے سرزد ہوا کہ مسلمانوں کی مصیبت سے غمناک نہ ہوا میں اور واسطے
تھوڑے سے نفع اپنے کے خوش ہوا میں اس واسطے اسی وقت سے استغفار کر رہا ہوں اسی واسطے
کہا ہے کہ حمد اوپر نعمتیں دین کے بہتر ہے حمد کرنے سے اوپر نعمتیں دُنیا کے اور حمد کرنی اوپر اچھے
احوالوں دل کے بہتر ہے حمد کرنے سے اوپر نیک کام بدن کے اور حمد کرنی نعمتوں پر اس نیت سے کہ
جو عطا یا محبوب حقیقی کی ہیں بہتر ہیں اس جہت سے کہ لذت اور خوشی نفس کے واسطے حمد کی جائے۔
پس ایسے مقامات میں حمد کرنے میں فکر کرنا چاہیئے تاکہ حمد غیر موقع میں پائی نہ جائے اور نقل ہے کہ جب
روح حضرت آدم علیہ السلام کی ناف تک پہنچی تھی کہ چھینک آئی الحمد للہ رب العالمین فرمایا اور کلام اللہ
میں مذکور ہے کہ پچھلا کلام بہشتیوں کا جنت میں بھی الحمد للہ رب العالمین ہے پس ابتدا عالم انسانی کا
اوپر حمد کے ہوا اور خاتمہ اس عالم کا بھی اوپر حمد کے پایا گیا بندہ کے تئیں بھی چاہیئے کہ ابتدا اعمال اپنے
کو اور اخیر اعمال کو ساتھ کلمہ حمد کے ملایا کرے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ نزول اس سورۃ کا واسطے
تعلیم بندوں کے ہے کہ بیچ وقت مناجاتِ الٰہی کے اس طرح کہیں اصل اس لفظ کی یہ ہے قُوْلُوْا
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یعنی کہو تم الحمد للہ لیکن قُوْلُوْا اس جگہ پوشیدہ کیا اور ظاہر میں نہ لائے نکتہ اس کا یہ ہے
کہ اگر ظاہر اس لفظ کو ذکر کر دیتے پس یہ صیغہ امر کا ہے اور امر کی مخالفت سے عتاب ہوتا ہے جیسا
کہ باپ اگر بیٹے اپنے کو کہے کہ فلاں کام کرو اور بیٹا فرماں برداری اُس کی نہ کرے پس بیٹے پر عقوق
ثابت ہو جائے اور اگر باپ بیٹے کو اس طرح کہے کہ فلاں چیز اچھی ہے یا کرنے کے لائق ہے ایسی
صورت میں اگر بیٹا فرماں برداری نہ کرے عقوق بیٹے کا ظاہر میں نہیں ہوتا پس رحمت کاملہ الٰہی بندوں
کے واسطے ہوئی کہ الحمد للہ کو ظاہر میں صیغہ امر کا ذکر نہ کیا بلکہ بطریق تلقین کرنے تعریف اپنی کے فرمایا

بیان ان چیزوں کا کہ متعلق ساتھ رب العالمین کے ہیں

تاکہ مخالفت صریح امر کی لازم نہ آئے اور بندہ ہونے کی جہت سے اس کے اوپر عمل کریں اور جو چیز کہ تعلق
ساتھ رب العالمین کے رکھتی ہے یہ ہے کہ جو کچھ بیچ جہان کے دیکھا یا سُنا یا دریافت کیا جائے
دو حال سے خالی نہیں یا واجب لذاتہٖ ہے یعنی ایسی ذات ہے کہ خود بخود موجود ہے اور کسی نے اس کو
پیدا نہیں کیا اور نہ ہونا اس کا محال ہو اور وہ ذات اللہ کی ہے یا ممکن لذاتہ ہے کہ دونوں امر

یعنی ہونا اور نہ ہونا اس کا برابر ہو اور اللہ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہو اور اس قسم کا نام عالم ہے خواہ موجود ہو چکا ہو یا آئندہ کو موجود ہوگا اور عالم مشتق ہے علامت سے اور اس قسم کا نام عالم اس واسطے رکھا ہے کہ یہ علامت ہے اوپر اسماء اور صفات الٰہی کے اس واسطے کہ جو فرد افراد عالم میں سے ہے مظہر کسی اسم یا صفت اس کی کا ہے اور جنسیں اور نوعیں عوالم کی مظہر اسماء کلیہ اور صفات مطلقہ کی ہیں اور جب ہر فرد افراد جہان میں سے مظہر اسم خاص کا ہے اسماء الٰہی سے پس شمار عالموں کی اس اعتبار سے حد میں نہیں آسکتی مگر اصول اور کلیات عالم کے جو شرع شریف میں مقرر ہیں بیان کئے جاتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو کچھ جہان میں موجود ہے یا ذات ہے یا صفتیں ذات اسے کہتے ہیں کہ وجود اس کا بغیر شے دوسری کے قائم ہو سکے جیسا کہ آسمان اور زمین اور صفت وہ ہوا ہے کہ دوسری شے کے ساتھ مل کر پائی جائے جیسا کہ رنگ اور بو اور مزہ اور سوا اس کے معقولیوں کی اصطلاح میں ذات کو جوہر کہتے ہیں اور صفت کا نام عرض رکھتے ہیں اور ذات بھی دو قسم کی ہے جسم اور روح۔ جسم وہ ہوتا ہے کہ ایک اندازہ اور شکل معین رکھے اور اس مقدار کو نہ چھوڑے اور روح وہ ہے کہ مقدار اور شکل معین نہ رکھے اور ساتھ شکلوں جدا جدا کے ظاہر ہو اور جسم بھی دو قسم ہے علوی اور سفلی اور علوی کی بہت قسمیں ہیں عرش اور کرسی اور سدرۃ المنتہیٰ اور لوح اور قلم اور مکان بہشت کی اور مکان دوزخ کی اور ستارے خواہ ثابت ہوں یعنی حرکت نہ کریں خواہ سیارہ کہ حرکت کریں اور سات آسمان اور جسم سفلی بھی دو قسم کا ہے ایک بسیط ہے کہ کسی اجزا سے مرکب نہ ہو جیسا کہ عناصر اربعہ یعنی خاک اور پانی اور ہوا اور آگ اور قسم دوسری مرکب وہ بھی دو قسم ہے اس واسطے کہ یا مرکب ہوگا تمام عناصر سے یا بعض عناصر سے اول کو مرکب تام اور دوسرے کو مرکب ناقص کہتے ہیں اور مرکب تام منحصر بیچ تین عالم کے ہے ایک عالم معادن کا یعنی کانوں کا دوسرا عالم نباتات کا یعنی جو چیزیں اُگنے کی ہیں جیسے گھاس درخت وغیرہ اور تیسرا عالم حیوان کا یعنی جاندار چیزیں اور ان تینوں میں عالم بے شمار ہیں کہ تفصیل اس کی طول چاہتی ہے اور مرکب ناقص کی بھی تین قسمیں ہیں ایک بخار یعنی پانی، ہوا اور دوسرا غبار یعنی مٹی اور ہوا اور تیسرا دھواں یعنی آگ اور ہوا اور ان تینوں عالم سے بھی بہت چیزیں پیدا ہوتی ہیں پس غبار محض سے بگولے پیدا ہوتے ہیں اور بخار سے مینہ برستا ہے اور جس وقت بخار زیادہ بلند ہو جاتا ہے اور بیچ مقام سردی کے جاتا ہے جم کر اولہ

اور برف پیدا ہو جاتی ہے اور دھوئیں سے بجلی اور ستارہ گرنے والے اور ستارہ دُم دار اور تمام تیں
نیزوں کی پیدا ہوتی ہیں اور جس وقت بخارات اور دھواں الٹ کر زمین میں بند ہو جاتے ہیں نیچے
زمین کے بگولے پیدا ہوتے ہیں اور اس کو زلزلہ کہتے ہیں اور جو بخار زمین کے نیچے جاکر بند ہو جاتا ہے
اور ساتھ قوت ہوا کے نکلتا ہے چشمے جاری ہوتے ہیں اور جو بخار ہلکا درمیان آسمان اور زمین کے
بسبب رات کی سردی کے جم جاتا ہے پھر اوپر زمین کے گرتا ہے اس کو شبنم کہتے ہیں اور اگر جم کر درمیان
آسمان اور زمین کے پھیلا رہتا ہے اس کو صقیع اور ہندی میں کہر کہتے ہیں اور بعض شہروں میں بھی
بخار ہلکے اور تھوڑے جم کر مانند شکر سفید کے اور سرخ کے اوپر زمین کے برستا ہے اس کو
ترنجبین و خشک انگبین اور من شیر خشت کہتے ہیں یہ اقسام مرکب ناقص کے موافق عادت کے ہیں اور کبھی
بطور خرق کے عادت اور چیزیں طرح طرح کی پیدا ہوتی ہیں اور درمیان آسمان اور زمین کے معلق
کھڑی رہتی ہیں اور زمین پر بھی گر پڑتی ہیں اور تفصیل اس کی اپنی جگہ مذکور ہے اور درمیان کتابوں
عجائبات کائنات الجو کے لکھی ہوئی ہے اور رُوح یا نیک محض ہے اور اس کو فرشتہ کہتے ہیں یا شر
بد ہے اور اس کو شیطان کہتے ہیں یا ملی ہوئی نیک اور بد سے اور وہ دو قسم ہیں جن اور رُوحیں۔ بنی آدم

فرشتوں کی قسموں کا بیان

کی اور فرشتوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ بعض فرشتے ایسے ہیں کہ علاقہ ان کو جسموں کے ساتھ ہے بعض اجسام
علویہ کے ساتھ علاقہ رکھتے ہیں جیسا کہ اٹھانے والے عرش کے اور محافظ کرسی کے اور داروغہ بہشت کے
اور دوزخ کے اور رہنے والے سدرۃ المنتہیٰ کے اور مجاور بیت المعمور کے اور کھینچنے والے ستاروں کے اور
حرکت دینے والے آسمانوں کے اور دربان آسمانوں کے اور بعض اجسام سفلیہ کے ساتھ علاقہ رکھتے
ہیں جیسے وہ فرشتے کہ ابر اور ہوا کے اوپر موکل ہیں اور ہمراہ ہر قطرہ کے اترتے ہیں اور وہ فرشتے
کہ اوپر دریاؤں اور پہاڑوں اور درختوں کے موکل ہیں اور وہ فرشتے کہ بنی آدم کے محافظ ہیں اور
عمل ان کے لکھتے ہیں اور وہ فرشتے کہ بیچ اعانت اُن لوگوں کی کہ اسمائے الٰہی کا وظیفہ رکھتے ہیں اور
عزیمت پڑھنے والوں کے مصروف ہیں۔ دوسری قسم کے فرشتے ایسے ہیں کہ بیچ عبادت الٰہی کے
ڈوبے ہوئے رہتے ہیں اور خدمت ان کی یہی ہے کہ یاد خداوند اپنے کی کریں اور یہ فرشتے اس کثرت
سے ہیں کہ شمار ان کا ممکن نہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ درمیان آسمانوں کے ایک بالشت
کی بھی جگہ خالی نہیں کہ اس جگہ فرشتہ نہ ہو کہ عبادت اللہ کی میں مشغول کھڑا ہے یا بیچ رکوع کے ہے

یا بیچ سحبد کے تیسری قسم ملائکہ مقربین کی جنکا کام بڑے بڑے جہان کے ان کی تدبیر سے اور ان کے
واسطے سے سرانجام ہوتے ہیں جیسا کہ اتارنا وحی اور شریعت کا اور پہنچانا رزق کا اور دولت کا اور
مدد کرنی اور تصرف کرنا اور خراب کرنا ملکوں اور دولتوں کا اور قبض کرنا ارواح بنی آدم کا اور چار فرشتے
یعنی حضرت جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اور لشکر اور مددگار ان کے بھی اس
قسم میں داخل ہیں اور مطلق فرشتوں کے حال میں اور ان کی کثرت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا
يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ یعنی نہیں جانتا ہے لشکروں رب تیرے کو مگر وہی یہاں تک اقسام ذات
کا بیان ہو چکا اور صفت کے بھی عالم بہت ہیں جیسا مکان اور زمان اور کم اور کیف اور وضع اور
نسبت اور جہت اور پورا پورا بیان ان عالموں کا بیچ کتابوں بڑی بڑی حکمت کے ہے حاصل یہ ہے
جس کسی کو احاطہ احوال موجودات اور تفصیلوں ان کی کا زیادہ تر ہوگا رب العالمین کی تفسیر سے اس کو
خوب واقفیت ہوگی اس جگہ ایک بات دل میں کھٹکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نزول اس سورۃ
کا اس واسطے ہے کہ بندے بیچ وقت مناجات پروردگار کے ساتھ اس طرح کہ شکر نعمتوں اس کی
کا بجا لائیں پس ذکر کرنا پرورش تمام جہانوں کا اس جگہ کیا مناسب ہے چاہیئے تھا کہ پرورش عالم
انسانی کی فقط اس جگہ ذکر کی جاتی ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ پرورش خدا کی نے ہر جہان کو
ساتھ جہان دوسرے کے ایک ربط اور ملاپ دے دیا ہے کہ آپس میں محتاج ایک دوسرے کے ہیں
پس جاننا ربوبیت انسانی کا بغیر دریافت کرنے ربوبیت تمام جہانوں کے ممکن نہیں اور جس وقت
بندے جانیں گے کہ تمام جہانوں کو بیچ پرورش ہماری کے مصروف کیا ہے پس قدر نعمت اللہ کی
ان کے ذہن میں نہایت درجہ حاصل ہوگی اور موافق اس کے عاجز ہونا شکر اللہ تعالیٰ کے سے
ان کو معلوم ہوگا اور اسی قدر انکسار نفس مقابلہ انعام و منعم حقیقی کے کہ خلاصہ شکر کا ہے اور اصل
حمد کا ہے حاصل ہوگا تفصیل اس اجمال کی طول چاہتی ہے لیکن واسطے نمونہ کے تھوڑا سا بیان کیا

بیان اسباب سعادت

جاتا ہے تاکہ باقی کو اسی پر قیاس کیا جائے مثلاً تجویز بہت اللہ کی کہ آدمی کے حق میں ہوئی ہے ابتدا
اس کی وجود سے ہے اور انتہا اس کی حصول سعادت دائمی اور سعادت ابدی جو کہ اسے کھولا جائے
اور اجزا اس کے جدا جدا کرنے میں آئیں تو تین چیزیں نکلتی ہیں ایک اعتقاد سچا دوسرے عمل نیک
تیسرے خلق نیک اور یہ تینوں چیزیں موقوف ہیں اور چار بدنی چیزوں پر کہ ایک صحت دوسرے قوت

تیسرے جمال چوتھے طول عمر کا اور یہ چاروں چیزیں موقوف اوپر اور چار چیزوں کے ہیں مال اور اہل
اور مرتبہ اور کنبہ اور راور مددگار اور معاون اور ربط فضیلتوں بدنی کا ساتھ فضیلتوں نفسی کے کہ یہ
اجزا سعادت ابدیہ کے ہیں سوائے اور پانچ روکے نہیں ہو سکتا اوّل ان کی ہدایت ہے یعنی
پہچاننا طریق بھلائی اور برائی کا ساتھ عقل اور شرع کے دوسرے ثمرہ مجاہدوں اور ریاضتوں کا یعنی
روشنی نور کی کہ عالم نبوت اور عالم ولایت سے بعد کرنے مجاہدہ کے ظاہر ہو تیسرے مرشد یعنی وہ کہ
باعث ہو اوپر توجہ کے طرف سعادت کے چوتھے توفیق اور تائید یعنی آسان ہونا راہ ثواب پر چلنا
اور پہنچنا طرف مطلب کے پانچویں استقامت یعنی باقی رہنا عزم قوی کا آخر کار تک اور کھل جانا بصیرت کا
اس کام میں پس ان سولہ چیزوں کے اوپر تربیت آدمی کی موقوف ہے اور سب سے ادنیٰ ان میں صحت
ہے اور صحت کے واسطے بہت اسباب ہیں کہ تفصیل ان کی کتب طب میں موجود ہے اور ادنیٰ ان
اسباب کا کھانا ہے اور ہر گاہ کہ کھانا فعل اختیاری ہے اس کو حاجت طرف ایک جسم کے ہے جس
میں قدرت اور ارادہ اور علم ہو اور نباتات اگرچہ قدرت اور علم اور ارادہ نہیں رکھتے ہیں مگر قوت
جذب کرنے غذا کی ان کو بھی دی گئی ہے اسی واسطے نباتات کو جماد سے کامل کیا ہے لیکن نبات
طلب کرنے اس غذا سے کہ اس سے دور ہو عاجز ہے اس واسطے کہ اس کو نہ علم مکان اس غذا

بیان حواس خمسہ

بعید کا ہے اور نہ طلب چلنے کی اس کی طرف پس حیوان کو یعنی ذی روح کو پانچ حواس دیئے ہیں ایک
قوتِ لامسہ ہے کہ بسبب اس کے معلوم ہو جاتی ہے گرمی آگ کی اور سردی برف کی اور کاٹنا تلوار کا،
پس بھاگتا ہے ایسی چیزوں سے اور محفوظ رہتا ہے مگر جس حیوان میں فقط یہی قوت ہے جیسا کہ
بعض کرم پس وہ عاجز ہوتا ہے اس بات سے کہ دشمن سے دُور بھاگے یا جو چیزیں کہ مرغوب
ہیں اور دُور ہیں ان کو طلب کرے پس واسطے دریافت کرنے ان اشیاء کے کہ دُور ہوں قوت
دوسری عطا فرمائی اور اس کو شامہ کہتے ہیں تاکہ اس قوت سے بُو سونگھی جائے اور چونکہ بُو
سونگھنے سے بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ شئے مطلوب اور مرغوب کس طرف ہے اس کے واسطے
قوت دوسری عطا فرمائی کہ اس کو باصرہ کہتے ہیں اور بسبب اس قوت کے اس کی جانب معلوم
ہو جاتی ہے اور چونکہ اس قوت سے بھی جو شئے کہ پردہ میں ہو معلوم نہیں ہوتی پس شئے مطلوب کا طلب
کرنا کہ پردہ میں ہو اور شئے نامرغوب سے بھاگنا کہ پردہ میں ہو متصور نہیں ہو سکتا مگر بعد پاس

آجانے کے پس معلوم کرنے اشیاء پوشیدہ کے قوت دوسری دی گئی کہ اس کو سامعہ کہتے ہیں اور جو کسی شخص کو رغبت کسی غذا کی طرف ہو اور وہ غذا جو حواس خمسہ سے غائب ہے پس اس کے طلب کرنے کے واسطے بنی نوع کو اپنے سے کلام عنایت کیا کہ مرکب حرفوں سے ہے تاکہ بسبب اس کلام کے ان کو فرمائش کرے کہ فلاں فلاں چیز بازار سے لاؤ اور درست کرو اور جب غذا پہنچی اس کی لذت دریافت کرنے کے واسطے قوت ذائقہ بخشی تاکہ بسبب لذت کے اُس غذا کی طرف طبیعت متوجہ ہو اور جذب اُس کا طبیعت پر آسان ہو پھر حس مشترک اور قوتِ خیال بھی بخشی تاکہ مجموع محسوسات کو خیال میں محفوظ رکھے اور وقت غیبت کے طلب کرے مثلاً ترنج کی شیرینی اور زردی اور خوشبو میں حس سے دریافت کر کے صورت مرکبہ اس کی خیال میں رکھے تاکہ وقت حاجت کے طلب کرے پھر ایک قوت شہوانیہ بھی عطا فرمائی کہ بسبب اس کے خواہش شے مطلوب کی ہو اور ایک قوتِ کاہم عنایت کی کہ بسبب اس کے شے مکروہ سے نفرت کرے اور قوتِ غضبیہ واسطے دفع کرنے خصم کے دی گئی تاکہ غذا حاصل کی ہوئی کو غصب نہ کرے اور پاؤں دیئے تاکہ واسطے طلب کرنے غذا کے جائے اور ہاتھ دیئے تاکہ غذا کو اس سے پکڑ کر منہ کی طرف پہنچائے اور منہ واسطے پہنچانے غذا کی طرف معدہ کے اور جبڑہ اور دانت واسطے چبنے کھانے کے تاکہ نگلنا اس کا آسان ہو اور زبان واسطے حرکت دینے طعام کے بیچ منہ کے اور واسطے چکھنے مزہ کے اور واسطے لینے نام اُس غذا کے وقت حاجت کے اور لب واسطے کو ندھنی کے اور مری اور حنجرہ یعنی حلق واسطے پہنچنے طعام کے طرف معدہ کے اور معدہ اس واسطے دیا کہ کھل جاوے اور طعام کو اپنے اندر رسے لے اور پھر مل جائے تاکہ کھانا رات تک اس میں رہے اور پکے اور کھانے کے اجزا ہضم ہو کر ایک سے مثل آش جو کے ہو جائیں اور واسطے پکانے غذا کے معدہ کے اندر حرارت اور تلی اور قرب کے کہ ایک پردہ شکم کا ہے بھی ضرور ہوئے اس واسطے ان اعضاء کو حرارت دی گئی تاکہ کھانا معدہ کے اندر طبخ پاکر اور کیلوس ہو کر رگوں کے راستے سے جگر میں پہنچے اور اس جگہ پک کر خون ہو جائے اور بسبب پختت کے کچھ اس غذا میں سے سودا ہو جاتا ہے مثل تلچھٹ کے اور اس کو تلی لے لیتی ہے اور جو کچھ صفرا ہو جاتا ہے مثل کف کے جیسا کہ ہانڈی کے اوپر آجاتا ہے اور اس کو پتہ جذب کرتا ہے اور چونکہ خون میں ابھی تک پتلاپن اور رطوبت باقی ہے اس واسطے دو گردہ عنایت ہوئے

تاکہ خون صاف ہوکر ماشیت اس کی ان کی طرف آجائے اور جس وقت خون صالح غذا کا ہوگیا،
اس کی تقسیم کرنے کے واسطے کوئی شے چاہیئے تاکہ تمام بدن میں اس کو بانٹ دے اور بدن کو غذا
پہنچے اس واسطے رگیں عنایت فرمائیں۔ رگیں بڑی بڑی اور باریک بھی اور ہر گاہ کہ فضلہ معدہ
میں طبخ پایا تھا اور فضلہ بعد پکنے کے باقی رہا تھا اگر معدہ میں رہ جاتا باعث بیماریوں کا ہوتا اس
واسطے سودا کو قوت دی اور راستہ بھی کھول دیا کہ تھوڑا سا صفرا امعاء کی طرف بھیجے اور وہ صفرا
اس امعاء کو کہہ جائے کہ احتیاج دفع کرنے فضلہ کی پائی جائے اور راہ مقعد کے سے نکلے اور بدن
ہمیشہ تحلیل ہوتا ہے اس واسطے سودا میں سے طحال نے جذب کیا تھا اور اس میں ترشی اور قبض
آگئی تھی کچھ طرف فم معدہ کے پہنچایا کہ قوت شہوانیہ حرکت میں آئے اور طبیعت غذا کو چاہے اور جو
مائیت گردہ نے جذب کی تھی اپنی غذا کے موافق لے کر باقی کو مثانہ کی طرف ڈال دیتا ہے تا راستے بایک
سے کہ سوراخ ذکر کی طرف آتا ہے دفع ہو اور پیشاب ہوکر نکلے بعد اس کے جاننا چاہیئے کہ آدمی کے
واسطے کھانے کی چیزیں بہت درکار ہیں کہ تخم ان کا باقی رہے اور اگر تخم جاتا رہے گا وہ چیزیں گم ہو

بیان رکن خلافت

جائیں اور آدمی مجبور رہے گا اس واسطے ایک پیشہ تعلیم کیا کہ بسبب اس کے تخم ان چیزوں کا باقی رہتا
اور وہ پیشہ کھیتی کا ہے اور اس کے واسطے تین رکن ہیں اول مٹی کہ تخم کو اس میں نگاہ رکھے۔
دوسرے پانی تیسرے ہوا تاکہ وہ تخم پھول کر شاخ اور پتے لائے اور ہوا کو ضرور ہے کہ سخت حرکت
کرکے زمین میں گھسے اور تخم کے اجزا میں آوے اور درمیان تینوں چیزوں کے کمال خلط ہو جائے
اور باوجود اس کے گرمی موسم گرما کی ضرور ہے اس واسطے کہ بغیر گرمی کے ہوا سے اجزا تخم کے اوپر
کو اٹھ نہیں سکتے اس جہت سے کہ ہوا ٹھنڈی سے شے جم جاتی ہے اور باعث اوپر کو اٹھنے کا
نہیں ہوتی پھر واسطے پانی دینے کھیتی کے احتیاج کھودنے کنوئیں اور نہر اور جاری کرنے چشموں کے
اور درست کرنے نالیوں پانی کی ہوئی اور ایسے ہی حاجت آلات پانی دینے کی کنوؤں سے پڑتی ہے
اور بعض زمینیں بلند ہوتی ہیں کہ نہروں کا اور چشموں کا اور کنوؤں کا اس جگہ پانی نہیں پہنچتا اس
واسطے جناب باری نے ابر پیدا کر دیئے اور ہواؤں کو ان کے اوپر مقرر کیا تاکہ ابر کو ہر طرف لے جائیں
اور چونکہ پانی باران کا ہر وقت میسر نہیں اس واسطے پہاڑوں کو خزانہ ہمیشہ کے پانی کا مقرر فرمایا تاکہ
نہریں اور چشمے بتدریج جاری ہوں اور شہروں کو غرق نہ کریں اور گرمی کے واسطے آفتاب کو ہیچ وقت

حاجت کے فرمانبردار کیا تاکہ نزدیک ہو کر ہوا میں گرمی پیدا کرے اور جب سبزہ زمین سے بلند ہو سختی اور بستگی اس میں پیدا ہو جائے اور رطوبت پانی اور ہوا کی اس سبزہ کو کم تر پہنچتی ہے اور ابھی تک رطوبت بہت درکار ہے سو اس رطوبت کے واسطے چاند کو فرماں بردار کیا اور ایسے ہی جو ستارے کہ آسمان میں ہیں زراعت میں اُن کا فائدہ ہے کہ بعد تفتیش کے معلوم ہوتا ہے اور مسخر کرنا آفتاب اور چاند اور ستاروں کا بغیر حرکت آسمانوں کے متصور نہیں اور سر انجام حرکات افلاک کا فرشتوں کے ذمّہ ہے بعض فرشتے واسطے تدبیر غذا کے آدمی کے بدن پر مؤکل ہیں اس واسطے کہ فائدہ غذا کا یہ ہے کہ جزو غذا کا قائم مقام جزو بدن کے بسبب حرکتوں کے تحلیل ہو گیا ہے ہو جائے پس ضرور ہے کہ ایک فرشتہ ایسا ہو کہ غذا کو طرف گوشت اور استخوان کے کھینچ کرے جائے اس واسطے کہ غذا جسم ثقیل ہے میل اس کا نیچے کی طرف ہے اور طرف کو میل نہیں اور ایک فرشتہ ایسا چاہیئے کہ غذا کو عضو کے اندر رکھے اور تیسرا فرشتہ بھی ہوتا ہے کہ صورت خون کی غذا سے جدا کرے اور چوتھا فرشتہ اور ہو کہ صورت گوشت اور پوست کی ہڈیوں کو پہنائے اور پانچواں فرشتہ واسطے دفع کرنے فضلہ کے اور چھٹا تاکہ جنس کو ساتھ جنس کے چپٹائے اور ساتواں فرشتہ ایسا چاہیئے کہ رعایت مقدار کی کرے کہ اونچاپن اور نیچاپن عضو کی صورت میں پیدا نہ ہو پس یہ سات فرشتے واسطے غذا ہر عضو کے درکار ہیں اور بعضے اجزا بدن کے ایسے ہیں جیسے آنکھ اور دل کہ سو فرشتوں سے زیادہ کی طرف احتیاج رکھتے ہیں اور تمام فرشتوں زمین کے کو آسمان کے فرشتوں سے مدد پہنچتی رہتی ہے اور آسمان کے فرشتوں کو مدد پہنچتی ہے ان فرشتوں سے جو اٹھانے والے عرش کے ہیں پس یہ تمام جو مذکور ہوا ایک شاخ ہے شاخوں تربیت الٰہی سے کہ فقط کھانے کی صورت میں پائی گئی اور کھانا ایک سبب صحت کا ہے اور اسباب صحت کے اور بھی ہیں اور صحت ادنیٰ چیز ہے کہ اعلیٰ درجہ تربیت کا اس پر موقوف ہے اور جو شخص تمام اسباب صحت کے اور چیزیں جن کے اوپر تربیت موقوف ہے ساتھ نظر تفصیل کے مشاہدہ کرے یقین ہو جائے کہ حقیقت تربیت کی بغیر ربط ہونے تمام عالموں کے آپس میں ممکن نہیں اسی واسطے بیچ مقام شکر نعمتوں کے لفظ رب العالمین کا ذکر کیا گیا تاکہ اشارہ ہو اس طرف کہ تربیت ہر فرد کو کیا داخل ہے اور حقیقت میں تربیت تمام عالم کی تربیت اس کی ہے اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا بیت

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

جاننا چاہیئے کہ لفظ رب کا بیچ لغت عرب کے کئی معنوں کے واسطے آتا ہے اور سب معنی اس جگہ مناسب ہیں پس ایک معنی رب کے مالک کے ہیں اور مالک ہونا تمام جہانوں کا اس کے واسطے ظاہر ہے اس واسطے کہ جب سب چیزیں مخلوق اس کی ہیں مملوک بھی اس کی ہوئیں اور آدمی کی ملکیت ایسی نہیں ایک اس وجہ سے کہ ملکیت اس کی بطور عاریت کے ہے مالک حقیقی سے اور دوسرے معنی رب کے پیدا کرنے والا اور یہ معنی بھی مناسب مقام حمد کے ہیں بلکہ خالق ہونا اس کا سزاوار حمد ہے اور علی وجہ جو کہ چاہتا ہے کہ نعمتیں اُس کی مخلوقات کی طرف پہنچ گئی ہیں باوجودیکہ کچھ استحقاق ان کا نہیں تھا اور اب بھی پہنچتی رہتی ہیں بغیر استحقاق ان کے تیسرے رب کے معنی سید کے ہیں یعنی سردار گروہ کا اور باعتبار اسی معنی کے رب النوع کہتے ہیں یعنی سردار نوع کا اور حقیقت اس معنی کی بلند ہونا مرتبہ کا ہے اور یہ وصف بھی چاہتا ہے کہ اس کے واسطے اعلیٰ درجہ کی حمد کی جائے اور چوتھے معنی رب کے مربی کے ہیں یعنی درستی کاموں کی کرنے والا اور پہنچانے والا ہر چیز کو اوپر مرتبہ کمال کے مثلاً نطفہ کو خون کے ساتھ ملا کر علقہ کیا اور علقہ کو منجمد کر کے مضغہ کیا اور مضغہ میں اعضا جدا جدا بنا کر روح اس پر قابض کی اور ہر عضو کو جو قوت کہ لائق اس عضو کے ہے عطا فرمائی۔ پھر روح کو ساتھ شریعت اور طریقت کے اور حقیقت کے کامل کیا پس سزاوار حمد کامل کا ہوا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ تربیت دو قسم ہے ایک قسم وہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نفع کے واسطے کسی کی پرورش کرے تاکہ وہ چیز اس کے کام میں آئے اور تربیت بھی اس قسم کی ہے کہ پابند غرضوں اور حاجتوں کی ہے دوسری قسم تربیت کی یہ ہے کہ اس شے کے فائدے کے واسطے تربیت کی جائے اور شان خالق کی یہی ہے کہ مخلوقات کے فائدے کے واسطے تربیت ان کی کرتا ہے اور اس کو اس بات کی حاجت نہیں کہ بسبب مخلوقات کے کمال اپنا چاہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ حدیث شریف آئی ہے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے گڑگڑا کر دعا مانگنے والوں کو اور بھی آیا ہے مَنْ لَا يَسْئَلُ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ یعنی جو شخص نہ مانگے اللہ سے اللہ خفا ہوتا ہے اوپر اس کے اور اس جگہ جانا گیا ہے کہ رب العالمین بڑی کامل صفت اللہ کی ہیں سے ہے جل شانہ اس واسطے کہ ابتدا ظاہر ہونے وجود کی سے تا انتہا

پہنچے ہر شخص کے طرف معاد اپنی کے سے اسی اسم عظم کے حیطہ میں داخل ہے اور جو نسبت اور علاقہ کہ
جہان کا دیکھا یا بنا جاتا ہے ایک پرتو انوار وں اسی اسم مبارک کا اسی واسطے بعد اسم مبارک اللہ کے
اس اسم کو بیچ حمد کے لائے بسبب اس کے کہ اسم اللہ کا دلالت اوپر تمام اور کمال کے کرتا ہے یعنی
ذات اللہ تعالیٰ کی اپنے آپ کامل اور پوری اور واجب ہے کسی شئے کی طرف اسے کمال میں احتیاج نہیں
اور یہ اسم دلالت اوپر مافوق تمام اور کمال کے کرتا ہے یعنی ذات اس کی باوجود کمال اپنے کے آگے
کو بڑھے یعنی ان کی مکمل کی ہوئی اور چیزوں کا کمال بسبب اس ذات کے حاصل ہو پس تربیت اور
چیزوں کی ناقص ہوئی اور اس کی تربیت کامل کہ یہ محتاج کسی کا نہیں اور اور چیزیں محتاج اس کی ہیں

بیان الرحمٰن الرحیم

اب آئندہ بیان ان چیزوں کا ہوتا ہے جو متعلق ساتھ الرحمٰن الرحیم کے ہیں کہ حقیقت رحمت کی
حق تعالیٰ کے حق میں یعنی جو رحمت کہ صفت اللہ کی ہو سکتی ہے وہ کیا ہے پہنچانا خیر کا اور دفع کرنا شر
کا ہے اور رحمت الٰہی دو قسم کی ہے ایک ذاتی ہے دوسرے صفاتی اور ذاتی بھی دو قسم ہے عام
اور خاص رحمت عام عطا کرنا وجود کا یہ رحمت سب موجودات میں پائی جاتی ہے اور رحمت خاص
استعداد قرب الٰہی کا بخشنا کہ یہ بات بعضے بندوں کے واسطے ثابت ہے اور رحمت صفاتی بھی دو
قسم ہے عام اور خاص عام یہ ہے کہ جو صفات اور اعراض لائق ہر موجود کے ہیں اس کے تئیں عنایت
کرنا اور خاص یہ ہے کہ ہر موجود کو ایسی شے عطا کرنی کہ اس کو بسبب اس شے کے اور چیزوں پر
فضیلت حاصل ہو اس جگہ سے معلوم ہوا کہ رحمٰن اور رحیم کا دوسری بار اس سورۃ میں ذکر کرنا
باوجودیکہ بسم اللہ میں بھی ان دونوں قسموں کے ذکر کرنے کے واسطے دونوں لفظ رحمٰن اور رحیم کے
اس وجہ سے میں ذکر کئے رحمت صفاتی بھی دو قسم کی ہے عام اور خاص اس واسطے اس جگہ بھی دونوں
اسم ذکر کئے تاکہ دونوں قسم کی رحمت پر دلالت کریں اور بعضے کہتے ہیں کہ بسم اللہ میں ذکر رحمٰن اور
رحیم کا واسطے تسکین ہیبت کے ہے کہ اسم اللہ کا ذکر کرنے سے دل پر آتی ہے اور خوف سے دل
مدہوش ہوتا ہے اور اس جگہ کہ رحمٰن اور رحیم کا ذکر ہوا واسطے امیدوار کرنے بندوں کے ہے تاکہ
خوف مالک یوم الدین کے سے بے قرار نہ ہوں اور جو بیچ کلام آئندہ کے عبادت کا ذکر ہے اور
عبادت نہایت شاق فعل ہے پس ضرور ہوا کہ دو امر ہمراہ اس کے ہوں ایک رجا اور دوسرا خوف
پس دونوں جگہ دو دو اسم ذکر کیے کہ پہلا دلالت اوپر تسکین عوام کے کرتا ہے اور دوسرا خواص

کے واسطے ہے اور یہ بھی علمائے نے فرمایا ہے کہ ابتدا ظہور عالم کا ساتھ رحمت عام اور خاص کے ہے۔
اور [illegible] انتہا اس کی بھی دونوں قسم کی رحمت کے ساتھ ہے۔ پس پہلے ذکر دونوں اسموں
کے اندر اشارہ طرف رحمتوں ابتدائی کے ہے اور اس جگہ ذکر کرنا انکا اشارہ طرف رحمتوں انتہائی کے
ہے اور بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ ابتدا حمد کی رحمتیں عام اور خاص ہیں عام بیچ نظر عام کے اور خاص
بیچ نظر خاص کے پس چاہیئے کہ منتہی حمد کا بھی دو قسم کی رحمتیں ہوں ساتھ اسی تفصیل کے اس میں
اور یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ حمد اگرچہ کامل اور پوری پوری ہو لیکن مکافات نعم الٰہی کی کہ سابقہ
ہیں خواہ عام ہوں خواہ خاص نہیں کر سکتے کیا عجب کہ اس جگہ رحمت موجب جزائے مزید کی ہو سکے مگر
ساتھ اس طرح کہ دو قسم رحمت کے اور اس حمد کے ساتھ مل جاویں اور موجب جزائے مزید کا
ہوں عام واسطے مزید عام کے اور خاص واسطے مزید خاص کے حاصل یہ ہے کہ حمد اگرچہ کیسی ہی
پوری اور کامل ہو لیکن کیا ممکن کہ اس کی نعمتوں کے کہ پہلے سے ذمہ اس کے ہیں مکافات کر سکے
پس اسی سے لازم آیا کہ جب حمد نے اس کی نعمتوں کا مقابلہ نہ کیا لائق جزا انکے مزید کیونکر ہوا
اس واسطے دوبارہ رحمتیں ذکر کیں کہ ان رحمتوں کے سبب سے جزائے مزید حامد کو عطا کی جائے
اور یہی اشارہ دوبارہ ذکر کرنے میں ہے کہ جیسے رحمت دُنیا کی دو قسم ہے ایک عام کہ وہ
ایجادی ہے اور خاص کہ تفضلی ہے یعنی ساتھ انعام بزرگ کے مشرف کرنا کہ بعض خاص لوگوں کے
واسطے ہو ایسی ہی رحمت آخرت کی بھی دو قسم کی ہے ایک عام ہے کہ جس کے سبب سے نجات عذاب
سے ہو اور دوسرے خاص کہ جس کے سبب سے قرب الٰہی حاصل ہو اور اس کی طرف بھی اشارہ نکل
سکتا ہے کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی سبب حمد اس کے کا ہے بلکہ واسطے خاص کے سبب حمد خاص کا ہے
اور عام سبب عام کا اور یہ بھی کہا وہی رحمت سبب عبادت کا ہے اگر مضمون مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ
کا ملاحظہ کیا جائے رحمت عام واسطے عبادت خاصہ کے پس حمد کے تئیں ساتھ دو وجہ کے
ضرور جاننا چاہیئے اوّل یہ کہ مقتضا رحمت کا ہے اور دوسرے یہ کہ مقصود عبادت سے بھی
حمد ہے اور عبادت مقصود ہے انسان کے پیدا کرنے سے اور انسان کا پیدا کرنا مقصود ہے
پیدائش تمام جہان کی سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ رحمٰن اور رحیم کے معنی ایک ہیں جیسے کہ
ندمان اور ندیم کے پس جمع کرنا دونوں لفظوں کا تاکید کے واسطے ہے جیسا کہتے ہیں کہ فلاں

تیزاور تُند ہے اور بعضوں نے کہاہے کہ رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے رحیم سے اس واسطے کہ
رحمٰن میں پانچ حرف ہیں اور رحیم کے چار حرف اور زیادتی لفظوں کی دلالت کرتی ہے اوپر زیادتی
معنوں کے اور اسی واسطے رحمٰن خاص ہوا ساتھ ذات باری کے غیر کے اوپر بولا نہیں جاتاہے اور
بسبب غلبۂ اسمیت کے حکم علم کا اس نے پیدا کیا ہے اسی واسطے جو کوئی غیر اللہ کو رحمٰن کہے کافر
ہوجائیگا اور جو مبالغہ کہ رحمٰن میں پایا جاتا ہے اسے تین طرح سے سمجھنا چاہیئے اوّل باعتبار کثرت
رحمت ایجادی کے دوسرے باعتبار کثرت افراد مرحومین کے اور یہ دونوں قسم کا مبالغہ زیادتی بیچ کمیت کے
ہے تیسرے باعتبار زیادتی کیفیت کے کہ اسم رحمٰن کا خاص ہے ساتھ رحمتوں بڑی کے کہ ہمیشہ
ہوں اور جو کوئی کہتاہے کہ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمُ الدُّنْیَا اشارہ طرف ایک کے
انھیں تین وجہ مبالغہ کی طرف ہے اور بعضوں نے کہاہے کہ رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَرَحِیْمُ الْاٰخِرَةِ
اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمتِ دنیا کی عام ہے نیک اور بد اس میں شریک ہیں بخلاف رحمت آخرت
کے کہ خاص مومنین کے واسطے ہے پس اس وجہ سے رحمٰن میں مبالغہ نکل آیا اور یہ بھی کہاہے کہ
رحمٰن باعتبار لفظ کے خاص ہے اور باعتبار معنی کے عام اس واسطے کہ سوائے ذات باری
کے دوسرے کو رحمٰن نہیں کہا جاتا اور خالقیت اور رازقیت اور نفع رسانی کہ معنی اس میں
شامل ہیں تمام موجودات کو اور رحیم باعتبار لفظ کے عام ہے اور باعتبار معنی کے خاص اس واسطے
کہ مخلوقات کے اوپر یہ لفظ بولا جاتاہے جیسا کہتے ہیں فلاں رحیم ہے اور لطف اور توفیق کہ معنی
اس کے ہیں خاص مومنین کے واسطے ہے ضحاک نے کہاہے کہ رحمٰن میں اشارہ طرف ظہور رحمت
اس کی کے ہے اوپر اہل آسمانوں کے اور رحیم میں اشارہ ہے طرف نزول رحمت اس کے اوپر
اہل زمین کے ابن مبارک نے کہاہے کہ رحمٰن وہ ہے کہ جو اس سے سوال کریں پورا کرے اور رحیم
اس کو کہتے ہیں کہ جو اس سے کچھ نہ طلب کریں ناخوش ہو اور غصہ میں آوے اور بعضوں نے کہاہے
کہ نعمتیں طرح طرح کی دُنیا اور آخرت کی آثار رحمت رحمانی کی ہیں اور دُور کرنا بلیات کا اور آفات
دارین کا بسبب رحمت رحیمی کے ہے اور ہر تقدیر پر لفظ رحمٰن ابلغ رحیم سے ہے پس بیچ ترتیب
ان اسماء کے کہ اوّل اللہ کو ذکر کیا پھر رحمٰن کو پھر رحیم کو مناسبت تنزیبی ہے یعنی درجہ بدرجہ ذکر ہے
کہ پہلے ذکر اسم ذات کا کیا پھر ذکر اس اسم کا اسماء صفات میں کیا کہ مانند اسم ذات کے ہے بیچ

اختصاص کے کہ اس کا اطلاق نہیں ہوتا بعد اس کے اسماء صفات میں سے ایسے اسم کا ذکر فرمایا کہ وہ
عام ہے لیکن اس جگہ ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب لفظ رحمٰن کا کہ دلالت اوپر کمال کے کرتا ہے
ذکر ہو گیا پھر حاجت ذکر رحیم کی کیا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ ذکر رحیم کا نشتم پشتم کے
قبیل سے ہے یعنی جو رحمت کہ اس میں مندرج تھی لفظ رحیم کے ساتھ اس کا ذکر کیا اس واسطے کہ
لفظ رحمٰن کا شامل ہے نعمتوں بزرگ اور کلیات اور اصول منافع کو اور لفظ رحیم کا نعمتوں حقیر درجات
اور فروع کو شامل ہے اور یہ تتمیم اس واسطے کی گئی تا کہ بندہ کو بیچ مانگنے حاجتوں چھوٹی چھوٹی کے
مثل نمک کے اور پاپوش کے اور گھاس جانور کے جناب الٰہی سے شرم دامن گیر نہ ہو اور بے دھڑک
ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ہم اپنی تئیں فقط رحمٰن کہتے حشمت ہماری
تیرے دل پر غالب ہوتی اور سہل سہل چیزوں کا سوال ہم سے بے ادبی جانتا تو اب کہ اپنی تئیں رحمٰن
اور رحیم کہا ہم نے اجازت اور پروانگی دی کہ ہر حاجت خواہ بڑی ہو خواہ چھوٹی ہم سے طلب کر اور
یہ اُس کا کمال احسان بندوں کے اوپر برخلاف عادت بادشاہوں اور امیروں اور متکبروں دُنیا کے
ایک کتاب میں دیکھا گیا کہ ایک شخص نے کسی سہل مقدمہ میں عرضی بیچ حضور بادشاہ کے گزاری بادشاہ
نے فرمایا کہ اس کو تادیب کریں کہ مقدمات سہل کے تئیں سہل آدمیوں سے چاہیے طلب کرنی مدد اس جگہ
کمال رحمت الٰہی ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ کو ساتھ اس مرتبہ کے دلیر کرنا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ رحمٰن
دلالت کرتا ہے اوپر ان نعمتوں کے کہ ملنا ان نعمتوں کا بندوں سے نہ ہو سکے جیسا کہ زندگی
دینی اور قوت شنوائی اور بینائی کی عطا کرنی فرزند دینے اور رحیم دلالت اُوپر ان نعمتوں کے کرتا ہے
کہ آدمیوں کے خیال میں حاصل ہونا اس کا آدمیوں سے بھی ممکن ہے جیسا کہ تشخیص مرض کی اور
معالجہ کرنا ساتھ دوا کے اور رقمیں روزینہ کی مقرر کرنی اور جاگیر دینی اور اعانت کرنی بیچ امور معاش
اور معاد کے پس گویا فرماتا ہے کہ میں رحمٰن ہوں نطفہ گندہ کو تو میرے حوالہ کرتا ہے میں اس کو
آدمی خوش قالب اور خوب صورت بنا کر حوالہ تیرے کرتا ہوں اور تخم خشک بوسیدہ مجھ کو سونپتا ہے
تو میں اس کو درخت مع شاخ اور پتوں کے پھل لانے والا بنا کر تیرے تئیں عطا کرتا ہوں میں اور
عبادت ناقص میرے واسطے بھیجتا ہے تو میں اس کو ایک محل بلند کہ حوریں اور مکانات اور درخت
اور نہریں اس میں ہوں بنا کر تیرے حوالے کرتا ہوں اور رحیم بھی ہوں کہ جو کچھ باپ اور ماں اور

خاوندا ور مالک اور اُستاد اور پیر اور طبیب اور عطار اور آقا اور مربی تیرے ساتھ کرتے ہیں انکی وجہ سے توقع رکھ اور اسی واسطے کہا ہے ؎

بکل شیٔ اذا فارقتہ عوض ولیس للہ ان فارقت من عوض

یعنی واسطے ہر شے کے جس وقت مفارقت ہو جائے تیری اُس سے بدل ہے اور نہیں ہے واسطے اللہ کے اگر مفارقت کرے تو اس سے کوئی بدلا ۔ اس جگہ ایک شبہ ہے بہت مشکل اور وہ یہ ہے کہ جبکہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے پس کس واسطے اس نے بُری چیزیں اور قباحت کی باتیں پیدا کیں اور افعال مذمومہ اور اخلاق نکمے اور غم اور طرح طرح کی سوچ اور فکر اور حاجتیں ہمارے ساتھ لگائیں اور یہ کیا تقاضا رحمت کا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ حقیقت میں کوتاہ نظری ہماری ہے کہ ان چیزوں کو خلاف رحمت کا جانیں اگر باپ شفیق بیٹے کے تئیں تادیب کرے البتہ رحمت کے موافق اس نے کام نہ کیا اور ظاہر میں تادیب صورت عذاب کی ہے لڑکے سے پوچھنا چاہیئے کہ اس پر کیا گزرتی ہے جس وقت صبح کے وقت اُٹھتا ہے تب اس کو گھر میں سے ہم جنسوں سے علیحدہ کرکے مکتب میں لے جاتے ہیں اور معلم مکروہ صورت کہ کوڑا ہاتھ میں ہے اور چین پیشانی پر پڑی ہوئی ہے حوالہ کر دیتے ہیں اور وہ استاد اُس کو فرصت ایک لحظہ کی نہیں دیتا ہے کہ تھوڑا سا کھیل میں مشغول ہو کر آرام کرے پھر جب دن جمعہ کا ہوتا ہے اس بلا سے خلاصی ہوتی ہے حجام کے حوالہ کرتے ہیں کہ ناخن اور بال اس کے مونڈے پھر جب گھر میں آوے پانی گرم سے اس کو غسل دیتے ہیں اور میل بدن سے کیسے مَل کر دور کرتے ہیں اور جو کہیں کچھ صورت بدہضمی کی ہو جاتی ہے پانی اور کھانا اس کا بند کر دیتے ہیں تمام گھر کو دیکھتا ہے کہ کھانے لطیف اور شربت لذیذ کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور یہ ایک لقمہ اور ایک گھونٹ کے واسطے ترستا ہے اور ہر چند فریاد کرتا ہے کوئی نہیں سُنتا ہے پس یہ باتیں صورت کمال عذاب کی ہیں اور حقیقت میں عین رحمت ہے من لم یودبہ الابوان ادبہ الملوان اگرچہ طفل ناقص العقل ہرگز نہیں سمجھتا ہے کہ یہ سب نتیجہ حق اس کے رحمت ہے پس جو کچھ روز و شب جہاں میں محنت اور بلا ہے حقیقت میں رحمت اور نعمت ہے عسٰی ان تکرھوا شیئًا وھو خیرٌ لکم وعسٰی ان تحبوا شیئًا وھو شرٌ لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون قصہ حضرت

موسٰی اور حضرت خضر علیہما السلام کا عبرت کے واسطے اس مقام میں کافی اور شافی ہے جس
جگہ ایسے پیغمبر اولوالعزم کے تئیں اسرار بعضے فعلوں الٰہی کے ظاہر نہ ہوا اور حضرت خضر کے
اوپر انکار سے پیش آئے دوسروں کو کہاں تک کشف ظاہر عالم کا بھی میسر نہیں حکمتیں اللہ
تعالٰی کی معلوم کریں کیونکر ممکن ہو طریق عام اور خاص کا یہ کہ اس کو رحیم مطلق اور رحمٰن برحق
اعتقاد کریں اور اپنا کو مثل طفل ناقص العقل کے ناعاقبت اندیش سمجھیں کہ ہر چند وہ لڑکا
کوشش کرے ہرگز وجہ تعذیب اور تادیب والدین کی نہیں سمجھتا ہے اور اس جگہ جاننا چاہیے
کہ جو چیزیں دنیا اور آخرت میں خلق پر وارد ہوتی ہیں چار قسم کی ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ نافع بھی
ہو اور ضروری بھی ہو جیسا دم لینا دنیا میں کہ جو لحظہ بھر دم رک جائے اور ٹوٹ جائے آدمی
مر جائے اور مثل معرفت الٰہی کے بیچ آخرت کے کہ جو یک لحظہ دل سے دُور ہو مستحق عذاب جہنم
کا ہو قسم دُوسری وہ چیز ہے کہ نفع دینے والی ہے اور ضروری نہیں جیسا کہ مال دنیا میں اور
کثرت علوم اور معرفتوں کی اور کثرت نوافل اور طاعتوں کی آخرت میں قسم تیسری وہ ہے
کہ وہ ضروری ہے اور نفع دینے والی نہیں جیسے آفات اور امراض دنیا کے اور آخرت
میں اس قسم کی کوئی نظیر نہیں چوتھی وہ ہے کہ نہ نفع دینے والی اور نہ ضروری مثل فقر کے دُنیا میں
اور عذاب کے آخرت میں پس جو چیز کہ نفع دینے والی ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں تقاضا رحمت
خاص کا ہے اور وہ کہ ضروری ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں تقاضا رحمت عام کا ہے کہ
کل عالم کے ساتھ اُس کا تعلق ہے اور وہ کہ نہ نفع دینے والی ہے اور نہ ضروری ہے دُنیا
میں اور آخرت میں بھی تقاضا رحمت اضافی کا ہے یعنی بہ نسبت بعضوں کے رحمت ہے تفصیل
اس کی یہ ہے کہ جو دُنیا میں فقر نہ ہو تونگری اور جو لوازم اس کے ہیں بادشاہت اور امارت
وغیرہ کی صورت نہ ہو اس واسطے کہ جب کسی کو کسی کی طرف احتیاج نہ ہو کس واسطے بیچ سرانجام
کاموں کے وہ اپنے تئیں ذلیل کرے اور اوقات اپنی کو بیچ تابعداری اور اوامر و نواہی میں
اُس کے خرچ کرے پس یہ سب منصب برہم ہوں اور بالکل انتظام جڑ سے اکھڑ جائے
بلکہ رہنا ایک جگہ اور جمع ہونا بنی آدم کا اور مدد ایک دوسرے کی کرنی بالکل یک قلم جاتی رہے
اور خلقت انسانی مثل خلقت جانوروں کے پراگندہ اور بے سر ہو۔ پس رحمت اضافی اللہ تعالٰی

کی کہ بہ نسبت ہر منصب اور مرتبہ اور ہر حرفت اور پیشہ کے کہ تعلق پکڑے ہوئے ہے تقاضا کرنیالی
فقر اور احتیاج کا لاحق ہونے مرضوں اور مصیبتوں اور آفتوں کی ہوئی فرض کیا چاہیئے کہ جو بیچ جہان
کے چور نہ ہو تو چوکیدار کیا کرے گا اور اگر بیماری نہ ہو طبیب اور جراح اور سالوتری معطل رہیں گے
اور اگر فقر اور احتیاج نہ ہو بادشاہ بے لشکر اور امیر بے خدمت گار کے اور تاجر بے گماشتہ کے اور
متصدی بے پیشکار کے کیا کریں اس جگہ سے حقیقت رحمت الٰہی کی ظاہر ہوئی کہ بیچ ہر شہر کے
اس کی آفت مخفی ہے اور باوجود اس کے آفتیں اور بلائیں چلتی پھرتی تمام عالم میں پراگندہ گردی
ہیں بہت بادشاہ قدرت والے مرضوں میں گرفتار ہیں اور محتاج طبیبوں اور عطاروں اور دوا سازوں
کے ہیں اور بہت فقیر ہیں کہ کسی سے خوف نہیں رکھتے ہیں اور ساتھ امن کے گزارتے ہیں حاجت
لشکر اور چوکیدار کی نہیں رکھتے ہیں اور بادشاہ اور امیر اور تونگر رشک ان کے حال پر کرتے ہیں
پس مرض بادشاہ کا رحمت عظیم ہے طبیبوں کے حق میں اور مفلسی اور احتیاج طبیبوں کی رحمت ہے
بادشاہوں کے حق میں اور اوپر اسی کے قیاس کرنا چاہیئے تمام آفتوں اور بلاؤں کو کہ ظاہر میں
خلاف رحمت کا دکھائی دیتی ہیں ہاں یہ بات ہے کہ کسی مخلوقات میں سے سب قسم کی رحمتیں
نہیں دی ہیں تا نہ انتظام عالم کا فاسد ہو جائے اور صفت قہر اور غضب کی بے مظہر رہے اس جگہ
ایک نکتہ باریک ہے کہ حضرت مریمؑ کو ایک رحمت عطا کی کہ سبب نجات اُن کی طعنہ کفاروں بدبخت
کے سے ہوئی جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا اور تمام امت
مصطفوی کو بھی ایک رحمت عمدہ تر عنایت فرمائی ہے کہ وہ وجودِ مسعود رسُول مقبول کا ہے جیسے کہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پس کیا بعید ہے کہ بسبب اس رحمت

بیان مالک یوم الدین

کے عذاب دوزخ کے سے خلاص ہوں اور وہ چیز کہ متعلق ساتھ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ہے
وہ یہ ہے کہ مقتضا عدالت کا فرق کرنا ہے درمیان نیکی کرنے والے اور بدی کرنے والے اور مطیع اور
عاصی اور موافق اور مخالف کے اور یہ فرق ظاہر نہ ہوگا مگر قیامت کے دن اس واسطے کہ اگر دُنیا
میں نیکوں کو دولت اور صحت دیں اور بدوں کو فقر اور مصیبت اور مرض حوالہ کریں کل آدمی بالطبع
راہ نیکی کی اختیار کریں اور بدی سے پرہیز کریں بباعث طمع حصول دولت اور عافیت کے اور
ایمان کی جہت سے نیکی نہ قبول کریں پس امر تکلیف کا برہم ہو جاوے اور کام نیک بلا اختیار

آدمیوں سے ظاہر ہوں نہ ساتھ حکم الٰہی کے اسی واسطے دن جزا کا جدا مقرر کیا اور دن عمل کا جدا تاکہ حقیقت تکلیف کی اور معاملہ امتحان کا متحقق ہو جانا چاہیئے کہ اس جگہ دو قرأتیں صحیح اور متواتر ہیں مَالِک اور مَلِک دونوں طرح سے پڑھنا اس کا درست ہے لیکن علماء نے بیچ ترجیح کے کلام کیا ہے کہ کون سی قرأت افضل ہے جو لوگ کہ قرأت مالک کی پڑھتے ہیں کئی وجہ سے اس قرأت کو ترجیح دیتے ہیں اوّل یہ کہ مالکیت عام ہے اس وجہ سے کہ آدمی اور غیر آدمی کے ساتھ بھی متعلق ہوتی ہے بخلاف ملکیت اور بادشاہت کے کہ خاص آدمیوں کے ساتھ ہے۔
دوسرے یہ کہ مالک کو اوپر مملوک کے کمال قدرت ہے اگر چاہے مملوک اپنے کو بیچ ڈالے یا بخشے بخلاف بادشاہ کے یہ قدرت رعیت کے اوپر نہیں رکھتا ہے تیسرے یہ کہ نسبت مالکیت کی قوی زیادہ نسبت بادشاہت کے سے ہے اس واسطے کہ مملوک کے تئیں ملک مالک سے نکلنا ممکن نہیں اور رعیت کو ممکن ہے کہ رعیت ہونے بادشاہ کے سے ساتھ اختیار اپنے کے نکل جائے۔
چوتھے زیادتی مرتبہ مالک کی بہ نسبت مملوک کے اعلیٰ ہے زیادتی مرتبہ بادشاہ کے سے بہ نسبت رعیت کے اس واسطے کہ مملوک کمتر درجہ میں ہے رعیت سے پس غلبہ اور قہر مالکیت میں زیادہ ہوتا ہے بادشاہت سے۔ پانچویں غلام پر خدمت مولیٰ کی واجب ہے اور رعیت پر خدمت بادشاہ کی واجب نہیں چھٹے غلام بغیر اذن مالک کے کچھ نہیں کرسکتا بخلاف رعیت کے کہ بغیر پروانگی بادشاہ کے کام کر لیتی ہے ساتویں بندہ کو طمع خاوند سے لازمی ہے اور بادشاہ کو رعیت سے طمع ہوتی ہے آٹھویں نہایت اُس چیز کا کہ بادشاہ سے اُمید ہے عدل اور انصاف ہے اور ہیبت اور سیاست اور غلام کو کہ مولا اپنے سے اُمید ہے طرح طرح کی چیز ملا کے خورا کی اور پوشاک اور پرورش اور مہربانی اور رحمت پس قرأت مالک کی میں زیادہ تر امید جناب الٰہی سے نکلتی ہے اور آدمی کو احتیاج طرف بخشش اور تربیت اور مہربانی اور رحمت کے زیادہ ہے احتیاج ہیبت اور سیاست اور عدل اور انصاف سے جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے
یاعبادی کلکم جائع الامن اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم یاعبادی کلکم عارالامن کسوتہ فاستکسونی اکسکم یعنی اے میرے بندو سب تم بھوکے ہو مگر وہ شخص کہ اُس کو کھلائیں میں پس کھانا مجھ سے مانگو تم تاکہ کھانا دوں میں تم کو اے میرے بندو تم برہنہ ہو مگر

وہ کہ پہناؤں میں اس کو پس طلب پوشاک کی کرو تم مجھ سے تاکہ پوشاک دوں میں تم کو۔ نویں بادشاہ جس وقت خبر لشکر اپنے کی لیتا ہے۔ بڑھے اور ضعیف اور شکستہ حال اور مریض اور عاجز کو نظر سے دُور کرتا ہے اور مالک جس وقت تفحص غلاموں اپنے کا کرتا ہے اوپر ضعیفوں اور مریضوں اور بڑھوں کے زیادہ تر رحمت فرماتا ہے اور ساتھ معالجہ اور اعانت کے مشغول ہوتا ہے پس مرتبہ مالک کا بہتر مرتبہ بادشاہ کے سے ہے۔ دسویں مالک میں ایک حرف زائد ہے مَلِک کے لفظ سے پس اس کے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہو گیا ہے۔ گیارھویں قیامت میں بادشاہ بہت ہوں گے اور سب ساتھ حالت اپنی کے گرفتار اور مالک سوائے خدا کے کوئی نہ ہوگا۔ بارھویں بندہ کو ساتھ خاوند اپنے کے اتصال زیادہ ہے رعیت کے اتصال سے ساتھ بادشاہ کے اسی واسطے فقہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ جو خاوند کسی غلام کے لئے نیت سفر کی یا نیت اقامت کی کرے بسبب اختیار مسافر اور مقیم ہوتا ہے بخلاف رعیت کے اور جو لوگ لفظ مَلِک پڑھتے ہیں کہتے ہیں کہ ہر بادشاہ مالک ہے اور ہر مالک بادشاہ نہیں پس وصف بادشاہی کا بہتر وصف مالکیت کے سے ہے ونیز حکم بادشاہ کا اوپر مالک کے نافذ ہے اور حکم مالک کا اوپر بادشاہ کے نافذ نہیں اور یہ کہ سیاست بادشاہ کی اقویٰ اور اتم اور اکمل اور اعم ہے ہزار مالک مقابلہ ایک بادشاہ کا نہیں کر سکتے اور مالک بہت سے شہر میں موجود ہیں اور بادشاہ سوائے ایک شخص کے نہیں ہوتا ہے اور لفظ ربّ العالمین دلالت اوپر مالک کے کرتا ہے پس اگر اس جگہ بھی لفظ مالک پڑھا جائے تکرار لازم آتا ہے اور یہ کہ لفظ مَلِک کا ننانوے نام حسنیٰ میں واقع ہے کہ معنی مالک کے ہے اور یہ کہ لفظ مَلِک کا بیچ آخر قرآن کے مذکور ہے یعنی مَلِكِ النَّاسِ اور ختم کلام کا اشرف چیز پر ہوتا ہے پس شروع کلام کا بھی ساتھ اسی چیز کے مناسب دکھلائی دیتا ہے اور اطاعت بادشاہ کی اوپر کل کے واجب ہے اور اطاعت مالک کی واجب نہیں مگر اوپر مملوکوں کے پس یہ مذکور وجوہ ترجیح دونوں قراتوں کے تھیں اور ان وجوہ میں بحثیں ہیں پہلی قرأت کی وجوہ میں اس سبب سے بحثیں ہیں کہ بادشاہت ساتھ غیر آدمیوں کے تعلق نہیں پکڑتی وجہ اس کی یہ ہے کہ سوائے آدمیوں کے اور چیزیں سرا سر اور نہی بادشاہ کا نہیں سمجھتی ہیں باوجود اس کے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عام بادشاہی بھی حاصل تھی اور بادشاہت میں ساتھ ایک وجہ

عموم تھا اسواسطے کہ بادشاہ کو غلبہ اور نفرت اوپر غلاموں اور دیگر اشخاص کے حاصل ہوتا ہے اور اوپر
اور لوگوں کے اختیار کامل ہے اور رعیت کو نکلنا ولایت بادشاہ کی سے اس صورت میں ممکن ہے
کہ ولایت اس کی عام نہ ہو اور اس جگہ جو اضافت طرف یوم الدین کے واقع ہوئی عموم ولایت
کا سمجھا گیا اور غلام کافر حربی کے واسطے جائز ہے کہ دار الاسلام میں بھاگ کر چلا آوے اور ملک
مالک کے سے باہر ہو بلکہ اس کو شرعاً جائز ہے کہ مولی اپنے کو مغلوب کر کے غلام بنالے اور جیسا کہ
غلام کے تئیں خدمت آقا اپنے کی واجب ہے ایسے ہی رعیت کو فرماں برداری حا بادشاہ کی واجب ہے
اور یہ بھی ایک قسم خدمت ہے ہے اور غلام کو کبھی مستقل ہونا بیچ کسب کرنے کے ساتھ اجازت مولی
کے حاصل ہوتا ہے چنانچہ کتب فقہ میں عبید ماذون کی بحث میں مذکور ہے اور رعیت کو اخذ کرنا حقوق کا
اور اجراء حدود اور قصاص کا بغیر اذن بادشاہ کے متصور نہیں اور عادۃً مولی کو ہر چند کہ
طمع غلام کے مال میں نہیں ہے لیکن بیچ خدمت غلام کے اور دیگر منافع میں ہمیشہ طمع رکھتا ہے
اور یہ کہ ہوئی کو اوپر غلاموں اپنے کے ہیبت اور سیاست ہوتی ہے اور عفو اور مہربانی اور رحمت اور
تربیت کی بادشاہ سے بھی رعیت کے ضعیف آدمیوں کو اُمید ہوتی ہے کہ بادشاہ کو واجب ہے کہ
ضعیفوں کو کھانا کپڑا اور دوسرے حوائج مزدوری مالوں صدقے کے سے پہنچائے اور باوجود اس
کے تمدن اور اجتماع میں احتیاج ہیبت اور سیاست کی زیادہ ہوتی ہے اور اسی واسطے بادشاہ
رعیت کو دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اور بہتر نوع در نوع تربیت اور رعایت کا ہے اور کثرت
ثواب کی سبب حرفوں کے اس وقت ہے کہ دو کلمے ثواب میں برابر ہوں اور اگر کلمہ تھوڑے
حرفوں والا اشرف اور افضل ہو بہت حرفوں والے کلمہ سے پس ایسی صورت میں ثواب چھوٹے
کلمہ کا بھی زیادہ ہو جائے گا جیسے سورۂ اخلاص بہ نسبت دوسری سورتوں کے اور باوجود اس کے
یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لفظ ملک کا چھوٹا ہے مالک کے سے پس ملک بہتر ہوا اس واسطے کہ بیچ پڑھنے
لفظ مالک کے طول عمل لازم آتا ہے کہ جائز ہے پہلے تمام کرنے سے موت آجائے اور تمام کرنا اس کا
ممکن نہ ہو اور وہ بحثیں کہ بیچ وجوہ قرأت ملک کے ہیں یہ ہیں کہ بادشاہت بادشاہ کی مالکیت
مالک کی نسبت سے اس صورت میں عام ہوتی ہے کہ مالک کی اضافت طرف کل موجودات کے
نہ کریں اور اس جگہ اضافت مالک کی طرف یوم الدین کے ہے کہ طرف محیط ہے کل موجودات

کو پس عموم میں دونوں لفظ برابر ہو گئے اور حکم مالک کا کہ بادشاہ کے اندر ناقص نہیں اس جہت سے ہے کہ بادشاہ اس کے ملک میں داخل نہیں اور اس جگہ ذکر اس مالک کا ہے کہ مالکیت اس کی شامل تمام بادشاہوں اور رعیتوں کو ہے اور سیاست مالک کی کہ سب سے زبردست ہے تمام بادشاہوں کی سیاست سے قوی ہے اور جس مالک سے کہ مقابلہ بادشاہ کا نہیں ہو سکتا وہی مالک مراد ہے کہ مالکیت اس کی عام نہیں اور وہ کہ کہا ہے کہ شہر میں مالک بہت ہوتے ہیں اور بادشاہ سوائے ایک آدمی کے نہیں ہوتا یہ بھی اُسی مالک کیلئے ہے کہ ملک اس کی محیط نہ ہو اور اس جگہ مالک علی الاطلاق ہے کہ سوائے اس کے کوئی مالک نہیں اور ذکر مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا بعد رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کے ازیل ذکر کرنے خاص کے ہے عام سے اور یہ تکرار نہیں اور یہ لازم نہیں کہ جو نودونہ نام میں ہو افضل اور اعلیٰ غیر سے ہو اس بات سے افضلیت جب ثابت ہو کہ تخصیص کا اس جگہ کچھ دوسرا فائدہ منظور نہ ہو اور اخیر کلام اللہ میں اس لفظ کے لانے کا فائدہ اور ہے جیسا کہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ بہر حال وجوہ ترجیح کی دونوں طرف سے موجود ہیں اور تواتر دونوں طرف میں موجود پس تطویل کلام کی اس جگہ محض فضول ہے ناچار ساتھ اور تحقیق کے ہم مشغول ہوتے ہیں جاننا چاہیئے کہ لفظ یوم کا عرف میں ابتدا طلوع آفتاب سے غروب اُس کے تک لیتے ہیں اور شرع شریف میں طلوع صبح صادق سے تا آنکہ آفتاب غروب ہووے اور کبھی ساتھ معنی مطلق وقت کے آتا ہے خواہ دن ہو خواہ رات ہو خواہ سال ہو خواہ ماہ جیسا کہ کہتے ہیں جس روز فلاں آئے ایسا ہو گا یعنی جس وقت فلاں آئے اور بھی کہتے ہیں کہ روز صفین کے ایسا ایسا واقع ہوا کہ اور روز خندق کے ایسا اتفاق پڑا حالانکہ یہ مدتیں مہینوں اور دنوں کی تھیں پس اس جگہ جو یوم کی اضافت طرف دین کے کی گئی معلوم ہوا مُراد اس سے مطلق وقت ہے اور ہونکہ اس کی ابتدا نفخہ ثانیہ سے ہے اور انتہا اس کی یہ ہے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں اور اگرچہ اس درمیان میں وقائع بہت اور حالات بے شمار ہوں گے لیکن مقصود سب چیزوں سے جزا ہے اسی واسطے اضافت یوم کی طرف دین کے کی گئی اور دین کے معنی جزا کے ہیں اور ہر چند کہ بعضے وقتوں میں دُنیا میں بھی صوُرت جزا کی پائی جاتی ہے مگر اصلی جزا کہ انعام صرف اور انتقام صرف ہو دُنیا میں نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ انعام

دُنیا میں پایا جاتا ہے ملا ہوا ساتھ ایک نوع انتقام کے ہے اور ایسے ہی جو انتقام کہ دنیا میں ہے ملا ہوا ہے ساتھ طرح طرح کے انعام[1] کے باقی رہی یہ بات کہ حمد کو اوپر اس مالکیت کے کس واسطے معلق کیا اور مالکیت کی جہت سے استحقاق حمد کا کس واسطے ہے جواب یہ ہے کہ اُس دن میں بزرگی فضل اور احسان خالق تعالیٰ کا کمال مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ ایک کلمہ پر اور اور پر عمل ایک ساعت کے ثواب غیر متناہی کہ ہمیشہ باقی رہے عنایت فرمائے گا اور ایسا ہی کمال عدل اُس کا بھی اُس دن ظہور فرمائے[2] گا کہ فرق کرنا درمیان نیک اور بد کے مقتضا کمال حکمت کا ہے اور اس وجہ سے بھی مالکیت جزا کی سبب استحقاق حمد کا ہو سکتی ہے کہ جزا فی نفسہ ایک بڑی عمدہ نعمت ہے کہ اصلاح ظاہر اور باطن کی کرتی ہے اور حجابوں تاریکی کو پیروی شہوت اور غضب سے جمع ہو جاتے ہیں دفع کرتی ہے اور حال تمدن اور اجتماع کا ساتھ اس کے سرانجام پاتا ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ایسی صفت ہے کہ رتبہ اس کا بعد رحمٰن و رحیم کے ہے کہ رحمت خاص حقیقت میں سعادت ہمیشگی کی ہے کہ ظہور اس سعادت کا دن جزا کے ہوگا اور ربوبیت کی بھی مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرع ہے اس واسطے کہ انجام ربوبیت کا اصلاح کرنا ظاہر اور باطن انسان کا ہے تاکہ سعادت ابدی کی طرف پہنچائے اور ربوبیت مقتضا الوہیت کا ہے پس ہر صفت کو اوپر صفت اوپر والی اپنی کے ترتب ہے یعنی مافوق والی کے سبب سے وجود نیچے والی صفت کا ہے اب جاننا چاہیئے کہ اس سورۃ میں دو مضمون ہیں ایک حمد اور ثنا کہ زبان بندہ کی سے جناب الٰہی میں معروض ہوتی ہے دُوسری خواہش اور چاہت مطلب کی کہ بعد حمد و ثنا کے منظور ہے اور اس سورت میں پانچ نام اللہ تعالیٰ کے ذکر ہوئے ہیں اللہ ربّ رحمٰن رحیم مالکِ یوم الدین کہ اس کے اور دیان کے ایک معنی ہیں اور ان پانچوں ناموں کو ساتھ دونوں مضمونوں کے کمال ربط ہے حمد کے ساتھ اس واسطے کہ پہلے حمد باعتبار کمال ذاتی اللہ تعالیٰ کے ہے کہ لفظ اللہ سے سمجھا جاتا ہے بعد اس کے حمد باعتبار عطا کرنے وجود اور توابع اُس کے ہے اور ربط حمد کے ساتھ اسم ربّ کے یہی معنی ہیں بعد اس کے حمد باعتبار آسانی اور میسّر کرنے اسباب معاش اور

---

[1] یعنی دنیا میں ہر شخص کے حق میں دونوں باتیں موجود ہیں کسی وجہ سے لطف اور کسی وجہ سے قہر بخلاف آخرت کے کہ جو لوگ بہشت میں چلے گئے ان کو کسی طرح کا رنج نہ ہوگا اور جو دوزخ میں گئے ان کو کسی طرح کی راحت نہ ہوگی ۱۲ منہ

[2] کہ وجود پائے جانے اسباب محسنہ کے اور قدر انتقام کے جرم کی حد سے تجاوز نہ کریگا اور مناسب افعال اور اعتقادوں کے جزا دے گا اور ایسی

گزران دُنیا کے ہے کہ یہ بھی نعمت ہے اور لفظ رحمٰن کا یہی مفہوم ہے بعد اس کے حمد باعتبار مہیا کر دینے اسباب اصلاح معاد کے ہے اور یہ مضمون رحیم کا ہے بعد اس کے حمد اور نعمت جزا کے کہ حصول اُس کا اوپر کامل کرنے حمد اور شکر کے یا ترک کرنے اس کے کے موقوف ہے اور دُوسرے مضمون کے سے ساتھ ربط اس طرح ہے کہ جن چیزوں کا سوال منظور ہے کئی چیزیں ہیں اوّل عبادت اور یہ الوہیت کا مقتضا ہے دوسرے استعانت اور وہ مقتضا ربوبیت کا ہے تیسرے ہدایت اور وہ مقتضا رحمانیت کا ہے چوتھے استقامت اور یہ مقتضیٰ رحیمیت کا ہے پانچویں انعام اور یہ مقتضا مالکیت کا ہے وقت استقامت کے اور غضب بھی مقتضا مالکیت کا ہے مگر بیچ صورت عدم استقامت کے اور بعضوں نے وجہ خاص کرنے ان پانچوں اسموں کی بعد حمد کے اس طرح بیان کی ہے کہ حمد اور ثنا درمیان آدمیوں کی ان چار وجہوں میں سے ضرور کسی کے ساتھ ہوتی ہے۔

اوّل باعتبار کمال ذاتی کہ اس کی ذات میں پایا جائے گو کہ وہ محمود صاحب احسان نہ ہو دوسرے وجہ تعریف کی یہ ہوتی ہے کہ احسان اُس شخص کا طرف تعریف کرنے والے کے پہنچا ہو تیسرے اس طرح پر ہوتی ہے کہ امید اور توقع احسان کی اُس سے رکھے چوتھے وجہ تعریف کی خوف اور ڈر غصے اُس کے سے پس کمال ذاتی کو ساتھ لفظ اللّٰہ کے بیان کیا کہ اسم ذات ہے اور دلالت اوپر استجماع کمالات کے کرتا ہے اور پہنچنا احسان کا بسبب عنایت کرنے وجود کے اور توابع اس کے کے ساتھ لفظ رب العالمین کے ارشاد کیا اور اصلاح معاش، اور معاد کو کہ ہر بندے کو امید اُس کی جناب سے ہے ساتھ دو لفظ رحمٰن اور رحیم کے ظاہر ہوئی اور خوف اور ڈر کو دن جزا کے ساتھ مالک یوم الدین کے بیان کیا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ جو بندے تعظیم میری واسطے کمال ذاتی میرے کے کریں پس لائق اُس کے ہوں میں اس واسطے کہ نام میرا اللّٰہ ہے اور جو باعتبار احسان کرنے کے ثنا میری بجا لائیں تو بھی مستحق اس کا ہوں میں کہ رب العالمین صفت میری ہے اور اگر بسبب توقع انعام اور احسان میرے کے تو کہ دنیا اور آخرت میں پایا جائے تعریف میری کریں تو سزاوار ہوں میں کہ رحمٰن اور رحیم ہوں میں اور جو خوف عذاب میرے کے سے حمد اور ثنا کریں تو بھی قابل ہوں اسکے کہ مالک روز جزا کا ہوں رباعی

من بندگیت بجا نیارم چکنم احسان ترا کہ زیر بارم چکنم خوبیست ترا و بیم و امید تو ہیچیم کہ وجود از تو دارم چکنم

اور یہ بھی کہا ہے کہ تخصیص ان پانچ اسموں کی اس واسطے ہے کہ نعمتیں عمدہ آدمی کے اوپر آثار ان پانچ
ناموں کی ہیں اس واسطے کہ پہلے آدمی کو بتقاضائے الوہیت کے عدم سے طرف وجود کے لایا اور پھر
ساتھ طرح طرح کی نعمتوں کے تقاضائے ربوبیت کے سے پرورش کیا پھر گناہ اور عیب اس کے دنیا میں
پوشیدہ رکھے اور رسوا نہ فرمایا اور یہ مقتضا صفت رحمٰن کا ہے پھر گنجائش توبہ کی دی اور اگر توبہ کرے
قبول کرے اور بخشے اور یہ مقتضا صفت رحیمی کا ہے پھر موافق اعمال اس کے کے جزا دے گا اور یہ

بیان ایاک نعبد کا

مقتضا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ہے اب بیان اس چیز کا ہوتا ہے جو اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے تعلق رکھتی
ہے اس کلمہ میں تقدم مفعول کا فعل کے اوپر ہے اور اہل عربیت کے نزدیک تقدیم مفعول کی اختصاص
کا فائدہ دیتی ہے یعنی کسی کی سوائے تیرے عبادت نہیں کر رہا ہوں میں اور اگر مفعول کو مقدم نہ کریں
اور نَعْبُدُكَ کہا جائے اختصاص نہیں سمجھا جاتا ہے اور وجہ خاص ہونے عبادت کی اُس کی ذات کے
واسطے یہ ہے کہ حقیقت عبادت کی نہایت ذلیل ہونا ہے اس واسطے نہایت تعظیم غیر کی جو اختیار سے
صادر ہو عبادت کے خصائص میں شمار کی جاتی ہے پس جو تذلل کہ اختیار سے نہ ہو بلکہ کسی
کے زور سے وہ تذلل ہوا تو اس کو عبادت نہیں کہتے اور ایسے ہی تمسخر اور تھوڑی تعظیم کو کہ نہایت درجہ
کی نہ ہو اس کو بھی عبادت نہیں کہتے اور ایسے ہی جو تذلل کہ بلا اختیار پایا جائے وہ بھی عبادت میں شمار
نہ ہوگا اور عبادت حقیقی کے لائق کوئی نہیں مگر وہ ذات کہ جس کی طرف سے نہایت درجہ کا انعام کسی
شخص کو پہنچا ہو پس وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے کہ کمال درجہ انعام کا اس کا کام ہے تفصیل اس کی
یہ ہے کہ بندے کے تین حال ہیں ماضی اور حاضر اور مستقبل ماضی کا حال یعنی پیشتر کا پس بندہ بیچ
ایک وقت کے نیست اور نابود تھا وہ اس کو عدم سے طرف وجود کے لایا وَقَدْ خَلَقْتُكَ
مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا پھر بیچ حالت نطفہ ہونے کے مردہ تھا اس کو زندہ کیا كُنْتُمْ اَمْوَاتًا
فَاَحْيَاكُمْ پھر جاہل تھا اس کو تعلیم کیا اور اسباب علم کے کہ حواس اور عقل ہیں اس کو بخشے اَخْرَجَكُمْ
مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ اور حال
حاضر کا یعنی حال بالفعل کا پس حاجتیں اُس کی حد شمار سے زیادہ ہیں اوّل عمر سے آخر تک طرح طرح
کی حاجتیں قیاس کرنی چاہئیں کہ کس قدر پہنچتی ہیں اور باوجود گوناگوں تقصیروں اور نافرمانیوں
کے کہ دم بدم اُس سے سرزد ہوتی ہیں حاجتیں اُس کی حد شمار سے زائد رفع ہوتی چلی جاتی ہیں اور کمال

فضل اور احسان سے کاربرآری اس کی ہوتی رہتی ہے اسی پر حال آئندہ کا قیاس کرو پس ابتدا موت سے پہنچنے
جنت تک طرح طرح کے انعام اور بچنے انواع عذاب سے اس کی ذات سے امید ہے پس بندے کو کسی
حال میں جائے پناہ سوائے ذات اس کی کے نہیں پس بندے کی عبادت کا بھی وہی مستحق ہے اور کوئی
نہیں سوائے اس کے اور جو چیز کہ جہان میں دیکھی جاتی ہے اور سُنی جاتی ہے یا ایسی شے ہے کہ نفع اس کا
فی الحال ہے نہ پہلے وجود سے تھا اور نہ بعد موت کے ہوگا مثل آفتاب اور ماہتاب کے اور دریا اور زمین
اور پہاڑ کے یا نفع اس کا بیچ زمانہ گزرے ہوئے کے پہنچا بعد اس کے منقطع ہوا مثل باپ دادو کے

ذکر ارواح پاک کی مدد کا

اور دودھ پلانیوالی کے اور ماندان کے یا نفع کی توقع اس سے آئندہ کو ہو جیسے امداد روحوں پاک کی اور
ایسا نفع کہ تینوں حال میں بندہ کے واسطے ثابت ہوا ہے اللہ کی ذات سے متصور ہوا ہے اس واسطے
کہ جو چیز سوائے اللہ کے ہے ممکن ہے اور محتاج طرف ذات اس کی کے ہے اور جو کہ محتاج ہوتا ہے
بیچ نفس کے گرفتار ہے۔ پس فائدہ غیر کو پہنچانا بے تائید غنی مطلق کے کہ روا کرنے والا حاجتوں تمام
مخلوق کا ہے ممکن نہیں پس استحقاق عبادت کا منحصر اسی کی ذات میں ہے اور اسی واسطے فرمایا ہے
وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ آئے ہم اُوپر اس مطلب کے کہ بعضے ملحد بطور شبہ کے
کہتے ہیں کہ ہرگاہ کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز مطلق ہے ہماری عبادت کی پروا نہیں رکھتا ہے پس ہم کو
کیا ضرور ہے کہ مشقت بے فائدہ اٹھائیں اور بھید اس میں کیا ہے کہ تمام دینوں میں اللہ کی عبادت
واجب ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ بسبب کمال ذات
اور صفات اور افعال اپنے کے تقاضا اس امر کا کرتا ہے کہ جو شخص خالی نقصان سے نہ ہو واسطے
اس کے اپنے تئیں پست کرے اور ذلیل ہونا اپنا آگے اس کے ظاہر کرے اور نہایت درجہ کی تعظیم
اس کی بجالائے واسطے رعایت حکمت کے اور وہ یہ ہے کہ وضع کلّ شیٔ فی مرتبتہٖ یعنی
رکھنا ہر شے کا اپنے مرتبہ میں پس واجب کرنا عبادت کا مقتضا حکمت کا ہے نہ اس جہت سے کہ اس
کو کچھ حاجت عبادت کی ہے یا نفع اُس کا ہے اور ظاہر ہے کہ جس شے کو صاحب کمال تقاضا کرے
بیچ مقابلہ اُس کے کے صاحب نقصان تذلل اور پستی کرے والا مساوات نقصان اور کمال کی لازم
آتے اور یہ خلاف حکمت کا ہے اور اسی جہت سے ہے کہ دُنیا میں ہر صاحب کمال کو چھوٹے مرتبے والے
معظم اور مکرم اعتقاد اور شریک ٹھیرتے ہیں اور واجب ہونے عبادت کی یہ بھی وجہ ہے کہ انعام اللہ جل شانہٗ

کا دُنیا میں خاص کر انسان کی نوع پر اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ زیادہ اس سے خیال میں نہیں آتا
اس واسطے کہ انسان کو دفتر الوہیت سے اختصار کیا ہے اور صفات کاملہ اپنے سے کہ وجود اور حیات
اور علم اور ارادہ اور قدرت اور سمع اور بصر اور کلام ہے پرتو اس کے اوپر ڈالا اور تمام جہان اس کے
اندر گھیر لیا ہے جیسا کہ تھوڑا سا سابق میں بیان اس کا ہو چکا پس لازم ہوا انسان پر کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ
نے اس کو عنایت کی ہیں اُسی کے حکم میں صرف کرے اور جس چیز کے واسطے کہ وہ نعمتیں پیدا ہوئی ہیں
اس میں خرچ کرے پس عقل ایک نعمت ہے کہ واسطے معرفت کے دی ہے اور آلات جسمانیہ ہاتھ پاؤں
وغیرہ اس واسطے عطا کئے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں ان کو مشغول رکھے اور عبادت نگہبان معرفت
کا ہے اگر عبادت نہ ہو تخم معرفت کا محفوظ نہیں رہتا ہے بلکہ اگر خیال کیا جائے اصل مال آدمی کا معرفت ہے
اور عبادت اُس کا ثمرہ اور بڑھانا اُس کا ہے اس واسطے کہ حضور اور توجہ نہایت کامل ہو جاتا ہے اگر
عمل بدن کے موافق عمل قلب کے ہوں اس واسطے کہ آپس میں ان دونوں کو نہایت ارتباط ہے ہر عمل
دل کے کو تاثیر ہے بیچ عمل بدنی کے اور ہر عمل بدنی کو تاثیر ہے بیچ عمل دل کے پس انسان کو پیدا
کیا ہی واسطے معرفت اور عبادت کے ہے اگر یہ دونوں چیزیں ترک کرے تو حقیقت میں وہ انسان نہیں
اس جگہ سے معلوم ہوا کہ عبادت جیسا کہ مقتضیٰ حکمت کا ہے ایسا ہی صورت احسان کی بھی مقتضی عبادت
کی ہے اور اگر کوئی ملحد شبہ کرے کہ حاجت شرع کی کیا ہے معرفت میں اور عبادت میں عقل بھی کفایت
کرتی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عقل کو اوپر طور اس کے نہیں چھوڑا ہے بلکہ اُس کے ساتھ وہم اور خیال
لگا دئے ہیں اور یہ دونوں عقل سے جھگڑتے رہتے ہیں شاید کہ عقل ہمیشہ غلطی میں اگر اور طرف چلی جائے اس
واسطے اس کی تائید شرع سے کر دی ہے تاکہ عقل ادراک بعض امور سے کہ معرفت اور عبادت میں
ضرور ہیں عاجز نہ ہو پس عقل بمنزلہ بصارت کے ہے اور شرع بمنزلہ شعاع آفتاب کے کہ بغیر اس کے
دیکھنا اشیاء کا اچھی طرح ممکن نہیں و نیز آدمی زندگی اپنی میں محتاج طرف اس بات کے ہے کہ آپس
میں آدمی ایک دوسرے کی مدد کریں معاملہ جاری کریں اور اس کی زندگی ایسی نہیں جیسے اور جانور اپنی
زندگی کرتے ہیں کہ ان کو حاجت مدد اپنے ہم جنس کی نہیں اور انسان کو اسی واسطے مدنی الطبع
کہتے ہیں یعنی اس کی طبیعت اس طرح پر مخلوق ہوئی ہے کہ آپس میں مل کر رہیں اور ایک جگہ رہنے
سہنے کا اور اجتماع کا اور معاملات اور معاونات کا کہ آپس میں جاری ہے مضبوط رہنے جب تک

کہ قاعدے عدل کے مقرر نہ ہوں اور اتفاق آدمیوں کا اوپر قاعدوں عدل کے حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک یہ نجانیں کہ یہ حکم خدا کا ہے اور اس سے پھرنا گناہ ہے اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ امید ثواب کی اور خوف عذاب کا نہ ہو اور امید اور خوف دل میں آتے وقت پائدار اور ناحکم ہوتا ہے کہ صفات اس کی کرات اور مرات دل پر گزرتی ہیں اور دل میں ہمیشہ صفات کا رہنا نہیں سکتا مگر اس طرح پر کہ افعال جوارح بھی اس کے ہمراہ ہوں اور اسی کا نام عبادت ہے اور کمال انسان کا یہ ہے کہ آئینہ دل کا صفائی اور روشنی قبول کرے اور مقابل نظر اس کی کے ہو اور نہایت صفائی دل کی سے فرشتوں کے ساتھ مل جائے اور اگر اس طرح نہ ہو تو زنگ آئینۂ دل کا بسبب پیروی کرنے خواہشوں نفس کے بڑھ جائے گا اور چارپایوں کے رتبہ کو پہنچا دے گا اور صفائی آئینہ دل کی حاصل نہیں ہوتی مگر ساتھ مجاہدہ کے اور حقیقت مجاہدہ کی اکھاڑ دینا اور دور کرنا تاریکیوں روحانی کا ہے کہ بیماریاں دل کی ہیں اور روح کو وقت جدا ہونے کے کمال الم پہنچاتے ہیں اور تاریکیوں روحانی کا دور کرنا اور ان کا اکھیڑنا بغیر عبادت کے متصور نہیں اور ہمیشگی عبادت کی ایسی شے ہے کہ دل کو بسبب مشاہدہ کے نورانی کر دیتی ہے اور زبان کو ذکر کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور اعضا اور جوارح کو خدمت کے ساتھ زیب اور زینت دیتی ہے پس عبادت ظاہر میں ذلیل ہونا ہے لیکن باطن میں کمال عزت اور زینت ہے اور باوجود اس کے جو کوئی عبادت میں توجہ دلی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ایسی لذت اور خوشی اس کو حاصل ہوتی ہے کہ بیان میں نہیں آتی ٹھنڈک آنکھوں کی اور روشنی دل کی اور خوشی روح کی سب اس میں موجود ہیں اور جو کوئی انکار لذت عبادت کا کرے اس کی مثال نامرد کی ہے کہ لذت جماع کی جانتا نہیں اس واسطے انکار کرتا ہے یا مثل اندھے مادرزاد کے ہے کہ دیکھنے کی لذت کا منکر ہے اور حقیقت عبادت کی انتقال کرنا عالم غرور کے سے طرف عالم سرور کے اور سفر کرنا ظلمت خانۂ خلق سے طرف حضرت نور حق کے اور مشاہدہ جمال ازلی کا بلکہ ثابت کرنی نسبت امکان کی ہے اور اسی سبب سے ہے کہ عبادت باعث دلوں کے کھل جانے کا ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ف اس آیت میں اول ذکر ضیق صدر کا فرمایا بعد اس کے امر چار چیزوں کا کیا ایک تسبیح کا چنانچہ لفظ فسبح کا دلالت کرتا ہے دوسرے

تحمید کا جیسا لفظ بحمد ربک سے سمجھا جاتا ہے تیسرے سجود کا چنانچہ لفظ کُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ کا مدلول ہے چوتھے عبادت کا جیسا کہ لفظ وَاعْبُدْ رَبَّکَ سے نکلتا ہے پس معلوم ہوا کہ عبادت تنگی دل کی دور کرتی ہے اور کھل جانا دل کا اس سے حاصل ہوتا ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ عبادت ہٹا دیتی ہے آدمی کو خلق سے اور متوجہ کرتی ہے طرف حق کے اور اسی سے تنگی دل کی جاتی ہے۔ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا پڑھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قول اللہ تعالیٰ کا اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کہا میں نے یا رسول اللہ کس طرح کھل جاتا ہے دل اُس کا فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حاصل ہوتا ہے نور دل میں کھل جاتا ہے اور فراخ ہوتا ہے پھر کہا میں نے نشان اس کی کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا اَلْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالتَّاہُبُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ یعنی رجوع کرنا طرف گھر ہمیشگی کے اور دُور ہونا گھر فریب سے یعنی دنیا سے اور تیار ہونا واسطے مرنے کے پہلے آنے موت سے نقل ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حال میں کہ ایک روز ایک سانپ چھت میں سے گرا جتنے آدمی وہاں موجود تھے بسبب خوف کے بھاگ گئے اور امام صاحب نماز میں مشغول تھے اُن کو اس کے گرنے کی خبر بھی نہ ہوئی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کے حال میں لکھا ہے کہ ان کے کسی عضو میں ایک زخم تھا اور حاجت اس کے کاٹنے کی پڑی پس جس وقت نماز پڑھنی انھوں نے شروع کی اس عضو کو کاٹ لیا اور ان کو بسبب کمال استغراق کے معلوم بھی نہ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز شروع فرماتے تھے پس سینہ مبارک سے ایسی آواز سُنتے تھے کہ ہانڈی پکتی ہوئی خوب جوش کر رہی ہے اور جو شخص ان باتوں کو بعید سمجھے پس چاہیئے کہ مضمون اس آیت کا فَلَمَّا رَاَیْنَہٗٓ اَکْبَرْنَہٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَہُنَّ معلوم کرے جبکہ عورتوں کا یہ حال ہوا کہ بسبب دیکھنے جمال یوسف علیہ السلام کے اپنے وجود سے غافل ہوئیں اور ہاتھ کاٹ ڈالے اور حضرت یوسف علیہ السلام مخلوقات الٰہی سے ہیں اگر بسبب عظمت الٰہی کے اور ہیبت اُس کی کے کہ انسان کے دل پر غالب ہو جائے کیا عجب ہے کہ اپنے وجود سے غافل ہو کر بے خود ہو جائے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص بادشاہ ہیبت ناک کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور بیٹے اُس کے اور باپ اُس کا اس جگہ موجود ہوتے ہیں اور وہ ان کو دیکھتا ہے بسبب غلبۂ دہشت اس بادشاہ کے ان کی تمیز پہچاننا نہ ہو جاتا ہے اور بالکل شعور اُس کا جاتا رہتا ہے جس وقت بادشاہ مجازی کے

کے رُوبرو یہ حال ہو لائق ہے کہ سامنے بادشاہ حقیقی کے اس سے بڑھ کر حال ہو جائے یہ سب تفسیر کبیر
میں مذکور ہے باقی یہ بات رہی کہ لفظ ایاک نعبد کو مالک یوم الدین کے ساتھ کیا مناسبت اور ربط
ہے کہ اس کے پیچھے اس کو ذکر کیا جواب اس کا یہ ہے کہ عبادت کے تین درجے ہیں ایک یہ ہے
کہ واسطے رغبت حور و قصور اور باغوں اور نہروں کے عبادت کی جائے اور یہ حقیقت میں معاملہ
اور مبادلہ ہے اس واسطے کہ جو شخص صاحب عقل ہو یقیناً جانے کہ دنیا اور لذتیں اور اسباب اس کے
سب فانی ہیں اور طرح طرح کے رنج اور نقصان اس میں موجود ہیں اور ایک جہاں دوسرا بہتر
اس سے اور ہمیشہ رہنے والا کہ کبھی اس کو فنا نہیں آگے آنے والا ہے پس ایسا شخص اوقات عزیز
اپنے کو اس دار فانی سے ہٹا کر بیچ حاصل کرنے اُس باقی کے خرچ کرتا ہے اور ثمرہ اس عبادت کا
نہیں حاصل ہوگا مگر دن قیامت کے اس واسطے کہ تمام اقسام ثواب کے اُسی دن حاصل ہوں گے
دوسرے یہ کہ عذاب کے ڈر سے عبادت کرے اس واسطے کہ تمام انبیاء ڈراتے چلے آئے ہیں کہ جو بندے
عبادت نہ کریں تو لائق عذاب کے ہوں اور خبر ایک آدمی کی سے کہ سچا اور امین ہو یقین آجاتا ہے
اور جس وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کہ سچے اور امانت دار ہیں ایک امر کو کہیں کیونکر یقین نہ
آئے پس ایسی عبادت مانند تابعداری لونڈی اور غلام کے ہے کہ مار کوٹ کے خوف سے چارناچار
مالک کی خدمت سے کسی طرح کا قصور نہ کرے اور ظاہر ہونا ثمرہ اس عبادت کا کہ وہ خصوصی نجات
گوناگوں عذاب سے ہے بھی دن قیامت کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے تیسری یہ ہے کہ عبادت واسطے
مشاہدہ حق کے ہو اور یہ پہلے درجوں سے اعلیٰ ہے اور اسی واسطے نماز کی نیت میں بھی یہی تعلیم
ہوا ہے کہ اصلی[1] للہ اور اس طرح تعلیم نہیں ہوا کہ للثواب[2] من اللہ و للخلاص[3] من عذاب اللہ
اور حقیقت میں درمیان خداوند اور بندے کے ایسا رابطہ ہے کہ قطع نظر ثواب اور عذاب سے
عبادت کا تقاضا کرتا ہے اس واسطے کہ الوہیت عزت اور ہیبت کو چاہتی ہے اور عبودیت عاجزی
اور ذلت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشاہدہ خدا کا پورا پورا بھی اسی دن ہوگا اور
دُنیا کے مشاہدہ سے کچھ نسبت نہیں اگرچہ ان لوگوں نے کہ غلبہ عشق الٰہی کا ان کے اُوپر غالب ہوا
ہے حالت سکر میں خلاف اس کے دم مارا ہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے۔ بیت

---

[1] یعنی نماز پڑھتا ہوں خالص واسطے اللہ کے [2] یعنی واسطے ثواب کے اللہ کی طرف سے [3] یعنی واسطے خلاصی کے عذاب اللہ کے ۱۲

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است — در حیرتم کہ وعدہ فردا برائے چیست

پس عبادت کو باعتبار تمام درجوں کے تعلق روز جزا کے ساتھ ہے اسی واسطے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کا پیچھے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ذکر کیا اور ذکر معبود کا مقدم فرمایا یعنی لفظ اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے پہلے لائے تاکہ باعث ہیبت اور اجلال کا ہو اور عبادت میں التفات بائیں اور داہنے نہ رہے جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک پہلوان نامی ساتھ ایک آدمی کمینہ کے کشتی کرنے لگا اور لوگوں نے عین کشتی میں اُس آدمی کمینہ سے کہا کہ کچھ جانتا ہے تو یہ کون ہے فلانا پہلوان اور اُستاد ہے وہ شخص بمجرد سُننے نام بڑے پہلوان کے گر پڑا اور مغلوب ہوا جس وقت نام پہلوانوں کے سے اس قدر خوف اور اجلال دل میں آجاوے نام احکم الحاکمین سے کہ سب سے زبردست ہے کس قدر ہیبت اور اجلال ہونا چاہیئے اور یہی وجہ مقدم کرنے ذکر اللہ کی ہے تاکہ بندہ کو اللہ کے نام سے ایک قوت حاصل ہو کر بسبب اُس قوت کے ثقل عبادت کا اس کے اُوپر آسان ہو جائے جیسا کوئی شخص زور کا کام کرنا چاہے پیشتر اُس سے یا قوتی یا غذا مقوی کھائے تاکہ وہ کام بھاری بسہولت کرے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب بندہ نے عبادت سے پہلے نام اللہ کا یاد کیا بسبب اُس کے حضور معنوی محبوب کا حاصل ہوا اور عاشق کو بیچ حضور محبوب اپنے کے کچھ کلفت محسوس نہیں ہوتی ہے پس بندہ کو بیچ حضور محبوب کے عبادت کے اندر کچھ کلفت اور ملال حاصل نہ ہوگا اور شوق اور ذوق کے ساتھ ادا کرے گا اور یہ بھی خاصیت ذکر الٰہی کی ہے کہ شیطان کو دل سے بھگا دیتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ [1] پس بندہ کو چاہیئے کہ پہلے عبادت سے ذکر معبود کا بجا لائے تاکہ شیطان کہ دشمن عبادت کا ہے بسبب سستی دلانے اور غافل کرنے کے نقصان نہ کرے اور عبادت اُس کی محفوظ رہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ عبادت کرنے والا ایک بندہ ہے اور صیغہ نعبد کا واسطے جمع کے ہے یعنی ہم سب عبادت کرتے ہیں اس صیغہ کے لانے میں کیا نکتہ ہے نکتہ یہ ہے کہ بندہ عبادت ناقصہ اپنی کو بیچ عبادت ناقصہ تمام عبادت کرنے والوں کے ملا کر بیچ حضور اقدس کے عرض کرتا ہے تاکہ وہ کریم موجب کرم اپنے کے عبادتوں کے اندر فرق نہ کرے اور سب عبادتوں کو بسبب نقصان بعضوں کے رد نہ فرمائے اور ہمراہ عبادتوں انبیاؤں اور اولیاؤں بلکہ فرشتوں

---

[1] یعنی تحقیق وہ لوگ کہ ڈرتے ہیں جس وقت پڑ گیا اُن پر گزر شیطان کا چونک گئے پھر تبھی ان کو سوجھ آگئی ۱۲

مقرب کے اس کی عبادت ناقصہ بھی مقبول ہوجائے جیسا کہ فقہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس چیزیں ملاکر ایک قیمت ان کی کر کے بیچے اور بعضی ان میں ناقص ہوویں اور بعضی کھری ہوں اس صورت میں خریدار کو نہیں جائز کہ اچھی اچھی لے لے اور ناقص کو پھیر دے بلکہ یا سب کو خرید لے یا کُل کو پھیر دے اور ہر گاہ کہ اس جگہ معاملہ اکرم الاکرمین کے ساتھ ہے رد کرنا مقصود نہیں ضرور سب مقبول ہوں گی اور کیا اچھا کہا ہے کسی کہنے والے نے بیت

می پذیرند بداں را بطفیل نیکاں رشتہ واپس ندہد آنکہ گہر میگیرد

اور یہ کہ جمع کے صیغے لانے میں اشارہ ہے طرف فضیلت نماز جماعت کے گویا مقام عبادت کا مقام اجتماع کا ہے اور بدون اجتماع کے عبادت ناقصہ ہوتی ہے **ف** فضیلت جماعت کے اوپر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دلالت کرتا ہے اَلتَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلٰی فِیْ صَلٰوۃِ الْجَمَاعَۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا یعنی تکبیر اُولیٰ جماعت کی نماز میں بہتر ہے دُنیا سے اور جو چیزیں دُنیا میں ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں منقول ہے اور بھی بیچ تلقین صیغہ جمع کے کمال بزرگی ہے بندہ کے واسطے اللہ کی طرف سے گویا ایسا فرمایا ہے کہ جو عبودیت اپنی میرے ساتھ درست کی تو نے اور میری بندگی سے تنگ نہ ہوا تو پس ہم نے تیرے تئیں برابر ایک امت کے مقرر کیا اور لفظ جمع کا تلقین کیا ہم نے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً[1] اور یہ کہ اگر اِیَّاکَ اَعْبُدُ کہتا، مضمون اُس کا یہ ہوجاتا کہ میں بندہ تیرا ہوں اور جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہا یہ مضمون ہوا کہ میں ایک بندہ ہوں بندوں تیرے میں سے اور اس مضمون میں کمال ادب اور تواضع ہے اور سمجھ

بیان اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا

تعلق اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ساتھ رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت استعانت کی طلب کرنا معونت کا یعنی یاری کا کسی سے اور معونت ہر کار میں چار قسم پر ہے اول وہ چیز کہ قدرت اوپر کار کے بخشے دوسرے وہ چیز کہ اس کام کو آسان کرے تیسرے وہ چیز کہ ساتھ اس کام کے نزدیک کردے چوتھی وہ چیز کہ اوپر اس کے برانگیختہ کرے اور رغبت پیدا کرے مثلاً عقل اور شعور اور ہاتھ اور پاؤں عبادت کے واسطے قسم اوّل کی چیزیں ہیں اور دُور کرنا موانع اور اشغال اور فراغت خاطر کی دینی یہ قسم ثانی میں سے ہے اور داعیہ اُس کا دل میں ڈالنا اور حسن اُس کا نزدیک عقل کے

---

[1] یعنی تحقیق ابراہیم تھا امام ۱۲

ظاہر کرنا اور لذت عبادت کی اور کھل جانا دل کا زیادہ کرنا یہ تیسری قسم سے ہے اور مرشد انبیاؤں
اور اولیاؤں میں سے پیدا کرنا تاکہ دمبدم ساتھ نصیحت کے رغبت اور تاکید اوپر عبادت کے کرے
یہ قسم چوتھی سے ہے اور مقدم کرنا ایاک کا نستعین کے اوپر اس جگہ بھی مفید حصر اور اختصاص کا ہے
یعنی غیر تیرے سے ہم استعانت نہیں رکھتے اور یہ استعانت یا خاص عبادت کے واسطے ہے یا عام
ہے سب کاموں میں دنیا اور دین میں اگر مراد خاص ہے پس بھید بیچ استعانت کے یہ ہے کہ عبادت
بہ چند کسب اور عمل بندہ کا ہے لیکن بندے کا عمل موقوف اس کے اوپر ہے
کہ اس کے دل میں تصور اس فعل کا آوے کہ جب تک خیال اس کا دل میں نہ آئے کیونکر اس کو کرے
اور پیدا کرنا تصور کا خدا کے اختیار میں ہے اور یہ کہ علم نفع اور ضرر عبادت کا پھر اس علم کو اس کے دل
میں بٹھانا اور محکم کرنا یہ سب پیدا کیا ہوا خدا کا ہے بندے کو اس میں دخل نہیں اور یہ بھی بھید ہے
کہ عقل اور نفس آپس میں لڑتے رہتے ہیں عقل کا کام یہ ہے کہ انجام کو سوچتی اور جس شے کا مآل اچھا ہو
اس کو اختیار کرتی ہے اگرچہ فی الحال اس میں رنج اور مشقت ہو جائے اور خواہش نفس کی اس چیز
کو اختیار کرتی ہے کہ فی الحال اس کا نفع ہو اور انجام کاموں کا اس پر پوشیدہ رہتا ہے اور اس
جھگڑے میں اکثر لشکر خواہش نفس کا غالب ہو جاتا ہے اور باعث ہلاکت دل کا ہوتا ہے اور دور
کرنا اس لشکر کا بغیر عون الٰہی کے ممکن نہیں اور یہ کہ عبادت آسان نہیں ہوتی مگر ساتھ دور کرنے
موانع کے اور وہ چار چیزیں ہیں دنیا اور خلق اور شیطان اور نفس اور یہ بھی ممکن نہیں مگر ساتھ دور
کرنے عوارض کے اور عوارض کتنی چیزیں ہیں مصیبتیں اور خطرے مصیبتوں کے اور انواع ہموم و غموم
کے اور بغیر اس کے بھی عبادت درست نہیں ہوتی کہ جو چیزیں توڑنے والی عبادت کی ہیں ان کو
دور کیا جائے جیسا کہ ریا اور سمعہ اور عجب اور سوا اس کے اور بغیر اسکے بھی عبادت تمام نہیں ہوتی ہے
کہ خوف اور رجا اور اشتیاق مشاہدہ حق کا موجود ہو اور یہ سب چیزیں گھاٹیاں سخت ہیں کہ قطع کرنا
ان کا سوائے عون الٰہی کے متصور نہیں لیکن اس جگہ دو شبہ وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر عبادت
مقدر ہے اعانت بھی ضرور ہو گی فائدہ طلب کرنے اعانت کا کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ مدد خدا کی اکثر
وقت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ استعانت اس کی جناب میں چاہتے ہیں پس یہ سبب عادی ہے
واسطے حاصل ہونے عون کے اور اسباب عادیہ میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیا فائدہ رکھتے ہیں۔ فائدہ ان کا

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عادت کے اندر اُن چیزوں کو سبب حاصل ہونے مطلب کا کر دیا ہے جیسا کہ کھانا طعام کا پیٹ بھرنے کے واسطے ہے عادت میں سبب ہو گیا ہے اور پینا پانی کا کہ پیاس کے دُور کرنے کا سبب ہے۔ پس اعتراض جبریہ اور قدریہ کا ساقط ہے۔ دُوسرا شبہ یہ ہے کہ استعانت کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے مناسب ہے نہ پیچھے اُس کے پس چاہیئے تھا کہ استعانت کو اُوپر عبادت کے مقدم کرتے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ عبادت وسیلہ ہے اور استعانت حاجت ہے اور وسیلہ کو اوپر حاجت کے تقدم ہے اور ہر گاہ کہ استعانت واسطے تمام کرنے عبادت کے ہے اور تمام کرنا ہر چیز کا بعد شروع کرنے اُس کے کے ہوتا ہے اس واسطے استعانت کو بھی بعد عبادت کے لائے گویا بندہ اس طرح کہتا ہے کہ میں نے عبادت تیری ساتھ حکم تیرے کے شروع کی ہے لیکن تمام کرنا اُس کا بیچ ہاتھ میرے کے نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مانع منع کرے اور حرج پیش آوے۔ پس ساتھ تیرے استعانت کرتا ہوں بیچ تمام کرنے اس کے کے فَاِنَّ قَلْبَ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یعنی تحقیق دل مومن کا درمیان دو انگلیوں رحمان کے ہے اور اگر مراد استعانت سے عام ہے کہ تمام کاموں دنیا اور دین میں ہو پس وجہ اس اختصاص کی یہ ہے کہ جو کوئی غیر اپنے کی اعانت کرتا ہے نہایت کار اس کا یہ ہے کہ اُس شخص کے دل میں داعیہ اعانت کا ڈالا جاتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ بات مضبوط ہو جاتی ہے کہ میں اعانت اس شخص کی کروں اور یہ دل میں خیال ڈال دینا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ پس گویا بندہ کہتا ہے کہ سوا تیرے کسی سے اعانت میری ممکن نہیں مگر جس وقت تو اعانت اس کی فرما دے تا کہ اسباب اعانت کا بہم پہنچا دے پھر اس کے دل میں داعیہ اعانت میری کا ڈالے تو پس میں وسائط سے قطع نظر کرتا ہوں اور سوائے اعانت تیری کے نہیں دیکھتا ہوں میں۔ توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ بندے کو ظاہر میں قدرت دی ہے کہ بسبب اس قدرت کے گمان کرتا ہے کہ کرنا اور نہ کرنا میرے اختیار میں ہے لیکن ترجیح کرنے کی اوپر چھوڑنے کے ہرگز اپنی طرف سے اُس کو میسّر نہیں اس واسطے جو مرجح بندے کی طرف سے ہو پس اس مرجح میں کلام کیا جائے گا۔ کہ اس کے وجود کو ترجیح اوپر عدم کے کہاں سے آئی۔ یہاں تک کہ تسلسل لازم آئے پس وہ مرجح نہ ہو گا مگر خدا کی طرف سے پس اعانت سوائے خدا کے کسی سے لائق نہیں اور یہ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مخلوقات اپنے مطلب طلب کرتے ہیں اور اپنی قدرت اور عقل اور شعور اور کوشش میں کوئی قصور نہیں کرتا ہے اور مطالب کو نہیں پہنچتے ہیں مگر بعضے پس حاصل ہونا مطلب کا بغیر اعانت غیبی کے ممکن نہیں

اور بھی بار ہا دیکھا گیا کہ ایک انسان نے دوسرے انسان سے حاجت طلب کی اور وہ شخص مدت تک ٹالتا رہا اور لیت ولعل میں گزارتا رہا پھر دفعۃً حاجت اس کی پُوری کر دی۔ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اُس کے دل میں خیال اُس کی حاجت روائی کا آجانا غیب کی طرف سے ہے پس مرد مومن کو کہ شرک سے بھاگتا ہے اوّل ہی مرتبہ میں چاہیے کہ غیر کی اعانت کو کہ فقط ظاہر میں اعانت ہے اور حقیقت میں کسی طرح کی قدرت نہیں رکھتا ہے نظر سے ہٹا دے اور ساتھ اعانت قادر حقیقی کے کفایت کرے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو نمرود لعین نے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر آگ میں ڈال دیا حضرت جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور کہا اگر تجھ کو حاجت میرے سے ہو تو بتا دے۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ طرف تیری کچھ حاجت نہیں رکھتا ہوں میں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ خدا سے التجا کر۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا ہے۔ حاجت عرض کرنے کی نہیں اور ہر گاہ کہ بندۂ مومن نماز میں کھڑا ہوا دونوں پاؤں اُس کے چلنے پھرنے سے بند ہوتے اور دونوں ہاتھ کام کرنے سے معطل رہے اور زبان سوائے قرأت اور ذکر کے کچھ نہیں کہہ سکتی گویا اسباب طلب اور ہرب کے جیسا کہ حقیقت میں بیکار تھے ظاہر میں بھی بیکار دکھلائی دیئے۔ اس وقت میں ان اسباب کو بیکار دیکھ کر کھوج طرف حقیقت کام کے لے گیا اور کہا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ جس وقت بندہ مومن نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہا اس بات کا خوف کیا کہ نہ ہو کہ نسبت عبادت کی صرف اپنی ہی طرف کردوں اور خود پسندی میں پڑوں میں۔ واسطے دُور کرنے اس خوف کے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تعلیم فرمایا اور اس جگہ سے بھید مقدم کرنے نَعْبُدُ کا اوپر نَسْتَعِيْنُ کے بھی ظاہر ہوا۔ کہتے ہیں اس سورت میں دو مقام ہیں۔ ایک مقام معرفت ربوبیت کا دوسرا مقام عبودیت کا اور جس وقت یہ دونوں مقام جمع ہو جائیں معاملہ بندے کا خدا کے ساتھ پورا پورا ہو جائے اور معنی اَوْفُوْا بِعَهْدِىٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ کے جلوہ گر ہوں۔ شروع سورۃ سے مالک یوم الدین تک بیان مقام ربوبیت کا ہے مبدأ سے معاد تک اور ایاک نعبد بیان شروع مقام عبودیت کا ہے اور ایاک نستعین بیان کمال اس کے کا ہے اور جس وقت وفاء دونوں عہدوں کی طرف سے ثابت ہوئی ثمرہ اس کے اوپر مترتب ہوا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہے۔ اکثر علماء نے بیچ وجہ التفات کے غیبت سے طرف حضور کے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں موجود ہے

ایسا فرمایا ہے کہ مصلی نے وقت شروع نماز کے اجنبی کی مانند کھڑا ہو کر ثنا خدا تعالیٰ کی ساتھ لفظ غائب کے شروع کی یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لفظ غائب ہے اس واسطے کہ اسم ظاہر بیچ حکم غائب کے ہوتا ہے اور جس وقت ثنا کو ساتھ کمال کے پہنچایا وہ حجاب کہ درمیان میں تھا اُٹھ گیا اور دُوری ساتھ نزدیکی کے بدل گئی اور اجنبیت ساتھ یگانگت کے مل۔ پس یہ شخص قابل اس کے ہوا کہ ساتھ لفظ خطاب کے تکلم کرے اور یہ بھی کہا ہے کہ دُعا اور سوال کے واسطے حضور بہتر ہے۔ سوال غائبانہ چنداں مفید نہیں ہوتا ہے اور ثنا اور تعریف پس پشت کرنی بہتر ہوتی ہے تا کہ گمان خوشامد کا نہ کیا جائے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ مشرکین ساتھ اہلِ اسلام کے برخلاف ہیں بیچ خاص کرنے عبادت اور استعانت کے کہ سوائے خدا کے اوروں کی عبادت کرتے ہیں اور استعانت اُن سے چاہتے ہیں بعضے مشرک اجسام معدنیہ کے تئیں جیسا کہ بڑے بڑے پہاڑوں، چاندی اور سونے کی عبادت کرتے ہیں اور بعضے درختوں کی پرستش کرتے ہیں جیسے کہ درخت پیپل اور تلسی اور سوائے اس کے اور بعضوں نے روحانیت غیبیہ کو مربی اپنا قرار دیا ہے بلکہ ایک جماعت نے ان میں سے ہر اقلیم کے واسطے ایک رُوح کو ارواح فلکیہ سے مقرر کر رکھا ہے کہ اس رُوح کو اس اقلیم کا مدبر اور مربی مانتے ہیں اور جتنے انواع عالم کے ہیں ہر نوع کے واسطے ایک رُوح کو مربی اور مدبر اعتقاد کرتے ہیں اور واسطے دُور کرنے ہر مرض کے اور واسطے حصول ہر کیفیت کے بدن میں کہ حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست ہے بھی ایک رُوح مقرر کی ہے کہ اس رُوح سے استعانت چاہتے ہیں اور جو کہ وہ ارواح نظروں سے غائب ہیں، صورتیں اور شکلیں ان کی بنا کر نہایت تعظیم اور عاجزی سے پیش آتے ہیں اور بعضے مشرکین سے ایسے ہیں کہ جو انسان کامل ہیں انہیں کی عبادت کرتے ہیں اور بعضے اجسام لبسیط کی عبادت کرتے ہیں خواہ سفلیہ ہوں مثل آگ کے کہ معبود مجوس کی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ جسم نہایت لطیف اور نورانی ہے اور باوجود اس کے بیچ ہر صنعت آدمی کے دخل رکھتی ہے پس ظہور ربوبیت الٰہی کا اس میں کامل ہے اور کسی شے کو انواع حیوانات سے طرف اس عنصر کے بیچ معاش اپنی کے احتیاج نہیں مگر آدمی کو پس عنصر کہ خاص ساتھ نوع انسان کے ہے اور ربوبیت خاص انسان کی نے اس عنصر میں ظہور پایا ہے قابل اس کے ہے کہ نہایت تذلل بہ نسبت اس کے کیا جائے اور ایک جماعت اجسام علویہ مثل ماہتاب اور آفتاب اور ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تدبیر عالم کی موقوف اُوپر بدلتے رہنے

نور اور ظلمت کے ہے کہ دن اور رات کا انتظام اسی سبب سے ہے اور بھی موقوف ہے اوپر بدلنے
فصلوں اور اختلاف کے اور زیادتی رطوبت کی بیچ بعض وقت کے اور قوت یبوست کی دوسرے وقت
میں اور یہ چیزیں آثار انہیں جسموں کا ہے پس بہ نسبت ان اجسام کے نہایت تعظیم کی رعایت کرنی چاہیے
اور باوجود اس کے ان جسموں کے واسطے ارواح بھی ہیں کہ انھوں نے کمال مناسبت اسماء الٰہی کے
ساتھ بہم پہنچائی ہے پس بالاولیٰ قابل عبادت کے ہوئے اور تمام ان مذاہب کو مرد مسلمان ساتھ ان
دو کلمہ کے رد کرتا ہے اور حقیقت ملت حنیفی کی کہ مقرر کی ہوئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی
کی ہے تفصیل انھیں دو کلموں کی ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ باقی رہی تفصیل عبادت

ذکر استعانت بالغیر کا

کی اور استعانت چاہنی غیر سے اور وہ یہ ہے کہ عبادت یعنی غایت تذلل واسطے نہایت تعظیم کے
مطلقاً اس ملت میں خاص واسطے خدا تعالیٰ کے ہے اور کسی ذی حق کے واسطے جیسا کہ ماں باپ یا
اُستاد یا پیر یا آقا اور خاوند اور سوا اُن کے اور جو مظاہر انعام حق کے مثل عناصر کے اور فلکیات کے
اور ارواح عالیہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ اسباب نہایت تعظیم کے اُن میں پائے نہیں جاتے اور
اس وجہ سے وہ نہایت تعظیم کے مستحق نہ ہوئے تو نہایت تذلل بے موقع اور بے جا ہے اور تلف کرنا
حق مالک الملک علی الاطلاق کا ہے اور ظلم ہے نہایت بڑا اعاذنا اللہ منہ اور استعانت ساتھ ایسی
چیز کے ہے کہ توہم استقلال اس چیز کا بیچ وہم اور فہم کسی شخص کے خواہ مشرک ہو خواہ موحد نہیں گزرتا
ہے جیسا کہ استعانت ساتھ اناج وغیرہ کے بیچ دُور کرنے بھوک کے اور استعانت ساتھ پانی کے
اور شربتوں کے بیچ دُور کرنے پیاس کے اور استعانت واسطے راحت کے بیچ دور کرنے تھکی
کے بیچ سایہ دار درخت وغیرہ کے اور استعانت طرف دواؤں اور بوٹیوں کے بیچ دُور کرنے بیماریوں کے
اور استعانت ساتھ امیر اور بادشاہ کے بیچ معین وجہ معاش ہونیکے کہ حقیقت میں معاوضہ خدمت کا مال
کے ساتھ ہے اور موجب تذلل کا نہیں اور ایسے ہی استعانت ساتھ طبیبوں اور علاج کرنے والوں
کے کہ بسبب تجربہ اور زیادتی واقفیت کے اُن سے طلب مشورہ کی ہے اور استقلال کا وہم نہیں کیا
جاتا پس اس قسم کی استعانت بلا کراہت جائز ہے اس واسطے کہ حقیقت میں تذلل نہیں یا اگر استعانت ہے
تو بھی استعانت بخدا ہے اور یا استعانت ایسی چیز کے ساتھ ہو کہ توہم استقلال اس چیز کا مشرکین
کے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے جیسا کہ استعانت ساتھ ارواح اور روحانیات فلکیہ یا عنصریہ یا ارواح سائرہ

کے مثل بہتوانی شیخ سدو وزینخان اور جوماننداُن کے ہوں اور اس قسم کی استعانت عین شرک ہے اور منافی ملت حنیفی کی ہے اور اگر کوئی دلیل اس کی طلب کرے کہ حصر عبادت اور استعانت کا اللہ کی ذات میں کیوں ہے کہیں گے ہم کہ تین آیتیں پہلی دلیل حصر کی ہیں اس واسطے کہ عبادت اور استعانت اس واسطے ہے کہ وہ شخص کمال ذاتی رکھتا ہے اور یا اس واسطے ہے کہ انعامات اُس کے ہمیشہ سے خلق کے اوپر مبذول ہیں تاکہ اُن کے مقابلہ میں شکر اس کا ادا کرتے ہیں اور طلب زیادتی کی ہمیشہ ہوتی ہے اور اعانت اس کی مستمر ہے یعنی ابدالآباد تک موجود ہے اور کسی دم موقوف نہیں یا بسبب اس کے ہے کہ ربوبیت اس کی شامل اور گھیرنے والی تمام خلق کو ہے اور اعانت بھی تتمہ حق ربوبیت کا ہے یا واسطے خوف تلف ہونے کسی نعمت یا کسی کمال کے یا باعث لاحق ہونے کسی آفت اور نقصان کے ہے اور یہ چیزیں ساتھ وصف عموم اور احاطہ کے اور باعتبار خلقت اور ایجاد کے اور اقدار اور تمکین کے خاص اللہ کی ذات کے ساتھ ہیں۔ اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں کئی عبارتیں اس مطلب کے ادا کرنے کے واسطے ذہن میں آتی ہیں اور سب کو چھوڑ کر یہ عبارت خاص کیوں اختیار فرمائی اور نکتہ اس میں کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَنَسۡتَعِیۡنَ نہ کہا بلکہ دوبار اِیَّاكَ ذکر کیا کہ کوئی وہم نہ کرے۔ کہ استعانت ساتھ عبادت کے ہے بلکہ بمجرد فضل الٰہی کے ہے اور لک نعبد بھی نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ بیچ عبادت بندے کے اللہ تعالیٰ کو نفع ہے اس واسطے کہ لام لغت عرب میں واسطے نفع کے آتا ہے جیسا کہ بیچ مالہٗ اور ما علیہ کے مشہور ہے اور ایسے ہی بک نستعین نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ حق تعالیٰ کو واسطہ اور آلہ مقرر کیا ہے درمیان اپنے اور درمیان مطلوب اپنے کے اور لَا نَعۡبُدُ اِلَّا اِیَّاكَ بھی نہ کہا باوجودیکہ اس عبارت میں تصریح کے ساتھ نفی تھی اور معبود بھی تھی واسطے خبردار کیا اور یہ کم التفاتی کے طرف منصبات کے یعنی مصلی کو بیچ مقام مناجات کے التفات ساتھ نفی کے بھی نہیں بغرض ثابت کرنے مقصد اپنے سے ہے اور عِبَادَتِیۡ لَكَ بھی نہ کہا تاکہ آگاہی ہوا اُوپر اُس کے کہ عبادت اُس کی آرام سے لیکر ہر وقت ہوتی رہتی ہے کہ محصل استمرار تجددی کا ہے یعنی لحظہ بلحظہ ہونا اور اس عبارت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ برابر عبادت ہمیشہ چلی جائے اور منقطع نہ ہو اور یہ طاقت بشری سے خارج ہے۔ اور اِیَّاكَ عَبَدۡتُ اور عَبَدۡنَا بھی نہ کہا تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ عبادت سے فراغت ہوگئی اور اُس کو چھوڑ دیا اور اِیَّاكَ اَعۡبُدُ اَنَا بھی نہ کہا تاکہ آگاہی ہو ساتھ ضعف اس عبادت کے گویا بسبب

کمال ضعف کے قابل تاکید کے نہیں اور آیا کہ نعبد میں بھی ذکر کیا تاکہ آگاہی ہو ساتھ قصور عبادت تمام خلق کے حق اس کے سے گویا ساتھ اس عبادت ناقصہ کے نہیں کہ جیسا کہ یہ سب عابد ہیں۔ حاصل کلام پر ترکیب کہ اختیار کی گئی سب ترکیبوں سے کہ تصور اور خیال میں آتی ہیں بہتر ہے اور اجنا بھی نہ کہا جیسا کہ اِہْدِنَا تاکہ اطلاع کرے اوپر اس بات کے کہ حاجت بندے کی حقیقت میں طلب کرنا عبادت کا ہے اور ذکر استعانت کا محض واسطے درخواست اجازت طلب حاجت کے ہے اور وہ شے کہ تعلق ساتھ

بیان اہدنا الصراط المستقیم

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یہ کہنا ہے سبب ہے کہ معنی ہدایت کے نشان دینا مطلب کا ہے یا ساتھ الہام کے یعنی خود بخود اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں ڈال دے جیسا کہ چوسنا پستان کا بغیر سکھلانے اور سوچنے کے لڑکے کے دل میں آجاتا ہے اور جیسا کہ ظاہر کرنا شکایت کا ساتھ رونے کے کہ ابتدا پیدا ہونے کے ماں کے پیٹ سے بچہ کو تعلیم ہوتا ہے اور یا نشان دینا مطلب کا ہے ساتھ حواس ظاہرہ اور باطنہ کے یا ہدایت عقل کی یا دلائل نظریہ یا ساتھ بھیجنے رسولوں کے پس مرتبے ہدایت کے علی الترتیب ہیں یعنی بعضے پہلے اور بعضے پیچھے اوّل ہدایت الہامی ہے کہ لڑکپن کی حالت میں حاصل ہے بعد اُس کے ہدایت احساسی کہ جس وقت حواس آدمی کے ظاہر اور باطن میں قوت پکڑتے ہیں۔ نیک اور بد چیزوں کو پہچانتا ہے اور جس چیز کی طرف حواس نہیں پہنچتے اس کے دریافت کرنے کے واسطے ہدایت عقل کی عنایت کی تاکہ مدرکات ظاہرہ اور باطنہ سے کلیات اُن کے نکال کر کام میں لائے اور جو چیز ہدایت عقل سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ واسطے دریافت کرنے اُس کے کے دلائل نظریہ عطا فرمائے کہ ان دلیلوں سے نتیجہ نکال کر مطلب حاصل کرے اور جو چیزیں کہ نظر عقل سے بھی دور ہیں اور حسن و قبح اُن کا قوت عقلیہ سے معلوم نہیں ہوتا یا اس کے ادراک کرنے میں وہم اور خیال اُس سے معارضہ کرتے ہیں واسطے دریافت ان چیزوں کے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور جو ہدایت کہ ساتھ بھیجنے رسولوں اور اتارنے کتابوں کے پائی جاتی ہے دو قسم ہے عام اور خاص۔ عام وہ ہے کہ راہ خیر اور شر کی ظاہر کریں اور یہ بھی دو قسم ہے تبیانی اور توفیقی۔ تبیانی کھول دینا اُس چیز کا کہ رسول اس کو لایا ہے اس طرح پر کہ کسی طرح کا احتمال اور شک شبہ بیچ سمجھنے مراد کے راہ نہ پائے اور اس کو عرف فقہا میں ابتلا کہتے ہیں اور توفیقی وہ ہے کہ اسباب چنگل مارنے کے ساتھ ہدایت انبیاء علیہم السلام کے بیچ حق کسی شخص کے جمع کریں اور اوپر اس کے یہ طریق آسان فرمائیں تاکہ ساتھ سعادت ہمیشگی کے پہنچنے والا ہو اور بیچ مقام اصطفائی کے مشرف ہو جائے اور غایت اس توفیق کی بہشت ہے

آخرت میں یا دریافت کرنا حق کا ہے دنیا میں اور خاص وہ ہے کہ ایک نور عالم نبوت یا عالم ولایت سے اُوپر قوت مدرکہ اس شخص کے روشن ہو اور حقیقتیں جیسے کہ نفس امر میں ہیں اُس پر کھل جائیں اور یہ تین درجے رکھتی ہیں یا من اللہ ہے جیسا کہ فرمایا ہے قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى یا إلی اللہ ہے جیسا کہ فرمایا ہے إِنِّي ذَاهِبٌ إِلٰى رَبِّي سَيَهْدِيْنِ یا باللہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے لولا اللہ ما اھتدینا اور اسی ہدایت خاص میں داخل ہے یہ بات آدمی کو درمیان سیر سلوک کے انتقال ایک حال سے طرف دوسرے حال کے اور ایک مقام سے طرف دوسرے مقام کے کسی بندہ کی امداد سے مثل مرشد کے حاصل ہوتا ہے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اگر ہدایت سے نشان دینا راہ کا مراد ہوتا ہے اس کو ساتھ الی کے متعدی کرتے ہیں اور اگر پہنچانا راستہ کا منظور ہوتا ہے ساتھ لام کے متعدی کرتے ہیں اور اگر قطع کروانا راستہ کا اور پہنچانا طرف مقصد کے مراد ہوتا ہے[1] متعدی بنفسہا ہوتی ہے پس بیچ لفظ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے کہ متعدی بنفسہ ہے ظاہر کرنا کمال عجز اور ناتوانی بندہ کا ہے کہ کفایت اوپر نشان دینے اور اوپر پہنچنے راستے کے سرے پر نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ راہ مطلب کی طرف نہیں لے جاتا ہے جب تک کہ دم بدم ہدایت اللہ تعالیٰ کی دلیل راہ کی اور توفیق سفر کی اور ہاتھ پکڑنے کی نہ ہو اور لانا صیغہ جمع کا بیچ اہدنا کے واسطے اسی نکتہ کے ہے کہ نعبد میں مذکور ہوا علی الخصوص بیچ اس جگہ کے کہ مقام دُعا کا ہے اور دُعا جماعت مسلمانوں کی قریب تر طرف قبولیت کے ہے اور یہ کہ حمد میں شامل تمام حمد کرنے والوں کو کیا ہے اور ایاک نعبدُ میں بھی سب کی عبادت شامل ہے اور استعانت بھی سب کی طرف سے بیان ہوئی لاچار طلب ہدایت کی بھی سب کے واسطے چاہیئے اور بھی اگر تمام گھر والوں میں یا ایک محلہ والوں میں یا ایک شہر والوں..... یا ایک ملک والوں میں سے ایک شخص کو ہدایت حاصل ہو اور دوسرے گمراہی میں گرفتار رہیں پس اس شخص کو نہایت مشکل پڑ جائے اگر ان کی موافقت کرے تو دیدہ دانستہ ہلاکت میں پڑتا ہے اور اگر مخالفت ان کی کرے تو مسخرہ ان لوگوں کا بننا پڑتا ہے اور صحبت بُرے لوگوں کی اختیار کرنی پڑتی ہے اور اوقات بیچ فیل و قال

---

[1] تفسیر بحر مواج میں یوں لکھا ہے ہدایت را چوں بلام ذکر کنند چنانچہ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ بمعنی علامت کہ راہ دراں گوشہ است نزدیک تیں درخت است یا در دامن آں کوہ است باشد و چوں بالی ذکر کنند چنانچہ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ بمعنی رہنمونی کردن تا سر راہ و رسانیدن بر سر جادہ شود و چوں بیچ صلہ ذکر نکنند ادرا ایصال المطلوب گویند معنی او رہنمونی کردن تمام راہ تا وصول مقصد باشد ۱۲ منہ

اور لڑائی جھگڑے کے بے مزگی سے گزرتے ہیں اور علاقے قرابت اور صداقت اور عون اور نصرت کے
تمام برہم ہوجاتے ہیں ناچار اپنے تئیں اور ہمجنسوں اپنے کو ہدایت کی دُعا میں شامل کرنا چاہیئے تاکہ
کشاکش ان لڑائیوں کی سے محفوظ رہے اور لفظ صراط کا ہم معنی طریق اور سبیل کا ہے اور ان سب کے
معنی راہ کے ہیں اور اس جگہ اس لفظ کو اس واسطے اختیار فرمایا ہے کہ مسلمان کو ذکر کرنے اس لفظ
کے سے گزرنا پل صراط کا یاد آئے کہ اس میں صراط کا لفظ ہے اور یہ جانے کہ مجھ کو اس راہ پر گزرنا ہے
اور گزرنا اس سے سوائے چلنے طریق مستقیم کے ممکن نہیں اور مشہور یہ ہے کہ طریق مستقیم پر چلنا اختیار کرنا
میانہ روی کا ہے یعنی نہ افراط اس میں ہو اور نہ تفریط کہ یہ دونوں مذموم ہیں مثلاً عبادت میں افراط یہ
ہے کہ جس جگہ ظہور کسی صفت کا صفات الٰہیہ سے دیکھا جائے بے اختیار پرستش اُس کی کرنے لگے جیسا
کہ مذہب ہنود کا ہے اور تفریط یہ ہے کہ کسی وقت شغلوں دنیا اور طلب معاش سے اپنے تئیں فراغت
نہ کرے اور عالم غیب کی طرف متوجہ نہ ہو جیسا کہ معمول فرقہ انگریز اور دوسرے بے دینوں کا ہے اور
افراط استعانت میں وہ ہے کہ ہر چیز کے واسطے بباعث وہم کے سب درخواست کریں اور بیچ کاموں
مطلوب کے اُس کی طرف رجوع کریں اور تاثیریں ستاروں کی اور سعادت اور نحوست دنوں کی اور
خواص پوشیدہ معادن اور نباتات اور حیوانات کی رعایت کریں اور شوم اور یمن کو بیبیوں اور اولاد
اور غلاموں اور لونڈیوں اور گھوڑوں اور حویلی اور تلوار اور دوسری چیزوں میں خیال میں لائے اور
اوقات زندگی کے اپنے اوپر تنگ کریں اور مثل سودائیوں کے ہر چیز سے ڈریں اور ہر چیز سے توقع بڑے
نفع کی رکھیں اور تفریط یہ ہے کہ اسباب اعتبار کئے ہوؤں کو بھی مثل دوا اور غذا کے اور پرہیز کے
اور مثل صحبت نیکوں کے اور صحبت بدوں کے اور مثل دُعا اور التجا کرنیکے جناب باری میں سب کو
ساقط الاعتبار جانیں اور اسی قیاس پر میانہ روی تمام کاموں میں بہتر ہے اور بیشی اور کمی مذموم ہے
جیسا کہ بالتفصیل کتابوں علم اخلاق وغیرہ میں مذکور ہے اور طریق نمونہ کے اس جگہ کچھ ذکر کرتے ہیں

آدمی کو تین قوتیں ہیں

کہ آدمی کے واسطے تین قوتیں ہیں ایک قوت نطقیہ کہ اس کو عقلیہ بھی کہتے ہیں صفت اس کی جاننا
اشیاء کا اور دریافت کرنا حقیقتوں کا ہے اور حقیقتیں یا ذات اور صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں یا افعال اور آثار
اُس کے دنیا اور آخرت میں اور اس قسم کے علم کو علم الٰہی کہتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرے اور درپے دریافت کرنے بھید اس کے کے ہو یا صفتوں کا مطلقاً

انکار کرے واسطے تنزیہ کے یا ثابت کرے صفتوں کو اور پر طریق تشبیہ کے کہ خالق کو مخلوق کے
ساتھ ہم رنگ کرے یا جن صفات کو شرع نے ثابت کیا ہے ساتھ تاویل باطل کے انکار ان کا کرے
مثل کلام کے اور سمع کے اور بصر کے اور رویت اور رضا کے اور غضب کے یا افعال اللہ تعالیٰ کے
تئیں مثل افعال اپنے کے غرضوں کے ساتھ ملے ہوئے جانے یا اصلح یا الطف کے تئیں موافق قرارداد
عقل اپنی کے اوپر اس کے واجب پہچانے اور افعال بندہ کی طرف بندے کے نسبت کرے اور خلق
اور تاثیر اللہ تعالیٰ کی سے ان فعلوں میں منکر ہو یا بندہ کو مثل پتھر کے بے دخل اعتقاد کرے اور
جبری ہو جائے اور سوائے اس کے اور عقائد باطلہ کہ مائل افراط اور تفریط کی طرف ہیں اور یا حقائق
ارواح اور ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء اور ائمہ دین کے ہیں اور اس قسم کے علم کو علم نبوت کہتے ہیں اور
افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ بالکل ان مربیوں اور منعموں کا انکار کرے یا ان کی عصمت
کا اور محفوظ رہنے کا گناہوں سے اور خطاؤں سے اعتقاد نہ کرے اور مثل اپنے آلودہ ساتھ غرضوں
دنیاوی اور طلب کرنے مطلبوں کمینوں کے اور ملوث ہوتے حاجتوں نفسانیہ کا جانے یا رتبہ اماموں اور اولیا
کا برابر رتبہ انبیاؤں اور مرسلین علیہم السلام کے مقرر کرے اور انبیاء مرسلین علیہم السلام کے واسطے لوازم
الوہیت کے جیسا کہ علم غیب اور فریاد رسی ہر کسی کی ہر جگہ میں اور قدرت اوپر تمام مقدورات کے
ثابت کرے اور ملائکہ اور ارواح اور اولیاء کے تئیں بیچ پردہ صورتوں اور رتبوں اور قبروں اور
تعزیوں کے معبود ٹھہرائے اور رزق اور فرزند اور خدمت اور منصب کی ان سے بالاستقلال درخواست
کرے اور شفاعت اور عرض ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واجب القبول جانے گو کہ جناب باری کے
نزدیک یہ امر مکروہ ہو یا وہ حقائق کہ معاملات قبر کے اور دوزخ اور بہشت کے اور حساب اور میزان اور
دوسرے امور آخرت کے ہیں اور اس علم کو علم معاد اور علم سمعیات کا بھی کہتے ہیں اور افراط اور تفریط
اس قسم میں وہ ہے کہ مثلاً ایمان کو اس حد کے ساتھ موثر بیچ نجات کے پہچانے کہ بالکل خوف کو دل
سے اٹھائے اور یہ بات جانے کہ کوئی گناہ اگر ایمان دل میں ہو ضرر نہ کریگا یا ایمان کو اس مرتبہ پر ساقط
الاعتبار گردانے کہ ساتھ ہر گناہ کے تاثیر اس کی دور ہو جائے گی اور گناہ گار ایمان والے مانند کافر دل
بے ایمان کے دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے یا اعمال نیک اور بد کو تاثیر ذاتی آخرت میں ثابت کرے اور جانے
کہ اللہ تعالیٰ بیچ مقام جزا دینے کے بے اختیار ہے اور تابع اعمال بندے کے ہے معاف کرنا گناہوں

کا یا نہ قبول کرنا طاعت کا اس سے ممکن نہیں یا بہشت اور دوزخ کو اور لذت اور الم اس جگہ کے مانند انقلابات دُنیا کے زائل اور فانی اعتقاد کرے اور اوپر اسی کے ہے قیاس اور چیزوں کا یادہ حقائق اجسام اور اعراض دوسرے ہیں کہ اس علم کو علم الجواہر والاعراض کہتے ہیں اور علم طبیعی اور ریاضی بھی نام رکھتے ہیں اور افراط اور تفریط اس قسم میں وہ ہے کہ مثلاً بیچ شرح اور بسط ان چیزوں کے غور تمام کرے اور قوت مدرکہ اپنی کو بیچ حاصل کرنے لیعنی احوال اور اوضاع اور خواص اور تاثیرات ان کے کے مصروف کرے مثل تعمق کرنے کے علم ہیئت اور ہندسہ اور حساب اور فنون ریاضی میں اور موسیقی اور جرالاثقال اور مناظرہ اور شعبدہ اور طلسمات اور نیرنجات اور علم فلاحت اور علم حیوان اور خواص نباتات اور احجار اور علم طب میں اور سوا اس کے یا ان چیزوں کا مطلق انکار کرے اور ان سے بے بہرہ اور بے نصیب رہے اور جس قدر علم ان چیزوں کا نافع دین اور دنیا میں ہو اس میں بھی متوجہ نہ ہو اور دوسری قوت شہویہ ہے کہ باعث کھینچنے منافع کی اور وسیلہ خواہش مرغوبات کی ہے اور افراط اس کا فجور ہے اور خلاعت بھی کہتے ہیں یعنی ڈوب جانا لذتوں اور رغبت کی چیزوں میں زیادہ اس قدر سے کہ حاجت ہو اور تفریط یعنی نقصان اس کے کو جمود کہتے ہیں یعنی سکون اور باز رہنا اس چیز سے کہ عقل اور شرع اس کی طرف رغبت دلاتی ہے جیسا کہ نکاح حلال اور کھانا لذیذ کہ بے شبہ کا ہو اور مرتبہ توسط کا عفت ہے یعنی تابع کرنا شہوت کا ساتھ حکم عقل اور شرع کے تاکہ خواہش نفس سے سلامتی حاصل ہو اور اس میانہ روی سے اخلاق پسندیدہ بہت پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ حیا اور صبر اور قناعت اور تواضع اور جواں مردی اور سخاوت اور توابع سخاوت سے ایثار اور کرم اور معاف کرنا اور مروت اور آسانی کرنی معاملات میں اور تیسری قوت غضبیہ ہے کہ منشا پیش دستی کرنے کا اوپر چیزوں خطرناک کے ہے اور مقتضا اس کا تسلط اور بلندی اور دُور کرنا مضر چیز کا ہے آپ سے اور متعلقوں اپنے سے اور افراط اس قوت کا تہور ہے یعنی دلیری کرنی بیچ اُس جگہ کے اوپر اس چیز کے کہ نہیں چاہیئے اور تفریط اس کا جبن ہے یعنی ڈرنا اس چیز سے کہ نہ چاہیئے اس سے ڈرنا اور توسط اس کا شجاعت ہے اور اس توسط سے بہت اخلاق پسندیدہ پیدا ہوتے ہیں مثل علو ہمت اور استقلال اور حلم اور تحمل اور حمیت اور سوا اس کے اور توسط استعمال قوت نطقیہ کے تئیں حکمت کہتے ہیں اور اُس سے ذکا اور سرعت فہم کی اور صفائی ذہن کی اور آسانی سے سیکھ لینا کسی فن کا اور اچھی طرح

یاد کرنا اور سمجھنا اور سوچنا حاصل ہوتا ہے اور اس کے افراط کا نام جربزہ ہے اور تفریط اس کی کا نام بلادت اور غباوت ہے اور جس وقت تینوں قوتوں میں توسط حاصل ہو جائے اس کا نام عدالت ہے اور توابع عدالت کے سے دوستی اور الفت اور وفا اور شفقت اور بدلہ دینا احسان کا اور نگاہ رکھنا علاقوں اور حسن صحبت کا اور مشارکت کا اور توکل اور ادا کرنا حق معبود مطلق کا اور ملائکہ اس کے کا اور پیغمبروں اس کے کا اور اولوالامر کا اور فرمانبرداری کرنی اوامر و نواہی شرع کی پابندی اور یہی ہے کمال تقویٰ لیکن اس جگہ ایک نکتہ ہے اُس کو بھی معلوم کرنا چاہیئے اور وہ ہے کہ قوت نطقیہ انسان کی ذات میں داخل ہے اور اس کی روح کے واسطے پہلے بدن کے آنے سے حاصل تھی اور قوت شہویہ اور غضبیہ بعد تعلق پکڑنے رُوح کے ساتھ بدن کے حاصل ہوئیں۔ پس کمال توسط کا قوت نطقیہ کے اندر وہ ہے کہ استعمال اس کا اس حد کو پہنچائیں کہ زیادہ اس سے ناممکن ہو اور کمال توسط قوتِ شہویہ اور غضبیہ کا وہ ہے کہ ان کے تئیں بقدر ضرورت کے استعمال کریں ساتھ اس حد کے کہ کمتر اس سے متصور نہ ہو لاچار طریق توسط کا دریافت کرنا بغیر رہنمائی انبیاء علیہم السلام کے اور رفاقت صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کے دشوار ہے اور اسی واسطے کہا ہے کہ صراط مستقیم پیروی کرنی ساتھ انبیاء علیہ السلام کے ہے اور قدر مشترک وہ ہے، کہ انسان اپنے دل سے ماسوی اللہ سے اعراض کرنے والا ہو اور دل اپنا فکر اور ذکر کے ساتھ بالکلیہ طرف خالق اپنے کے متوجہ ہو یہاں تک کہ اگر اسی کی جناب سے حکم پہنچے کہ بیٹے اپنے کو بیچ راہ خدا کے ذبح کر، تو تابعداری کرے مثل حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے اور اگر حکم ہو کہ جان اپنی کو بیچ راہ خدا کے قربان کر ساتھ کمال رضامندی اور خوشی کے تو قبول کرے مثل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور اگر فرمائیں کہ اپنے تئیں دریائے ذخار میں ڈال دے تو فرمانبرداری کرے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کیا اور اگر پیچھے حاصل ہونے منصب بڑے کے اور مرتبہ بلند کے اشارہ فرما دیں کہ اپنے تئیں مانند شاگردوں کے آگے ایک شخص مجہول الحال کے پہنچا اور اس سے ایک دو بات کام کی سیکھ تو عار نہ کرے اور ننگ اپنی طرف نہ آنے دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ طرف حضرت خضر علیہ السلام کے دوڑے اور شاگردی اُن کی اختیار کی حدیث شریف میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تئیں جس وقت مکہ معظمہ میں کفاروں کے ہاتھ سے اذیت بہت پہنچی اور آں حضرتؐ سے شکایت کی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے فرمایا کہ پیشتر تمہارے ایمان داروں کو کفاروں کے ہاتھ سے بڑی بڑی مصیبتیں پہنچی ہیں اس حد تک کہ بعضوں کے تئیں زمین میں گاڑ کے کھڑا کر دیتے اور آرہ تیز لا کر سر پر چلاتے تھے یہاں تک بدن اُن کا

دو ٹکڑے ہو جاتا تھا اور وہ لوگ ہرگز دین اپنے سے نہ پھرتے تھے اور بعضوں کے تئیں لوہے کی
کنگھیوں سے پوست اور ہڈیاں چھیلتے تھے اور ہرگز خلاف دین اپنے کے کوئی بات زبان پر نہ لاتے تھے
کہتے ہیں خطِ مستقیم اُس خط کا نام ہے کہ سب خطوں سے کہ دو نقطوں میں فرض کر سکیں چھوٹا ہو گویا
بندہ کہ صراط مستقیم کی اپنے واسطے دُعا کرتا ہے عجز اور ضعف اپنا بیان کرتا ہے یعنی لائق ناتواں میرے
کے نہیں مگر طریق مستقیم اور اسی واسطے جو کوئی بوڑھا یا ناتوان کسی حاجت اپنی کے واسطے جاتا ہے
نزدیک کا راستہ تلاش کرتا ہے اور دُور کے راستہ سے بھاگتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بندہ جب تک
دُنیا میں ہے بیچ کش مکش مشورہ دینے والوں اور راہ جتلانے والوں کے ہے عورت اور فرزند ایک
راہ کی طرف بُلاتے ہیں اور ماں باپ دوسرے راستے کی ہدایت کرتے ہیں اور دوست اور شفیق اور
راہ کی صلاح دیتے ہیں اور دشمن اور حاسد دوسری راہ کی عقل بتلاتے ہیں اور اپنا نفس اور طرف کھینچتا
ہے اور شیطان راستہ دوسرا سکھاتا ہے اور شہوت اور غضب اور طریق سمجھاتے ہیں اور عقل اس کی
ضعیف ہے اور عمر اس کی کوتاہ ہے میدان کوشش کا تنگ حیران ہو کر اپنے تئیں خاوند کے دروازہ
پر لا کر فریاد کرتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اس جگہ بعض جاہل شبہ کرتے ہیں کہ جس وقت
مرد مسلمان کو یہ دُعا تعلیم ہوئی کہ نماز میں رُوبرو پروردگار کے اس طرح عرض کرے سوال کرنا ہدایت
کا بے موقع ہے اس واسطے کہ مومن نمازی کو اس قدر ہدایت حاصل ہوئی ہے کہ حضور میں پہنچ گیا پھر
طلب کرنا ہدایت کا تحصیل حاصل کی ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مرتبے ہدایت کے
جیسے کہ ذکر بھی ہو چکا بہت ہیں پس آدمی ہر وقت میں ہدایت کے مانگنے سے مستغنی نہیں کہ علم آدمی کا ایک
ہی چیز کے ساتھ دو طرح سے ہمیشہ بڑھتا ہے ازل دوام اس علم کا یعنی برابر چلا جانا تمام وقتوں میں اور
کم ہونا فترات کا یعنی دونوں کا وجود میان میں نظلیق جا؛ ہمارے ساتھ زیادتی دلیلوں کے اس واسطے کہ جو علم ایک
دلیل سے حاصل ہوا ہے اور دوسرا علم کئی دلیلوں سے حاصل ہوا ہے دونوں علم برابر نہیں ہو سکتے اور جو
چیز اقسام کی ممکنات سے جہان میں موجود ہے اس میں دلالت اوپر وجود ذات الٰہی کے اور علم اور قدرت
اور کرم اور رحمت اور حکمت اس کی کے رکھی ہوئی ہے جیسا کہ کہا ہے شعر

وفی کل شیءٍ لہٗ اٰیۃ تدل علی انہٗ احد

فرد ہر گیا ہے کہ از زمیں روید وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

پس علم آدمی کا ہر وقت زیادتی قبول کرنے والا اور استعداد رکھنے والا ترقی بڑھی کا ہے فرد

در بند آں مباش کہ مضمون نماندہ است صد سال می تو سخن از زلف یار گفت

معنیٰ فرماں برداری تمام اوامر اور نواہی اُس کے کی اور حاصل کرنا فضائل اور مرتبوں بلند کا میدان بہت بڑا ہے یعنی اس کے بہت مرتبے ہیں اور سب سے اعلیٰ مقصود ثابت رہنا آدمی کا اوپر اس مرتبۂ ہدایت کے ہے کہ اس کو حاصل ہے اسی واسطے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اِهْدِنَا کی تفسیر ساتھ ثَبِّتْنَا عَلَى الْهِدَايَةِ کے فرمائی ہے یعنی ثابت رکھ تو ہم کو اوپر ہدایت کے اور کلام مجید میں گویا اسی کلمہ کی شرح کے واسطے بیچ جگہ دُوسری کے ارشاد فرمایا ہے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا یعنی اے رب ہمارے نہ پھیر تو دل ہمارا بعد اس کے کہ جس وقت ہدایت عطا کی تو نے ہم کو اور بھی اس جگہ شبہ دُوسرا وارد ہوتا ہے کہ سوال کرنا مطلب کا غیر سے دو وجہ سے خالی نہیں ہوتا یا یاد دلانا اس مطلب کا ہوتا ہے کہ وہ شخص بھول گیا ہو یا برانگیختہ کرنا بخیل کا اوپر سخاوت کے ہوتا ہے اور یہ دونوں وجہیں حکیم مطلق اور جواد برحق کی شان میں متصور نہیں ہو سکتیں پس فائدہ اس مانگنے کا اور اس دُعا کا کیا ہوا علی الخصوص کہ دُعا رضا بالقضا کے بھی منافی ہے ہم کہتے ہیں کبھی حکمت حکیم کی تقاضا کرتی ہے کہ مطلب طالب کا سوائے تضرع اور زاری کے نہ دیویں تاکہ نفس اُس کا ٹوٹے، تکبر اس کا پست ہو پس شاید کہ مانگنا اور ذلیل ہونا ہمارا کارگر پڑ جائے اور جو شرط کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں رعایت کی گئی ہے صورت پکڑے فرد

تا نگرید طفل کے جوشد لبن تا نگرید ابر کے خندد چمن

اور دعا منافی رضا بالقضا کے بھی نہیں اس واسطے کہ جائز ہے رضائے الٰہی اسی میں ہو کہ بندہ خواری اور زاری اپنی ظاہر کرے اور عطا بعد طلب اُس کی کے واقع ہو اب سمجھنا چاہیئے کہ سوال ہدایت کا اوپر استعانت کے متفرع کیا ہے اس واسطے کہ عبادت جب مجاہدہ کے سبب سے کمال قبول کرتی ہے۔ مفید اعلیٰ درجہ کی ہدایت کو ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

...... یعنی اور جنہوں نے محنت ہمارے واسطے کی ہم سوجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور مجاہدہ محتاج طرف استعانت کے ہے اور جس وقت عبادت اور استعانت ملحوظ ہوئیں۔ تفرع ہدایت کا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر بھی ظاہر ہوا اس واسطے کہ کمال نفع ہدایت کا اُس دن میں بسبب عبادت کا مکے

کہ بے اعانت اس کی کے میسر نہیں ظاہر ہوگا اور تفرع ان تینوں چیزوں کا اوپر رحمت عام اور رحمت خاص بلکہ اوپر رب العالمین کے کہ بہتر سب ترتیبوں سے ہدایت ہے خوب تر ہے اور وہ شے کہ تعلق خاص صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ حقیقت نعمت کی کیا ہے ایک منفعت ہے کہ بطریق احسان کے غیر کی طرف پہنچائیں اور نفع اپنا اس میں منظور نہ ہو اور اسی واسطے منعم حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں اس واسطے کہ مخلوقات کو انعام کرنے میں منافع اپنے بھی خیال میں ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا اور کافروں اور فاسقوں کو کہ نعمتیں دی گئیں حقیقت میں وہ نعمتیں نہیں اس واسطے کہ انعام اس کے ساتھ منظور نہیں اور جو چیزیں کہ جنس منافع سے ان کو عطا ہوئی ہیں ظاہر میں وہ نعمت ہے اور باطن میں بلا اور آفت ہے۔ پس اس کی مثال یہ ہے کہ زہر قاتل حلوا میں لپیٹ کر دیں یا سلوہ لذیذ اگرچہ زہر اس میں ہو ایک سخت مزاج بجری ہو اُس کو کھلائیں کہ اُس کے معدہ میں اخلاط سمیہ کی طرف مستحیل ہو کر حکم زہر قاتل کا پیدا کرے یا ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو حلوہ لذیذ دیں اور وہ شخص اس کو بے وقت یا بھوک سے زیادہ نوش جان کرے اور باعث بدہضمی اور ہیضہ کا ہو اور اسی واسطے کلام مجید میں فرمایا ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا۔ یعنی یہ نہ سمجھیں منکر کہ ہم فرصت دیتے ہیں ان کو کچھ بہتری ان کے حق جب ہم فقط اس واسطے ان کو فرصت دیتے ہیں تاکہ بڑھتے جائیں گناہ میں اور اسی واسطے نعمت الٰہی کو دوسری آیت میں خاص فرمایا ہے ساتھ چار گروہ کے کہ عبارت انبیاؤں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین سے ہیں پس أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اگرچہ ظاہر میں شامل سب کو ہے لیکن حقیقت میں خاص انہی چار گروہ کے ساتھ

بیان صراط الذین انعمت علیہم کا

ہے اور اس جگہ میں مفسرین نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا اور اس طرح نہ فرمایا صراط مَن انعمت علیہم اس واسطے کہ لفظ مَنْ کا کبھی لغت عرب میں نکرہ موصوف ہوتا ہے پس مَن کہنے سے علم خاص ان شخصوں کا کہ مشہور ہے اور ساتھ انعام الٰہی کے مذکور ہوچکے ہیں حاصل نہ ہوگا اس جہت سے کہ نکرہ شے غیر متعین کے اوپر دلالت کرتا ہے اور جس وقت علم ان کا حاصل نہ ہوا طلب کرنی متابعت مجہول کی لازم آئی اور یہ محال ہے اور اَلَّذِينَ موصول ہے اور معرفہ اس جگہ استعمال کریں گے کہ مدلول اُس کا معین اور معلوم ہو اور لفظ أَنْعَمْتَ فرمایا اور نسبت

انعام کی طرف ذات الٰہی کے کی تاکہ آگاہی اوپر کمال انعام کے ہو۔ اس واسطے کہ ذات الٰہی سب طرح سے کامل ہے اور جو چیز کامل سے حاصل ہو وہ بھی کامل ہوتی ہے اور لفظ خطاب کا اس میں ذکر کیا۔ تاکہ بندہ کو بعد حضور کے طرف غیبت کے رجوع نہ ہو کہ وہ حور بعد کور یعنی نقصان پیچھے کمال کے ہے اور علیہم کو انعمت کے اوپر مقدم نہ فرمایا اس واسطے کہ تقدیم کرنے سے تخصیص سمجھی جاتی یعنی انعام خاص انھیں کے واسطے ہے اور تخصیص منع کرتی ہے طلب کرنے مثل کے سے اور بندہ درپے طلب کرنے مثل اسی انعام کے ہے پس تخصیص منافی اُس کی غرض کے ہے اور انعمت کو ساتھ صیغہ ماضی کے ذکر کیا ہے تاکہ کوئی وہم نہ کرے کہ وہ انعام مشکوک ہے اس واسطے کہ مستقبل محل شک کا ہے اور مفعول انعام کا حذف کیا تاکہ انعام دنیوی اور اُخروی کو شامل ہو اور اس جگہ ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ صراط مستقیم ایک راستہ ہے اور یہ چاروں گروہ راستہ جدا جدا رکھتے ہیں پس راستہ واحد بابتہ ان چار گروہ کا کس طرح ہو سکے اور ایسا ہی ہر نبی کا طور اور شریعت اس کی جدا جدا تھی اور ایسا ہی ہر ایک ولی اذکار اور اشغال جدا جدا طریقت میں برتتا ہے پس باوجود کثرت راستوں کے کہ یہ قول مشہور ہے کہ اَلطُّرُقُ اِلَى اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ[1] مذکور ہے وحدت راستہ کی کیونکر ٹھیک بیٹھے جواب اس شبہ کا ساتھ ایک مثال کے ذہن نشین کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طب یونانی کو بطور مثال سامنے رکھئے کہ بقراط اور جالینوس کے وقت سے علوی خاں کے عہد تک برتاؤ اس کا چلا آتا ہے باوجود اس کے معالجات بقراط اور جالینوس کے اپنے زمانہ میں اور طرح پر تھے اور معالجات علوی خاں اور حکیم علی گیلانی کے اپنے وقت میں دوسری طرح پہلے طبیب مفردات کو استعمال کرتے تھے اور تنقیہ سے کہ فصد اور اسہال سے ہو کمال احتراز رکھتے تھے اور پچھلے لوگ مرکبات معجونیں اور شربتوں وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور ہر مرض میں علاج تنقیہ اور مسہل کے ساتھ کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس طرح کے اختلافات اور کثرتیں منافی وحدت راستہ کو نہیں ہیں اور یہ کہ بعض اطبا دیونانی قاعدوں کے بنانے والے ہوئے ہیں اور بعض پیروی کرنے والے انہیں قاعدوں کے پس یہ اختلاف بھی موجب اختلاف راہ کا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ایک قافلہ ایک شہر سے دوسرے کی طرف ایک ہی راستہ میں جاتے ہیں لیکن بعضے آدمی اُس قافلہ میں پیشہ تجارت کا کرتے ہیں اور بعضے بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعضے کرایہ کرنے والے اور

---

[1] یعنی راہ طرف اللہ کے ساتھ شمار نفسوں خلق کے ہیں۔

یعنے بدرقہ اور چوکیدار ہیں اور حال یہ ہے کہ سب ایک ہی راستہ میں چلے جاتے ہیں لیکن کام مختلف موافق خدمتوں اور منصوبہ اپنے کے عمل میں لاتے ہیں۔ ایسے ہی انبیاء علیہم السلام اس راہ میں راہبر اور بدرقہ ہیں اور صدیق اور شہید اور صالحین مرتبہ برتبہ رفیق اور دست کش اور بوجھ اٹھانے والے اور چوکیدار ہیں یہ سب بہت وحدت راستہ کمانی اور مخالف نہیں اور جو اختلاف کہ انبیاؤں کی شریعت میں ہے اصل دین میں نہیں بلکہ بسبب اختلاف استعداد امتوں کے اور مختلف ہونے مصلحتوں ہر وقت کے احکام جدا جدا عوام کی نظر میں معلوم ہوتے ہیں اور گمان مخالفت کا ہوگیا ہے اور حقیقت میں منظور سب انبیاء علیہم السلام کو ایک امر مشترک ہے کہ مختلف نہیں مثلاً ایک طبیب اگر کسی مریض گرم مزاج والے کو گرمی کے موسم میں آبزن میں بیٹھنا فرمائے اور ٹھنڈے پانی کے ڈلوائے اور دوائیں سرد اور غذائیں تر اس کے واسطے تجویز کرے اور طبیب دوسرا واسطے مریض سرد مزاج والے کے جاڑے کے موسم میں حمام میں بیٹھنے کا حکم کرے اور دوائیں گرم اور غذائیں خشک تجویز کرے ہرگز آپس میں مخالف نہیں اس واسطے اگر طبیب پہلا بجائے طبیب دوسرے کے یا دوسرا بجائے پہلے کے ہوتا تو مریض ایک کا دوسرے کے پاس جاتا وہی حکم بعینہٖ کرتا اور اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗٓ اِلَّا اتِّبَاعِيْ یعنی اگر موسیٰ زندہ ہوتا نہ گنجائش ہوتی اس کو

بیان غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کا

مگر پیروی میری کی اور وہ چیز کہ تعلق ساتھ غیر المغضوب علیہم کے رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک شبہ ہے کہ جس وقت انعام الٰہی دنیا اور آخرت میں نصیب بندہ کے ہو الٰہی احتمال غضب اور گمراہی کا نہایت اس بندہ سے دُور ہوا حاجت احتراز کرنے کی غضب اور گمراہی سے کیا ہے جواب اس کا بیشتر ذکر ہوچکا ایک جماعت اپنے تئیں طرف صاحب نعمتوں کے یعنی انبیاؤں اور اولیاؤں کے نسبت کرتے ہیں مبادا کہ وہ راہ الٰہی عوام کے ذہنوں میں راستہ سیدھا نظر آوے اور دونوں راہیں آپس میں مل جائیں اور پیروان لوگوں کے کہ پیرو انبیاء اور اولیاء کے گمان کریں اور اللہ کے غضب میں اور گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ واسطے دُور کرنے اس اشتباہ کے یہ لفظ لائے ہیں اور اکثر مفسرین بیچ تعیین کرنے مغضوب اور ضال کے اقوال مختلف لاتے ہیں تھوڑے سے ذکر کئے جاتے ہیں۔ بیضاوی کہتا ہے مغضوب علیہ گنہ گار لوگ ہیں اور ضالین سے مراد جاہل ہیں اس واسطے کہ پورا پورا انعام الٰہی بندوں کے حق میں وہ ہے کہ اس کو معرفت حق کی اور عمل نیک دونوں عنایت ہوں اور جس شخص کے تئیں

دونوں نصیب ہوں نعمت تمام نہ ہو۔ پس اگر فقط معرفت حق کی رکھتا ہے اور عمل نیک نہیں کرتا ہے فاسق ہے اور محل غضب کا ہے اور جو شخص معرفت حق کی نہ رکھے گو عمل نیک کرتا ہے جاہل اور گمراہ ہے اور پیشتر گذرا کہ مغضوب علیہ دو قسم ہیں ایک کافر عناد کرنے والا کہ دیدہ و دانستہ انکار کرتا ہے اور دوسرا گناہگار کہ قصداً گناہ کرتا ہے اور ضال بھی دو قسم ہیں ایک کافر کہ ساتھ تقلید کے کفر میں پڑا ہوا ہے یا بسبب قصور فکر کے کہ حقیقت دین کی اس کے اُوپر ظاہر ہوئی اور دوسرا گناہ گار کہ اللہ کے کرم اور بخشش پر بھروسا اور اعتماد کر کے گناہ کرتا ہے اور وہ بغیر دریافت کرنے کے اہل ذکر سے نادانستہ منہیات کو اختیار کرتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے مغضوب علیہ کافر ہے اور ضال مبتدع اور بعضوں نے کہا ہے مغضوب علیہ وہ شخص ہے کہ یقیناً قیامت کے دن انتقام اس سے لیں گے اور سزا دیں گے اور ضال عام ہے احتمال عفو کا بھی رکھتا ہے اور حدیث شریف صحیح میں بیٹے حاتم طائی کے سے کہ عدی نام رکھتا تھا اور بیچ حضور پُرنور پیغمبر علیہ السلام کے پہنچا تھا روایت ہے کہ اس نے جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معنی ان دو لفظ کے پوچھے فرمایا کہ مغضوب علیہم یہودی ہیں اور ضالین نصاریٰ اور تصدیق اس کی قرآن مجید میں موجود ہے۔ یہود کے حق میں یہ ہے وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اور نصاریٰ کے حق میں یہ ہے وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اعتقاد حق اور خلق نیک اور عمل صالح میں طرف تفریط کے گیا یعنی جو چیز چاہیے تھی اُس سے کوتاہی کی مغضوب علیہ ہے اور جو شخص افراط کی طرف گیا وہ گمراہ ہے اور اس جگہ جاننا چاہیے کہ ظاہر میں حاجت اس لفظ کی معلوم نہیں ہوتی اگر ایسا فرماتے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ کافی اور شافی ہو جاتا اور ذکر ضلال اور غضب کا اسناد درکار نہ تھا لیکن ایمان کے دو بازو ہیں کہ مومن کو ان دونوں بازوؤں کے زور سے سیر اور سلوک اس راہ کا میسّر ہوتا ہے اور وہ بازو عبارت خوف اور رجا سے ہیں اور دونوں ایسے چاہییں کہ اعتدال پر رہیں اور اسی واسطے قرآن مجید میں جابجا وعدہ کو ساتھ وعید کے ملا کر ذکر فرمایا ہے اور صراحۃً ارشاد فرمایا ہے نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ یعنی خبردار کر دے بندوں میرے کو

کریں بخشنے والا مہربان ہوں اور تحقیق میرا عذاب دردناک ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ لَوْ وُزِنَ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ وَرَجَاءُهٗ لَاعْتَدَلَا یعنی اگر تولے جائیں خوف اور رجا مومن کے البتہ برابر اُتریں پس ہرگاہ کہ ذکر انعام کے نے دلالت رجا کے اوپر کی لازم آیا کہ ذکر غضب اور ضلال کا کیا جائے تاکہ دلالت خوف کے اوپر کرے اور دونوں رکن ایمان کے برابر ہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ غضب کو ذات حق کی طرف نسبت نہ فرمائی ایسے ہی گمراہی کو بخلاف انعام کے کہ اس کی نسبت ذات باری کی طرف کی اس واسطے کہ انعام محض فضل اس کا ہے بے ثابت ہونے استحقاق کے اور غضب اور ضلال ساتھ شرکت بندوں کے اور استحقاق اُن کے کے اُس سے صادر ہوتے ہیں اور اس جگہ غَیْرِ الَّذِیْنَ غَضِبْتَ عَلَیْہِمْ نہ فرمایا اس واسطے کہ اس صورت میں اشخاص خاص اس کے اندر داخل ہوتے اور یہ مطلوب نہیں کہ جو لوگ غضب اور ضلال کے ساتھ مشہور ہیں انھیں سے احتراز ہو بلکہ جس میں غضب اور ضلال پایا جائے کوئی ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ منعم علیہ کا ایک مقابل ذکر ہو گیا کہ وہ مغضوب علیہ ہے پس ضالین کہ بیچ مقابل مہتدین کے ہے منعم علیہ کے مقابل میں اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں لیکن ہرگاہ کہ منعم علیہم یقیناً مہتدین یعنی راہ پائے ہوئے بلکہ ہادین ہیں یعنی راہ بتلانے والے اس واسطے کہ راہ اُنھیں کی طلب کرتا ہے اور ہدایت ساتھ اُسی راہ کے چاہتا ہے ناچار ضالین بھی بیچ مقابلہ منعم علیہم کے مذکور ہوئے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ مقدم کرنا مغضوب علیہم کا اوپر ضالین کے اشارہ اس امر کی طرف کرتا ہے کہ مغضوب علیہم زیادہ تر تباہ ہیں اور آخرت میں رسوائی ان کی بہت ہے بہ نسبت ضالین کے پس ان دونوں لفظوں کی تفسیروں میں مغضوب علیہم کی برائی حال کی زیادہ تر نسبت برائی ضالین کے رعایت کرنی چاہیئے تاکہ خلاف نظم قرآنی کا لازم نہ آئے اور قسم دُوسری یعنی وہ

بیان لطائف تمام سورۃ کے

چیزیں کہ تعلق ساتھ تفسیر تمام سورۃ کے رکھتی ہیں یعنی حیثیت مجموعی کے ساتھ یہ ہے کہ اس سورۃ کو نماز میں واجب القرآۃ مقرر کیا ہے اور اعمال مخصوصہ بیچ نماز کے سات رکن ہیں اور آیتیں اس سورۃ کی بھی سات ہیں ارکان سات نماز کے قیام اور رکوع اور قومہ اور سجدہ پہلا اور جلسہ درمیان دو سجدوں کے اور سجدہ دوسرا اور قعدہ ہیں پس یہ سات فعل بغیر اس سورۃ کے مثل سات بدن جسم انسانی کے ہے کہ بغیر روح کے ہو اور یہ سورت بمنزلہ رُوح کے ہے اور جس وقت رُوح

بدن کے ساتھ متصل ہو حیات اور زندگی حاصل ہو۔ ایسے ہی یہ سورت کہ سات آیتیں ہیں جس وقت نماز میں پڑھی جاتے ساتوں ارکان نماز کے کمال قبول کریں گے پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو مقابلہ قیام کے تصور کیا چاہیئے اس واسطے کہ قیام وجود ہر چیز کا ساتھ ظہور اسم الٰہی کے ہے اُس چیز میں اور یہ بسم اللہ واسطے ابتدا ہر کام کے مقرر ہے اور قیام ابتدا اعمال نماز کا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مقابل رکوع کے ہے اس واسطے کہ بیچ حمد کرنے کے ساتھ اس صیغہ کے نظر حق کی طرف بھی ہے اور نظر خلق کی طرف بھی ہے اور ملاحظہ منعم کا بھی ہے اور ملاحظ نعمت کا بھی اس واسطے کہ حمد اسی کو کہتے ہیں کہ ثنا کی جائے بسبب انعام کے کہ مبذول ہے طرف بندہ کے اور بندہ اس حالت میں منعم کی طرف بھی متوجہ ہے اور نعمت کی طرف بھی پس ہر ایک حالت متوسط ہے درمیان غفلت اور استغراق کے جیسا کہ رکوع بھی ایک حالت متوسط ہے درمیان قیام اور سجود کے یا یہ سبب ہے کہ جس وقت حمد میں اوصاف بے شمار اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ کئے پشت بوجھ کے مارے جھک گئی اور خم ہو گئی اور صورت رکوع کی نمودار ہوئی اور الرحمٰن الرحیم مناسب قومہ کے ہے اس واسطے کہ جو بندہ بڑائی اور بلندی اپنی کو خدا کے واسطے عاجزی اور پستی کے ساتھ بدل کرے رحمت الٰہی اس کو پھر طرف بلندی کے پھیر دیتی ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ اور مالک یوم الدین مناسب سجدہ پہلے کے ہے اس واسطے کہ یہ لفظ دلالت کرتا ہے اوپر تجلی قہری جلالی کے کہ پیدا کرنے والی خوف شدید کی اور ثمرہ دینے والی کمال خواری اور عاجزی کی ہے اور خاک ہونا اور منہ کو خاک پر ملنا کمال اس کے آثار سے ہے اور یہ کہ ابتدا یوم الدین کا بعد مرنے کے ہے اور موت رجوع ہونا بنیۂ انسانی کا طرف اصل اپنی کے ہے کہ وہ خاک ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مناسب قعدہ کہ درمیان دو سجدوں کے ہے اس واسطے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ بیان فراغت کا پہلے سجدہ سے ہے کہ کمال ذلیل اُس میں ہوتا ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ طلب کرنے مدد کی دوسرے سجدہ کے واسطے ہے اور لفظ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سوال بڑے مطلوب کا ہے پس مناسب سجدہ دوسرے کے ہے کہ محل اجابت کا ہے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ گویا فال ہے حاصل ہونے مطلب کے اور پہنچنے انعام الٰہی کے پس مناسب قعدہ کے ہے اس واسطے کہ عادت

مقررہ بادشاہوں اور سلاطین کی اُوپر اس کے جاری ہے کہ جس وقت بندے اور غلام ان کے ساتھ کمال تواضع کے ادا کرنے مجرا اور التجا سے فارغ ہوتے ہیں واسطے بیٹھنے کے اُن کو حکم کرتے ہیں اور اکرام اور انعام اُن کے اُوپر پہنچتا ہے اور بیٹھنا رُوبرو خداوند اپنے کے کمال مرتبہ کا انعام ہے اور اسی واسطے بعد حاصل ہونے اس مرتبہ کے تحیات کہ اُس میں ذکر اور شکر اور ثنا منعم حقیقی کی ہے اور درود اور سلام اوپر وکیلوں اس راہ کے اور رفیق اس طریق کے ہے مقرر ہوئی اور بعضوں نے ایسا کہا ہے کہ لفظ بسم اللہ کا مناسب طہارت کے ہے اس واسطے کہ نور اسم الٰہی کا تاریکی حدث کو دُور کرتا ہے اور لفظ رحمٰن کا کہ بسم اللہ میں ہے مناسب استقبال قبلہ کے اس واسطے کہ رحمت ایجاد کا حاصل اس کا متوجہ ہونا حق کا طرف اشیاء کے اور متوجہ کرنا اشیاء کا طرف حق کے ہے اور استقبال قبلہ میں بھی بدن متوجہ طرف اصل اپنی کے کہ وہ مٹی کعبہ کی ہے ہوتا ہے اور جو ہر مٹی کا زیادہ سب عناصر سے بدن میں ہے اور مٹی سب کی کعبے کے نقطے سے پھیلی ہے جیسے کہ احادیث میں موجود ہے اور یہ حالت باعث متوجہ ہونے روح کی طرف پیدا کرنے والے اپنے کے ہوتی ہے اس واسطے کہ بعد بنا ہونے کعبے کے اس جگہ مبارک میں وہ متجلی ہے پس لانا دو لفظوں کا یعنی رحمٰن اور رحیم کا اشارہ ہے طرف استقبال بدنی اور توجہ روحانی کے اور حمد مناسب قیام کے ہے اس واسطے کہ اشارہ کرتا ہے ساتھ قائم ہونے خلق کے ساتھ حق کے یہاں تک کہ تمام تعریفیں مخلوقات کی رجوع ذات باری کی طرف ہوئیں اور رب العالمین مناسب رکوع کے ہے اس واسطے کہ شامل ہے پرورش کرنے والے اور پرورش پائے ہوئے کو جیسا کہ رکوع شامل ہے قیام اور قعود کے معنی کو اور ذکر رحمٰن اور رحیم کا مناسب اعتدال کے اس واسطے کہ بعد فنا ہونے کے بقا لازم ہے اور بقا کو اعتدال لازم ہے اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ مناسب سجدہ کے ہے اس واسطے کہ تمام مخلوقات اس دن میں بیچ نہایت فروتنی کے ہوں گے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ مناسب جلسہ کے ہے کہ درمیان دو سجدوں کے ہے اس واسطے کہ بسبب سجدہ کے کمال نزدیکی حاصل ہوئی اور مقرب حضور کا مستحق بیٹھنے کے ہوتا ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ مناسب سجدہ دوسرے کے ہے اس واسطے کہ استعانت بسبب کمال عاجزی اور تذلل کے ہے کہ تکرار سجدہ کے سے لازم آتا ہے اور اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مناسب قعدہ تشہد کے ہے اس واسطے کہ آگاہی کرتا ہے اُوپر

بزرگی صاحب استقامت کے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ آخر تک مناسب قرأۃ تشہد اور درود
اور دُعا کے ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور اس جگہ شبہ عوام کے ذہن میں گزرتا ہے اور ارکان ایک
ایک مرتبہ کئے جاتے ہیں اور سجدہ دو دفعہ کس واسطے مقرر ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ پہلا سجدہ
مناسب ازل کے ہے دوسرا سجدہ مناسب ابد کے ہے اور جلسہ کہ درمیان دونوں سجدوں کے ہے
صورت دُنیا کی ہے پس ساتھ ازلیت اُس کی کے اس بات کو پہچانتے ہیں کہ وہ اول ہے اور اس
سے اوّل کوئی نہیں اس صفت کو خیال کر کے سجدہ کرنا چاہیئے اور ساتھ ابدیت اس کی کے یہ
بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ آخر ہے اور اس کے واسطے دُوسرا آخر نہیں اس صفت کا لحاظ کر کے
سجدہ دوسرا کیا گیا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ پہلے سجدہ سے فنا دنیا کی سمجھی جائے کہ آخرت میں ہوگی
اور سجدہ دوسرے سے فنا آخرت کی کہ بیچ جلال الٰہی کے ہوگی معلوم کی جائے اور یہی سجدہ پہلا
اشارہ طرف فنا کل مخلوقات کے ہے باعتبار ذات اُن کی کے اور سجدہ دوسرا اشارہ ہے طرف
تناسب کائنات کے ساتھ بقا اللہ تعالیٰ کے ہے اور یہ کہ سجدہ پہلا دلالت کرتا ہے اوپر فرماں برداری
عالم ارواح کے بیچ ملاحظہ ہیبت عزت کے اور یہ کہ سجدہ پہلا سجدہ شکر کا ہے اوپر نعمت معرفت
ذات اور صفات کے اور سجدہ دوسرا سجدہ خوف کا ہے تقصیر ادا ہونے حقوق کبریائی کے سے
اور یہ بھی مشہور ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنا آدھا ثواب رکھتی ہے بہ نسبت کھڑا ہو کر کے پڑھنے
پس سجدہ ہر گاہ کہ بیٹھ کر ادا ہوتا ہے اس واسطے دو سجدوں کو قائم مقام ایک رکوع کے کیا گیا
اور بھی ہر شے کے واسطے دو گواہ درکار ہیں یہ دونوں سجدے بھی قیامت کے دن دو گواہ عادل ہیں
واسطے بندگی بندہ کے اور یہی ابتدا وجود کی وحدت سے طرف کثرت کے ہے اور فردیت
سے طرف زوجیت کے پس مناسب وجود کی ابتدا اور انتہا کے بھی ہے کہ دو سجدے مقرر ہوں
سیدھا ہونا اند کا صفت انسان کے ہے اور خمار پشت ہونی صفت چارپایوں کی ہے اور
زمین کے اوپر ... رہنا صفت حشرات اور ہوام کی ہے پس رکوع میں شکستگی نفس کی بیچ ایک مرتبہ
... ہے اور سجدہ ... کے عاجزی ہے لاچار سجدہ کو مکرر کیا تاکہ ٹوٹنا نفس کا زیادہ
حاصل ہو فائدہ ... سورۃ فاتحہ میں دس چیزیں ہیں پانچ چیزیں صفتیں ربوبیت کی اللہ رب
رحمٰن رحیم مالک اور پانچ چیزیں صفتیں بندہ کی عبادت استعانت طلب ہدایت و استقامت طلب

نعمت کی اور پناہ غضب سے عبادت اللہ کے ساتھ علاقہ رکھتی ہے اور استعانت رب کے ساتھ اور طلب ہدایت کی رحمٰن کے ساتھ اور طلب استقامت کی رحیم کے ساتھ اور طلب نعمت کی اور پناہ غضب سے ساتھ مالک کے تعلق رکھتی ہے اور یہ آدمی مرکب پانچ چیزوں سے ہے بدن اور نفس شیطانی اور نفس سبعی اور نفس بہیمی اور جوہر ملکی کہ عقل ہے اور ذات پاک باری تعالیٰ کی نے اُوپر پانچوں کے تجلی فرمائی اور ثمرات ان کے ان چیزوں پر ظاہر ہوئے پس اطمینان جوہر ملکی کا ساتھ تجلی اسم اللہ کے ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور نرم اور فرماں بردار ہونا نفس شیطانی کا ساتھ تجلی اسم رب کے ہے اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ اُس کی طرف انعام اور احسان کے ساتھ متوجہ ہوا اپنی شرارت سے باز آیا اور فرماں برداری اختیار کی رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ اور اصلاح نفس سبعی کی بسبب تجلی اسم رحمٰن کے ہے اس واسطے کہ یہ اسم مرکب قہر اور لطف سے ہے جیسے کہ فرمایا ہے اَلْمُلْكُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ اور اصلاح نفس بہیمی کی بسبب تجلی اسم رحیم کے ہے اس واسطے کہ جب اُس کے واسطے پاک چیزیں اور طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں نافرمانی سے بچا جیسا کہ فرمایا ہے مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور دُور کرنا غفلت اور کثافت بدن کا ساتھ تجلی صفت مالکیت کے ہے اس واسطے کہ بدن غلیظ اور کثیف ہے اس کے واسطے قہر بھی شدید چاہیے اور وہ قہر یہ ہے کہ خوف قیامت کے سے حاصل ہو جیسے کہ فرمایا ہے لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور ہر گاہ کہ بسبب ان تجلیات خمسہ کے آدمی ساتھ تمام اجزا اپنے کے درست اور آراستہ ہوا پچھلے پاؤں پھرا اور راہ اطاعت کی طرف متوجہ ہوا پس واسطے اطاعت بدن کے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہا اور واسطے اطاعت نفس بہیمی کے تاکہ ترک کرنا لذتوں کا اور گناہ کی باتوں کا آسان ہو اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ذکر کیا اور واسطے خلاصی کے غلبہ نفس سبعی کے سے اِهْدِنَا کہا اور واسطے دُور کرنے مکر دن نفس شیطانی کے طلب استقامت کی کی اور واسطے اصلاح جوہر ملکی کے رفاقت ارواح مقدسہ کی چاہی اور دُور ہونا ارواح خبیثہ سے ساتھ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ کے چاہا اور یہ ہر گاہ کہ بندہ بیچ مقام مناجات کے کھڑا ہوا اور صفات کمال ذات باری کی الحمد للہ سے شروع کر کے مالک یوم الدین تک ملاحظہ کئے یکلبے اختیار اُس کو شوق سیر الی اللہ کا دامن گیر ہوا نا چار قصد

اس سفر کا مصمم کیا اور ہر سفر کے واسطے توشہ درکار ہے توشہ اس سفر کا عبادت ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ
کہا اور جس وقت جانا کہ سفر نہایت دُور دراز ہے اور توشہ نہایت تھوڑا اور طاقت بھی اس قدر
نہیں کہ پا پیادہ اتنی مسافت کو قطع کرے سواری بھی چاہیئے ناچار اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا ذکر کیا کہ برکت
توشہ میں اور سواری واسطے قطع کرنے مسافت کے جناب الٰہی سے عنایت ہو نقل ہے حضرت ابراہیم

حکایت حضرت ابراہیم ادہمؒ

ادھمؒ کے حال میں کہ ایک وقت بے سواری حج کے راستہ نکل جاتا تھے ایک اعرابی نے اُن سے کہا
اے شیخ تیرا کیا حال ہے کہ یہ سفر بڑا ہے اور تو نے بغیر سواری کے اس کا ارادہ کیا انھوں نے فرمایا کہ
میرے پاس سواریاں بہت ہیں اگر بلا میرے اوپر آتی ہے سواری صبر کی رکھتا ہوں میں اور اگر نعمت
مجھ کو پہنچتی ہے سواری شکر کی اور اگر قضا مقدر ہوتی ہے اوپر سواری رضا کے سوار ہوتا ہوں میں
اور اگر نفس خلل انداز ہوتا ہے اُوپر سواری قناعت اور زہد کے سوار ہوتا ہوں میں اور اگر شیطان وسوسہ
ڈالتا ہے ساتھ بدرقہ ذکر کے پناہ میں رہتا ہوں میں۔ اعرابی نے کہا کہ تجھ کو یہ سفر مبارک ہے اور
حقیقت میں تو سوار ہے اور میں پیادہ ہوں اور جب بندہ نے توشہ اور سواری سے خاطر اپنی جمع کی
راستے مختلف اس کی نظر میں نمودار ہوئے ناچار طلب کرنا راہ مستقیم کا شروع کیا اور جس وقت راہ
مستقیم بھی ظاہر ہوئی۔ راستہ میں رہنما اور رفیق بھی چاہیئے ہے نبی کو رہنما اپنا کیا اور اولیاؤں
کو رفیق اپنا ٹھیرایا اور حجاب اور پتھر اور کانٹے کہ اس راستہ میں درپیش آتے ہیں ساتھ لفظ

بیان سورۂ فاتحہ کے ناموں کا

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے اُن سے اجتناب کیا جاننا چاہیئے کہ اس سورۃ
کے نام بہت سے ہیں تھوڑے سے نام ساتھ بیان وجہ تسمیہ کے ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ وہ فائدے
کہ بیچ تمام اس سورۃ کے رکھے ہوئے ہیں منکشف ہوں بعض اُن ناموں سے فاتحۃ الکتاب ہے اور وجہ
تسمیہ کی اس نام کے ساتھ یہ ہے کہ کتاب الٰہی ساتھ اسی سورۃ کے شروع کرتے ہیں لکھنے اور پڑھنے
اور نماز سے بھی قراءت کا شروع اسی کے ساتھ ہے بلکہ بسم اللہ اور حمد اس سورۃ کی شروع ہر کتاب کا ہے
اور اس سورۃ کا نام فاتحہ بھی اسی سبب سے مقرر کیا کہ کھولتی ہے فضائل علوم کے پس بسم اللہ اشارہ ہے
طرف ظہور ذات اور صفات اللہ تعالیٰ کے بیچ جہان کے اور انتہا علوموں کی جاننا اسی بھید کا ہے،
اور حرف با کا کہ واسطے الصاق کے ہے اشارہ کرتا ہے طرف متصف ہونے خلق کے ساتھ اسماء
الٰہی کے کہ غایت کمال نوع انسانی کی یہی ہے اور حمد اشارہ طرف شکر نعمتوں اُس کی کے ہے کہ

تمام جہان میں پھیلی ہوئی ہیں اور جو نعمتیں خاص بدن انسان میں موافق اس کے کہ بڑے بڑے طبیبوں نے ذکر کیا ہے پانچ ہزار اور کئی ہزار ہیں اور اس قدر نعمتوں کو اگر بہ نسبت کل نعمتوں اُس کی کے قیاس کیا جائے جیسے قطرہ کو دریائے زخار سے جو نسبت ہے اُس سے بھی کمتر ہے اور بیچ ضمن معرفت اُس کی کے معرفت نفس حاصل ہوتی ہے کہ بسبب اُس کے معرفت تمام خلائق کی میسر ہوتی ہے اور رب العالمین اشارہ ہے طرف اقسام موجودات کے خواہ ارواح ہوں خواہ اجسام اور وہ بھی شہادی ہوں یا مثالی اور خواہ اعراض ہوں شہادی سے مراد یہ ہے کہ عالم شہادت میں پائی جاتی ہیں اور مثالی سے مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں موجود ہو اور الرحمٰن الرحیم اشارہ ہے طرف خیرات کے اور وجوہ خلاصی کے تمام آفتوں سے اور یہ بحث بڑا مقصد سب علموں میں سے ہے اور مالک یوم الدین اشارہ ہے طرف معاد اور باقی رہنے نفسوں کے بعد مفارقت کے بدنوں سے اور نیک بخت ہونے بعضوں کے اور بدبخت ہونے بعضوں کے اور طرف خراب ہونے عالم اعلیٰ اور عالم اسفل کے اور نفخ صور کے اور کیفیت زندہ ہونے کی بعد مرنے کے اور کھڑے ہونے کی بیچ میدان قیامت کے اور طرف حساب اور میزان کے اور درجوں جنت کے اور طبقوں دوزخ کے اور مرتبے شفاعت انبیاؤں اور اولیاؤں اور عالموں اور شہیدوں کے اور یہ کیفیت بزرگ تر مطلبوں علم اعتقاد میں سے ہے اور ایاک نعبد اشارہ ہے طرف انواع عبادت قلبی اور قالبی کے یعنی عبادت دل اور اعضا کے کہ بیچ کتابوں فقہ اور سلوک اور رسائل کے اوراد اور اشغال ہر طریقہ کا تھوڑا سا سے بیان ہوا اور ایاک نستعین اشارہ ہے طرف طرح طرح کی حرفتوں اور پیشوں کے کہ جہان میں رائج اور معمول ہیں اس واسطے

بیان صناعات آدمی کا

کہ تمام پیشہ بنی آدم کے اور کارگیری اُن کی بیچ استعانت پکڑی ہے ساتھ مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مثلاً پیشہ کھیتی کا کہ اس میں استعانت ہے ساتھ مقتضائے صورت نوعیہ تخم کے اور مقتضائے کیفیت زمین کے اور ساتھ آب ہوا اور آفتاب اور ماہتاب اور لوہے اور بیل اور چرسے وغیرہ کے کہ یہ سب چیزیں مخلوقات الٰہی ہیں اور اسی قیاس کے تمام پیشہ اور حرفتیں سمجھنی چاہئیں اور اسی لئے کہا ہے کہ کارگیری میں بنی آدم تین چیزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں ایک استنتاج دوسرے استخدام تیسرے نقل اور حکایت استنتاج یہ ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جمع کریں اور تیسری چیز اُس سے حاصل ہو جیسے زراعت اور درخت کہ جمع کرنے تخم اور زمین سے پیدا ہوتے ہیں یا مثل

نسل اور دودھ اور دہی اور گھی کے کو جمع کرنے حیوان نر کے سے ساتھ مادہ اُس کی کے حاصل ہوتے ہیں یا جیسے کہ حیوانات میں ایک نوع کے حیوان نر کو اوپر مادہ دوسرے نوع کے ڈال کر بچہ اور قسم کا حاصل ہوتا ہے یا جیسے قیاسات کے اندر ایک مقدمہ کو دوسرے مقدمہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور استخدام وہ ہے کہ قوت اور نفع کسی چیز کا اپنے کام میں صرف کیا جائے۔ جیسا سواری کرنا اوپر جانوروں کے اور خدمت لینی غلاموں سے اور لونڈیوں سے اور سائیسوں اور درزیوں اور ملاحوں سے اور دوسرے مزدور خاص اور مشترک سے اور نقل اور حکایت وہ ہے کہ ساتھ واسطہ بعض مخلوقات کے بیچ بعض مخلوقات دوسرے کے ایک ہیئت اور شکل اور کیفیت پیدا کریں کہ حکایت چیز مرغوب کی کرے مثلاً جس وقت چاہیں کہ سونے اور چاندی کو پہننے میں استعمال کریں پہلے اُن کو مصالح لگا کر آگ سے گرم کر کے پانی کریں بعد اُس کے سُوت یا رُوئی پر اس کو دوڑا دیں تاکہ چمک اور صفائی اور رنگت سونے چاندی کی روئی میں پیدا ہوئے اور وہ روئی حکایت سونے اور چاندی کی کرے جیسے کہ کناری اور طاش اور بادلہ علیٰ ہٰذا القیاس بیچ حکایت کرنے آواز جانوروں کے اور نغموں تاروں کے اور بیچ خوشبوؤں پھولوں اور کلیوں اور رنگتوں اُن کی کے فکر کرنا چاہیئے کہ علم موسیقی اور عطاری اور رنگریزی اس سے پیدا ہوا اور اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اشارہ ہے طرف دو طریق حاصل ہونے علموں اور معرفتوں کے کہ ایک بطور استدلال کے حاصل ہوتا ہے اور دوسرے بطور تصفیہ کے اور اوّل کو طریق مشائین کا اور دوسرے کو طریق اشراقیین کا کہتے ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ اشارہ طرف مباحث نبوت اور ولایت اور اعتقادات صحیحہ اور اخلاق پسندیدہ اور اعمال نیک اور تاریخیں انبیاؤں اور تذکرے اولیاؤں اور مقامات اور ملفوظات اُن کے کے ہے اور غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ اشارہ ہے طرف ذکر کفار اور بدعتیوں کے اور طرف اعمال فاسدہ اور اخلاق ردیہ اور اعتقادات باطلہ کے جو تمام ولایتوں میں اور ہر ایک زمانہ میں پھیلے ہوئے تھے اور ہیں اور انھیں ناموں سے نام اِس کا سورۃ الحمد ہے اس واسطے کہ ابتدا اس سورۃ کی ساتھ لفظ حمد کے ہے اور حمد اس سورۃ کی شامل ہے اوپر تمام حمدوں قرآن اور غیر قرآن کے جیسا کہ انشاء اللہ درمیان مقام اپنے کے بیان کیا جائے گا اور انھیں ناموں سے ہے سورۃ الشکر اس واسطے

کہ حمد بنیاد شکر کی ہے اور اس سورۃ میں کئی وجوہ شکر کے جمع کئے ہیں اور وہ تین وجہ ہیں
محبت دل کے ساتھ اور ثنا ساتھ زبان کے اور خدمت ساتھ اعضا کے جیسا کہ تفصیل ان سب
کی گذری اور اُنھیں ناموں سے سورۃ الکنز ہے اس واسطے کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
نے فرمایا ہے کہ نزلت سورۃ الفاتحۃ من کنز تحت العرش　اسرار معارف سے
کہ شامل ہیں معرفت ذات اور اسماء اور افعال اور صراط مستقیم اور جزاء اور علم مخاصمہ اور علم
احکام کو پس اللہ ایک اسم ہے جامع ذات اور اسماء کو اور ساتھ باء الصادق کے اشارہ طرف
اُس کے فرمایا ہے کہ وجودات اشیاء کے قائم ساتھ ذات اور اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں جیسا کہ
قائم ہونا جسد کا ساتھ روح کے اور یہی ہے سر وجود اشیاء کا لیکن ساتھ طریق ایجاب کے نہیں
یعنی بلا اختیار صادر نہیں بلکہ تقاضا رحمت اُس کی کا ہے کہ افاضہ وجود کمالات ذاتیہ کا فرماتا ہے
پس درمیان لفظ رحمٰن اور رحیم کے معرفت افعال کا بیان ہوا اور سر افعال کا بھی ظاہر ہوا کہ افعال
اُس کے واسطے کمال ذاتی اُس کے کے ہیں اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ مستحق حمد کا ہوا اس واسطے
کہ شان کامل کے سے یہ ہے کہ تکمیل غیر کی کرے نہ استکمال نفس اپنے کا اس واسطے کہ وہ رب کا
ہے پس عطا کرنا کمالات تمام مخلوقات کو اسی کی طرف سے ہے اور اگر اس کو اس کے سبب سے
تحصیل کمال کی منظور ہو لازم آتا ہے کہ طالب عوض کا ہو اور کمال اُس کے میں نقص آجائے اور
ساتھ لام استغراق اور لام اختصاص کے بیان فرمایا کہ حمد اللہ تعالیٰ کی گھیرنے والی ہے سب حمدوں کو
یعنی تمام حمدیں اُسی کی طرف رجوع کرتی ہیں اس واسطے کہ کوئی چیز جہان میں ساتھ کسی وجہ
کے استحقاق حمد کا رکھے اُسی کے فیض کے سبب سے ہے پس وہ بالاولیٰ ساتھ اُس حمد کے حمد کیا گیا ہے
اسی واسطے کہا ہے **بیت**

حمد را با تو نسبتے است درست　　بر درِ ہر کہ رفت بر درِ تست

پھر اشارہ کرتے ہیں طرف حمد کے یعنی بھید اس کا کیا ہے کہ حمد اُس کی کی جاتے اس واسطے کہ
جناب باری تربیت فرماتا ہے کل عالم کو ساتھ تربیت رحمت کے کہ اول ہر چیز کو جیسا کہ چاہیئے
پیدا کیا پھر جس شے کی طرف کہ بقا اپنی میں حاجت اُس کو ہے بخشی اور تمام کمالات غیر متناہی کی
اُس کو استعداد عطا فرمائی اور طرف معاد کے اشارہ فرمایا ہے ساتھ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے

اور ساتھ اضافت کرنے مالکیت کے طرف زمانہ کے یعنی یوم الدین کے اشارہ طرف احاطہ مالکیت
کے فرمایا اس واسطے کہ دن قیامت کا تمام بندوں کو گھیرنے والا ہوگا جبکہ مالک اُس دن کا ہوا
مالک تمام بندوں کا بھی ہوا اور معاد کے بھید کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہ بھی مقتضا رحمت
اُس کی کا ہے اس واسطے کہ اوپر مظلوم کے رحمت تمام نہیں ہوتی بدون بدلہ لینے کے واسطے اُس کے
ظالم سے اور نعمت عابدوں کے اُوپر تمام نہیں ہوتی مگر ساتھ بخشنے ملک ہمیشگی کے اوپر ایک
کلمہ کے اور اوپر ایک عمل کے پھر اشارہ طرف صراط مستقیم کے فرمایا اور اس کے دو رکن ہیں۔
آراستہ ہونا ساتھ عبادت کے اور تزکیہ کرنا ساتھ استعانت کے اور صراط مستقیم کا بھید بھی بیان فرمایا
کہ حاصل اُس کا شکر ہے کہ لفظ حمد سے سمجھا گیا اور صبر ہے کہ لفظ عبادت سے ظاہر ہوا
پھر ارشاد فرمایا ساتھ لب لباب اور مغز عبادت کے کہ دُعا ہے اس واسطے کہ وہ متضمن ہے
تضرع اور زاری کو کہ ظاہر کرنا نسبت امکان اور افتقار کی ہے اور وہ روح عبودیت کی ہے اور
اشارہ فرمایا طرف جزا کے ساتھ ذکر انعام اور غضب کے اور بھید دینے جزا کا بھی بیان فرمایا کہ
عبادت اور استعانت سے پیدا ہوتا ہے اس واسطے کہ حق ربوبیت کا عبادت ہے اور حق عبودیت
کا اعانت ہے اور جب دونوں جمع ہوئے لابد حصول جزا کا واسطے ہر ایک چلنے والے راستہ ہدایت
اور گمراہی کے ضرور ہوا اور طرف تعلیم حجت کے بھی کہ مسلمان لوگ مشرکین کے مقابلہ میں لاویں اور
اُن کو الزام دیں ارشاد فرمایا اس طرح سے کہ الوہیت اور ربوبیت اور رحمت اور مالکیت
اس کی بلا واسطہ تمام مخلوقات کی طرف منسوب ہے پس حاجت مقرر کرنے واسطوں کی کیا ہے
اور ان امور میں اعتقاد شرک کا کرنا اس واسطے کہ جس وقت پرورش تمام مخلوق کی اور رحمت
سب کے اُوپر اس کی طرف سے ہے اور مملوک بھی اُس کے ہیں پس شریک ٹھہرانے سے برابری
عابد کی ساتھ معبود کے لازم آتی ہے اور نہایت تذلل ایک طرف میں اور نہایت تعظیم دُوسری
طرف میں نہ رہی اور ساتھ لفظ عبادت اور استعانت کے تمام احکام شرع کی طرف اشارہ کیا کہ
سب عبادتوں اور معاملات کو شامل ہے اور انھیں ناموں سے نام اس کا سورۃ المناجات ہے اس
واسطے کہ مصلی مناجات کرتا ہے ساتھ اس سورۃ کے پروردگار اپنے سے اور اللہ تعالیٰ اُس کو نجات دیتا ہے،
سختیوں دنیا اور آخرت سے اور انھیں ناموں سے سورۃ التفویض نام اس کا ہے اس واسطے کہ اس

میں استعانت خاص جناب باری کے ساتھ فرمائی اور انھیں ناموں سے نام اُس کا وافیہ ہے اس واسطے کہ مضمون اس کا پیچ معراج ہونے نماز کے واسطے مومن کے اس واسطے کہ با بسم اللہ کی اشارہ ہے طرف ظاہر ہونے تمام موجودات کے ذات اُس کی سے پس وہ سب سے زیادہ تر ظاہر ہے لیکن بسبب نہایت ظہور کے آنکھوں سے غائب ہے اور یہاں تک رحمت اُس کی عام ہوئی کہ خلق اور تمام کمالات اُس کے فیض سے موجود ہوتے یہاں تک کہ مستحق تمام حمدوں کا ہوا اور ہر چیز کی پرورش اُس نے فرمائی اور اولاً ساتھ عطا کرنے وجود کے اور ثانیاً ساتھ عطا کرنے اُن خواص کے کہ تابع ماہیات کے ہیں اور یہ کمالات اُن اشیاؤں کی ذاتوں کا مقتضا نہیں اس واسطے کہ دن قیامت کے بسبب قہر الٰہی کے تمام کمالات اُن کی ذاتوں سے جدا ہو جائیں گے مگر بدلے اُن کمالات کے اہل عبادت اور استعانت کو کمالات دوسرے عطا ہوں گے پس طریق طلب کرنے ان کمالات کا وہ ہے کہ ہدایت اور استعانت

بیان اس کا کہ نماز مومن کی معراج ہے

اور انعام اُس سے جا ہیں اور نقصان کو بعد کمال کے معزجان کر اُس سے بچیں فائدہ ہر گاہ ذکر اس بات کا آیا نماز معراج مومن کی ہے کچھ تفصیل اس کی بیان کی جاتی ہے کہ کس طرح سے ہوئی ہے جاننا چاہیئے کہ معراج سے مراد یہ ہے کہ پستی سے طرف علو کے پہنچے اور تنزل سے طرف ترقی کے جاوے اور ہر عارف کے واسطے بقدر اپنے مرتبہ کے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ عالم سفلی سے طرف عالم علوی کے سیر کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو طرح کا معراج ہوئی تھا ایک معراج جسمانی اور دوسری معراج روحانی۔ معراج جسمانی اس طرح سے تھی کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے اور وہاں سے طرف انتہا عالم ملکوت کے گئے اور معراج روحانی یہ تھی کہ عالم شہادت سے طرف عالم غیب کے اور عالم غیب سے طرف غیب الغیب کے انتقال فرمایا اور یہ دونوں بمنزلہ دو قوسوں کی ہوئی کے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف فائز ہوئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى اور ادنے اشارہ طرف مرتبہ فنا کے ہے عالم شہادت جسم اور جسمانیت سے عبارت ہے کہ مشاہدہ اور دیکھنے میں آتا ہے اور عالم غیب عبارت ہے عالم ارواح سے پس سفر کرنا روح کا عالم اجسام سے طرف عالم ارواح کے اسی کا نام سفر کرنا عالم شہادت سے طرف عالم غیب کے ہے اور

عالم ارواح بہت بڑا عالم ہے بلکہ بے نہایت ہے اس واسطے کہ تمام ارواحوں کے مرتبوں سے پچھلا مرتبہ ارواح انسانی کا ہے بعد کمال پیدا کرنے کے ترقی ہوتی جارہی ہے اور جو ارواح کہ متعلق آسمان دنیا کے ہیں وہاں تک پہنچتے ہیں پھر اس سے ترقی کر کے طرف ارواح آسمان دوسرے کے پہنچتے ہیں اور اسی طرح ترقی کرتے کرتے ان ارواح کی طرف پہنچتے ہیں جو کہ کرسی کے درجوں میں رہتی ہیں اور وہ روحیں بھی جدا جدا مراتب رکھتی ہیں اور بعضے اعلیٰ بہ نسبت دوسرے کے ہیں بعد اس کے ترقی کر کے طرف ان فرشتوں کے پہنچتی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے ۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یعنی دیکھے تو فرشتوں کو کہ گرداگرد عرش کے ہیں بعد اس کے جو فرشتے ان سے بھی اعلیٰ ہیں اُن کی طرف پہنچتی ہیں اور ان کا ذکر اس آیت میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ یعنی اُٹھاتے ہیں تخت رب تیرے کا اپنے اوپر اُس دن آٹھ شخص بعد اس کے طرف اور ارواح مقدسہ کے کہ جسم سے بالکل تعلق نہیں رکھتی ہیں اور طعام اُن کا ذکر اللہ ہے اور شراب ان کی محبت ہے اور اُنس اُن کا ساتھ ثنا الٰہی کے ہے اور لذت اُن کی بیچ خدمت اللہ جل شانہٗ کے ہے پہنچتے ہیں اور ان کا ذکر ان آیتوں میں ہے وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ یعنی اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں تکبر نہیں کرتے اُس کی عبادت سے اور نہ کاہلی کرتے ہیں یاد کرتے ہیں رات اور دن نہیں تھکتے اور یہ ارواحیں بھی بہت ہیں اور درجے ان کے مختلف ہیں اور عقل بشری اُن کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتی ہے اور بعد اس کے بھی ترقی ہوتی رہتی ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ یعنی اور پر ہر علم والے کے اور علم والا ہے یہاں تک کہ انتہا ترقیات کی طرف نور الانوار اور روح الارواح کے کہ وہ ذات باری کی ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور جلال ربوبیت کا نام غیب الغیب ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِنَ النُّوْرِ لَوْ كَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ كُلَّ مَا اَدْرَكَ الْبَصَرُ پس انتقال کرنا عالم ارواح سے طرف جلال الٰہی کے یہی ہے سفر کرنا عالم غیب سے طرف غیب الغیب کے پس دونوں قسموں کی معراج کا بیان ہو چکا مقصود یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

معراج کو پہنچے اور وہاں سے ارادہ پھرنے کا کیا جناب الہی میں عرض کی یا رب العزت جو کوئی اپنے وطن کو جاتا ہے تحفے وتحائف اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لے جاتا ہے میرے واسطے بھی اُمت کے لیے کچھ تحفہ عنایت ہو۔ حکم ہوا کہ تحفہ تیری امت کا نماز ہے اور یہ اس واسطے کہ اس میں معراج روحانی اور جسمانی دونوں موجود ہیں اور اسکے ماسوا سے یہ بات حاصل نہیں۔ معراج جسمانی بسبب افعال کے کہ قیام اور رکوع اور سجود وغیرہ ہے پائی جاتی ہے اور معراج روحانی بسبب اذکار اور تلاوت قرآن کے اس واسطے کہ مومن کامل کو وقت ادا کرنے نماز کے ایسا حال لاحق ہوتا ہے کہ اس جہان سے تعلق اس کے باطن کا منقطع ہوتا ہے اور بالکل دوسرے جہان کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور یہی حالت معراجیہ ہے مگر جس نماز سے کہ یہ حالت حاصل ہو اس کا طریق ادا کرنے کا کہ شرائط اور ارکان وغیرہ کس طرح کرنے چاہئیں بیان کرتے ہیں نمازی کو چاہیئے کہ جس وقت اذان موذن کی سُنے دل میں اُس آواز موذن کو ایسا سمجھے کہ قیامت کے دن اس کو واسطے حاضر ہونے کے رُوبرو پروردگار کے بلایا جائے گا اور جس طرح وہاں خوف دل پر غالب ہوگا اور جلدی سے بعد پکارنے کے حاضر ہوگا ایسا ہی اذان کی آواز کا بھی خوف دل میں بیٹھ جائے کہ جلدی سے نماز کے واسطے حاضر ہوجائے اس واسطے کہ قیامت کے دن یہاں جلدی دوڑ جانے والوں کو کمال نرمی اور مہربانی سے بلایا جائے گا اور دل اپنا اُس آواز موذن کی طرف لگائے اگر اس آواز سے اُس کو خوشی اور راحت پہنچتی ہے پس یہ علامت اس بات کی ہے کہ قیامت کے دن اس کو آواز خوشخبری اور فتح یابی کی پہنچے گی اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَرِحْنَا یَا بِلَالُ یعنی راحت پہنچا تو ہم کو اے بلال ساتھ بلانے کے طرف نماز کے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہ ٹھنڈک آنکھ میری کی بیچ نماز کے ہے اور نمازی کے واسطے طہارت بھی ضرور ہے ایک طہارت مکان کی کہ سب جگہ جہاں نماز ادا کی جائے اور یہ ایک شے علیحدہ ہے بعد اس کے کپڑے کی طہارت چاہیئے کہ یہ نمازی کے بدن کے ساتھ ملا ہوا ہے بعد اُس کے بدن کی پاکیزگی چاہیئے کہ یہ جزو آدمی کا ہے لیکن جب نماز کے اندر ان اشیاء کا پاک کرنا ضرور ہوا لازم ہے کہ جو کہ لب لباب اور خلاصہ آدمی کے اندر ہے اس کی طہارت سے بھی اور پاک کرنے سے غافل نہ ہو اس واسطے کہ سب سے زیادہ اُسی کا پاک کرنا منظور ہے یعنی دل کا پاک کرنا اخلاق ذمیم

سے اور بسبب توبہ کرنے کے گناہوں سے کہ نادم ہوا اوپر تقصیر اپنی کے اور ارادہ مستحکم کرے اُس کے نہ کرنے کا اور باطن کا پاک کرنا اس جہت سے ہے کہ معبود کی جائے نظر ہے اور ستر عورت بھی لازم ہے اور ستر عورت ظاہری یہ ہے کہ مخلوقات کی نظر سے جن اعضاء کا ڈھانکنا ضرور ہے پوشیدہ کرے لیکن یہ دل میں خیال کرے کہ مخلوق کی حیا سے تو یہ بات عمل میں آئی مگر اندر میرے کہ بُری باتیں اور گناہ کی چیزیں ہیں خالق ان کو دیکھ رہا ہے اور اُن کو پوشیدہ کرنا ممکن نہیں اس واسطے کہ وہ علام الغیوب ہے اس کو کیونکر پوشیدہ کروں سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ندامت اور حیا اور خوف کا بیشی عمل میں لائے کہ ان کے سبب سے بُرائی باطن کی ڈھکی جائے گی یعنی اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اُس کو دُور کر دے گا پس جس وقت یہ پاک ہو گیا اور کپڑوں وغیرہ سے اپنے تئیں درست کر لیا اب چاہتا ہے کہ نماز کے واسطے کھڑا ہوں تو اس حالت کو ایسا تصور کرے کہ ایک بادشاہ عالی جاہ کے رُوبرو کھڑا ہوتا ہوں اور یہ بات بھی دل میں خیال کرے کہ میرے پاس دو چیزوں میں سے کونسی چیز ہے فرشتہ ہے یا شیطان ہے دین ہے یا دُنیا ہے۔ عقل ہے یا ہویٰ ہے۔ خیر ہے یا شر ہے صدق ہے یا کذب قناعت ہے یا حرص غرض ہر شئے کا اور ضد اس کی کا تصور کر کے اپنی رفاقت میں نیک چیز کو لے لے اور بُری کو چھوڑ دے اس واسطے کہ رفاقت جس شئے کی مستحکم اور مضبوط ہو جائے گی ہمیشہ کو وہی چیز اسکے ساتھ میں ہو گی اور مفارقت اُس کی نہ ہو گی چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اختیار کی دُنیا میں بھی اُنھیں کے ساتھ رہے اور قبر میں بھی اور قیامت میں اور جنت میں بھی اور کُتا اصحاب کہف کا کہ اُن کے ساتھ ہو لیا تھا دُنیا میں بھی اس کا ساتھ نہ چھٹا اور آخرت میں بھی ساتھ رہے گا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ یعنی اے ایمان والو ڈرو تم اللہ سے اور ہو جاؤ تم ساتھ سچوں کے اور نماز میں اس طرح کھڑا ہو جیسے قیام اصحاب کہف کا تھا اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی جس وقت کھڑے ہوئے پس کہا انھوں نے رب ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا ہے یا ایسا کھڑا ہوئے کہ مخلوقات قیامت کے دن رُوبرو پروردگار اپنے کے کھڑی ہوگی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یا ایسا کھڑا ہو جیسا کہ غلام اور گنہگار

مرکے اپنے سے کہ نہایت زبردست ہے بھاگ گیا ہو اور بعد بھاگ جانے کے اُس کو شرمندگی حاصل ہوئی اور پھر اپنے مولیٰ کی طرف اُس نے رجوع کیا ہو اس حال میں نہایت ہی خوف اُس کو ہو گا اور سرنگوں کمال شرمندگی سے اس کے سامنے کھڑا ہو گا اور وقت کھڑا ہونے کے قبلہ کی طرف منہ کرے مگر یہ نہ سوچے کہ صرف قبلہ کی طرف منہ کرے بلکہ دل کو بھی سب چیزوں سے اس کی طرف پھیرے اس واسطے کہ ظاہر کے افعال باعث باطن کے افعال پر ہیں اور مقصود بالذات افعال باطنی ہیں پس جیسے کہ منہ جب تک اور طرف سے پھیرے گا تب تک وہ متوجہ ہو گا نماز کس طرح ادا کرے گا ایسے ہی دل کو جب تک ماسوئی سے خالی نہ کرے گا اس کی طرف کیونکر متوجہ ہو گا اور ایسا یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن میرے کو دیکھ رہا ہے اور ادنیٰ درجہ ہے اس سے کم نہ کرے جیسے کہ کسی بزرگ کے روبرو لحاظ کے مارے اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا ہے اور اس کی حیا اور توقیر دل میں بیٹھی ہوتی ہے بعد اس کے نیت کرلے کہ ارادہ کرے اس بات کا کہ میں نماز پڑھتا ہوں واسطے بجالانے حکم اُس کے کے اور اُس کے ثواب کی اُمید رکھے اور خوف اُس کے عذاب کا کرے اور یہ بھی خیال کرے کہ یہ وقت مناجات کا ہے اور کیسے مالک سے مناجات کرتا ہوں اور کیونکر مناجات کروں کہ گناہوں میں سرشار ہوں اور اس وقت لائق ہے کہ شرمندگی کے مارے عرق پیشانی پر آجائے اور رگیں گردن کی پھڑکنے لگیں اور خوف کے مارے رنگ چہرے کا زرد ہو جائے اور اس وقت یہ نمازی ان شخصوں میں سے ہوا جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ یعنی ارادہ کرتے ہیں اُس کی ذات کا پس اس کو چاہیئے کہ اس حال میں تمام مخلوقات کا اپنے ذہن میں تصور کرے خواہ عالم اجسام سے ہوں خواہ عالم ارواح سے اور نفس اپنے سے تصور شروع کرے کہ پہلے اپنی عقل میں تمام اعضا بسیط اور مرکب اپنے اور قوتیں طبعیہ اور حیوانیہ اور انسانیہ کو حاضر کرے بعد اُس کے جو چیزیں کہ اس جہان میں ہیں معدنیات اور نباتات اور حیوانات سے پھر اُن چیزوں کا تصور کرے کہ مابین آسمان اور زمین کے ہیں مثل طبقے ہوا وغیرہ کے بعد اُس کے آسمان دُنیا کا مع عظمت اور فراخی اُس کی کے اور اسی طرح اوپر کو چڑھتا جائے کہ تمام آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ اور رفرف اور لوح اور بہشت اور دوزخ اور کرسی اور عرش کا تصور کرے بعد اس کے انتقال کرے طرف ارواح بشریہ اور غیر بشریہ

اور اُن ارواحوں کے جو متعلق پہاڑوں اور دریاؤں کے ہیں بعد اس کے فرشتوں آسمان پہلے اور دُوسرے کا ساتویں تک بعد اس کے اُن فرشتوں کا کہ گرداگرد عرش اور کرسی کے ہیں تصور کرے بعد اس کے انتقال طرف اس چیز کے کرے کہ خارج اس عالم سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ جب تمام ان روحانیات اور جسمانیات کو عقل میں حاضر کر لیا بعد نیت کے ہاتھ اُوپر کو اُٹھائے اور ان دونوں ہاتھوں کے اُٹھانے سے اشارہ طرف رخصت کرنے دونوں جہان کرے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور مراد اللہ اکبر سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ہے کہ تمام ان چیزوں کو اُسی نے پیدا کیا ہے اور اس بات سے وہ منزا اور بڑا ہے کہ کوئی چیز اس کے ساتھ مشابہت رکھے بلکہ جائز اور ممکن ہی نہیں یا معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ اللہ بڑا ہے اور منزہ ہے اس بات سے کہ عقل اور وہم خلق کے اُس کی طرف پہنچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے توحید یہ ہے کہ نہ وہم میں لائے تو اُس کو یا معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ اللہ بڑا ہے اس بات سے کہ بندے حق بندگی اُس کا ادا کریں۔ مگر وقت اللہ اکبر کہنے کے چاہیئے زبان اور دل موافق ہوں ایسا نہو کہ دل اس کو کاذب اور جھوٹا بنائے اگر دل میں شے دوسری اللہ سے بڑی ہو پس اللہ کے نزدیک وہ جھوٹا ہے مگر یہ بات دل میں کوئی نہیں کہتا کہ یہ شے اللہ سے بڑی ہے سو اس کے نزدیک بڑا ہونا اللہ سے اس طرح ہو جائے گا کہ خواہش نفسانی میں مصروف زیادہ ہے اور امر الٰہی کے بجالانے میں نہایت کاہل اور سستی کرتا ہے پس اُس نے نفس کی اطاعت کی اور اللہ کے حکم کی ایسی اطاعت نہ کی اگر اُس کے نزدیک اللہ کی بڑائی یقینی ہوتی اس کی اطاعت نفس کی اطاعت سے زیادہ کرتا اس واسطے کہ اطاعت زیادہ اُسی کی کی جاتی ہے جو دوسرے سے بڑا ہو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اکبر فقط زبانی اقرار ہے اور ہر گاہ کہ اللہ اکبر میں کبر کا بیان ہے اس کو بھی سمجھنا چاہیئے اس قسم کے کئی لفظ ہیں ایک علوّ اور ایک عظمت اور یہ دونوں دو درجے ہیں کمال کے درجوں میں سے مگر درجہ عظمت کا عُلو کے درجے سے زیادہ ہے اس واسطے کہ علوّ صفت کرسی کی ہے اور عظمت صفت عرش کی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور دُوسری جگہ ہے فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اُس کرسی کو بڑائی اس قدر ہے کہ تمام آسمان اس کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے کہ جنگل ذراز میں ایک حلقہ پڑا ہوا ہو اور کرسی درمیان ساتویں آسمان اور عرش کے ہے اور کرسی بہ نسبت عرش کے بھی یہی نسبت رکھتی ہے اور اللہ کی عظمت کے آگے عرش کی عظمت ایسی جیسی کہ سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ اور کبر کا مرتبہ علو اور عظمت سے بڑا ہے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ اور ردا بڑی ہوتی ہے ازار سے اور تینوں سے بڑھ کر جلال کا رتبہ ہے اسی واسطے کلام اللہ میں آیا ہے وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اور یہ بات بھی سمجھنی چاہیئے کہ لوگ عظیم اس کو جانتے ہیں کہ جثہ اس کا بڑا ہو اور عالی اسے جانتے ہیں کہ بہت اونچا ہو اور کبیر اس کو سمجھتے ہیں کہ عمر اس کی بڑی ہو لیکن اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے اُس کی عظمت ایسی نہیں کہ جثہ اسکا بڑا ہو اور کبریائی اسکی ایسی نہیں کہ مدت طبی ہو اس واسطے کہ مدت بدلتی رہتی ہے اور مدت کو اسی نے پیدا کیا ہے پس بسبب مدت کے وہ کبیر کیونکر ہو سکے پس کبریائی اس کی کبریائی عظمت کی ہے اور عظمت اس کی عظمت علو کی ہے اور علو اس کا علو جلال کا ہے یعنی اجل ہے اس بات سے کہ مشابہت اس کو محسوسات کے ساتھ دی جائے اور اکبر ہے اس سے کہ وہم کسی کے میں آوے اور اعظم ہے اس سے کہ کوئی وصف کرنے والا وصف اُس کا بیان کرے اور اعلے ہے اس سے کہ کوئی بڑائی اس کی کما ینبغی ظاہر کر سکے پس جس وقت مصلی نے اللہ اکبر کہا عقل اس کی جلال الٰہی کے ادراک کرنے سے عاجز ہوئی اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کہا تو اس مقام میں تجلی انوار جلال الٰہی کی ہوئی بعد اس کے تسبیح کی سے طرف تحمید کے انتقال کرے اور وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ کہے تو اس مقام میں نور ازلی اور ابدی منکشف ہوا اس واسطے کہ تبارک اسمک اشارہ ہے طرف دوام کے کہ منزہ ہے فنا اور عدم سے اور دوام کا تعلق ساتھ ازل اور ابد کے ہے بعد اس کے وَتَعَالٰی جَدُّکَ کہے اس میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ صفتیں جلال اور کمال اس کے کی منحصر کسی حد معین میں نہیں پھر لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ کہے اس میں اشارہ طرف اس بات کے ہے کہ جتنی صفتیں جلال اور نعوت کمال کی ہیں اسی کے واسطے ثابت ہیں غیر کے واسطے نہیں پس وہی کامل ہے اور کوئی کامل نہیں اور وہی مقدس ہے اور

کوئی مقدس نہیں اور اس جگہ عقل بند ہو جاتی ہے آگے اس کا ادراک نہیں چلتا اور تمام حواس
وہم اور خیال وغیرہ حیران ہو جاتے ہیں بعد اس کے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کہے
مگر یہ کلمہ فقط تلفظ زبانی نہ ہو بلکہ دل میں بھی سمجھے کہ شیطان میرا دشمن ہے اور اس بات کا منتظر
ہے کہ دل میرا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دے گا اس واسطے کہ وہ حسد کرتا ہے کہ یہ شخص مناجات
جناب الٰہی سے کر رہا ہے اور سجدہ کرنے کے واسطے مستعد ہے اور میں بسبب ایک نہ کرنے کے
ملعون ہو گیا اور اس سے پناہ اس وجہ سے اللہ کے ساتھ پکڑی کہ جس چیز کو شیطان چاہتا ہے
اس کو چھوڑ دے اور جس چیز کو اللہ طلب کرتا ہے وہ بجا لائے اور اگر اس طرح نہ کرے اور فقط
زبان سے کہہ لے اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص پر دشمن مارنے کے واسطے یا شیر پھاڑنے
کے واسطے چلا آتا ہے پس اس وقت اس نے اپنی زبان سے یہ بات کہہ لی کہ میں اس قلعہ
کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اور وہاں ہی کھڑا رہا سو یہ کہنا اس کے حق میں نفع نہ دے گا اور وہ
دشمن یا شیر اس کو پکڑ لے گا ایسے ہی جو شخص فسق و فجور میں مشغول ہے شیطان کے قبضہ میں ہے
اور اقرار زبانی اس کا فائدہ نہیں کرتا ہے پس چاہیئے کہ متوجہ ہو کر اعوذ کو پڑھے اور شیطان کے
شر سے بچنے کے واسطے اللہ کے قلعہ میں آوے اور قلعہ اس کا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اس واسطے
کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ
اور اللہ کے قلعہ میں وہی شخص رہنے والا ہے جو کہ سوائے اللہ کے کسی کو معبود اپنا نہ ٹھہرائے۔
فَاَمَّا مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ فَهُوَ فِيْ مَيْدَانِ الشَّيْطَانِ یعنی جس شخص نے مقرر کیا معبود اپنا
خواہش نفس اپنی کو پس وہ بیچ میدان شیطان کے ہے بعد اس کے بسم اللہ پڑھے اس کو پڑھنے
کے وقت یہ سمجھے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سبب سے ہیں اور جب سب چیزیں اللہ ہی
کی طرف سے ہوتیں مستحق حمد کا بھی وہی ہوا پس بعد اس کے الحمد للہ پڑھے اور اس کے
معنی یہ ہیں کہ شکر اللہ کے واسطے ہے اس واسطے کہ سب نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور
ساری الحمد پڑھنے سے تمام عجائب دنیا اور آخرت کے نظر آئیں گے اور مطالعہ انوار اسما حسنیٰ
اور صفات علیا کا ہو گا اور راز یان پہلے اور اسرار کتب الٰہی اور شریعتوں نبیوں کا ظاہر ہوں گے
اور شریعت سے طرف طریقت کے اور طریقت سے طرف حقیقت کے پہنچ جائے گا اور درجے

انبیاؤں اور مرسلین کے اور مقامات مردودوں اور ملعونوں کے بھی منکشف ہو جائیں گے اب اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنی چاہیے پس جس وقت کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اس کے کہنے کے وقت تمام دُنیا کا مشاہدہ کر لیا اس واسطے کہ اُسی کے اسم کے ساتھ تمام آسمان اور زمین قائم ہیں اور جس وقت الحمد للہ رب العالمین کہا عالم آخرت اس میں علم آگیا جیسے کہ فرمایا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور جس وقت الرحمٰن الرحیم کہا اس کے ساتھ ملاحظہ عالم جمال رحمت اور فضل اور احسان کا ہو گیا اور جس وقت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو پڑھا اس سے عالم جلال اور ہول اُس کے کا تصور ہو گیا اور جس وقت اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہا عالم شریعت پیش نظر ہوا اور جس وقت اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو پڑھا طریقت کا راستہ معلوم ہوا اور جس وقت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھا حقیقت کی طرف عقل نے سیر کی اور جس وقت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہا درجے صالحین اور اہل کرامات کے مثل انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ظاہر ہوئے اور جس وقت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ زبان پر لایا فساق کے مرتبے کھلے اور جس وقت وَلَا الضَّآلِّيْنَ کو پڑھا تو کافروں اور منافقوں کے درجے ذہن میں آئے اور جس وقت اس سورۂ الحمد کو اس طریق سے پڑھا اس کے اسرار سے واقف ہوا سو اس کی سات آیتیں ہیں۔ یہ ساتوں آیتیں مع اعوذ کے کُنجیاں آٹھوں بہشت کے دروازوں کی ہو گئیں اور نمازی کے واسطے آٹھوں دروازے جنت کے کھل گئے اور جس وقت احوال اور مراتب بڑے بڑے منکشف ہوئے اُس کے دل میں عظمت خالق کی بیٹھ گئی اور گویا ایسا خوف اُس کی عظمت کا اُس کے دل میں سمایا کہ تاب کھڑے رہنے کی نہ رہی اور پُشت اُس کی جھک گئی اور اپنے تئیں ذلیل اور عاجز سمجھ کر کبریائی اس کی بیان کرنے کے واسطے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے اور اس جگہ بار بار عظمت سے اس کو یاد کرے تاکہ بسبب تکرار کرنے کے عظمت اُس کی دل میں قرار پکڑے بعد اس کے سر اپنا رکوع سے اُٹھا کر اُمیدوار اُس کی رحمت کا ہوا اور اپنی اُمید کے محکم کرنے کے واسطے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے یعنی سن لیا اللہ نے اس کی بات جس شخص نے اُس کی حمد کی۔ مُراد یہ ہے کہ اُس نے شکر اُس کا قبول کیا اور اس میں نکتہ کیا ہے کہ اس جگہ مصلی نے اپنی حمد کا خاص خیال کر کے ذکر نہ کیا بلکہ سب حمد کرنے والوں کو ذکر کیا اس واسطے جو مسلمان اپنے

مسلمان بھائی کے واسطے دعا مانگے اللہ تعالیٰ وہ چیز اس مانگنے والے کو عطا کرتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے لَا یَزَالُ اللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الرَّجُلِ مَادَامَ الرَّجُلُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ ۔ یعنی ہمیشہ رہتا ہے اللہ تعالیٰ بیچ مدد آدمی کے جب تک وہ آدمی بیچ مدد بھائی مسلمان اپنے کے ہے بعد اس کے سجدے میں گرے اور یہ اعلےٰ درجہ عاجزی کا ہے اس واسطے کہ جو اشرف اور بزرگ عضو آدمی کے بدن میں ہے اُس کو خاک پر کہ سب سے ذلیل ہے رکھ دیا اور اس جگہ بھی نہایت عظمت اللہ تعالیٰ کی بیان کرے یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے اور اپنے تئیں یہ سمجھے اور خیال کرے کہ اسی زمین سے پیدا ہوا ہوں اور اسی میں مجھ کو پھر جانا ہوگا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ ایک فرشتہ ہے عرش کے نیچے نام اس کا حرقیل ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کو امر کیا کہ اُڑ تو تیس ہزار برس اور وہ پھر تیس ہزار برس تک اُڑا لیکن ایک کنارے عرش سے دوسرے کنارے تک نہ پہنچا پس ارشاد الٰہی ہوا کہ اگر صور پھونکنے تک اُڑتا تب بھی تو عرش کے دوسرے کنارے تک نہ پہنچتا اس وقت اس فرشتے نے کہا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بعد اس کے سر سجدہ سے اٹھا کر دوبارہ تواضع بجالاتے اور سجدہ میں گرے اور دو سجدے کرنے میں اشارہ ہے طرف ازل اور ابد کے کہ وہ ازلی ہے یعنی اوّل اُس سے کوئی نہیں اور ابدی ہے یعنی پیچھے اس کے کوئی چیز نہیں اور یہی مضمون هوالاوّل هوالاٰخر کا ہے اور مابین دونوں سجدوں کے اشارہ ہے طرف وجود دنیا کے کہ درمیان ازل اور ابد کے ہے اور وجوہات اس کی بھی اصل کتاب میں بیان ہو چکیں اور اسی طرح سے باقی نماز ادا کی جاتے اور ہرگاہ کہ حالت معراجیہ نماز کی ایک ثمر معراج محمدی کے سے ہے اور انھیں کے طفیل سے یہ نعمت عظمےٰ اس اُمت مرحومہ کو جناب الٰہی سے عنایت ہوئی اس جہت سے کمال عنایت اور اکرام اس کے حال پر فرمایا کہ روبرو مالک بے نیاز کے اس کو بیٹھنا نصیب ہوا اور جو چیز معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی ویسا ہی پڑھنا اس وقت میں اس کو بھی تعلیم ہوا کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جو اعمال اچھے خواہ زبان سے ہوں خواہ اعضا سے خواہ دل سے اللہ ہی کے واسطے ہیں اور یہ معنی اپنے دل میں حاضر کرے جب اس لفظ سے نماز ادا کر چکے تو اپنے باطن میں رُوح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تصوّر کرے اور یہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی رُوح مبارک اُوپر سے اُترتی ہے اور میری رُوح اُوپر کو جاتی ہے اور گویا درمیان میں آپس
میں ملاقات دونوں رُوحوں کی حاصل ہوئی اور راحت اور فیضان اس کو حاصل ہوا پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح کے واسطے حمد اور ثنا اور تحیت ضروری ہے اس واسطے اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ پڑھے اور یہ خیال کرے کہ میرے سلام سے بہتر
اور اعلیٰ جواب میری طرف پہنچا اور اس سلام میں اپنے نفس کو اور نیک بندوں کو شامل کرے
اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ بعد کہنے کے یہ خیال کرے کہ حق سبحانہٗ
نے میرے حق میں اپنا سلام عنایت فرمایا جس قدر نیک بندے جہان میں ہیں ان کا بھی بعد اس کے یہ
کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے
کہنے میں نکتہ یہ ہے کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ کس وسیلہ سے اس رتبہ کو تو پہنچا پس یہ شخص
جواب میں کہتا ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے بعد اس کے کہا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ذریعہ سے تجھ کو یہ نعمت حاصل ہوئی اُن کے واسطے کیا شکر یاد کیا اُس نے کہا اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بعد اس کے کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
اس رسول کے پیدا ہونے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی جیسے کہ اس آیت میں مذکور
ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اس کے عوض میں اُن کے حق میں تُو نے کیا خدمت
گذاری کی۔ اس نے کہا كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ بعد اس کے کہا گیا
کیا تجھ کو مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عنایت فرمایا اس نے کہا
اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یعنی اے رب تحقیق تو حمد کیا گیا عظمت والا ہے جو کچھ ہے تیرے ہی کرم
سے ہے بعد اس کے دُعا کرے کمال تواضع اور خشوع سے اور اُمید قبولیت کی رکھے اور اس دُعا
میں اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کو شریک کرے ہوگا کہ اس طریق سے نماز ادا کی اللہ تعالیٰ
نے اس کی تعریف فرشتوں کے گروہ میں کرائی اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اِذا ذکرنی
عبدی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملائه یعنی جس وقت یاد کرتا ہے
بندہ میرا مجھ کو بیچ جماعت کے یاد کرتا ہوں میں اس کو بیچ ایک جماعت کے کہ بہتر ہے اس کی
جماعت سے جب اس کا ذکر فرشتوں میں آیا ہر فرشتہ اس کی ملاقات کے مشتاق ہوئے پس اللہ تعالیٰ

نے اس کو فرمایا کہ فرشتے تیری زیارت کے مشتاق ہیں اور تیرے پاس آتے ہیں پیشتر تو ان کے اوپر
سلام کرتا کہ تو سابقین میں سے شمار کیا جائے پس یہ کہے داہنی طرف بھی اور بائیں طرف بھی
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ اسی سبب سے جس وقت بہشتی بہشت میں داخل ہوں گے ہر طرف
سے فرشتے آکر ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ
عُقْبَی الدَّارِ اور وقت سلام کرنے کے ایسی حالت مصلی کی ہو کر تصور کرے اس بات کا
کہ اس نماز کو گویا رخصت کرتا ہوں شاید دوسری نماز تک زندگی میری وفا کرے یا نہ کرے
اور یہی مضمون حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ حضور نے کسی کو وصیت کی تھی اور فرمایا تھا کہ صلّ صلوٰۃ
مودع یعنی پڑھ تو نماز مثل نماز رخصت کرنے والی کے اور اس بات کا خوف کرے کہ نماز میں
مجھ سے کچھ تقصیر ہوگئی ہو اور شرمائے اور اندیشہ کرے اس امر کا کہ بسبب کسی گناہ کے ظاہری ہو
یا باطنی نماز میری الٹی میرے منہ پر نہ ماری جائے اور اس بات کی امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
فضل و کرم سے اس نماز کو قبول کرے گا۔ مروی ہے کہ بعض کاملین نماز کے بعد ایک ساعت
توقف کرتے اور ایسا حال ان کا ہو جاتا جیسے کوئی بیمار ہوتا ہے یہ طریق نماز خاشعین کا ہے
یعنی خشوع اور عاجزی کرنے والوں کا جن کی تعریف کلام اللہ میں آئی ہے اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ
صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ وَالَّذِیْنَ
هُمْ عَلٰی صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ پس اگر ایسی نماز مصلی سے ادا ہو شکر خدا کا بجا لائے اور اگر
بعض نماز ایسی ہوئی تو اس سے خوش ہوا اور جتنی ایسی نہ ہوئی ہو اس کے واسطے حسرت اور غم کرے
اور نماز میں چھ چیزیں چاہئیں جب کامل ہوتی ہے ایک حضور ہو دوسرے سمجھنا معانی کا، تیسرے
تعظیم معبود کی چوتھے ہیبت پانچویں رجا، چھٹے حیا اور تفصیل اس کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے
مگر حضور اس کو کہتے ہیں کہ دل اس کا خالی ہو غیر اس شے سے جس کو کر رہا ہے یا زبان سے بول
رہا ہے پس فکر اس کا اس شے کی طرف ہے اور ہر جگہ دوڑتا نہ پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے نہیں نظر کرتا ہے اللہ طرف اس نماز کے کہ دل مصلی کا مع بدن کے اس نماز میں حاضر
نہ ہو اور دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو کہ اپنی داڑھی سے نماز میں کھیل رہا
تھا پس فرمایا آنحضرت صلعم نے اگر رجوع ہوتا دل اس کا اور خوف ہوتا اس کو تو اس کے جوارح اور

اعضا بھی خشوع کرتے اور روایت ہے کہ جب وقت نماز کا آتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کانپنے
لگتے اور رنگ چہرے کا متغیر ہوتا پس کہا گیا اُن سے کیا سبب ہے اس کا اے امیرالمومنین ،
پس فرماتے تھے کہ یہ وقت ادا کرنے ایسی امانت کا ہے کہ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر
اللہ تعالیٰ نے وہ امانت پیش کی تھی اور اس کے اُٹھا لینے کے واسطے کہا تھا پس سب نے خوف
کے مارے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ہم نے اس امانت کو اُٹھا لیا اور مروی ہے حضرت
علی بن الحسین ؓ سے جس وقت وضو کرتے تھے رنگ اُن کا زرد ہوتا تھا پس اُن سے ان کے
گھر کے لوگوں نے کہا کہ یہ وضو کرتے وقت تمھاری کیا عادت ہے۔ اُنھوں نے فرمایا جانتے
ہو تم کہ اب میں کس کے رُوبرو کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں اور مروی ہے حاتم اصم رضی اللہ
سے کہ ان کی نماز کا حال دریافت کیا گیا انھوں نے کہا کہ جب وقت نماز کا آتا ہے اچھی طرح تر بتر
وضو کرتا ہوں اور جس مکان میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تھوڑی دیر میں وہاں بیٹھ جاتا ہوں
تاکہ اعضا میرے قرار پکڑ جائیں پھر اٹھتا ہوں میں نماز کے واسطے اور کعبہ کو درمیان دونوں بھوؤں
اپنی کے کرتا ہوں اور پُل صراط نیچے قدم اپنے کے اور جنت کو داہنی طرف اپنے اور دوزخ کو
بائیں طرف اور ملک الملکوت کو پیچھے اپنے سمجھتا ہوں اور اس نماز کو پچھلی نماز تصور کرتا ہوں کہ
شاید اس کے بعد زندگی رہے یا نہ رہے پھر درمیان خوف اور رجا کے کھڑا ہوتا ہوں اور اسی طرح
سب افعال نماز کا بیان کرکے کہا کہ مع اخلاص کے ان کو ادا کرتا ہوں پھر فرمایا مجھ کو معلوم نہیں کہ
نماز میری قبول ہوتی یا نہ ہوتی اور ابن عباس ؓ نے فرمایا ہے کہ دو رکعتیں کہ متوسط ہوں تفکر میں بہتر ہیں
قیام تمام رات کے سے کہ دل کی غفلت سے ہو پس ضرور ہے مومن کے واسطے کہ نماز کے وقت
عظمت الٰہی اور خوف اور امیدواری رحمت اس کی اور حیا تقصیر اپنی سے لحاظ میں رہے اور یہ
بات جب حاصل ہوتی ہے کہ خطروں وسوسوں کو نماز کے اندر دل سے دُور کرے اور خطرات
کے سبب کئی قسم کے ہوتے ہیں بعضے خطرے اس طرح ہوتے ہیں کہ کسی شے کے سُننے سے
یا کسی شے کے دیکھنے سے خیال اس طرف جاتا ہے اور اُس کے ساتھ اور خیال آجاتے ہیں
اور بڑھتے بڑھتے ایک سلسلہ خیالات کا بن جاتا ہے اور بعضی فکر سبب دوسری فکروں کی
تجاتی ہیں اس کا علاج کتابوں میں اس طرح لکھا ہے کہ ایسے سببوں کو نہ ہونے دے

اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ آنکھ اپنی بند کرے یا کسی علٰحدہ گھر میں نماز پڑھے کہ آواز آنے سے امن
ہو یا سامنے اپنے ایسی چیز نہ رکھے کہ اس کے دیکھنے سے خیال اُدھر جائے اور راستوں کے اوپر
نماز پڑھنے سے پرہیز کرے اور جگہ منقش اور خوبصورت اور فرش رنگ برنگ سے بھی احتراز
کرے کہ ایسی جگہ نماز پڑھنے سے بھی خیال بٹتا ہے اسی واسطے پہلے زمانہ کے بزرگ ایسی جگہ
عبادت کرتے تھے کہ چھوٹا سا گھر ہوتا کہ اندھیرا اُس میں ہوتا تھا اس واسطے کہ ایسے مکان میں
دل پریشان نہیں ہوتا ہے اور بڑے نیک بخت اُن میں ایسے ہوتے تھے کہ جس وقت مسجد میں آتے
تھے اپنی نظریں اِدھر اُدھر نہ دوڑاتے تھے اور سوائے جگہ سجدہ کے اور طرف نگاہ نہ اُٹھاتے
اور کمال نماز کا اس میں جانتے تھے کہ جو شخص ان کے دائیں اور بائیں ہوتا اس کو نہ پہچانتے کہ کون
کھڑا ہے اور بعضے خطرے ایسے ہوتے ہیں کہ آنکھ بند کرنے وغیرہ سے بھی نہیں جاتے ہیں بلکہ
اوّل سے دل میں وہ خیال جمے ہوتے ہوتے ہیں اور اُس کے دفع کرنے کا علاج یہ ہے کہ زور
اور جبر سے نفس کو طرف سمجھنے الفاظ معنی قرأت کے متوجہ کرے اور اور طرف سے دل ہٹا دے
اور پہلے نیت کرنے سے آخرت کا ذکر اور کھڑا ہونا پروردگار کے سامنے دل میں دھیان کرے
اور جس چیز کا خیال اور سوچنا نماز کے اندر پڑے گا پہلے ہی اس کے خیال سے فراغت کرلے
اور تدبیر اُس شے کی سوچ لے کہ نماز میں دوبارہ اس کو سوچنا نہ پڑے اسی واسطے اہل باطن کے
نزدیک نماز پوری نہیں ہوتی ہے کسی کی آدھی ہوتی ہے کسی کی تہائی وعلیٰ ہذا القیاس مگر فتوے
کی راہ سے بسبب مشکل ہونے کے کہ اکثر آدمیوں سے تمام نماز میں حضور ممکن نہیں فقہا نے
کہہ دیا ہے کہ اگر تمام نماز میں حضور نہ ہو اور تھوڑی سی میں ہو جائے جب بھی نماز ذمہ سے ساقط
ہو جائے گی اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک لحظہ بھی اگر حضور ہو جائے گا یعنی وقت تکبیر تحریمہ
کے اُمید ہے کہ نماز صحیح ہو جائے گی اور حاصل یہ ہے کہ حضور دل کا رُوح نماز کی ہے اور اخیر
درجہ اس کا کہ جس کو سد رمق کہتے ہیں یہ ہے کہ حضور تکبیر کے وقت ہو اور اتنا بھی اگر نہ ہو سکے
تو یہ مرتبہ ہلاکت کا ہے اور جس قدر زیادہ ہو اُسی قدر رُوح پھیلتی ہے اور بعضے زندہ ایسے
ہوتے ہیں کہ حرکت اُن میں نہیں ہوتی ہے ایسی ہی مثال نماز کی ہے کہ تمام نماز میں غافل رہے اور
فقط تکبیر کے وقت حضور ہو جائے اور نماز جس وقت کامل مع ادا کرنے شروط باطنی کے کہ وہ خشوع

اور تعظیم اور حیا وغیرہ بجالائی جائے سبب حاصل ہونے انوار اور تجلیات کا دل میں ہوتی ہے اور اُن انوار کے سبب سے اولیاء اللہ کو مکاشفات حاصل ہوتے ہیں اور اسرار ربوبیت کے نماز میں کھلتے ہیں بالخصوص کہ سجدہ کے وقت کہ قرب الٰہی سجدہ کے سبب سے ہوتا ہے لیکن مکاشفات مختلف ہوتے ہیں جس قدر کہ کدورات دُنیا کی سے صفائی ہو اُسی قدر مکاشفہ بھی زیادہ ہوگا اور جس قدر کم ہوگی اسی قدر کمی مکاشفے کی ہوگی جاننا چاہیئے کہ خشوع اور خوف ثمرہ ایمان اور نتیجہ ایمان کا ہے جس قدر معرفت زیادہ ہوگی اُسی قدر خشوع بڑھے گا اور خشوع کچھ نماز کے ساتھ خاص نہیں سوائے نماز کے بھی ہوتا ہے اسی واسطے بعضے کاملین کے حال میں آیا ہے کہ چالیس برس تک آسمان کی طرف واسطے حیا اور خوف الٰہی کے نظر نہ اُٹھائی اور ربیع بن خثیم بسبب اس کے کہ آنکھیں اپنی بند اور نیچے کو رکھتے تھے بعضے آدمی ان کو نابینا سمجھتے تھے اور بیس برس تک ابن مسعودؓ کے مکان پر ان کا آنا جانا رہا جس وقت لونڈی ان کی اُن کو دیکھتی ابن مسعودؓ سے کہتی کہ تمہارا اندھا دوست آیا ہے ابن مسعود اس کی بات سے ہنسا کرتے اور وہ لونڈی اسی واسطے یہ بات کہتی کہ جس وقت دروازے پر آکر دستک دیتے اور وہ لونڈی ان کی طرف آتی ہمیشہ آنکھیں بند کئے ہوئے اور نیچے کو سر ان کا دیکھتی اور ایک دن ابن مسعود کے ساتھ ایک جگہ لوہار کام کر رہے تھے اور کوئلے بھٹی میں دہکائے جاتے تھے اور آواز ان کے دھونکنے کی آتی تھی بیہوش ہو کر گر پڑے اور ابن مسعودؓ ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے یہاں تک کہ وقت نماز کا آ گیا اور اُن کو ہوش نہ ہوا لاچار اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر اپنے مکان پرلے آئے آٹھ پہر تک ویسے ہی بے ہوش پڑے رہے اور پانچ نمازیں اُن سے فوت ہوئیں اور ابن مسعودؓ ان کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے کہ خوف اس کا نام ہے یہ تمام مذکور تفسیر کبیر اور احیا وغیرہ سے مستخرج ہے اور کچھ بیان اصل کتاب میں بھی آئے گا اور اُنھیں ناموں سے نام اس کا سورۃ الشفا اور شافیہ ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فاتحہ الکتاب شفا ہے ہر بیماری سے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نور اسم الٰہی کا اس تاریکی کو کہ جو مرضوں کے اسباب کا باعث ہے دُور کرتا ہے اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اُس آفت کو کہ مرض سے پیش آنے والی ہے دُور کرتی ہے اور حمد اللہ تعالیٰ کی نعمت کی کھینچنے والی ہے بموجب اس آیت کے کہ لئن شکرتم لازیدنکم یعنی اگر شکر کروگے تم البتہ

زیادہ کروں گا میں اوپر تمھارے انعام کو اور وہ نعمت کہ حالت مرض میں درکار ہے شفا اور صحت
ہے اور اقرار کرنا ساتھ ربوبیت کے اس بات کو چاہتا ہے کہ آثار پرورش کے ظاہر ہوں اور
انہی کے سبب سے شفا کامل ہوتی ہے اور ذکر رحمت کا کامل ہونے افعال کو چاہتا ہے اس واسطے
کہ کمال فعلوں کا بعد کمال صحت کے ہوتا ہے اور بغیر صحت کے فعلوں میں نقصان رہتا ہے اور
یوم دین کی مالکیت اس بات کو چاہتی ہے کہ اسباب مرض کے ضعیف ہو جائیں اور تقویت اسباب
شفا کی ہو اس واسطے کہ مالك يوم الدين میں اشارہ طرف جزا کے ہے اور یہ باتیں منجملہ
حمد کے جزاؤں میں سے ہے اور بیچ طلب کرنے ہدایت کے اشارہ طرف عصمت کے خطا سے
بیچ تجویز کسی دوا کے اور تشخیص مرض کے ہے اور استقامت احوال بدن کی کہ سواری روح کی
ہے درخواست کرتا ہے اور ساتھ ذکر انعام کے اشارہ کرتا ہے کہ بعد شفا کے پرہیز میں اُٹھنے
اور لذیذ اور پاک چیزوں سے نفع مجھ کو اور مزہ حاصل ہو اور ساتھ دُور ہونے غصہ اور گمراہی
کے احتراز کرتا ہے سو تدبیر اور اُلٹ جانے اسباب مرض کے سے اور انہی ناموں سے نام
اس کا رقیہ ہے اس واسطے کہ ایک صحابی نے ایک مریض کی بیماری کے پاس جا کر اس سورۃ کو اس
پر پڑھ کر دم کیا تھا اس مرگی والے نے شفا پائی تھی اور وجہ مناسبت کی بیان ہو چکی اور انھیں
ناموں سے اساس بھی نام اس کا ہے اس واسطے کہ شعبیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ اساس
اور بنیاد کتابوں کی قرآن ہے اور اساس قرآن کی فاتحہ الکتاب ہے پس ہر گاہ کہ کوئی بیمار ہو جائے
تو ساتھ اساس قرآن کے التجا کی جائے اور آرام اس سے حاصل کرے اور یہ بھی سورۃ رکن نماز کا
ہے اور نماز اساس سب بندگیوں کی ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ اور یہ کہ نماز طرف
مقام مناجات اور مشاہدہ کے پہنچاتی ہے کہ جڑ سب کمالات کی ہے اور اس سورۃ میں
معاد کو ساتھ مبدأ کے ربط دیا ہے اور ترتیب کے ساتھ مرتبے اس میں رکھ دیئے ہیں اور ہر مرتبہ
اساس مرتبے دوسرے کا ہے مثلاً انعام کہ مترتب اوپر ہدایت اور استقامت کے ہے اور غضب
اوپر ضد ان کی کے ہے اور ہدایت موقوف اُوپر استقامت کے ہے کہ عبادت میں ہو اور عبادت
موقوف ہے اُوپر جاننے والوں افعال الٰہی کے کہ دُنیا اور آخرت میں موجود ہیں کہ رحمٰن اور رحیم اور مالک
یوم الدین ان فعلوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور افعال الٰہی آثار اسماء اور صفات اللہ کے ہیں

کہ جملہ ان کے اوپر مترتب ہے اور انھیں ناموں سے سورۃ الصلوٰۃ نام اس کا ہے اس واسطے کہ نماز میں پڑھنا اس سورۃ کا ضرور ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے حکایت فرماتے ہیں کہ نماز کو تقسیم کیا میں نے درمیان اپنے اور درمیان بندے اپنے کے دو حصہ برابر کرکے جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حق تعالیٰ رُوبرو فرشتوں کے فرماتا ہے کہ دیکھو تم بندے میرے کو کہ یاد کیا مجھ کو یعنی دونوں نام ذکر کیے کہ کے اسماء اور صفات اور افعال میرے کو شامل ہیں اور میرے نام سے شروع کیا اور جب بندہ کہتا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے میرے نے تعریف میری کی یعنی ایسی تعریف کی کہ سب تعریفوں کو شامل ہے اور جب بندہ کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ساتھ بزرگی اور تعظیم کے یاد کیا مجھ کو بندے میرے نے اس واسطے کہ ہر چیز کو میری طرف نسبت کیا اور جانا کہ پیدا کرنا ہر چیز کا موافق حکمت کے اور منفعت کے ہے اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے خاص کیا بندے میرے نے مجھ کو ساتھ کے اس واسطے کہ اس دن کو یاد کیا کہ جس دن کوئی مالک اور بادشاہ نہیں اور جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضمون اس آیت کا ملا ہوا درمیان میرے اور درمیان بندہ میرے کے ہے اس واسطے کہ عبادت میرا حق ہے کہ مقتضا ربوبیت کا ہے اور اعانت حق بندہ کا ہے کہ لوازم عبودیت کے سے ہے۔ پس ساتھ لفظ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے حق میرا ادا کیا اور ساتھ لفظ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے حق اپنا چاہا اور جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آخر سُورۃ تک حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب بندے میرے کے واسطے ہے اور بندہ کو سوال اس کا دیا میں نے یعنی طلب ہدایت کی اور استقامت کی اور انعام کی اور طلب امن کی غضب اور ضلال سے یہ سب منافع بندوں کے ہیں اور بندہ فروتنی کے ساتھ کہ روح عبودیت کی ہے تقاضا اُن کا کرتا ہے پس حق ربوبیت اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کو طرف اس طلب کے پہنچائیں اور انھیں ناموں سے نام اس کا سبع المثانی ہے یعنی سات آیتیں کہ مکرر پڑھی جاتی ہیں ساتھ ہر نماز کے اور وہ سات آیتیں یہ ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہ کنجی دروازے جنت

کی ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ کنجی دروازے شکر کی ہے اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۰ کہ کنجی دروازے رجا اور اُمید کی ہے اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۰ کہ کنجی دروازے خوف کی اور بیم کی ہے اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۰ کہ کنجی دروازے اخلاص کی ہے اور اخلاص پیدا ہوتا ہے معرفت عبودیت اور معرفت ربوبیت کے سے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کنجی دروازے دُعا کی اور تضرع کی ہے ، اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ آخر سورۃ تک کنجی دروازے ولیّیت کی ہے اور اقتداء کرنے کی ساتھ ارواح طیبہ کے اور طلب نزول برکتوں کی اور انوار کی بھی اس میں ہے کہ بسبب اُس کے سالک کو اس طرف سے امن حاصل ہوتا ہے اور موافق مضمون اس آیت کے کہ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کلمہ آٹھویں کو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے اور ان ساتوں آیتوں کے ساتھ ملایا جائے آٹھ کنجیاں روحانیہ واسطے آٹھ دروازوں بہشت کے ہاتھ میں آئیں اور انھیں ناموں سے نام اس کا قرآن عظیم ہے اس واسطے کہ یہ سورۃ سب سورتوں سے بہتر اور افضل ہے بیچ ثواب کے اور اُنھیں ناموں سے سورۃ تعلیم المسئلہ نام ہے اس واسطے کہ آداب سوال کے پروردگار کی طرف سے اس سورۃ میں بندوں کو تعلیم ہوئے ہیں کہ پہلے ثنا بعد اُس کے اخلاص بعد اس کے دُعا کریں اور اُنھیں ناموں سے نام اس کا کافیہ ہے اس واسطے کہ یہ سورۃ اوروں سے کفایت کرواتی ہے اور کوئی سورۃ اس سے کفایت نہیں کرتی اور انھیں ناموں سے نام اس کا ام الکتاب اور ام القرآن ہے اس واسطے کہ یہ سورۃ اوپر تینوں علموں کے کہ موجب کمال علمی اور عملی بندہ کا ہے شامل ہے اور وہ تین علم یہ ہیں ایک علم شریعت کا یعنی تکلیفات اور احکام شرع کا اور دُوسرا علم طریقت کا یعنی پہچاننا معاملات دلوں کا اور تیسرا علم حقیقت کا یعنی دریافت کرنا مکاشفات ارواح کے لیکن علم شریعت کا دو قسم ہے ایک اصول عقائد کا اور دوسرا علم فروع احکام کا اور اس سورۃ میں پہلے معرفت ذات ہے اس طرح سے کہ وہ ایسی چیز ہے کہ سب موجودات ساتھ اُس کے قائم ہیں مانند قیام بدنوں کے ساتھ ارواح کے پھر معرفت وجود اس ذات پاک کی ہے اس دلیل سے کہ اپنی رحمت سے ممکن کو کہ عدم اور وجود اس میں برابر تھا ایک طرف کے دونوں طرفوں سے ترجیح دی ہے پس ضرور ہے کہ خود بھی

موجود ہو پھر معرفت صفتوں اس کے کی ہے ساتھ اس طرح کہ وہ صفتیں تمام کمالات کی ہیں کہ موجب کمال حمد کی ہیں اور دلیل اس کی تربیت ہے اس واسطے کہ پرورش بغیر حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت کے متصور نہیں اور دلیل اس کی رحمت بھی ہے اس واسطے کہ حقیقت رحمت کی بخشنا اس چیز کا ہے کہ جس کی حاجت ہے اور یہ بخشنا بغیر جاننے احوال مرحومین کے تفصیلاً اور بغیر جانے اُس چیز کے کہ لائق ہر ایک کے ہے علیحدہ اور بغیر قدرت کے اور پہچاننے ہر چیز کے ساتھ ہر کسی کے اور بدون ربط عالموں مختلف کے ساتھ ایک دوسرے کے اور داخل ہونے ایک میں کے بیچ تمام کثرتوں کے ممکن نہیں اور دلیل اس کی جزا بھی ہے اس واسطے کہ جزا بغیر سُننے اور دیکھنے اقوال اور افعال مکلفین کے اور بغیر کلام کے کہ اس کے ساتھ تکلیف دیں ممکن نہیں پھر معرفت اسماء اس کے کی ہے ساتھ اس طرف کے کہ حقائق اسماء کے واسطے قریبہ ہیں درمیان اس کے اور درمیان خلق کے اور وہ ساتھ ان حقائق کے دیکھتا ہے اور سُنتا ہے اور مہربان ہوتا ہے اور فضیلت دیتا ہے بعضوں کو اوپر بعضوں کے پھر معرفت توحید کی ساتھ اس دلیل کے کہ وہ رب تمام مخلوقات کا ہے اور جو چیز سوا اس کے ہے تمام اُسی کی مربوب ہے پس مرتبہ اور منصب میں اور کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا اور بعد وجود اس کے کے احتیاج دوسری شے کی باقی نہیں رہتی پس اگر اللہ دوسرا فرض کریں ہم لغو ہوا اور لغو قابل الوہیت کے نہیں پھر معرفت استحقاق عبادت کی اُس کے واسطے ہے ساتھ دلیل کے کہ ہر چیز کو ہر حالت میں اور ہر حاجت میں رجوع اس کی طرف ہے اور احتیاج طرف جناب اس کی کے بیچ حالت ابتدا کے ساتھ ربوبیت کے اور بیچ حالت درمیان والی کے ساتھ رحمانیت اور رحیمیت اس کی کے بیچ حالت انتہا کے ساتھ مالکیت اُس کی کے واسطے دن جزا کے اور ہر گاہ کہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس حالت میں اور ان حاجتوں میں انعام اور فضل فرماتا ہے پس لائق عبادت کے بھی وہی ہوا پھر معرفت نبوت اور ولایت کی اور رتبے ایمان کے صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں مذکور ہیں اور معرفت کفر اور بدعت اور فسق کی بیچ غضب اور ضلال کے سمجھی جاتی ہے اور معرفت سعادت اور شقاوت کی ان دونوں معرفتوں سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت فضل اور عدل کی ان دونوں صفتوں سے کہ الرحمٰن الرحیم اور مالک یوم الدین ہیں

پائی جاتی ہے اور معرفت حکمت الٰہی کی اس جگہ سے معلوم ہوتی ہے کہ عبادت سے استقامت
پیدا کرتا ہے اور استقامت سے انعام اور اوپر شقاوت اور ضلالت کے غضب مترتب کرتا ہے
اور معرفت قضا اور قدر کی ذکر عبادت اور استعانت سے حاصل ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر
خلاف[1] تکلیف کے مقدر نہ فرماتا تو استعانت کی کوئی وجہ نہ ہوسکتی اور معرفت مبدأ کی بسم اللہ
سے مالک یوم الدین تک اور معرفت معاد کی مالک یوم الدین سے تا ذکر کرنے انعام اور
غضب کے اور علم فروع میں سے معرفت عبادات کی ساتھ نعبد کے اور معرفت معاملات کی
اور مناکحات اور حکومات کی ساتھ نستعین کے اس واسطے کہ خواہش نفسانی برخلاف مقتضائے
عقل کے معاملات میں ہوتی ہے پس واجب اور مستحب اور مباح اور صحیح کو ساتھ ہدایت کے
جان سکتے ہیں اور حرام اور مکروہ اور فاسد کو ساتھ غضب اور ضلال کے پہچان لیتے ہیں اور ماخذ
معاملات اور عبادات کا کہ امر و نہی ہے ذکر عبادت اور غضب کے سے معلوم ہوتا ہے اور ثمرہ
امر و نہی کا کہ وعدہ اور وعید ہے ساتھ انعام اور غضب کے منکشف ہوتا ہے اور علم طریقت کا
کہ معرفت کمال قوت نظریہ کی ہے ساتھ صراط مستقیم کے ادا کیا گیا اور نقصان ان دونوں
قوتوں کا ساتھ لفظ غضب اور ضلال کے ذکر میں آیا اور بیچ طریقت کے جس چیز کی
واجب ہے ابتدائے سلوک میں نام اس کا عبادت ہے اور وہ چیز کہ درمیان سلوک کے رعایت
اس کی ہے لقب اس کا استعانت ہے اور وہ شے کہ انتہا میں ہے استقامت کے نام سے
مشہور ہے اور معرفت اوصاف نفس کی ذکر غضب اور ضلال کے سے معلوم ہوسکتے ہیں کہ
حقیقت اس کی پھرنا نفس کا طریق استقامت کے سے ہے اور معرفت اوصاف قلب کی ساتھ
استقامت اور ہدایت کے پہچان سکتے ہیں اور معرفت[2] تجلیہ کی ساتھ عبادت اور استعانت کے
اور حصول تجلیہ کی ساتھ ہدایت اور استقامت کے اور تجلیہ میں ضروری ہے خالص ہونا دونوں شہوتوں
سے اور اس کو تعبیر فرمایا ہے ساتھ عبادت کے کہ ضد شہوت کی ہے اور بھی ضروری ہے خالص ہونا

---

[1] یعنی تقدیر خیر کی بھی ہے اور شر کی بھی ہے اگر تقدیر صرف خیر ہی کی ہوتی ہے حاجت استعانت کی کیا ہوتی
پس واسطے حاصل کرنے خیر کے استعانت کی ضرورت ہوئی ۱۲ منہ عم فیضہ [2] یعنی جس شخص کے اندر عبادت اور
استعانت پائی جائے گی دلیل اس بات کی ہے کہ تجلیہ یعنی صفائی باطن کی اور روشنی دل کی اس کو حاصل ہے اور
حاصل ہونے کا سبب ہدایت الٰہی اور استقامت ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ

غضب ہے اور طرف اس کے ساتھ رحمت الٰہی کے اشارہ فرمایا اس واسطے کہ جو کوئی امیدوار
رحمتِ الٰہی کا ہو اس کا تئیں غصہ کرنا اوپر اُن شخصوں کے کہ رحمتِ الٰہی جن کے حال پر ہے کیونکر
جائز ہو حدیث شریف میں وارد ہے اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا
مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ یعنی جو رحم کرنے والے ہیں رحم کرتا ہے اُن
پر اللہ رحم کرو تم اس شخص پر کہ جو شخص زمین میں ہے رحم کرے گا تم پر وہ کہ آسمانوں پر ہے
اور پرہیز کرنا ہوا اور خواہش نفسانی سے ساتھ ذکر استقامت کے بیان فرمایا اس واسطے
کہ خواہش نفسانی راہ استقامت سے ڈگاتی ہے اور فروع شہوت اور غضب اور ہوا کی کئی
چیزیں ہیں اوّل حسد اور خلاصی اس سے ساتھ ملاحظہ معنی الحمد للہ کے اس واسطے کہ یہ لفظ
اس پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ راضی اور خوش ہوا ساتھ عطائے الٰہی کے بیچ حق تمام خلائق
کے اور ضد حسد کی خوشنودی ہے اور دوسرے بخل ہے اور راہ خلاصی کا اس سے سمجھنا
مضمون رب العالمین کا ہے اس واسطے کہ تمام نعمتیں جب پیدا کی ہوئی خدا کی ہیں پس بخل ساتھ
اس چیز کے کہ ملک اس کی نہ ہو کیا وجہ رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سب نعمتوں کا مالک ہے جس کو چاہے
اپنی شے دے دے غیر کی چیز میں اس کو کیا دخل ہے اور تیسرے عجب اور خود پسندی ہے
اور طریق خلاصی کا اس سے ساتھ مضمون اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے ہے اور چوتھے کبر ہے اور طریق خلاصی
کا اس سے ساتھ مضمون اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ہے اور پانچویں کفر اور بدعت ہے اور طریق
خلاصی کا ان دونوں سے احتراز کرنا غضب اور گمراہی سے ہے اور یہ کہ تجلیہ کے اندر میانہ روی
بیچ اخلاق کے ضرور ہے مثل کے اور شجاعت کے اور سخاوت کے اور میانہ روی
در اعتقادات میں بھی چاہیئے کہ افراط اور تفریط کی طرف مائل نہ ہو اور اعمال میں بھی
میانہ روی ضرور ہے کہ حد رہبانیت کے سے محفوظ ہے اور مرتبہ اہمال اور تقصیر سے تجاوز
کرے طرف اس توسط کے اشارہ ہے ساتھ صراط مستقیم کے اور یہ کہ تجلیہ میں لابدہے
محبت اور شوق کہ ان سب کو ساتھ حمد کے ادا فرمایا اس واسطے کہ جب تمام نعمتیں اسی
کی طرف سے دیکھیں اسباب ظاہری نظر اس کی سے کم ہو دیں اور زہد اور بے رغبتی اسباب
کی طرف حاصل ہووے اور محبت اور شوق منعم کا ہر انسان کی جبلت میں بلکہ ہر حیوان کی طبیعت

میں ہے اور یہی تجلیہ میں ضروری ہے اپنی احتیاج ظاہر کرنے سے اور اس کا بیان استعانت کے ساتھ ہوا اور ضروری ہے تذلل اور انکساری اور وہ عبادت سے سمجھی گئی اور ضرورت ہے معرفت اور عزت ربوبیت اور ذلت بشریت کی سے اور یہ بات مجموع رب العالمین اور ایاک نعبدُ سے ظاہر ہوتی ہے اور تجلیہ میں معرفت بھی ضروری ہے اور معرفت کی طرف اشارہ فرمایا ساتھ الصاق کے یعنی اتصال روحانی کہ بندہ کو ساتھ خالق اپنے کے حاصل ہے بیت

اتصالِ بے تکیف بے قیاس　　ہست رب الناس را با جان ناس

اور ذکر کرنے سے پانچ اسموں کے اس سورۃ میں اشارہ ہے طرف مقام ذکر کے اور ساتھ ذکر حمد کے اشارہ ہے طرف مقام رضا کے ساتھ ذکر رحمت کے اور طرف مقام خوف کے ساتھ مالکیت دن جزا کے اور ذکر غضب کے اور طرف مقام اخلاص کے ساتھ ایاک نعبدُ کے اور طرف مقام دُعا کے ساتھ اہدنا الصراط المستقیم کے اور طرف مقام[1] اولیسیت ارواح طیبہ کے ساتھ صراط الذین انعمت علیہم کے اور طرف احتراز کرنے اور بچنے توسل کے سے ساتھ ارواح خبیثہ کے ساتھ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بیت

نخست موعظت پیر صحبتم این است　　کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید

اور علم حقیقت کہ علم مکاشفہ کا ہے اس سورۃ سے ساتھ اس طریق کے سمجھنا چاہیئے کہ معرفت ستر ربوبیت کی الحمد للہ کے کلمہ سے حاصل ہوتی ہیں اس واسطے کہ سب کی سب حمد کا رجوع اس کی طرف اس طرح سے ہے کہ وجود کل کا اس کے ساتھ قائم ہے اور یہی مدلول باءِ بسم اللہ کا ہے اور معرفت تجلی جلالی کی ساتھ ذکر مالک یوم الدین کے اور ذکر غضب کے اور معرفت تجلی جمالی کی ساتھ ذکر الرحمٰن الرحیم اور انعام اور معرفت کمالات الٰہی کی ذکر الحمد للہ کے سے یوم الدین تک حاصل ہوتی ہے اور معرفت اسماء الٰہی کی ساتھ ذکر اسماء خمسہ کے اور معرفت نفس کی ساتھ ذکر ضلال کے اور معرفت قلب کی ساتھ استعانت کے اور معرفت روح کی ساتھ ہدایت کے اور معرفت سر اور خفی اور ما فوق اُس کے کی ساتھ ذکر استقامت اور انعام کے اور معرفت ستر نبوت کی ساتھ ذکر الحمد للہ کے رحیم تک اور ساتھ ذکر انعام کے اور معرفت وحی کی

---

[1] مقام اویسیت سے مراد یہ ہے کہ بغیر صحبت جسمانی کے فیض روحانی کسی مقبول بارگاہ الٰہی کا حاصل ہو ۱۲ منہ مدظلہ العالی

ساتھ لفظ مالک کے اس واسطے کہ حقیقت وحی کی اتصال بعض رُوحوں کا ساتھ بعضوں کے یہاں تک کہ
یہ سلسلہ اتصالی طرف حق کے پہنچ جاتا ہے اور بحث فرق کی درمیان نبوت اور ولایت کے ساتھ ذکر
تابع اور متبوع کے بیچ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے معلوم کرنی چاہیئے اور بحث احوال
اور مقامات کی ساتھ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے اور ساتھ ذکر ہدایت اور استقامت
اور انعام کے سمجھنی چاہیئے اور مرتبہ علم الیقین کا ساتھ ذکر الفاظ غیبت کے کہ الحمد للہ سے
مالک یوم الدین تک ہے حاصل ہوتا ہے اور مرتبہ عین الیقین کا ساتھ خطاب ایاک کے اور معرفت
حق الیقین کی ساتھ ذکر رحمت اور ہدایت اور انعام اور استقامت کے اور ستر قضا اور قدر کا ساتھ
لفظ رحیم کے کہ مفید تخصیص ہر ایک کا ساتھ قدر اور استعداد اُس کے کی ہے اور معرفت اسرار عبادات
کی تفریع اُن کی ہے ساتھ ذکر اسما خمسہ دریافت کرنی چاہیئے اور پہچاننا اسرار معاملات کا تفریع ہدایت
کی ہے اوپر استعانت کے ہو سکتا ہے اور اسرار اخروی ساتھ انعام کرنے کے اُوپر مستقیم کے اور
غضب کرنے کے اوپر غیر مستقیم کے دریافت ہوئی اور تسخیر عالم شہادت کی واسطے عالم غیب کے
لفظ استعانت کے سے مفہوم ہوئی اور فنائیت ما سوا اللہ کے درمیان اس ذات کے ساتھ مالک یوم الدین

بیان ان چیزوں کا جن کے سبب سے شیطان آدمی کے اندر داخل ہوتا ہے

کے ذریعہ معلوم کروائی اور معرفت بقا کی ساتھ استقامت اور انعام کے ارشاد کی اس جگہ جاننا چاہیئے
کہ اکثر راستے داخل ہونے شیطان کے آدمی کے دل میں تین ہیں شہوت اور غضب اور ہوا
شہوت کو بہیمیت کہتے ہیں اور غضب کو سبعیت اور ہوا کو شیطانیت اور مرتبہ غضب کا بڑھا ہوا ہے
مرتبہ شہوت سے اور مرتبہ ہوا کا بڑھا ہوا ہے مرتبہ غضب سے اس واسطے کہ انسان بسبب
شہوت کے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور بسبب غضب کے غیر پر ظلم کرتا ہے اور بسبب ہوا کے اوپر
پروردگار اپنے کے اور اس واسطے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ الظلم ثلثۃ فظلم
لا یغفر و ظلم لا یترکہ و ظلم عسی اللہ ان یترکہ فالظلم الذی لا یغفر ھو الشرک
باللہ والظلم الذی لا یترک ظلم العباد بعضہم بعضا والظلم الذی عسی اللہ
ان یترکہ ھو ظلم الانسان نفسہ یعنی ظلم تین قسم کا ہے ایک ظلم ایسا ہے کہ اس کے سبب سے
آدمی بخشا نہ جائے گا اور ایک ظلم ایسا ہے کہ معاف نہیں ہوگا اور ایک ظلم ایسا ہے شاید اپنی
رحمت سے اس کو معاف کر دے پس وہ ظلم کہ اس کے کرنے سے بخشش نہیں ہوگی وہ شرک کرنا ہے

کے ساتھ اور وہ ظلم کہ معاف نہیں ہوگا ظلم آدمیوں کا ہے ایک دوسرے کے اُوپر اور وہ ظلم انسان کا ہے اُوپر نفس اپنے کے اور نتیجہ شہوت کا آدمی میں دو چیزیں ہیں حرص اور بخل اور نتیجہ غضب کا بھی دو چیزیں ہیں عُجب اور تکبّر اور نتیجہ ہوا کا بھی دو چیزیں ہیں کفر اور بدعت اور جمع ہونے ان چھ چیزوں کے سے آدمی میں خصلہ ساتویں پیدا ہوتی ہے کہ سب اخلاق ذمیمہ سے بڑی ہے اور اس کو حسد کہتے ہیں حکمت ایمانی کے حکیموں نے ایسا فرمایا ہے کہ مرتبہ حسد کا اخلاق ذمیمہ میں ایسا ہے جیسا کہ مرتبہ شیطان کا اور لعنت کئے ہوؤں کے اندر جب یہ تمہید معلوم ہوئی جاننا چاہیئے کہ تین اسم کہ بسم اللہ کے اندر ذکر ہوتے ہیں واسطے دفع کرنے اخلاق اصلیہ کے ہیں اور سات آیتیں الحمد کی واسطے دفع کرنے اخلاق سبعہ فروعیہ کے ہیں بیان اس کا یہ ہے کہ جس نے اللہ کو پہچانا شیطان ہوا کا اس سے بھاگا اور جس نے رحمانیت اس کی دریافت کی غضب سے بالکلیہ پاک ہوا اور جس نے رحیمیت اس کی دنیا کی بیچ اپنے روا نہ رکھے گا کہ اوپر نفس اپنے کے ظلم کر اور ساتھ افعال بہیمہ کے اس کو آلودہ کرے اور جس وقت الحمد للہ کہا مرتبہ شکر کا حاصل کیا اور جو شئے موجود ہے اُسی کے اُوپر قناعت کرنی نصیب اس کے ہوئی اور تب شہوت کو توڑا اور جس نے کہ رب العالمین کا اعتقاد کیا حرص اس کی بالکل دُور ہوئی اور بخل اس کا بھی جاتا رہا اس واسطے کہ حرص اس چیز میں ہوتی ہے کہ پاس اپنے موجود نہیں اور بخل اُس چیز میں ہو کہ اپنے پاس اپنے موجود ہے اور یہ شخص سب چیزوں کو خواہ موجود ہوں خواہ غیر موجود طرف ربوبیت اُسکی کے حوالہ کرتا ہے اور جس نے مالکیت دن جزا کی پہچانی بعد اُس کے کہ رحمٰن اور رحیم کو جانا تھا غضب اُس کا دُور ہوا اور جس نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا تلفظ کیا تکبّر کو ساتھ کلمہ اوّل کے اور عُجب کو ساتھ کلمہ دوسرے کے جڑ سے اکھاڑا اور جس وقت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہا اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو آخر تک اس کے ساتھ ملاحظہ کیا کفر اور بدعت سے دُور ہوا اور ہرگاہ کہ یہ چھ خلق بد اس میں نہ رہے حسد خود بخود دُور ہوا اور لطائف اس سُورۃ کے یہ ہیں کہ اس میں سات حرف مذکور نہیں ہیں ثا اور جیم اور خا اور زا اور شین اور ظا اور فا اور یہ سات حرف اوپر سات قسم کے عذاب جہنم کے دلالت کرتے ہیں اور ایسے ہی سات دروازے دوزخ کے ہیں نہ ور بیچ گمان مسلمان کے پڑ جاتا ہے کہ جس دفت

سورۃ فاتحہ کو پڑھے گا جہنم اور طبقات جہنم اور گوناگوں عذاب اُس کے سے اور داخل ہونے دروازوں اُس کے سے خلاصی حاصل ہوگی چنانچہ حرف ثا کا اشارہ طرف ثبور کے کرتا ہے کہ دن قیامت کے خاصہ اہل دوزخ کا ہوگا قال اللہ تعالیٰ لا تدعوا الیوم ثبورا واحدا وادعوا ثبورا کثیرا اور جیم طرف نام جہنم اور جحیم کے اشارہ کرتی ہے اور خا اشارہ طرف خزی اور رسوائی کے ہے کہ دوزخیوں کو حاصل ہوگی اور ہمیشہ رہیں گے اُس میں رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ اور زا اشارہ ہے طرف کے کہ نغمہ دوزخیوں کا ہے اور طرف زقوم کے ہے کہ طعام اس گروہ کا ہے اور شین اشارہ طرف شہیق کے ہے لھم فیھا زفیر وشھیق اور حرف ظا اشارہ لظی کا ہے کہ ایک طبقہ ہے جہنم کا اور فا اشارہ لفظ فراق کا ہے کہ دوستوں کے نزدیک فراق بدترین نوع عذاب کی ہے اور نیز

بیان بعض فضائل اس سورۃ کے

اشارہ طرف فرقت اور اختلاف کے ہے کہ بسبب دخول دوزخ کے ہے فائدہ ہر گاہ کہ لطائف اور نکات اس سورۃ کے سے ہم فارغ ہوتے لازم ہوا کہ بعضے فضائل اس سورۃ کے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں وہ بھی لکھیں بخاری اور صحاح ستہ اور کتب معتبرہ میں مروی ہے کہ ابوسعید بن المعلی صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن مسجد مقدس میں نماز پڑھتا تھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عذر قابل سننے کے نہیں رسُول اللہ کے پکارنے کو ہر حال میں اجابت چاہیئے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم یعنی اے ایمان والو مانو تم حکم اللہ کا اور رسُول کا جس وقت بلائے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی بھی ہے بعد اس کے فرمایا کہ ہمراہ میرے آؤ کہ ایک سورۃ بڑی کہ قرآن میں ہے مسجد کے نکلنے سے پہلے تم کو سکھلاؤں گا پس ہاتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر روانہ ہوا جس وقت نزدیک دروازے مسجد کے پہنچا یاد دلایا اچھی طرح یاد ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے اور یہی ہے سبع المثانی اور قرآن العظیم کہ حق تعالیٰ نے اوپر میرے بسبب نازل کرنے اس کے کے احسان کیا اور چنانچہ کہ فرمایا ہے ولقد اٰتیناك سبعًا من المثانی والقراٰن العظیم اور مثل اس قصہ کے سید القرا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہوا ہے اور اس میں یہ کلمہ بھی واقع ہوا ہے

اتحب ان اعلمك سورة لم تنزل فی التوراة ولا فی الانجیل ولا فی الزبور
ولا فی القرآن مثلها قال ابی نعم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے
فرمایا کہ آیا دوست رکھتا ہے تو کہ سکھاؤں تجھ کو ایسی سورۃ کہ نہیں اُتری مثل اس کی نہ توریت
میں اور نہ انجیل میں اور نہ زبور میں اور نہ قرآن میں کہا ابی نے کہ سکھلا دیجئے بعد اس کے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سورۃ امّ القرآن ہے کہ ہر نماز میں اس کو پڑھتا
ہے اور صحیح مسلم اور نسائی کے اور ابن حبان اور طبرانی اور حاکم کے ساتھ روایت ابن
عباس کے آیا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام پاس آنحضرت کے بیٹھے ہوئے
تھے کہ آسمان سے آواز دروازہ کھلنے کی سُنی اور نہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا
یہ ایک فرشتہ ہے کہ اب نازل ہوتا ہے کبھی جب سے پیدائش آدم کی ہوئی ہے اس دم تک
زمین کے اوپر نہیں آیا جب وہ فرشتہ پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا فرمایا،
خوش بخت ہو تم اور دو نور کہ تم کو دیئے ہے کسی نبی کو کہ پہلے تم سے ہے نہیں دیا وہ کیا
ہے سورۃ فاتحۃ الکتاب اور امن الرسول آخر سورۃ بقرۃ تک کوئی حرف تو ان سے نہ پڑھے گا
مگر تو ثواب عظیم اوپر اس کے پائے گا اور صحیح بخاری اور مسلم اور باقی صحاح ستہ میں وارد
ہے کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کے کاٹے ہوئے اور بچھو کے کاٹے
ہوئے اور مرگی والوں کو اور مجنونوں کو اس سورۃ کے ساتھ منتر کیا ہے اور آنحضرتؐ نے
اُس کو جائز فرمایا اور دارقطنی اور ابن عساکر نے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ اُس
کے اُوپر آنحضرت نے ساتھ اس سورۃ کے افسوں پڑھا ہے اور آپ دہن مبارک کا بعد پڑھنے
اس سورۃ کے درد کی جگہ اُس کی مَلا اور بیہقی شعب الایمان میں اور سعید بن منصور بیچ سنن
اپنی کے لائے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ہے فاتحة الکتاب شفاءٌ من کل داءٍ یعنی
فاتحۃ الکتاب شفا ہے واسطے ہر بیماری کے اور بزار مسند اپنی میں انس بن مالکؓ سے لائے
ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی نے ہوا اپنا فرش پر رکھا اور سورۃ فاتحہ
اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا ہر بلا سے امن میں ہوا سوائے موت کے اس کی تقدیر
میں ہو اور عبد بن حمید بیچ مسند اپنی کے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ فاتحۃ الکتاب

برابر دو ثلث قرآن کے ہے بیچ ثواب کے اور اس میں روایات بہت ہیں کہ نزدیک حاکم کے صحیح ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان کو تئیں صحیح کہا ہے لفظ افضل القرآن و آخر سورۃ فی القرآن اس سورۃ کے حق میں وارد ہوا اور ابو الشیخ اور طبرانی اور ابن مردویہ اور دیلمی اور ضیائی مقدسی بیچ احادیث کے کہ نزدیک ان کے صحیح ہیں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چار چیزیں عرش کے خزانہ سے مجھ کو عنایت ہوئی ہیں اور کوئی چیز سوائے ان چار چیزوں کے اُس خزانہ سے کسی کو نہیں پہنچی اور وہ چار چیزیں یہ ہیں ام الکتاب اور آیۃ الکرسی اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا اور سورۃ کوثر اور ابو نعیم اور بیہقی نے ابو دردا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب کفایت کرتی ہے ہر اُس چیز سے کہ کوئی چیز قرآن میں سے اس چیز کو کفایت نہیں کرتی ہے اور اگر فاتحۃ الکتاب کو بیچ ایک پلہ ترازو کے رکھیں اور تمام قرآن کو دوسرے پلہ میں البتہ فاتحۃ الکتاب ساتھ قرآن کے برابر ہوگی اور ابو عبیدہؒ فضائل قرآن میں حضرت حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی فاتحۃ الکتاب پڑھے گویا توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن کو پڑھا ہوا اور بیچ تفسیر وکیع اور کتاب المصاحف ابن انباری

بیان زاری ابلیس کا بیچ عمر اپنی کے

کے اور کتاب العظمۃ ابو الشیخ کے اور وصیۃ الاولیاء ابو نعیم کی کے وارد ہے کہ ابلیس علیہ اللعنۃ کو بیچ عمر اپنی کے چار بار نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کا اتفاق پڑا اور جس وقت اُس کے اُوپر لعنت اللہ تعالیٰ کی ہوئی اور جس وقت کہ اس کو آسمانوں سے نکال کر زمین پر ڈالا گیا اور جس وقت کہ فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی اور ابو الشیخ بیچ کتاب الثواب کے لائے ہیں کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو چاہیے کہ فاتحۃ الکتاب پڑھے اور بعد ختم کے حاجت اپنی چاہے انشاء اللہ وہ حاجت حاصل ہووے اور ثعلبی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور شکایت درد گردہ کی کی شعبی نے اُس سے کہا کہ تجھ کو لازم ہے کہ اساس القرآن پڑھے اور اوپر جگہ درد کے دم کرے اس نے کہا کہ اساس القرآن کیا ہے شعبی نے کہا فاتحۃ الکتاب اور اعمال مجربہ مشائخ میں مذکور ہے کہ سورۃ فاتحہ اسم اعظم ہے واسطے ہر مطلب کے پڑھا کریں اور اُس کے دو طریق ہیں اوّل یہ کہ درمیان سنت فجر اور نماز فرض کے ساتھ ملانے

میم بسم اللہ کے ساتھ لام الحمد کے اکتالیس مرتبہ چالیس روز تک پڑھیں جو مطلب کہ ہو حاصل ہو اور اگر شفا مریض کی یا تندرست ہونا جادو کئے ہوئے کا منظور ہو پانی پر دم کر کے اس مریض کو پلا دیں اور دوسرے یہ کہ نوچندی یک شنبہ کو درمیان سُنّت اور فرض فجر کے بے قید ملانے میم کے ساتھ لام کے اکتالیس بار پڑھیں بعد اس کے ہر روز اسی وقت دس بار کم کر کے پڑھا کریں تا کہ ہفتہ کے دن ختم ہو اور اگر پہلے مہینے میں مطلب حاصل ہو فبہا الّا دوسرے اور تیسرے مہینے میں بھی ایسا ہی کریں اور لکھنا اس سورۃ کا اوپر پیالہ چینی کے گلاب اور مشک اور زعفران سے اور دھو کر پلانا اس کا واسطے شفا بیماریوں مزمنہ کے چالیس روز تک مجرب ہے اور دانتوں کے درد، دردِ سر اور دردِ شکم اور دیگر دردوں کے اوپر پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر سورۂ بقـــرہ کی شروع ہوئی

سورۃ البقـــرۃ یعنی وہ سورۃ کہ جس میں ذکر لبقرۃ کا ہے مدنی ہے دو سو اور چھیاسی ۲۸۶ آیات ہیں اور چھ ہزار اکیس ۶۰۲۱ کلمے ہیں اور پچیس ہزار پانسو ۲۵۵۰۰ حرف ہیں اور یہ سورت سب سے بڑی سورتوں قرآن کی سے ہے اور جس قدر احکام شرعیہ کہ اس سورۃ سے نکلتے ہیں اور کسی سورت سے اس قدر مستنبط نہیں ہوتے ہیں تفسیر کرنے والوں نے لکھا ہے کہ پانسو حکم شرعی اس سورۃ میں مندرج ہیں اور ایک آیت مداینت کی کہ اُس میں ہے سب آیتوں قرآن کی سے بڑی ہے۔ اور بیس حکم شرعیہ پر مشتمل ہے اور ہر چند کہ اس سورۃ میں قسم قسم کے امور عجیبہ اور صنف صنف کے حالاتِ غریبہ الٰہیہ مذکور ہیں مگر اس کے نام میں اضافت بقرہ کی طرف کی اور کسی طرف نہ کی اور سورۃ البقرہ اس کا نام رکھا بسبب دو وجہ کے اوّل یہ کہ ذکر بقرہ کا اسی سورۃ میں ہے اور کسی سورۃ میں بقرہ کا ذکر نہیں پس قصۂ بقرہ کا خاصہ اس سورۃ کا ہے اور امتیاز کی جگہ اضافت طرف خاصہ شے کے ضرور طلب ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ قصۂ بقرہ کا اوپر مہمات اور مقاصد دین کے دلالت کرتا ہے پس یہ قصہ گویا کہ خلاصہ تمام قرآن کا ہے اور علی الخصوص خلاصہ مطالب اس سورۃ کا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دین متین میں مطلب اعلیٰ اور مقصد اعظم ثابت کرنا وجود صانع کا ہے اور اس قصے سے یہ مقصد اس طرح سمجھا جاتا ہے

کہ زندہ ہونا اس مرے ہوئے کا اپنی ذات سے نہ تھا ورنہ ہر ایک مرا ہوا زندہ ہو جاتا اور
نہ اس سبب سے زندہ ہوا کہ اعضائے بقرہ کو اس کے اوپر مارا ورنہ ہر وقت اعضائے بقرہ کے میت
کے اوپر ملنے سے میت زندگی سے ہمکنار ہو جاتی پس یہ زندگی نہ تھی مگر ساتھ قدرت اللہ تعالیٰ کے
نزدیک موجود کرنے اس سبب کے نہ کہ ساتھ اس سبب کے اور اس جگہ سے قدرت اللہ تعالیٰ کی ثابت
ہوئی بلکہ حکمت اس کی بھی۔ اس واسطے کہ زندہ کرنے اس مُردہ سے اشارہ فرمایا طرف اس کے
کہ دل مرے ہوئے کو بھی ساتھ ذبح کرنے نفس اَمّارہ کے زندہ کر سکتے ہیں پھر مقصود دوسرا
ثابت کرنا نبوت کا ہے اور یہ مقصد اس قصے سے صریح ثابت ہوا اس واسطے کہ وہ قصہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا تھا اور جس وقت نبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ثابت ہوئی
نبوت سب نبیوں کی خواہ متقدمین ہوں خواہ متاخرین ثابت ہوئی اس واسطے کہ تمام انبیاءؑ
دو حال سے خالی نہیں یا تصدیق کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے یا تصدیق کیے گئے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور مصدِّق اور مصدَّق صادق کے دونوں صادق ہیں اور بیچ ضمن
ثابت کرنے نبوت کے بیچ اس قصے کے ایک اشارہ ہے بہت مفید طرف اس بات کے کہ اطاعت
انبیاء علیہم السلام کی بے تفتیش ہر حکم کے آدمیوں کے اوپر واجب ہے تاکہ عزت کم ہووے اور
فضیحت واقع نہ ہو جیسا کہ ان لوگوں کو جنھوں نے کہا تھا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا رسوائی پیش آئی
پھر مقصد تیسرا استقامت ہے اور یہ مطلب اس قصے سے اس طرح سمجھا جاتا ہے کہ قاتل اس
مقتول کے نے دُنیا طلب کی اور ذلیل ہوا پس معلوم ہوا کہ طلب دُنیا کی ذلت ہے اور طلب
ماسوا اللہ کی خطا ہے مقصد چوتھا مجاہدہ ہے اور یہ قصہ اوپر مجاہدہ اور شرائط مجاہدہ کے ساتھ
وجہ اشباع کے دلالت کرتا ہے مثلاً چاہیے کہ مجاہدہ ساتھ قتل نفس اَمّارہ کے کرے اور یہ بڑھاپے میں نہیں
ہوتا اس واسطے کہ جب خواہش نفسانی نے قوتوں اور جوارح میں رگ اور ریشہ دوڑا کر استحکام
قبول کیا ہو اکھیڑنا اس کا بہت دشوار ہے علی الخصوص بوقت ضعف اور گر جانے قوتوں
کے ہاتھ پاؤں ضعیف سے نہیں ہو سکتا کہ درخت قوی کو جڑ سے اکھیڑے اور یہ بھی چاہیے کہ بیچ زمانے
مستی اور جوانی اور شروع شباب کے بھی نہ ہو اس واسطے کہ عقل اُس وقت میں کم اور بے تجربہ ہے
طاقت مقابلہ ہوائی کی نہیں رکھتی غالب ہے کہ مغلوب ہو جاتے اور یہ کہ شرائط مجاہدہ میں سے

روزی نیک بختی کی ہے کہ ثمرۃ الناظرین شان اُس کی ہے اور سلامتی ہے دُنیا کے کاموں میں گڑ جانے سے جیسا کہ زراعت اور تجارت ہے اور صحت استعداد کی اور بے داغ ہونا جوہر روح کا ہے وعلیٰ ہذا القیاس پھر مقصد پانچواں معاد ہے اور یہ مقصد بھی صراحتًا اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حیات نے کہ بدن قتیل کے سے جدا ہو گئی تھی پھر طرف اس کے عود کیا اور یہی پانچ مقصد ہیں کہ خلاصہ مطلبوں اس سورۃ کا ہے اور باقی امور متممات اور مقدمات ان امور پنجگانہ کے ہیں جاننا چاہیئے کہ بیچ مسند امام احمد اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں وارد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۃ البقرہ بمنزلہ کوہان قرآن کے ہے ہمراہ ہر آیت کے اس سے اسّی اسّی فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آیۃ الکرسی کہ بہترین خلاصہ آیتوں قرآن کا ہے عرش کے نیچے سے لاکر اس سورۃ میں رکھ دی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت الکرسی بمنزلہ دل اس سورۃ کے ہے اور واقع میں بعد تامل اور غور کرنے کے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مطالب اس سورۃ کے گرداگرد اسی آیت کے دوران کرتے ہیں پس وہ کہ بمنزلہ جان کے ہے لفظ الحی القیوم کا ہے کہ بیچ آیت الکرسی کے موجود ہیں اور تمام آیتیں اس سورۃ کی شیون اور مظاہر اس کلمہ کے ہیں جیسا کہ تمام اعضا انسانی مظاہر اور شیون جان پاک کے ہیں تفصیل اس مقام کی نہایت طول رکھتی ہے کہ یہ تفسیر تحمل گنجائش اُس کے کا نہیں رکھتی لیکن ساتھ حکم مالایُدرک کلہ لایترک کلہ کے بطریق نمونہ کے لکھنا ضرور ہوا ہے غور سے سُننا چاہیئے وہ چیز کہ اس سورۃ میں افادہ اس کا منظور ہے حیات اور قیومیت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ ساتھ رنگا رنگ ظہور کے عالم میں جلوہ گر ہو رہی ہے اوّل حیات ہر فرد کی افراد انسانی سے ہے کہ کنتم امواتًا فاحیاکم طرف اس کے اشارہ فرماتا ہے پھر حیات اور قیام تمام نوع کا ہے ساتھ پیدا کرنے ابوالبشر کے اور عطا کرنے منصب خلافت کے واسطے اسکے واسطے ٹھہرانے اور قرار پکڑنے اُس کے زمین میں کہ واذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفة آخر قصہ تک شرح اس کی ہے پھر حیات قیام ایک خاندان اس نوع کی سے کہ مانند اس کے کوئی خاندان دُوسرا بزرگی اور مرتبے میں نزدیک اللہ کے اور دیر تک رہنے میں تاوقت نزول اس سورۃ تک موجود نہ تھا اور شرح اس حیات اور قیام کی شروع رکوع یا بنی اسرائیل سے تا اختتام یا بنی اسرائیل تیسری تک کہ آخر سیپارہ میں واقع ہے پہلی

اور منجملہ اقسام حیات کے کہ اس خاندان عالی میں اُنھوں نے ظہور فرمایا ہے اوّل اُس قسم کو بیان فرمایا ہے کہ ظہور اُس کا اس وقت میں ہوا کہ جس وقت فرعون نے قصد دُور کرنے حیات اس خاندان کا بہ سبب ذبح کرنے بیٹوں کے اور زندہ رکھنے بیٹیوں کے کیا تھا بعد اس کے اس خاندان کے دلوں کی حیات بسبب عطا کرنے توریت کے باوصف اس کے کہ جاہلوں اس خاندان کے نے بسبب گئو سالہ پرستی کے فکر دُور کرنے اس حیات کا کیا تھا عطا ہوئی اور طریق دفع کرنے معصیت گئو سالہ پرستی کا کہ ساتھ صورت قتل کے تھا اور حقیقت میں یہ قتل نہ تھا بلکہ زندہ کرنا تھا مثال اس کی یہ ہے کہ تمام آدمی کے بدن میں سے ایک عضو گندہ اور بوسیدہ ہو جائے تو واسطے سلامتی دوسرے اعضاء کے اس کو کاٹ ڈالا کرتے ہیں ہمراہ اسی کے ارشاد ہوا بعد اس کے جماعت دوسری نے کہ بے ادبانہ سوال رویت کا کیا اور حیات اپنی برباد کی بسبب دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نئی طرح سے خلعت حیات کی پہنی پھر تمام بنی اسرائیل بسبب نافرمانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیچ تیہ کے گرفتار ہوئے اور قریب تھا کہ نقد حیات کی ہار دیں اوّل غیب سے اس طرح سامان زندہ رہنے اور قائم رہنے ان کے کا کیا کہ سایہ ابر کا اُن کے واسطے ظاہر کیا اور من اور سلویٰ کھانے کے واسطے نازل فرمایا بعد اس کے طرف ایک گاؤں کے نشان دے دیا بعد اس کے چشمے پانی جاری کے پتھر سے نکال دیئے تاکہ صورت حیات ان کی برہم نہ ہو اور جس وقت ایک فرقہ اس خاندان میں سے بسبب ہتک حرمت کے مستحق دُور کرنے حیات انسانی کا ہوا اور خلعت حیات خسیسہ حیوانیت کی بدلے اُس حیات جلیلہ انسانی کے پہنی بالکل عنایت الٰہی نے شر اُن کے کو اور طرف جانے سے باز رکھا اور قصہ کو واسطے دُوسروں کے عبرت کے مقرر کیا تاکہ آئندہ کو حیات اوپر قیام اس خاندان کے ساتھ اشتال ان گناہوں کے نقل نہ ہو پھر بیچ قصہ بقرہ کے حیات عجیبہ غریبہ نمودار کر کے دستور العمل واسطے اُن کے ارشاد فرمایا اور ارشاد اس بات کا ہوا کہ باوجود ان تمام باتوں کے سیاہی دلوں ان کے کی بسبب لڑنے اور مشغول ہونے تخالف ایک دوسرے کے اور توڑ ڈالنے عہدوں کے اور پیمان الٰہی کے بسبب نفاق فیما بین کے اور مشغول رہنے کے بیچ فکر دُور کرنے قیام اس خاندان کے بڑھتے رہے اور اس پر عنایات الٰہی پے در پے ظاہر ہوتی رہیں یہاں تک کہ کلام پہنچ گیا طرف بیان حرص اس کی کے اوپر حیات کے باوجودیکہ اسباب حیات کے جڑ سے اکھیڑتے تھے اور دوامی موت کے ہر طرف سے واسطے اپنی

جمع کرتے تھے پس فعل ان کا مخالف خواہش ان کی کے تھا اور عجب تو یہ کہ باوجود شدت حرص کے اور قیام خاندان اپنے کے جو فرشتے کے اس کام پر مقرر ہے اور حیات اور قیام ہر خاندان اپنے کا ساتھ امداد اور اعانت اُس کی کے ہے اُس سے دشمنی کرتے تھے جیسا کہ بیچ آیت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ میں مذکور ہے اور ساتھ طریق تتمہ اس کلام کے مشغول ہونا اس فرقہ کا ساتھ سحر اور کلمات کفر کے کہ دُور کرنے والے حیات غیبیہ الٰہی کے ہیں یہانتک بیان کے آیا یہاں تک کہ قصہ اس خاندان کا تمام ہوا بعد اُس کے بیان زندگی اور قائمی خاندان دُوسرے کا بنی اسمٰعیل میں سے شروع کیا اور ابتدا اُس کی آیت وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ سے شروع ہوئی پہلے تمام خاندان اسمٰعیل کا بسبب بنانے کعبہ معظمہ اور باقی رہنے اُس گھر متبرک کے بیچ اُس جگہ کے ارشاد ہوا بعد اس کے طرف امر استقبال اس گھر کے بیچ عبادتوں کے اور تعظیم اور حُرمت اس کی کے کہ سبب قیام اُس خاندان کا تھا ارشاد فرمایا اور جب بیان حیات اور قائمی ان دونوں خاندان عمدہ سے فارغ ہوتے بعد اس کے چند اقسام حیات کے کہ ظاہر میں حیات کے خلاف معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت میں خلاصہ اقسام حیات کے ہیں بطریق تنبیہ کے شروع کئے منجملہ اُن کے شہادت فی سبیل اللہ ہے کہ بمقتضائے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ بہترین انواع حیات کا ہے اور اسی واسطے اور پر اسباب اس قسم حیات کے دلیر فرمایا اور ترغیب دلا اور اوپر صبر کرنے کے مصیبتوں پر وعدہ ثواب بزرگ کا کیا اور بشارت عمدہ عنایت فرمائی اور منجملہ اُن کے ہے قصاص کہ ظاہر میں دُور کرنا حیات قاتل کا ہے اور حقیقت میں سبب زندگی ایک جہان کا اور منجملہ اُن کے ہے حیات معنوی ہرامت کی ساتھ جاری کرنے وصیت اُس کی کے بے تبدیل اور تغیر کے اور منجملہ اُن کے ہے حیات رُوح کی بسبب بھوکا پیاسا رکھنے بدن کے روزہ میں اور منجملہ ان کے ہے حیات دینی جو بسبب جہاد کرنے اور لڑنے کے دین کے دشمنوں سے حاصل ہوتی ہے کہ قصہ اس کا بیچ آیۃ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے مذکور ہے اور منجملہ ان کی ہے حیات اور قائمی ملت کی بسبب قائم کرنے شعائر حج کے اس مکان میں کہ جائے پیدائش اور جائے پرورش اس خاندان عالی کی ہے حج کے دنوں میں پھر متوجہ ہوتے ہیں طرف حیات اور قائمی ہر ہر گھر کے ساتھ بیان کرنے آداب نکاح کے اور منع کرنے مجامعت کے حالت حیض میں کہ موجب باقی رہنے حیات خبیثہ فاسدہ کا

اور منع کرنے تلف کرنے حقوق زوجیت کے کے ساتھ بہانہ قسم کے کہ عرف میں اس کو ایلا کہتے ہیں
اور پرورش یتیموں کی اور کیفیت نفقہ اقارب کے بھی خانہ داری کے ضمن میں مذکور ہوتے بعد اس
کے اگر نوبت ٹوٹ جانے نکاح اور برہم ہو جانے خانہ داری کی واقع ہو کہ اس کو عرف میں طلاق
کہتے ہیں پیچ باقی رہنے آثار اس نکاح کے اور قائم رکھنے حقوق اس خانہ داری کے ساتھ محافظت
عدت کے اور دینے متعہ کے اور دودھ پلوانے اولاد کے کس کس طرح کوشش کرنی چاہیئے تاحیات
اور قائمی اس عقد کی بالکلیہ برہم نہ ہو اور لتنے مضامین آیت اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
مِنْ دِیَارِھِمْ تک بیان ہو چکے اور جب اس سب سے فارغ ہوئے چند قصص عجیبہ کہ جن میں
حیات غیبیہ بے اسباب کے پائی جاتی ہے ذکر فرمائے تاکہ معنی حی اور قیوم کے پہلے بھی اس کلمہ سے اور بعد
کو بھی اس کے اُترنے سے سُننے والوں کے ذہنوں میں ٹھہر جائیں اور وہ کہ پہلے آترنے اس کلمہ کے ہے
ہے دو قصہ ہیں اوّل قصہ حیات ایک جماعت کا بنی اسرائیل میں سے کہ وبا کے خوف سے بھاگ گئے تھے
اور مر گئے تھے اور پھر ساتھ دُعا حضرت حزقیل علیہ السلام کے زندہ ہوئی دوسرا قصہ شمویل اور طالوت
علیہم السلام کا کہ بعد زوال خاندان بنی اسرائیل کے نئے سرے سے اس خاندان کو انھوں نے قائم
کیا اور آخر میں اُوپر ہاتھ حضرت داؤد علیہ السلام اور بسبب آنے تابوت سکینہ کے قیومیت اس کی
بدرجہ اتم ظاہر ہوئی اور وہ شے کہ بعد اُترنے اس کلمہ کے ہے کئی قصے ہیں اوّل قصہ نمرود کا ساتھ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہ وہ مردود خدا کے جلانے اور مارنے کو نہ سمجھا اور اپنے تئیں جلانے اور
مارنے والا ٹھہرایا اور دوسرا قصہ حضرت عزیر علیہ السلام کا کہ انھوں نے زندگی اور آبادی شہر کی بعد
ویران ہونے کے بعید بھی یہاں تک کہ ساتھ مرتبہ حق الیقین کے اپنے اوپر اور اپنی سواری پر نئے
سرے سے حیات اور قیام معلوم کیا تیسرا قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ پیچ کیفیت جلانے
مُردوں کے کہ کس طرح مردہ زندہ ہو جاتے ہیں توقف کیا یہاں تک کہ کیفیت زندہ ہونے
مُردوں کی اور جانوروں مر گئے ہوئے اور پیدا کھڑے ہوؤں کی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی
اور لتنے مضامین اس آیت تک کہ مثل الذین ینفقون اموالھم ماشاء اللہ تمام ہوئے ختم ہوئے بعد اس
کے نوبت ذکر حیات اور قائم رہنے بقا مالوں کی شروع ہوئی اور جس چیز کو آدمی اپنے مالوں
کے واسطے نفع اور بقا سمجھتے ہیں یعنی سُود لینا کہ سبب باقی رہنے اور بڑھنے مال کا آدمیوں کے نزدیک

ذہن نشین ہے اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک باعث تلف کرنے اُن مالوں کا ہے مفصل ارشاد ہوا اور بالعکس اس کے کچھ خرچ کرنا اور صدقہ کرنا فی سبیل اللہ کہ آدمیوں کے ذہنوں میں موجب تلف کرنے مالوں کا ہے اور اللہ کے نزدیک سبب حیات کا اور بڑھنے مالوں کا ہے تفصیل اس کی بھی ارشاد ہوئی اور واسطے حیات اور بقائی مالوں کا بیع اور معاملات مشروعہ کے مثل خرید و فروخت کے اور ادھار کے لین دین میں ایک ایک دستور العمل کتابت اور استشہاد کے باب میں عنایت فرمایا اور سورۃ کو ختم کیا پس معلوم ہوا کہ مطالب اس سورۃ کے تمام شرح اور بسط حی اور قیوم کے ہیں۔ اور یہ کلمے بمنزلہ جان اس سورۃ کے ہیں اور آیت الکرسی بمنزلہ دل اس سورۃ کے اور تمام باقی اس سورۃ کا بمنزلہ اعضا اور جوارح کے واللہ اعلم اور یہ کہ یہ سورت بیچ بیان کرنے حدود زمانیہ اور مکانیہ شرعیہ کی ایک خصوصیت رکھتی ہے کہ دوسری سورۃ کو وہ خصوصیت نہیں اول ذکر اربعین حضرت موسٰی علیہ السلام کا ہے کہ قاعدہ مقررہ اہل خلوت اور ریاضت کا ہے پھر ذکر ماہ مبارک رمضان کا اور مقرر ہونا روزہ فرض کا اس میں پھر ذکر مہینوں حج کا کہ شوال اور ذی القعدہ اور عشرہ ذی الحجہ اس کے اندر آیا پھر ذکر اشہر الحرم کہ چار مہینے ہیں اور ابتداء قتل ان مہینوں میں حرام ہے اور نیکیاں دوچند ہوتی ہیں اور بدیاں گھٹ جاتی ہیں۔ پھر بیان مدت حیض کا کہ نزدیکی بیوی اور لونڈی کی اس میں حرام ہے پھر ذکر مدت ایلاکی کہ چار مہینے ہیں پھر ذکر عدت طلاق کی کہ مدت تین حیضوں کی یا تین طہروں کی ہے پھر ذکر عدت وفات کا کہ مدت چار مہینے اور دس دن کی ہے اور نہایت اس کی ایک برس تک بھی کھنچتی ہے ہوا یہ بیان اُن حدوں شرعیہ کا تھا کہ تعلق زمانے کے ساتھ رکھتی ہیں اور جو حدیں کہ تعلق مکان کے ساتھ رکھتی ہیں پس اُن میں سے ہے استقبال کہ تعلق اس کا ساتھ کعبہ معظمہ اور مسجد الحرام کے ہے اور حرمت تمام شہر مکہ کی اور گرد و پیش اُس کے کہ مراد اُس کے سے حرم ہے اور مقام ابراہیم مصلے بنانا توابع اس کے سے ہے اور انھیں میں سے ہے صفا اور مروہ کہ طواف اور سعی درمیان ان دونوں کے واجب ہے اور اُن میں سے ہے عرفات اور مشعر الحرام اور منیٰ کہ بیچ آیت فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ کے اشارہ طرف رات گزارنے کے اس مقام میں ہے اور بیان جزا ممنوعات احرام کا بیچ صورت نہ ہونے استطاعت مال کے ساتھ روزہ نہ رکھنے میں دن کے درمیان میں رکھا

اور اسی قیاس سے تمتع کو خاص حرم کے رہنے والوں کے ساتھ کرنا اور واجب کرنا کامل دس دن
کے روزوں کا بیچ صورت نہ میسّر آنے ہدی کے اوپر متمتع کے بھی درمیان میں بیان ہوا اور علم
خصوصیات زمانیہ اور مکانیہ کا کہ احکام شرعیہ ان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس قبیل سے ہے کہ
بدون وحی کے ہرگز یافت نہیں ہوتا اور تعبدی محض ہے کہ عقل کو کسی حیلے سے جاننا اس کا ممکن
نہیں پس جو سورت کہ ایسے علموں کا اس میں بیان ہو کمال اصالت وحی ہونے میں رکھتی ہے اور
اسی واسطے اس سورت کو بواسطہ اس سبب کے خصوصیت بہم پہنچی ہے کہ کتنی چیزوں میں سب
قرآن کی سورتوں سے ممتاز ہے منجملہ اُن کے یہ کہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کی کہ
من حلف بسورۃ البقرۃ فعلیہ بکلّ اٰیۃ منھا یمین یعنی جس کسی نے قسم کھائی
ساتھ سورۃ بقرہ کے پس اوپر ذمہ اُس کے کے بشمار ہر آیت کے اس سورۃ سے ایک قسم ہوتی ہے
پس گویا سورۃ بقرہ کے ساتھ قسم کھائی دو سو اور چھیاسی قسم کھائی ہے اور اس مضمون کو ابن
ابی شیبہ مجاہد سے مرفوعاً روایت کرتے ہے قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من حلف
بسورۃ البقرۃ فعلیہ بکلّ اٰیۃ منھا یمین صبر فمن شاء برّ ومن شاء فجر
اور منجملہ اُن کے ہے وہ کہ صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت آئی ہے کان الرجل
اذا قرء البقرۃ واٰل عمران جدّ فینا یعنی جس وقت کہ کوئی شخص زمرہ ہمارے سے سورۃ
بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ کر تمام کرتا تھا اُس کے واسطے درمیان ہمارے عظمت اور مرتبہ
پیدا ہوتا تھا اور اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت علیہ السّلام لشکر بھیجتے تھے
اور بیچ مقرر کرنے امیر کے تردّد کرتے تھے ہر ایک کو اہل لشکر سے رُوبرو اپنے بُلا کر تفتیش فرماتے
کہ کون کون سی سورۃ قرآن سے پڑھتے ہو تم جو کوئی جو کچھ یاد رکھتا تھا پڑھتا تھا یہاں تک کہ
نوبت ایک جوان کی پہنچی کہ عمر میں سب سے چھوٹا تھا اُس سے بھی پُوچھا کہ تجھ کو کونسی سورۃ قرآن
سے یاد ہے اُس نے عرض کی کہ فلانی سُورۃ اور فلانی سُورۃ اور سورۃ بقرہ بھی آنحضرت نے فرمایا
کہ کیا سورت بقرہ بھی یاد ہے تجھ کو عرض کیا کہ ہاں یا رسُول اللہ فرمایا جا تو امیر اس لشکر کا ہے اُس
وقت میں ایک شخص نے بزرگوں میں اُس قوم کے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ مجھے بھی ہو سکتا تھا یاد کرنا
سورۃ بقرہ کا لیکن ڈرا میں کہ اگر سورۃ بقرہ کو یاد کروں میں پس تہجد میں بسبب بڑی ہونے اس کی

ہر روز نہ پڑھ سکوں گا اس سبب اس سورۃ کو یاد نہ کیا میں نے فرمایا یہ خیال دور کرو اور قرآن کو سیکھو اس واسطے کہ جو کوئی قرآن کو سیکھے اور تہجد میں پڑھے مثال اس کی ایسی ہے جیسا کہ ایک تھیلا مشک سے پُر ہے کہ منہ اُس کا کھول دیا ہے بو اس کی ہر مکان میں پہنچتی ہے اور جو کوئی کہ قرآن کو یاد کرتا ہے اور نہیں پڑھتا اور قرآن اس کے سینہ میں ہے وہ مانند ایک تھیلے کے ہے کہ مشک سے پُر ہے اور منہ اس کا خوب باندھ رکھا ہے اور اس حدیث کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کتب الاوائل میں عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ میں صغیر سن تھا اور باوجود اس کے آنحضرت ﷺ نے مجھ کو سرداری شہر طائف کی دی تھی اس سبب سے کہ میں نے سورۃ بقرہ پڑھی تھی اور منجملہ اُن کے وہ ہے کہ بطریق تواتر کے آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا کہ فرماتے تھے کہ سورۃ بقرہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے رہو اس واسطے کہ شیطان اُس گھر سے بھاگتا ہے جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں سہل ابن سعدؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہر چیز کے واسطے کوہان ہے اور کوہان قرآن کا سورۃ بقرہ ہے جو کوئی اس سورۃ کو اپنے گھر میں دن کو پڑھے شیطان تین دن تک اُس گھر میں نہ آئے اور جو کوئی رات کو پڑھے تین رات تک شیطان اُس گھر میں نہ آوے اور منجملہ اُن کے ہے وہ کہ حدیث متواتر میں اس سورۃ کے حق میں فرمایا ہے کہ لا یستطیعھا البطلۃ یعنی طاقت مقابلہ اس کے کی نہیں رکھتے ہیں ساحر اور یہ بھی فرمایا ہے تعلموا[1] سورۃ البقرۃ فان تعلمھا برکۃ و ترکھا حسرۃ اور منجملہ اُن کے وہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہوا ہے کہ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران قیامت کے دن بیچ صورت دو ٹکڑے ابر یا دو سائبان سایہ دار کے آویں گے اور درمیان ان دونوں سورۃ کے ایک خط روشن ہوگا یا مانند دو قطار جانوروں اُڑنے والے کے جیسے کہ کبوتر اور کلنگ صف باندھ کر آئیں گے اور پڑھنے والے اپنی کی طرف ہو کر شفاعت میں جھگڑا کریں گے اور اصرار کریں گے یہاں تک کہ اس کو بہشت میں لے جائیں گے اور اسی واسطے ان دونوں سورتوں کو زہراوین لقب دیا ہے اور اصفہانیؒ نے بیچ کتاب الترغیب اپنی کے عبدالواحد بن ایمن سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی سورۃ بقرہ اور آل عمران کو جمعہ کی رات کو پڑھے اس کو اس کا ایسا ثواب دیتے ہیں کہ مابین لبیدا اور عروبا کا پُر کرتا ہے لبیدا نام ساتویں زمین کا ہے اور عروبا نام ساتویں آسمان کا ہے اور منجملہ اُن کے وہ ہے کہ ابو عبید ام الدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کہ قرآن کا پڑھنے

---

[1] یعنی سیکھو سورۃ بقرہ کو پس تحقیق سیکھنا اس کا برکت ہے اور چھوڑنا اس کا حسرت ہے۔

والا تجارات کے وقت ایک ہمسایہ پر دوڑا اور اس کو مار ڈالا صبح کے وقت اس شخص کو پکڑا اور قصاص میں مار ڈالا جب اس کو مدفون کیا تمام قرآن سورۃ سورۃ سینہ اُس کے سے بھاگ کر نکل گیا سوائے اس کے کہ سورۃ البقرۃ اور آل عمران ہمراہ اُس کے ایک جمعہ تک رہیں اور اس کی عذاب سے محافظت کرتی تھیں بعد ایک جمعہ کے سورۃ آل عمران بھی بھاگ کر چلی گئی اور سورۃ البقرۃ ایک اور سرے تک اس کی جگہ محافظت میں رہی اور عذاب کے فرشتوں کو آنے نہ دیا یہاں تک کہ جناب رب العزت سے ندا پہنچی کہ مایبدل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید یعنی نہیں بدلی جاتی ہے بات نزدیک میرے اور نہ میں ظلم کرنے والا بندوں کا ہوں یہ آواز سن کر سورۃ البقرۃ بھی نکل گئی ام الدرداء کہتی تھی جس وقت کہ یہ سورۃ آئی الیاد کھلائی دیا کہ ایک بڑا ابر آیا اور منجملہ اُن کے وہ ہے کہ بخاری نے تعلیقاً اور مسلم اور دوسرے اصحاب صحاح نے ساتھ سند صحیح کے روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر ایک دن رات کے وقت اپنے گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھتے تھے اور گھوڑا اُن کا اُس مکان کے نزدیک بندھا ہوا تھا دفعۃً گھوڑے نے کودنا پھاندنا شروع کیا اُسید پڑھنے سے باز رہے بمجرد خاموش ہونے ان کے گھوڑا بھی کودنے سے ٹھہر رہا۔ پھر پڑھنا شروع کیا گھوڑے نے پھر کودنا از سر نو شروع کیا پھر یہ خاموش ہوئے گھوڑا بھی ٹھہر گیا جب چند بار اسی طرح معاملہ ہوا وہ اُٹھا اور بیٹے اپنے کو کہ یحییٰ نام تھا اور اس مکان کے پاس سوتا تھا اٹھایا کہ مبادا گھوڑا شوخی اور جولانی اپنی میں کچھ زیاں اس بچہ کو پہنچائے اس درمیان میں کہ سر اپنا آسمان کی طرف اُٹھایا دیکھا کہ ایک سائبان چراغوں سے بھرا ہوا زمین سے آسمان کی طرف چڑھا چلا جاتا ہے جانا کہ سبب جولانی گھوڑے کا یہی روشنی تھی اس سائبان کو اپنی نظر میں رکھا یہاں تک کہ غائب ہوا صبح کو آکر یہ تمام ماجرا روبرو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عرض کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ بسبب پڑھنے اس سورت کے اترے تھے۔ اگر صبح تک تو پڑھتا جاتا تو صبح کو آدمیوں کی نظروں میں آتے اور ہرگز پوشیدہ نہ ہوتے اور ابوعبید ایک سفید ریش اہل مدینہ منورہ سے روایت کی ہے کہ اہل محلہ انصار کے ایک دن صبح کے نزدیک آنحضرتؐ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ رات کو محلے ہمارے میں ایک طرفہ عجوبہ نمودار ہوا کہ تمام گھر ثابت بن قیس بن شماس کا چراغوں کی روشنی سے پر تھا سبب اس کا معلوم نہیں۔

(۱) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے گھر میں سورۃ بقر پڑھتا ہو اس سے پھر چند آدمی آگئے ثابت بن قیس کے گئے اور پوچھا کہ شب کو تہجد میں کیا تو نے پڑھا تھا کہا سورۃ بقر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے سورۃ بقرہ کو بارہ برس میں پڑھا تھا .... تمام حقائق اور دقائق کے ساتھ اور ختم کے دن ایک اُونٹ ذبح کر کے کھانا بہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کو کھلایا تھا اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سورۃ بقر کے پڑھنے میں آٹھ برس مشغول رہے بعد آٹھ برس کے ختم کی خلاصہ یہ ہے کہ یہ سورۃ نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرامؓ کے بڑی عظمت رکھتی تھی کہ اور سورتیں اس قدر نہیں رکھتی تھیں اور خواص آزمودہ اس سورۃ کے سے یہ ہے کہ وقت نکلنے آبلہ اطفال کے کہ اس کو چیچک کہتے ہیں صبح کے وقت نہار منہ اس سورۃ کو خوب حرفوں کو ادا کر کے آہستہ آہستہ بچہ کے سامنے پڑھ کر دم کریں اور لڑکا بھی نہار منہ ہو ساتھ فضل خدا کے اس برس چیچک اس لڑکے کے نہ نکلے اور اگر نکلے تکلیف زیادہ نہ ہو اور کچھ نقصان نہ پہنچے لیکن شرط یہ ہے کہ وقت شروع اُس کے کے ڈھائی پاؤ چاول شکر اور دہی کے ساتھ کہ بقدر حاجت ہو کسی مستحق کو اس جگہ بٹھا کر کھلائیں اور وہ مستحق روبرو پڑھنے والے اس لڑکے کے کھاوے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ علماء کو اختلاف ہے اس بات میں کہ ترتیب سورتوں قرآن کی فرمائی ہوئی شارع کی اور توقیفی ہے یا اصحاب کے اجتہاد سے ہوئی ہے کہ اپنی عقل سے مناسبت سورتوں کے درمیان میں دیکھ کر اور دریافت کر کے ایک کو پیچھے دوسرے کے لکھا ہے اور ہر تقدیر پر بیان کرنی وجہ ربط کی درمیان دو سورتوں کے ضروری ہے اس واسطے کہ اگر یہ ترتیب توقیفی ہے شارع کی طرف سے پس شارع حکیم ہوا اور فعل حکیم کا خالی حکمت سے نہیں ہوتا ہے اور اگر بسبب اجتہاد صحابہ کے ہے پس وجہ مناسبت اس وجہ سے ضروری کہ اصحاب کو کوئی باعث ہوا کہ اس سورۃ خاص کو بعد اس سورۃ خاص کے لکھا والا فعل صحابہ کا محمول اوپر فقط اٹکل کے دین کے اندر ہو جاتے اور یہ باطل ہے لان مسیرتہم تشہد بخلاف ذالك اور یہ کہ فرض کیا ہوا یہ امر ہے کہ ترتیب اجتہادی ہے تخمینی نہیں یعنی بلا تامل صرف اٹکل سے کر دی ہو اجتہاد کے واسطے ماخذ چاہیئے اور بیان وجہ ربط کی گویا اشارہ طرف اس ماخذ کے ہے اور ہوئے جاننا کہ ترتیب آیتوں ایک ایک سورۃ کی بالاتفاق ساتھ توقیف کے

اور شارع کی طرف سے واقع ہوئی اس ترتیب میں بالکل اختلاف نہیں اور اختلاف سورتوں کی ترتیب میں ہے جس وجہ سے کہ بیچ مصحف عثمانی لکھی گئیں اور کل صحابہ نے اس کے اوپر اجماع کیا ہے اور نسخے اسی قرآن کے تمام طرف پہنچے اور تمام مجتہدین نے اس کو قبول کیا اور جنھوں نے مخالف اس ترتیب کے لکھا تھا جیسا کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب وہ بھی مخالفت سے دستبردار ہوئے طوعاً و کرہاً مذہب اکثر علماء مالکیہ اور حنفیہ اور شافعیہ اور اوروں کا یہ ہے کہ یہ ترتیب صحابہ کے اجتہاد سے واقع ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ نہیں فرمایا ہے بلکہ اُمت کے سپرد کرکے آپ نے اس جہان سے انتقال فرمایا ہے اور دلیل اس گروہ کی یہ ہے کہ اگر یہ ترتیب توقیفی ہوتی تو آنحضرت نے اس کے واسطے ارشاد فرمایا ہوتا مخالفت اس ترتیب کی حرام محض اور بدعت شنیعہ ہوتی اور حال یہ ہے کہ ابن مسعود اور ابی بن کعب نے کہ صحابہ جلیل القدر میں سے تھے مخالفت اس ترتیب کی اختیار کی ہے اور تادم مرگ اسی ترتیب کا رعایت کرتے تھے اور صحابہ دوسرے جس وقت ان دو بزرگوں سے گفتگو اور مقابلہ اس امر میں کرنے لگے سوائے اجماع جمہور کے کوئی دلیل ان بزرگوں نے بیان نہ کی اور یہ ذکر نہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلاف ترتیب تمہاری کے ارشاد فرما گئے تھے پس یہ معلوم ہوا کہ یہ ترتیب توقیفی نہ تھی والا مخالفت ان دو اصحاب کی اور سکوت کرنا اور صحابہ کا ذکر توقیف کی سے بیچ مقام حجت کے کوئی وجہ نہیں رکھتی اور ایک گروہ علماء کا اس طرف گیا ہے کہ یہ ترتیب بھی توقیفی ہے۔ آنحضرت کے اشارہ اور فرمانے سے عمل میں آئی اور دلیل اس گروہ کی یہ ہے کہ صحابہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں آنحضرت کے فرمانے سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور ہرگز اپنی طرف سے کوئی چیز پیدا نہیں کرتے تھے۔ اس مقدمہ عمدہ میں کس طرح ساتھ عقل اپنی کے دخل کردیتے اگر فرمایا ہوا آنحضرت کا ان کے پاس نہ ہوتا اجماع بدون اس فرمانے ہونے کے کیونکر متفق ہوتا اور فیصلہ کی بات درمیان دونوں فریقوں کے یہ ہے کہ دونوں فریق سچے ہیں جو لوگ کہ اس ترتیب کو صحابہ کے اجتہاد سے کہتے ہیں اوپر اس وجہ کے ہے کہ صاحب اس ترتیب کے اور مقرر کرنے والے ہر سورۃ کے اپنے مواضع میں صحابہ ہوتے ہیں اور آنحضرت نے ساتھ نفس نفیس اپنی کے یہ شغل نہیں فرمایا ہے بلکہ بطور صحابہ مجتہدین کو چھوڑ کر رحلت فرمائی اور جو لوگ کہ اس

ترتیب کو توقیفی کہتے ہیں وہ اس معنی سے ہے کہ صحابہ نے بمجرد عقل اپنی کے یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ تابعداری قولوں اور فعلوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس امر میں کی ہے ساتھ اس وجہ کے کہ جمہور صحابہ کے نزدیک متیقن ہوا تھا کہ اگر آنحضرت ساتھ نفس نفیس اپنی کہ یہ کام کرتے اسی وضع پر فرماتے اس کے مخالف نہ فرماتے اور یہی ہے شان اور اجماعیت صحابہ کی کہ جب تک نصوص بہت ساری کہ ایک ایک اُن میں سے موجب یقین کا نہیں مگر سب کے جمع ہونے سے فائدہ یقین کا ہو جاتے ملاحظہ نہ کر لیتے تھے جرأت اوپر اجماع کے نہ کرتے اور ساتھ اس فیصلہ کے حل ہو جاتے ہیں اختلافات بہت سارے کہ درمیان توقیفی ہونے اور اجتہادی ہونے بعض امور شرعیہ کے واقع ہو گئے ہیں جیسا کہ قائم ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واسطے خلافت کے کہ اجماع کے ساتھ تھا یا نص کے ساتھ وعلیٰ ہٰذا القیاس اور بڑے بڑے صحابہ کہ اسباب نزول کے مشاہدہ کرتے تھے اور معانی وحی کے خوب پہچانتے تھے اور بسبب طول صحبت کے بارہا سنتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلانی سورۃ بعد فلانی سورۃ کے پڑھتے ہیں اور خوب وقوف اس امر پر رکھتے تھے گو کہ اوروں کو یہ خبرداری میسر نہ ہو چنانچہ بیچ مصنف ابن ابی شیبہ کے بہت آدمیوں اہل مدینہ سے روایت آئی ہے کہا حکم نے ظن کرتا ہوں کہ ابوجعفر بھی ان میں ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الجمعة بسورة الجمعة والمنافقين اما سورة الجمعة فيبشر بها المؤمنين ويحرضهم واما سورة المنافقين فيؤ بها المنافقين ويوبخهم اور خطابی نے حکایت کی ہے کہ جس وقت صحابہ کبار واسطے جمع کرنے کلام مجید کے مشغول ہوئے سورۃ قدر کو بعد سورۃ علق کے لکھا اور اوپر مقدم ہونے سورۃ علق کے اوپر سورۃ قدر کے یہ دلیل لائے کہ ضمیر انزلناکی سورۃ قدر میں قرآن کی طرف پھرتی ہے کہ لفظ اقرأ کی سے سمجھا جاتا ہے اور حضرت عثمان رضی نے درمیان سورۃ انفال اور سورۃ براءۃ کے فرمایا کہ رأينا قصتها شبيهة بقصتها یعنی جانا ہم نے قصہ اس کا مشابہ قصہ اس کے ہے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ساتھ عقل اپنی کہ بھی کام کیا ہے اور ظاہر ربط کا اعتبار کیا ہے چنانچہ یہ وضوح ارتباط کا بیچ سورۃ طلاق اور تحریم اور سورۃ تکویر اور انفطار اور سورہ ضحیٰ اور الم نشرح اور سورۃ فیل اور لایلاف اور درمیان معوذتین کے اظہر من الشمس ہے

اور اسی واسطے قاضی ابو محمد عبدالحق بن عطاء ترتیب سورتوں میں ایک بات نہیں کہتے ہیں بلکہ تفصیل کے قائل ہیں اس طرح پر کہ ترتیب اکثر سورتوں قرآن کی آنحضرت کے زمانہ میں معلوم تھی جیسا کہ سبع طوال اور حوامیم اور مفصل اور ترتیب بعض سورتوں کی بعد رحلت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر عقل کے دریافت کی اور بموجب اس کے عمل میں لائے اور حق یہ بات ہے کہ بات اس بزرگ کی بہت محکم ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں وارد ہے یؤتی بالقرآن یوم القیامة واھلہ الذین کانوا یعلمون بہ مقدمۃ سورۃ البقرۃ و آل عمران الحدیث اور بیچ مصنف ابن ابی شیبہ کے سعید بن خالد سے مروی ہے صلی رسول اللہ بالسبع الطوال فی رکعۃ اور یہ بھی مصنف میں موجود ہے کہ کان یجمع المفصل فی رکعۃ اور صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے قال سمعت عبداللہ بن مسعود یقول فی بنی اسرائیل والکھف ومریم وطٰہٰ والانبیاء انھن من العتاق الاول وھو من تلادی یعنی تحقیق یہ سورتیں بہت جید ہیں اور پہلی ہیں اور پہلی یاد کی ہوئی میری ہیں اور صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقراء فیھما قل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس الحدیث اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے امیر المومنین عمر رض سے قراء فی رکعۃ واحدۃ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل ولایلاف قریش فی رکعۃ واحدۃ اور اگر تتبع کتابوں حدیث اور کتابوں فضائل القرآن اور کتابوں تفسیر ماثورہ کا کیا جاوے بہت کچھ اس جنس سے نکل آتا ہے اور یہ کہ بعضے ناواقف اس فن کے گمان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترتیب نزول کی رعایت نہیں کی پس اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ترتیب آیتوں بہ سورہ کی بالاجماع توقیفی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام بموجب فرمودۂ جبرئیلؑ کے عمل میں لائے اور اس ترتیب میں تقدم مدنی کا مکی پر بہت واقع ہے پس معلوم ہوا کہ ترتیب نزول کی شارع کی نظر میں اعتبار سے ساقط ہے اور جو چیز کہ شارع کی نظر میں کسی جگہ ساقط ہوئی ہو اس کو دوسری بار اس جگہ

اعتبار کرنا منافی تشریع اور تدین کے ہے لایقدم علیه الاجاهل دوسرے یہ کہ اگر ترتیب نزول کا اعتبار کرتے طرفہ بے انتظامی سورتوں کے درمیان میں لازم آتی اور سورۃ چھوٹی اور سورۃ بڑی کے مقدم ہوتی اور تین بڑی بڑی سورتیں کے درمیان میں آجاتیں اور بالعکس وقوع میں آتا اور ترتیب کلام مجید کی بہت ناز یبا معلوم ہوتی بلا تشبیہ ایسی مثال ہو جاتی کہ ایک شاعر ایک دیوان جمع کرنے لگے اور جو کہ پہلے نظم کیا تھا اس کو ترتیب میں پہلے ذکر کرے اور وہ کہ پیچھے نظم کیا تھا اس کو پیچھے پس اول فرد لکھے اور بعد اس کے غزل بعد اس کے فرد دوسری اور رباعی اور اس کے قصیدہ بعد اس کے مثنوی لیلے اور مجنوں اور قیس اور لبنے کی اور مانند اس کے بعد اس کے پھر فرد اور قطعہ وعلیٰ ہذا القیاس کہ نہایت مکروہ اہل عقل اور اہل طبع موزوں کے نزدیک معلوم دیتا ہے اسی واسطے شعراء وقت تالیف دیوانوں کے تقدم اور تاخر نظم اور فکر کو اعتبار نہیں کرتے بلکہ اوّل قصائد کو لکھتے ہیں بعد اس کے مثنویات کو بعد اس کے غزلیات کو بعد اس کے قطعوں اور رباعیوں کو اور فردوں کو اور اگر کوئی اوّل میں تقدم اور تاخر نظم اور فکر کا اعتبار نہ کرے ملامت کیا جائے اور مطعون ہو اور اگر بے انتظامی بھی اختیار کی جائے پھر بھی تقدم اور تاخر نزولی ممکن نہیں اس واسطے کہ تقدم اور تاخر آیتوں کا بہر طور لازم آئے گا کہ آیتوں کی ترتیب جیسی ہے اس سے انفکاک نہیں ہو سکتا پس یہ بے انتظامی صفت اختیار کرنے سے کیا حاصل تھا اور جب یہ تمہید ذہن نشین ہوئی پس وجہ ربط اس سورۃ کے ساتھ سورۃ فاتحہ کی سُننی چاہیے۔ سورۃ فاتحہ میں اجمالاً تمام قرآن کے معنی پائے جاتے ہیں اور سورہ بقرہ سے تفصیل اُن معانی کی شروع ہوئی اور یہ کہ سورۃ فاتحہ میں ساتھ آیت اهدنا الصراط المستقیم کے بندے کو طلب ہدایت کی ہے اور سورۃ بقرہ میں ساتھ آیت تعلیم للمتقین تا اولئک علیٰ ھدی من ربھم کے بیان فرمایا ہے کہ دولت اور ہدایت کس کو میسر ہوئی اور یہ نعمت کس نے پائی اور یہ سعادت کس نے پائی اور آخر سورۃ فاتحہ میں ذکر گروہ مسلمانوں اور دو فرقہ کافروں کا تھا اور بیچ شروع سورۃ بقرہ کے بھی ذکر گروہ مومنین اور دو فرقہ کافرین کا یعنی معاندین اور منافقین کا ارشاد فرمایا اور یہ سورۃ فاتحہ میں پہلے صفات الٰہیہ میں سے ربوبیت کی صفت مذکور ہے اور اس سورۃ میں بھی پہلی صفت ربوبیت کا بیان ہے کہ نوع انسان میں پائی جاتی ہے کہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا

فَاَحۡیَاکُمۡ اور بیچ آیت یاایھا الناس اعبدوا ربکم کے اس معنی کو بطور تمہید تفصیل کے پہلے ذکر کیا پھر سورۃ فاتحہ میں انواع رحمت دینی اور دنیوی کے ساتھ دونوں اسم رحمٰن اور رحیم کے ارشاد ہوئے اور اس سورۃ میں تفصیل انواع رحمت دینی اور دنیوی کی ہے کہ طرف دو فرقہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کے اللہ کی طرف سے عنایت ہوئی پھر سورۂ فاتحہ میں طرف مقدمہ جزا کے ساتھ لفظ مالک یوم الدین کے اشارہ کیا اور اس سورۃ میں بیچ ذکر بنی اسرائیل کے مقابل ہر کفران اور عصیان کے جزا اُن کی ساتھ عذابوں دنیاوی کے مذکور ہوئی اور پھر سورۃ فاتحہ میں بیان عبادت اور استعانت کا ہے اور اس سورۃ میں آیت.....
فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون سے آخر مسائل جہاد اور حج تک انواع عبادتوں کا بیان ہے یسئلونک عن الیتامیٰ آخر مسائل صدقات اور ربوا تک تفصیل اقسام استعانت کی ہے اور بیچ آیت آمن الرسول کے بیان صراط مستقیم کا ہے کہ حقیقت میں سورۃ فاتحہ اور طلب کرنے اُن مطالب کے تمام ہوئی پس یہ سورۃ حکم شرح سورۃ فاتحہ کی رکھتی ہے اور مرتبہ شرح کا بعد مرتبہ متن کے ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ سورۃ بقرہ ان متین سورتوں میں سے ہے جن کا شروع ساتھ حروف مقطعات کے ہے اور وہ اُنتیس ۲۹ سورتیں ہیں اور حروف مقطعات بعد گرانے تکرارات کے چودہ حروف ہیں الف اور لام اور میم اور صاد اور را اور کاف اور ہا اور یا اور عین اور طا اور سین اور حا اور ق اور نون کہ لفظ صراط علی حق نمسکہ جمع کرنے والا اُن حروف کا ہے اور بیچ ذکر کرنے ان چودہ حرفوں کے ان اُنتیس سورتوں میں نکتے اور باریکیاں رعایت کی گئی ہیں کہ بیضاوی اور حواشی اس کے میں مذکور اور مندرج ہیں اور جس قدر اس جگہ بیان کرنا مقصود ہے یہ ہے کہ معنی ان حرفوں کے کیا ہیں بغیر تمہید ایک مقدمہ کے بیان اس کا نہیں کر سکتے اس واسطے تقدیم اس مقدمہ کی کی جاتی ہے ..رہ یہ ہے کہ علماء محققین کا اس میں اختلاف ہے کہ دلالت الفاظ کی اوپر معانی وضعیہ ان کے ہے یا فقط بسبب وضع کے ہے کہ واضع نے جس لفظ کو چاہا جس معنی کے واسطے وضع کر دیا بدون لحاظ اس کے کہ اُس لفظ کی ذات میں اُس معنی کے ساتھ مناسبت ہو اکثر علماء نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ درمیان لفظ اور معنی کے مناسبت طبیعی ہے کہ اختصاص اس لفظ کا ساتھ اُس معنی کے چاہتا ہے

اور اگر وہ مناسبت نہ ہو لازم آتا ہے کہ بیچ وضع کرنے واضع کے کسی لفظ کو واسطے کسی معنی کے
ترجیح بلا مرجح لازم آوے دلیل پہلے مذہب کی یہ ہے کہ اگر دلالت لفظ کی باعتبار تقاضا لفظ
کے ہوتی تو اختلاف زبانوں کا ساتھ اختلاف فرقوں اور شہروں کے موجود نہ ہوتا اور ہر شخص معنی
ہر لفظ کے سمجھ لیتا اور نقل کرنا لفظ کا ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف محال ہوتا اس واسطے
کہ انفکاک اس چیز کا کہ بالذات ہو محال ہے اور وضع ایک لفظ کی واسطے دو معنی کے
جیسا کہ لفظ جون کہ سیاہ اور سفید کو کہتے ہیں اور قرء کہ حیض اور طہر کا نام ہے محال ہوتے ہیں
اور دلیل مذہب دوسرے کی یہ ہے کہ بعد تتبع کے معلوم ہوتا ہے کہ حرفوں کے فی حد ذاتہا خواص
مختلف ہیں مثلاً جہر اور ہمس اور شدت اور رخاوت اور استعلا اور تسفل اور ہیات ترکیبی کے بھی
خواص مختلف ہیں مثلاً فعلانٌ کا وزن ساتھ تحریک کے حرکت کے اوپر دلالت کرتا ہے جیسا کہ
نزوان اور خفقان اور باب فعل کا اور فعیلوں کے بطور طبعیہ لازمہ کے دلالت کرتا ہے اور فعل بالتشدید
کثرت پر دلالت کرتا ہے پس اگر واضع اس خواص کا باوجود علم کے ان خواص کی رعایت نہ کرے
اور مناسبت کو ترک کرے لازم آتا ہے کہ اُس نے کلمۂ حق ادا نہ کیا اور یہ منافی حکمت کے ہے
اور حال یہ ہے کہ واضع ذات پاک خدائے تعالیٰ کی ہے کہ جہاں کے حکیموں کی حکمت ایک قطرہ
ہے دریائے بے نہایت اُس کے سے اور فیصلہ درمیان دونوں فریقوں کے یہ ہے کہ مناسبت
ذاتی درمیان الفاظ اور معانی کے البتہ رعایت کی گئی ہے اور جو لوگ کہ انکار اس مناسبت کا
کرتے ہیں غرض ان کی یہ ہے کہ یہ مناسبت فقط سمجھنے معانی میں کفایت نہیں کرتی ہے ورنہ محذورات
ذکر کر گئے لازم آویں بلکہ ہمراہ مناسبت ذاتی کے وضع واضع کی بھی معانی کے سمجھنے میں درکار
ہے اس واسطے کہ حروف تہجی جس وقت ترکیبات مختلفہ میں رکھے جائیں مناسبتیں جدا جدا
پیدا ہوتی ہیں اور وہ مختلف مناسبتیں اوضاع جدا جدا کو چاہتی ہیں جیسا کہ عناصر اربعہ ساتھ کیفیات
اپنے کے جدا جدا ہیں اجزاء مرکبات تمام جہان کے ہیں لیکن کیفیات ان کی بسبب مل جانے دوسری
کیفیتوں کے اور مختلف ہونے طرق انضمام کے یعنی کسی جگہ کوئی کیفیت غالب ہے اور کسی جگہ اعتدال
ہے بحسب مراتب ترکیب کے بے حد اور بے شمار ہو گئیں اور آثار ان کیفیتوں کے نظر عقل
ظاہر بین سے پوشیدہ کئے گئے کہ ہرگز سوائے ذات علام الغیوب کے کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ

اثر اس کیفیت کا اس ترکیب خاص میں کیا ہوگا مگر بعد تجربہ کے مثلاً کیفیت برودت اور یبوست
کی کہ افیون میں پائی جاتی ہے کیفیت پانی اور مٹی کی سے غالب نہ ہوگی اور حال یہ ہے کہ
تھوڑی سی افیون مار ڈالتی ہے اور آب خاک کی حصّہ اس سے زیادہ بھی ہو تغیر مزاج کا بھی
نہیں کرتی مار ڈالنے کا تو بڑا رتبہ ہے اور اسی واسطے عقل ظاہر بیں اس قسم خاص کو صور نوعیہ
کی طرف نسبت کر کے تسلی خاطر اپنے کی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ فعل اس مرکب سے بالخاصیت
صادر ہوا مقتضا کیفیتوں اجزا اس مرکب کا نہ تھا و علیٰ ہذا القیاس اس جگہ سمجھنا چاہیئے کہ
واضع نے بسبب کمال علم محیط اپنے کے مناسبت مفردات الفاظ کی ہر ترکیب میں جان کر ہر
ترکیب کو مقابل معنی کے وضع فرمایا لیکن ہرگاہ کہ عقلیں ظاہر بینوں کی اس کے دریافت کرنے
کی مناسبت نہیں رکھتی ہیں نے کوئی چارہ سوائے حوالہ کرنے کی طرف ارادہ واضع کے نہیں
اور ارادہ واضع کا بجائے صورت نوعیہ کے عصا اعتماد اپنے کا کرتی ہیں والا حقیقت امر کی
وہی ہے جو مذکور ہوئی اور اسی واسطے علماء اشتقاق کہ بعد تامل اور تتبع کرنے ترکیبوں متناسب
کے علم ان کا حقیقت کار کی طرف گیا ہے اور ترکیبوں متقاربہ میں انھوں نے فرق کیا ہے جیسا
کہ لفظ فصم کا بالفاء اور لفظ قصم کا بالقاف فصم کے معنی توڑنا کسی چیز کا ہے بے اس کے کہ جدا
ہو اور قصم کے معنی توڑنا کسی چیز کا یہاں تک کہ جدا ہو و علیٰ ہذا القیاس جبذ و جذب اور مدح
اور حمد اور بھی مناسبتیں اجزاء لفظوں کی بہ نسبت ہر فرقہ اور ہر ملک کے اسی سبب سے مختلف ہوتی
ہیں کہ ایک فرقہ اور رہنے والے ایک ملک کے کسی معنی میں کوئی چیز ایسی پالیتے ہیں کہ بسبب
اُس شے کے کسی لفظ کو اس معنی کے مقابل وضع کرتے ہیں اور دوسرے لوگ اس چیز کو نہیں
دریافت کر سکتے اور بسبب غفلت کے اُس چیز سے رعایت اوس کی بیچ وضع کرنے لفظ کو مقابل
اس معنی کے نہیں کرتے ہیں اس واسطے اختلاف الفاظ اور لغات ہر قوم میں واقع ہوتا ہے اور
علاوہ اس کے مزاجوں ہر قوم کے کو بسبب عوارض سماویہ اور ارضیہ کے جو صورت ان کی حاصل ہوتی
ہے بیچ کیفیت صورتوں کے حکایت معانی سے کہتے ہیں دخل ہے اور اسی جگہ سے ہے کہ زبان
پہاڑیوں کی سخت اور بھاری ہوتی ہے بہ نسبت زبان جنگل کے رہنے والوں کی اور زبان جنگل
کے رہنے والوں کی بہ نسبت زبان شہریوں کی و علیٰ ہذا القیاس عادتیں ہر فرقہ اور ہر ملک کو بھی

دخل کل ہے اور اسی سبب سے ہر کوئی زبان ہر کسی کی نہیں سمجھتا اور صاحب مسلم نے بعض شیوخ اپنے سے نقل کیا ہے کہ اس کو ایک برہمن پہاڑ سوالک پہنے والے سے کہ ہندوستان کے شمال کی جانب میں واقع ہے اتفاق ملاقات کا پڑا تھا اس برہمن کو ایسے قاعدے کلیہ یاد تھے کہ بسبب ان قاعدوں کے ہر ایک زبان ساتھ وجہ کل کے سمجھ سکتا تھا اور ذمہ داری اوپر تامل کے ہے البتہ یہ محذور اس وقت لازم ہوتا ہے کہ تناسب ذاتی بیچ دلالت الفاظ کے اوپر معنی کے کافی ہو جیسا کہ مذہب عباد بن سلیمان وغیرہ کا ہے لیکن حق یہ ہے کہ تناسب ذاتی فقط کافی نہیں بیچ سمجھنے معنی کے لفظ سے بلکہ سبب مرجح ہے بیچ نظر واضع حکیم کے اور اس بحث کو اگر چاہیں کہ تحقیق واقعی کریں تو بیچ بحث حسن اور قبح افعال کے نظر کریں اور اس حسن اور قبح کو اشاعرہ نے شرعی محض جانا ہے یعنی ذات فعل میں تقاضا کسی حکمت کا نہیں پس نزدیک ان کے اگر بالفرض شارع زنا کو واجب اور نماز کو حرام کرے ہو سکتا ہے اور ظاہر ہیں اس فرقہ کے احکام شرعیہ کو محض جذاف اور تحکم جانتے ہیں مانند علماء ظاہر کے کہ وہ بھی الفاظ کی وضع میں واسطے معنی کے اس قسم کا جذاف اور تحکم اعتقاد کرتے ہیں اور فرقہ معتزلہ نے عقل کو حاکم مستقل جانا ہے اور حسن و قبح افعال کا ذاتی ان افعال کا جانتے ہیں اور ان کے اوپر نسخ کی صورت میں اور جیسے جاننے میں حسن کے ساتھ قبح کے دائرہ قیل و قال کا نہایت تنگ ہوتا ہے اور اسی قیاس کے اجتماع النقیضین کا بیچ مانند واللہ لاکذبن غدًا کے ان کے اوپر لازم آتا ہے مانند مذہب عباد بن سلیمان ضمیری کے اس بحث میں اور محققین ماتریدیہ کہتے ہیں کہ حسن اور قبح اصلی ہے لیکن نہ ساتھ اس معنی کے کہ کوئی حکم بندہ کے حق میں واجب کرے بلکہ ساتھ اس معنی کے کہ فعل میں کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ فعل مستحق کسی حکم کا ہو جاتا ہے حکیم علی الاطلاق کی طرف سے کہ شان اُس کی ترجیح مرجوح کی نہیں اور جب تک حکیم علی الاطلاق حکم نہ فرمائے مکلفین کے حق میں کوئی حکم متحقق نہیں ہوتا اور اسی جگہ سے ہے کہ پہنچنا دعوت کا شرط تکلیف کی ہے جیسا کہ مذہب مختار اس مقام میں یہی ہے پس وہ مناقشے کہ اوپر قول بالتناسب کے ذکر کئے ہیں تھوڑے سے تامل کرنے سے

لہ یعنی اس مثال میں کذب میں قبح ذاتی ہے اور اگر حاکم مستقل عقل کو گردانا جائے پس اُس نے اس کو کسی مصلحت کے واسطے حسن مقرر کر لیا سو اس صورت میں لازم آیا کہ حسن اور قبح دونوں ایک حالت میں جمع ہو جائیں ۱۲

حل ہو جاتے ہیں جس وقت یہ مقدمہ ممہد ہو چکا پس جاننا چاہیئے کہ ہر حرف کے واسطے ہجا کے حروف میں سے باعتبار ہیئت کے اور مخرج کے یعنی جس جگہ سے وہ حرف نکلتا ہے اور باعتبار نکلنے آواز اُس کی کے اور تاثیر اس کی کے بیچ سُننے والے کے ساتھ فرح اور وحشت کے اور مانند اس کے کہ قراء کے عرف میں اس کو صفت حرف کی کہتے ہیں ایک حالت بسیط اجمالی ہے کہ واضع نے وقت وضع کے ترکیبات مختلفہ میں اوسی کا اعتبار کر کے لفظوں کو جدا جدا معانی کے واسطے وضع کر دیا ہے اور علماء اشتقاق مثل امام راغب اصفہانی وغیرہ نے اُن حالتوں کو قوت ذکا کے ساتھ دریافت کیا ہے اور وہ حالت بسیط بیچ استعمال واضع کے فقط خصوصیات ترکیبیہ سے نہیں آتی البتہ عقل کیجے ممکن ہے کہ اس حالت کو خصوصیات ترکیبیہ سے اخذ کر کے ساتھ نظر دقیق کے معین کرے اور اس سے ساتھ کسی کیفیت کے کیفیتوں معلومات سے تعبیر کرے جیسے کہ تعبیر موسیقی والوں کی الحان نغمات کی ساتھ صور اور ساوقات کے اور جیسے کہ حکایات اہل نجوم کی مطابق کواکب کا اوپر اقسام کائنات کے اور اس معنی کو حضرت سلطان العارفین خلاصہ حکماء متالہین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے آخر کتاب خیر کثیر میں کہ ملقب بجز ار حکمت ہے شواہد اور دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور بیچ آخر کتاب فوز کبیر فی التفسیر کے جس قدر کہ تفسیر مقطعات قرآنی میں کام آئے کفایت کی ہے جیسا کہ عبارت سراسر بشارت ان کی کتاب مذکور سے منقول ہوتی ہے فرماتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے جاننا چاہیئے کہ حروف ہجا سے کہ اصول کلام عرب کے ہیں ہر ایک کے واسطے ایک معنی بسیط ہیں کہ نہایت نزاکت سے تعبیر اس کی سوائے رمز اجمالی کے نہیں کر سکتے اسی جگہ سے ہے کہ بہت مختلف الفاظ کے ایسی آپس میں مناسبت رکھتے ہیں کہ ہم معانی یا قریب المعانی ہوتے ہیں جیسا کہ اذکیاء اہل ادب نے ذکر کیا ہے کہ جس لفظ میں نون اور فا جمع ہوتے ہیں دلالت کرتا ہے اوپر معنی خروج کے کہ کسی وجہ سے ہو مانند نفر اور نفث اور نفح اور نفق نفخ اور نفد کے اور جس جگہ فا اور لام جمع ہوں دلالت کرتا ہے اوپر چرنے کے مثل فلق اور فلج اور فلح اور فلذ اور فلس کے اور اسی جگہ سے ہے کہ اذکیاء اہل ادب کے جانتے ہیں کہ عرب بہت جگہ ایک کلمہ کو اوپر کسی وجہ کے تکلم کرتے ہیں ساتھ تبدیل حروف متقاربہ کے جیسا کہ دق اور دک اور دز اور دک بالجملہ شواہد اس امر کے بہت ہیں اور ہمارا اس جگہ مطلب فقط تنبیہ ہے

اور یہ سب لغۃ عرب کی ہیں اگرچہ عرب تو ساتھ تنقیح اوس کی کے نہ پہنچیں اور نحات بھی معلوم نہ
کریں جیسا کہ مفہوم تعریف جنس یا خواص ترکیب کی اگر کسی عرب قح سے دریافت کرے تو اوپر
تنقیح حقیقت اوس کی کے قادر نہ ہو ہر چند کہ اپنے برتاؤ میں برتتا ہے پھر یاں تک پہنچنے والے کلام
عرب کے بھی اُوپر ایک وضع کے نہیں ہیں بعضوں کے ذہن لطیف ہیں بہ نسبت بعض کے بہت ایسے
مفہوم ہیں کہ ایک جماعت نے اس کو تنقیح کیا ہے اور بعضے اس کی تنقیح کو نہیں پہنچے اور یہ علم
بھی لغت عرب سے ہے لیکن اکثر موشگاف تنقیح اس مفہوم کی سے قاصر ہیں پس حروف مقطعات نام
سورتوں کے ہیں باعتبار اس کے کہ مجملاً دلالت کرتے ہیں اوپر اس چیز کے کہ مفصلاً اس سورۃ میں
مذکور ہوئی ہے مثال اُس کی ایسی ہے کہ کسی کتاب کا ایک ایسا نام مقرر کریں کہ حقیقت اس کتاب
کی سامع کے نزدیک ظاہر کرے جیسا کہ بخاری نے کتاب اپنی کا نام جامع الصحیح المسند فی حدیث
رسُول اللہ رکھ دیا پس معنی الٓم کے یہ ہیں کہ غیب غیر متعین متعین ہو گئے بہ نسبت عالم شہادت کے
کہ متدنس ہے اور آلودگیوں میں بھرا ہوا ہے اس واسطے کہ ہمزہ اور ہا دونوں غیب کے معنوں
میں ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہا غیب اس عالم کی ہے اور ہمزہ اوپر غیب عالم مجرد کے دال ہے اور
اسی واسطے استفہام کے وقت لفظ ام کہتے ہیں اور بیچ وقت عطف کی تردید کے لفظ او لاتے
ہیں اس واسطے کہ شئے مستفہم عنہ ایک امر منتشر ہے اور وہ غیب ہے بہ نسبت متعین کے اور ایسے ہی
متردد فیہ غیب ہے اور اوّل امر میں ہمزہ زیادہ کرتے ہیں تاکہ دلالت کرے اوپر اس کے کہ خاطر
اُس کی میں ایک صورت مقرر ہوئی ہے کہ تفصیل اُس کی فلانا مادہ ہے اور ضمیروں میں ہا کو اختیار
کیا ہے اس واسطے کہ غیب اس عالم کی ہے اور متعین کو فی الجملہ اجمال حاصل ہوا اور لام معنی تعین
کے ہے اسی واسطے تعریف کے وقت لام زیادہ کرتے ہیں اور میم اس جہت سے کہ دونوں لب
ساتھ اس کے جمع ہوتے ہیں دلالت کرتی ہے اوپر ہیولا متدنس کے کہ حقائق مختلف اس میں
جمع ہوئے ہیں اور مقید ہو گئے ہیں اور میدان تجرد سے قید تحیر میں پڑے ہیں پس الم کنایہ فیض مجرد
سے ہے کہ عالم تحیر میں آیا اور موافق عادتوں اور علوم ان کے متعین ہوا اور سیاہی دلوں اُن کی
کو ساتھ نصیحت دینے کے دُور کر دیا اور بُری باتوں اور کھوٹے کاموں کو دلیلوں محکم سے توڑا
اور تمام سورت شرح اور بیان اُس کا ہے اور الآشل الٓم کے ہے مگر یہ کہ راء اوپر تردد کے دلالت

کرتی ہے یعنی جو غیب کہ متعین ہو ساتھ آلودگی کے دوسری بار پھر آلودگی میں آیا اور متعین ہوا
اور تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا اور یہ کنایہ ہے علموں سے کہ بسبب قباحتوں بنی آدم کے بار بار اُن
میں صدمے آگئے ہیں اور یہ بات سچی ہے ساتھ قصوں انبیاؤں اور باتوں ان کی کے کہ کئی کئی
دفعہ وقوع میں آئیں اور ساتھ سوال اور جواب مکرر ان کے کے اور طٰا اور صاد دونوں عبارت
ہیں اس حرکت سے کہ صعود کرے عالم ناپاک سے طرف عالم پاک کے مگر یہ کہ طٰا دلالت کرتی
ہے اوپر بزرگی اور بڑائی یا آلودگی اور ناپاکی اس متحرک کے اور صاد دلالت کرتا ہے اوپر صفائی
اور لطافت کے اور سین دلالت کرتا ہے اوپر ساری ہونے اور متلاشی ہونے اور پھیل جانے کے
بیچ تمام جہان کے پس طٰسٓ مقامات انبیاء کے ہیں کہ آثار متوجہ ہونے انکے کے ہیں طرف عالم اعلیٰ کے
کہ صورت فیبی پیدا کی ہے اس عالم میں ساتھ بیان اجمالی کے اور مذکور ہونے کے کتابوں میں
اور مانند اس کے اور طٰسٓمٓ مقامات انبیاء کے ہیں کہ آثار حرکتوں فوقانیہ ان کی کے ہیں کہ پہلے ہوئی
ہیں اس عالم ناپاک میں اور پراگندہ ہوگئے اس جہان میں اور حٰا دہی لمآ ہے کہ جس کے معنی بیان
کئے گئے مگر جو چیز روشنی اور ظہور اور تمیز رکھتی ہو اس کو حا کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں پس معنی حٰمٓ
کے ایک اجمال ہے نورانی اور روشن کہ مل گیا ساتھ آلودگیوں اس عالم کے کہ وہ عقائد جھوٹے
اور اعمال کھوٹے ہیں اور کنایہ ہے رد کرنے قولوں ان کے سے اور ظاہر ہونے حق کے سے
بیچ شہادات اور مناظرات اور عادات ان کی کے اور عین دلالت کرتا ہے اوپر ظاہر اور روشن
ہونے اور متعین ہونے کے اور قاف مثل میم کے دلالت کرتا ہے اوپر اس عالم کے لیکن قوت
اور شدت کی جہت سے اور میم دلالت کرتی ہے اوپر اس عالم کے باعتبار جمع ہونے صورتوں
کے اُس میں اور انبوہ ہونے ان کے کے پس قٓ مراد حق سے ہے کہ روشن ہے اور پھیلا ہوا
ہے جہان غلیظ اور مکدر میں اور نوٓن عبارت ہے اوس نور سے کہ تاریکی میں ظاہر اور پراگندہ
ہوا مانند اس حالت کے کہ وقت صبح صادق کے یا نزدیک غروب سورج کے ہوتی ہے اور
یا بھی ایسی ہی ہے مگر یہ کہ یآ میں نورانیت کم سمجھی جاتی ہے بہ نسبت نوٓن کے اور تعین کم تر ہے
بہ نسبت لمآ کے پس یآ کنایہ ان معانی سے ہے کہ عالم میں پھیلے ہوتے ہیں اور حٓق ایک
ہیئت ہے کہ پیدا ہوئی وقت متوجہ ہونے انبیاء علیہم السلام کے طرف پروردگار اپنے کے خواہ

جبلی خواہ کسبی اور قاف قوت اور شدت اور شکستگی ہے کہ بیچ اس عالم کے متعین ہوئی جیساکہ
کوئی کہے جاتے انداخت قصد میر سے کے یہ ہیئت ہے کہ اس عالم میں پیدا ہوئی ہے واسطے
شکستگی اور صدمہ کے اور کہ مثل قاف کے ہے مگر یہ فرق ہے کہ قوت کے معنی اس میں قاف
کی نسبت سے کمتر سمجھے جاتے پس معنی کہیعص کے عالم ناپاک ظلمانی کے ہیں کہ متعین ہوئے اس میں علوم
نورانی اور غیر نورانی نزدیک رجوع کرنے کے طرف پروردگار اعلیٰ کے مجمل کلام یہ ہے کہ معنی
ان کلمات کے بطریق ذوق سمجھائے گئے اور ان معانی اجمالیہ بجز ان نکات کے کہ تحریر میں
آئے اور کچھ تقریر کرنی ممکن نہیں ہر چند کہ یہ کلمات پورے پورے بیچ بیان کنہ اس کی کے نہیں
پہنچتے بلکہ بعض وجہ سے بیان کرتے ہیں اور بعض وجہ سے نہیں بیان کرتے واللہ اعلم بالصواب
تمام ہوئی تقریر الفوز الکبیر کی شیخ کبیر شیخ صدر الدین قونوی کے دو رسالے ہیں درمیان
معانی اجمالیہ ان حروف کے اور ان رسالوں میں قریب انھیں مضامین کے کہ ذکر کئے گئے مذکور
ہوئے ہیں مثلاً ایک رسالہ میں فرماتے ہیں الالف کل قیم محیط مستقل بما ھو مقام
به کادم وعیسٰی علیھما السلام والکعبة اللام کل وصلة تستقل بالابصا
لما یقصد کالوصل المستقلة المیم کل تمام وفی بمقصدة کالفلك والارض
و علیٰ ہذا القیاس دوسرے رسالہ میں فرماتے ہیں الالف غیب واحاطة اللام وسع
وصلة ولطف المیم تمام اظھر مثال حسن و علیٰ ہذا القیاس اور نزدیک علماجفر
کے ایک طریق جدا ہے بیچ بیان مناسبات ان حروف کے ساتھ ارکان اس عالم کے اور
وہ طریق موقوف اوپر شکلوں خطبہ ان حروف کے ہے حاصل یہ ہے کہ حروف ہجا کے معانی
اجمالیہ ہونا اور باعتبار ان معانی کے حقائق کلیہ کے ساتھ مناسبت ہونا ایک امر مانا گیا ہے
نزدیک اہل کشف اور تحقیق اور اہل اشتقاق اور تصریف کے اگر ظاہر میں متکلمین اور فقہا انکار
اس کا کریں تو حساب میں داخل نہیں اور جو کچھ قدما مفسرین سے بیچ تحقیق ان مقطعات کے

بیان حروف مقطعات کا

منقول ہے پس کل سولہ قول ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ یہ حروف اسرار محبت کے ہیں کہ اور وں
سے پوشیدہ کر کے پیغمبر حبیب اپنے کو صلے اللہ علیہ وسلم نشان دے دیا ہے کہتے ہیں کہ التخاطب
بالحروف المفردة سنة الاحباب فان سر الحبیب مع الحبیب یجب ان لا

یطلع علیہ الرقیب اور اس قول کی تائید کی ہے ساتھ اس چیز کے کہ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لکل کتاب سر و سر القرآن اوائل السور اور ساتھ
اس چیز کے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ لکل کتاب صفوۃ وصفوۃ
ہذا الکتب حروف التہجی اور یہ بھی کہا ہے کہ علم بمنزلہ دریائے بے پایاں کے ہے کہ اس سے
نہر جاری کی ہے اور اس نہر سے ایک اور چھوٹی نہر اور اس چھوٹی نہر سے ایک نالی نکالی ہے
اگر نہر کو کہیں کہ تمام پانی دریا کا اُٹھائے نہیں اٹھا سکتی ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا
ہے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا پس دریائے بے پایاں علم کا خدا کے
پاس ہے اور اس دریا سے بڑی بڑی نہریں مختلف پیغمبروں کو عنایت ہوئیں اور ان بڑی بڑی
نہروں سے چھوٹی چھوٹی نہریں بڑے بڑے عالموں کو پہنچیں اور ان عالموں کی نہروں سے نالیاں
عوام الناس کی طرف بقدر استعداد کے پہنچتی ہیں اور جو نیچے کے مرتبہ کا ہوگا اوپر والے کے مرتبہ
کا تحمل نہ ہو سکے گا اسی واسطے اخبار میں وارد ہوا ہے کہ للعلماء سر و للخلفاء سر و
للانبیاء سر و للملٰئکۃ سر و للہ تعالیٰ من بعد ذٰلک کلہ سر پس علماء کو ممکن
نہیں کہ خلفاء کے اسرار پر مطلع ہوں وعلیٰ ہذا القیاس اور سبب اس کا یہ ہے کہ ضعیف عقلیں
اسرار قویہ کا تحمل نہیں کر سکتی ہیں چنانچہ بینائی چمگادڑ کی تحمل نور آفتاب کا نہیں رکھتی اور یہ
قول شعبی سے منقول ہے کہ ان سے ان حرفوں کے معانی کے متعلق سوال کیا تھا انھوں نے
کہا تھا سر اللہ فلا تطلبوھا یعنی یہ بھید اللہ کا ہے پس نہ طلب کرو تم اس کو اور
وہ کہ بیچ رد اس قول کے کہا ہے کہ اگر مقدمہ ایسا ہو قرآن معلوم المعنیٰ نہ ہوگا یعنی اس کے
معنی معلوم نہ ہوتے پس جواب اس کا یہ ہے کہ فائدہ نزول قرآن کا منحصر اس میں نہیں کہ سب
جگہ معانی اس کے سمجھے جائیں بلکہ بہت جگہ ایسی ہیں کہ فقط ان کے اوپر ایمان مطلوب ہوتا ہے
جیسا کہ تمام متشابہات میں یہی معنی مطلوب ہیں موافق نص کے دما یعلم تاویلہ الا اللہ
الی قولہ کل من عند ربنا اور جیسا کہ افعال شریعت میں دو قسم کے ہیں بعضی ان میں
سے اس قبیل سے ہیں کہ وجہ حکمت اس میں ظاہر ہے مثل نماز کے کہ تواضع معبود کی ہے اور
شکر منعم کا اور روزہ کہ توڑنا نفس کا اور قہر شہوت کا ہے اور زکوٰۃ کہ روا کرنی حاجت

مسکینوں کی اور دُور کرنی خصلت بخل کی ہے اور بعض اس قبیل سے ہیں کہ بالکل وجہ حکمت
کی اس میں ظاہر نہیں ہوتی مثل اکثر افعال حج کے اور تکلیف ساتھ دونوں قسم کے واقع
ہے تاکہ بسبب فرمانبرداری اس تکلیف کے مکلفین بیچ مراتب کمال اپنے کے ترقی کریں بلکہ کمال
فرمانبرداری کا دوسری قسم میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے ایسا ہی قرآن شریف کے کلموں میں بھی دونوں
نسیں ہیں تاکہ قوت ایمانی دوسری قسم میں زیادہ ظہور کرے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حروف مقطعہ نام سورتوں کے ہیں
اور یہ مذہب اکثر متکلمین کا ہے اور خلیل اور سیبویہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے تیسرا قول یہ
ہے کہ یہ حروف اسماء الٰہی ہیں یہ قول ابن مسعودؓ اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بہی منقول ہے کہ اپنی دُعا میں فرماتے تھے یا کھیعص یا حمعسق
اور قریب اسی کے ہے یہ قول کہ یہ حروف اسماء الٰہی کے اجزاء ہیں بعضی جگہوں میں ترکیب ان کے
ہمارے تئیں ممکن ہے مثلاً الرٓ حمٓ ۔ نونٓ ۔ کو جمع کریں ۔ الرحمٰن نکل آیا اور بعضوں میں ہم کو
ترکیب ممکن نہیں اور یہ مروی ہے سعید بن جبیرؓ سے قول چوتھا یہ ہے کہ یہ حروف نام قرآن
کے ہیں اور یہی ہے مذہب کلبی اور سدی اور قتادہ کا رضی اللہ عنہم قول پانچواں یہ ہے
کہ ہر حرف حروف مقطعہ کا بطریق اشارہ کے دلالت کرتا ہے اوپر ایک اسم کے اسماء الٰہی میں
سے مثلاً الٓمٓ میں اشارہ ہے طرف احد اور اوّل اور آخر اور ازلی اور ابدی کے ہے اور لام اشارہ
طرف لطیف کے اور میم اشارہ طرف ملک کے اور مجید کے اور منان کے اور کھیعص میں کاف
اشارہ ہے طرف کافی کے اور ہا طرف ہادی کے اور ہرگاہ کہ یا سے شروع کسی اسم الٰہی کا نہیں
اس واسطے اس کا اشارہ طرف اس بات کے کیا جاتا ہے کہ ھو یجیر یعنی اللہ تعالیٰ پناہ دیتا
ہے مظلوم کو اور عین طرف عالم کے اور صاد طرف صادق کے اور اگر کاف طرف کبیر اور کریم کے اور
عین کے اشارہ طرف عزیز اور عدل کے ہو سکتا ہے ابن عباسؓ سے یہی قول پانچواں منقول ہے
لیکن صحابہؓ کبھی ان حروف سے صفات مرکب بھی استنباط کرتے ہیں مثلاً بیچ الٓمٓ کے انا اللہ اعلم
کہتے تھے اور بیچ الف لام میم صاد کے انا اللہ اعلم و افصل اور بیچ الرٰ کے انا اللہ اریٰ اور
محمد بن کعب قرظی صفات افعال کے ان حرفوں سے نکالتے تھے اور کہتے تھے الف آلاء اللہ اور
لام لطف الٰہی اور میم مجد اس کا ہے قول چھٹا یہ ہے کہ الف ماخوذ اللہ سے ہے اور لام جبرئیلؑ ر

سے اور میم محمد سے یعنی اللہ نے اس کتاب کو بوساطت جبرئیل علیہ السلام کے اوپر محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجا ہے اور بعضے صوفیا نے کہا ہے کہ الف آنا اور لام لی اور میم منی یعنی
تمام عالم میں ظاہر ہونا بھلا اور ہر چیز ملک اور خلق میری ہے اور مجھ سے پیدا ہوئی **قول ساتواں**
عبدالعزیز بن یحییٰ نے کہا ہے کہ طریقہ تعلیم لڑکوں کا یہ ہے کہ اول اُن کو مفردات حروف ابجد
کے جدا جدا تعلیم کرتے ہیں بعد اس کے مرکبات سکھاتے ہیں اور حروف مقطعہ کے لانے میں اشارہ طرف
اسی طریقے کے ہے کہ سبب ان تعلیم مفردات کی طرف پہلے اشارہ ہو گیا اور بعد اس کے مرکبات کا ترتیب ہے
قول آٹھواں قطرب نحوی کہتے ہیں کہ کفار نے جس وقت اس قرآن کو سُنا استہزا اور کلام لغو کرنے
لگے اور اچھی طرح سنتے بھی نہ تھے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے وقال الذین کفروا لا تسمعوا
لھذا القرآن والغوا فیہ حق تعالیٰ نے بعد اس کے ان حروف مقطعہ کو نازل فرمایا تاکہ ان کو
عجیب الفاظ جان کر سنیں اور کان لگائیں اور اس جہت سے معنی قرآن کے اُن کے دل پر جاگزیں
ہو دیں اور اُن کو فائدہ ہو جاوے گو کہ اُن کو اس بات پر اطلاع نہ ہو **قول نواں** مبرد نے کہا ہے
کہ لانا ان حروف مقطعہ کا بیچ اوائل بعض سورتوں کے واسطے بیدار کرنے اور آگاہ کرنے کافروں
کے ہے بیچ وقت معارضہ کے کہ دیکھو تم اس قرآن کو کہ جن حرفوں سے تم کلام اپنے کو مرکب کرتے ہو
ہم نے بھی کلام اپنے کو انھیں حروف سے مرکب کر کے نازل فرمایا پس اگر یہ کلام ہمارا نہ ہو تو تم سب
کس واسطے عاجز ہوئے مقابلہ اُس کے سے **قول دسواں** ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہ حروف
بحساب ابجد کے اشارہ طرف اجلوں اور مدتوں انقلابات عمدہ اس اُمت کے ہیں کہ بعضے اُن
سے معلوم ہیں اور بعضے اُن سے معلوم نہیں اور اس قول کی تائید کرتا ہے وہ کہ بخاری نے بیچ
تاریخ اپنی کے اور ابن جریر نے بیچ تفسیر اپنی کے سند ضعیف کے ساتھ ابن عباس سے روایت
کیا ہے اور وہ جابر بن عبداللہ سے کہ ایک دن ابویاسر بن اخطب ساتھ ایک جماعت یہود کے
آنحضرت کے پاس سے گزرتا تھا سنا کہ آنحضرت علیہ السلام اول سورہ کا پڑھتے ہیں اور دیکھ کر
وہ یہودی بھائی اپنے کے کہ نام اُس کا حی بن اخطب تھا گیا اور کہا کہ آج میں نے ایک چیز عجیب
محمد سے سُنی ہے کہ کتاب اللہ میں لفظ الم کا پڑھتے تھے حی نے کہا تو نے اپنے کانوں سے
سُنا کہا ہاں پس اٹھا اور ایک جماعت علماء یہود کی ہمراہ لے کر آگے آنحضرت کے آیا اور کہا

کہ ان حرفوں کو جبرئیل پاس تمہارے اللہ کی طرف سے لایا ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں حی نے ہمراہیوں اپنے سے کہا کہ کسی پیغمبر کو پہلے پیغمبروں سے مدت حکومت اپنی کی معلوم نہیں ہوئی اس پیغمبر کو کس واسطے اور اس مدت کے آگاہ کیا پھر طرف ہمراہیوں اپنے سے کہا کہ شمار کرو تم الف ایک ہے اور لام تیس اور میم چالیس پس مدت اس دین کی تمام ستر اور ایک برس ہے ایسے دین کو کہ جس کی تھوڑی سی مدت ہو کس واسطے قبول کریں پھر آں حضرت کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ سوائے ان حرفوں کے اور حرف بھی تیرے اوپر اُترے ہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المٓصٓ کہا یہ مدت بڑی ہے ایک سو اکسٹھ برس ہوتے ہیں پھر پوچھا اور بھی تمہارے پاس ہے آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا الٓر والمرٓ نے کہا کہ یا محمد تو نے اوپر ہمارے کام کو خلط کیا نہیں جانتے ہم کہ مدت رواج ملت تیری کی کم ہے یا زیادہ اور جس وقت اُٹھ کر گیا یاروں اپنے سے کہا کہ شاید یہ مدتیں امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کر دی ہوں لیکن ادوار انقلابات احوال امت اُس کی کے ان مدتوں میں رنگ برنگ ہوتے ہیں اُس کے ہمراہیوں نے کہا کہ اب تک حال نہ کھلا کچھ معلوم نہ ہوا کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بعد اس قصہ کے یہ آیت بھیجی هو الذی انزل علیك الكتاب منه آیات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات

قول گیارہواں وہ ہے کہ یہ حروف دلالت اوپر انقطاع ایک کلام کے اور ابتدا کلام دوسرے کے کرتے ہیں اس واسطے کہ عرب کا یہی قاعدہ ہے جب دوسرے کلام کے شروع کرنے کا ارادہ ہوتا ہے درمیان پہلے اور پچھلے کلام کے کسی اور شئے علیحدہ کا ذکر کرتے ہیں تاکہ سُننے والوں کو معلوم ہو کہ اب اور کلام شروع ہو گا **قول بارہواں** یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان حرفوں کے ساتھ قسم کھائی ہے اور حرف قسم محذوف ہے جیسے اور چیزوں کے ساتھ صبح اور ٹل دوسری سورتوں کے قسم کھائی ہے اور واقع میں یہ حرف شرافت رکھتے ہیں کہ بسبب اُس شرافت کے قابل قسم کے ہیں اس واسطے کہ اصول لغات کے ہیں اور بسبب اُن کے تعارف مافی الضمیر آدمیوں کا حاصل ہوتا ہے اور یہ ذکر الٰہی کا ہیں اور اصول کلام اللہ تعالیٰ کے اور خطاب اُس کے کی طرف بندوں کے۔

قول تیرہواں الف اشارہ ہے طرف استقامت کے اوپر شریعت کے بیچ ابتدا سلوک کے جیسا کہ فرمایا ہے ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا اور لام اشارہ ہے طرف اُس چیز کے

کر وقت مجاہدہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور میم اشارہ
ہے طرف اسکے کہ بندہ بیچ مقام محبت کے مانند دائرہ کے ہوتا ہے کہ نہایت اُس کی عین بدایت اُس کی ہوتی ہے جیسا
کہ کسی عارف نے فرمایا ہے بیت نہایت در آخر بدایت شود جو شاگرد مردرس تاب ہون **قول چودھواں**
وہ کہ الف کہ حلق کی جڑ میں سے نکلتا ہے اور لام زبان کی طرف سے کہ درمیان مخارج کا ہے اور میم لب سے کہ آخر مخرجوں کا ہے
اشارہ اس طرف ہو کہ ابتدا کلام بندہ کا اور درمیان اور آخیر اُس کا چاہیئے کہ ذکر اللہ ہو **قول پندرہواں** وہ کہ
ال علامت تعریف کی ہے اور میم علامت جمع کی گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کا واسطے تعریف تمام آدمیوں کے
ہے تاکہ احکام الٰہی کو اپنے حق میں جانیں اور مرضیات اور نامرضیات اس کی کو پہچانیں **قول سولھواں** لانا ان
حروف مقطعہ کا اوائل سورہ میں واسطے ثابت کرنے اعجاز کے ہے اس واسطے کہ تمام جز سوائے لکھنے اور پڑھنے
کے نہیں پہچانے جاتے اُمی محض کہ کبھی بھی مکتب میں بیٹھا ہو اس کو نام حرفوں کے بالکل معلوم نہیں ہوتے البتہ نفس حرفوں کے
ساتھ کلام کرتا ہے پس جس وقت آں حضرت نے بغیر پڑھنے کے ان اسماء کو ذکر کیا یقین حاصل ہو کہ بسبب وحی کے معلوم
کیا ہے خصوصاً جب غور سے نظر کی جاوے بظاہر ہووے کہ بیچ لانے ان حرفوں کے اس قدر دقیقے اور نکتے رعایت کئے
گئے ہیں کہ عربیت کے جاننے والے کہ ماہر ہوں ان کو بھی ایسی رعایت کرنی ممکن نہیں منجملہ ان دقائق کے یہ ہے کہ
حروف مقطعات کے چودہ ہیں کہ حروف تہجی کی نسبت سے آدھے ہیں اگر الف کو جدا حرف شمار نہ کیا جاوے اور
انتیس سورتوں میں انکو لائے کہ حرف ہجا کے اسی تعداد میں اگر الف کو بھی حرف علیحدہ شمار کریں پس آدھے نام حرفوں کے تمام ہجا
کی عدد میں لانا اشارہ اس طرف ہے کہ الف کو ہمزہ کے ساتھ مشارکت تمام ہے فرق انکے درمیان میں سکون اور
حرکت کا ہے اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ بیچ لانے ان حرفوں کے اشارہ طرف اقسام تمام حرفوں کے ہے کہ نصف نصف
ہر قسم کا لائے ہیں مثلاً حروف دو قسم ہیں مہموسہ اور مجہورہ مہموسہ حروف فحثہ شخص سکت کے ہیں کہ ان دس حرفوں سے حا
اور ہا اور صاد اور سین اور کاف کہ نصف حقیقی اُن کا ہے مقطعات قرآن میں وارد ہیں اور حروف مجہورہ سے بھی نصف
اول مذکور ہے اور وہ یہ ہیں لام اور نون اور یا اور قاف اور طا اور عین اور ہمزہ اور میم اور را اور بھی حروف
دو قسم ہیں شدیدہ اور رخوہ شدیدہ آٹھ حرف ہیں ہمزہ جیم دال تا طا با قاف کاف اور نصف ان حرفوں کا کہ الف اور
قاف اور طا اور کاف ہے ان مقطعات میں مذکور ہے اور بیس حروف رخوہ کے باقی ہیں ان میں سے دس حروف ہیں
حا میم سین عین لام ہا نون صاد را ہا اور بھی حروف دو قسم ہیں مطبقہ اور منفتحہ مطبقہ کہ چار حرف ہیں صاد اور
ضاد اور طا اور ظا نصف ان کا مذکور کیا ہے کہ صاد اور طا اور باقی حروف منفتحہ سے نصف ان کا ذکر کیا بارہ حرف ہیں

اور حروف قلقلہ میں سے کہ پانچ حروف ہیں قاف دال طا با جیم نصف اقل ذکر کیا کہ قاف اور طا ہے تاکہ اشارہ
ہو طرف قلت ان حرفوں کے بیچ کلام عرب کے اور دو حرفوں لین سے کہ واؤ اور یا ہیں یا کو اختیار فرمایا ہے اس
واسطے کہ ثقل اس کا واؤ کے ثقل سے کم ہے اور حروف مستعلیہ سے کہ سات ہیں قاف اور صاد اور طا کو کہ نصف
اقل ہے اختیار فرمایا ہے اور خا اور غین اور ضاد اور ظا کو ترک کیا اور حروف مستفلہ سے کہ اکیس حرف باقی ہیں نصف
اکثر کو کہ گیارہ حرف ہیں ذکر فرمایا اور حروف بدل سے کہ گیارہ حرف ہیں موافق مذہب سیبویہ کے الف اور جیم اور دال
اور طا اور واؤ اور یا اور تا اور میم اور نون اور ہا اور ہمزہ چھ حرف کے نصف اکثر ہے ذکر فرمائے ہیں اور ان حرفوں
سے کہ اپنی مثل میں مدغم ہوتے ہیں اور بیچ قریب المخرج اپنے کے مدغم نہیں ہوتے اور وہ پندرہ حرف ہیں ہمزہ اور ہا
اور عین اور صاد اور طا اور میم اور یا ذکر کیا ہے کہ نصف اقل اس کا ہوتا ہے اور خا اور غین اور ضاد اور فا اور ظا اور سین
اور زا اور واؤ کو چھوڑ دیا اور ان حرفوں سے کہ دونوں میں مدغم ہوتے ہیں یعنی اپنے مثل میں بھی اور قریب المخرج میں بھی
اور وہ تیرہ حرف باقی ہیں نصف اکثر اس کا ذکر فرمایا ہے کہ حا اور قاف اور کاف اور را اور سین اور لام اور نون ہے تاکہ
اشارہ ہو طرف اس کے کہ ادغام سبب ہلکا ہونے کلام اور فصاحت کا ہے جو حرف کہ ادغام زیادہ قبول کرے رعایت
اُس کے حال کی کرنی زیادہ ہے اور اُن چار حرفوں سے کہ قریب المخرج اپنے میں ادغام نہیں قبول کرتا اور قریب المخرج اُن کا
اُن میں ادغام قبول کرتا ہے اور وہ حرف میم اور را اور شین اور فا ہے نصف اس کا ذکر فرمایا ہے کہ میم اور را ہے اور حروف نیلیہ
سے کہ بیچ رب منقل کے مجموع اُن کا ہے اور ایسے ہی حروف حلقیہ سے کہ حا اور خا اور عین اور غین اور ہا اور ہمزہ ہے اور زیادہ
کلام عرب میں آتے ہیں دو ثلث اُن کے ذکر فرمائے ہیں تاکہ اشارہ ہو طرف کثرت وقوع انکے کے کلام عرب میں اور دس حروف
زوائد سے کہ سالتمونیہا میں جمع ہیں سات حرفوں کو ذکر فرمایا تاکہ اشارہ ہو طرف اسکے کہ بنائیں مزید کی سات سے تجاوز
نہیں کرتی ہیں اور وہ کبھی اسم میں جیسے کہ استفعال اور افعلال پھر یہ حروف کبھی مفرد آتے ہیں مثل صاد اور قاف اور نون کے
اور کبھی دو دو حرف ذکر کرتے ہیں مثل حاتیم اور یاسین اور طاسین اور کبھی تین تین مثل طسم اور الم اور کبھی چار چار مثل المص المر او
کبھی پانچ پانچ مثل کہیعص اور حمعسق تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ حروف مفرد تینوں قسموں میں یعنی اسم اور فعل اور
حرف میں موجود ہیں اسم میں مانند کاف خطاب کے اور فعل میں جیسا کہ ق اور ل کہ صیغہ امر کا ہے وقی یقی سے اور ولی یلی سے اور
حرف میں مانند با جارہ کے اور کاف تشبیہ کے اور دو حرفی چار جگہ لائے ہیں طٰہٰ طس یٰس حم تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے
کہ ترکیب دو گانی کبھی حرف میں ہوتی ہے بغیر حذف کے مثل بل اور ہل کے اور کبھی فعل میں ہوتی ہے ساتھ حذف کے مثل
قل کے اور کبھی اسم میں ہوتی ہے بغیر حذف کے مثل من کے اور حذف کے ساتھ بھی مثل دم کے اور نو جگہ یہ ترکیب ذکر کی

تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ یہ ترکیب تینوں قسموں میں تین تین طرح پر واقع ہوتی ہے ضمہ کے ساتھ بھی اور فتحہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی پس اسموں کی مثالیں مَنَ اِذْ وَ ذُوْ اور فعلوں کی مثالیں قل اور بع اور خف اور حروف کی مثالیں اَنْ اور مِنْ اور وہ تین کہ اُس میں ترکیب سہ گانی ہے الٓمّ و الٓرٰ و طٰسٓمّ ہے اشارہ ہے طرف اسی بات کے کہ یہ ترکیب تینوں قسموں میں یعنی اسم اور فعل اور حروف میں موجود ہے اور تیرہ سورتوں میں لائے تاکہ اشارہ ہو طرف اس امر کے کہ اصل بنائیں جو استعمال میں آتی ہیں تیرہ بنائیں ہیں دس واسطے اسم کے مثل فلس فرس کتف عضد حبر عنب ابل قفل صرد عنق اور تین واسطے فعل ماضی کے مانند نصر اور علم اور شرف کے اور ترکیب چار بابی دو جگہ وارد فرمائی الٓمّرٰ و الٓمّصٓ اور ایسے ہی ترکیب خماسی کو بھی دو جگہ وارد فرمایا کہیعٓصٓ حمٓعٓسٓقٓ تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ ہر ایک ترکیب رباعی اور خماسی کی دو قسم ہیں اصل جیسا کہ جعفر اور سفرجل اور دوسرے ملحق جیسا کہ فردد اور حجنفل اور واسطے انہیں اشاروں کے ان حرفوں کو ادپکی متفرق کر کے جُدا جُدا ذکر فرمایا ہے اور ایک جگہ اوّل قرآن میں جمع کر کے نہ لائے واللہ اعلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٓمّ یعنی اصل لازم الاتباع محکم کہ منکروں کے واسطے معجزہ ہے اور دلیل پکڑنے والوں کو مفید ہے کہ بڑے بڑے مطلبوں کے واسطے ساتھ دلیلوں روشن کے ثابت کرنے والی ہے اور شبہات واہیہ کو دُور کرنے والی ذالك الكتاب یعنی وہ کتاب ہے کہ بسبب بلند درجہ کمال کے اپنے اور دقت اسرار اور دقائق اپنے کے وہم اور فہم سُننے والوں کے سے غائب اور جولان گاہ فکروں اور نظروں سے دُور ہے اسی واسطے اس کے حق میں لفظ ذلک الکتاب کہا کہ معنی اس کے وہ کتاب ہیں کہ دلالت اوپر دُور ہونے کے کرتا ہے اور اس طرح نہ کہا کہ ہذا الکتاب کہ معنی اس کے یہ کتاب ہیں اور دلالت اُوپر نزدیکی کے کرتا ہے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اصُول احکام دین کی چار چیزیں ہیں کتاب اور سُنّت اور اجماع اور قیاس اس واسطے کہ بعضے احکام دین کے کتاب سے ثابت ہوتے مثل نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حرام ہونا خنزیر کا اور حلال ہونا گاؤ اور مانند اُس کے اور بعضے احکام قول اور فعل پیغمبر کے سے کہ اس کو سنّت کہتے ہیں ثابت ہوئے جیسا کہ نماز جنازہ کی اور حرمت گدھے کی اور خچر کی اور مانند اس کے کی اور بعضے حکم اجماع مجتہدین سے ثابت ہوتے مثل حرمت بیع لونڈی کے کہ مالک اپنے سے اس کی اولاد ہوئی ہو اور حرمت جمع کرنے دو بہنوں کے کہ اس کی ملک میں ہوں وطی کرنے میں اور بعضے احکام ساتھ قیاس ظاہر کئے

غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کیا ہو مثل حرمت سود لینے کی پیسوں اور ٹکوں میں کہ ظاہر میں ملحق سونے چاندی کے ساتھ ہوتے ہیں اس باب میں لیکن جو اصل کہ لازم اور محکم ہے سوائے کتاب کے دوسری کتاب نہیں اس واسطے کہ قیاس کے واسطے ایک سند چاہیئے کہ مقیس علیہ میں اس کے سبب سے حکم شرعی ثابت ہوا ہو اور سند قیاس کا یا کتاب ہے یا سنت یا اجماع اور اجماع بھی بذاتہ اصل نہیں اس واسطے کہ اجماع نام درس قیاس کا ہے کہ سب مجتہدین نے اس کا اوپر اپنا قیاس پہنچایا پس اس کے واسطے بھی سند ہوگا کتاب اور سنت ہے اور سنت نام فعل اور قول پیغمبر کا ہے لیکن جب تک نبوت پیغمبر کی ثابت نہ ہوئی ہو قول اور فعل اس کا معتبر نہیں ہوتا ہے اور نبوت پیغمبر علیہ السلام کی ساتھ قرآن کے ثابت ہے کہ معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔
پس حقیقت میں اصل محکم کہ اوپر کسی کے خواہ مجتہد خواہ عامی لازم الاتباع ہے یہی قرآن ہے اور بس اور کتاب ہر چند اصل لغت میں بمعنی مکتوب کے ہے کہ ہر لکھی ہوئی چیز کو کہیں چنانچہ لباس بمعنی ملبوس کے لیکن بیچ اصطلاح شرع کے خاص قرآن کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اگر کہا جاوے کہ فلانی چیز کتاب میں ہے یہی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن میں ہے اور قرآن کے سوائے قرآن اور کتاب کے نام بہت ہیں کہ خود قرآن میں مذکور ہیں منجملہ ان کے نام اس کا فرقان ہے کہ بیچ آیت تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ کے مذکور ہے اور وجہ تسمیہ اس کی ساتھ فرقان کے دو چیزیں ہیں اوّل یہ کہ قرآن تفرقہ کرتا ہے درمیان حق اور باطل کے دوسرے یہ ہے کہ نزول میں متفرق آیا ہے تیئس برس میں آغاز سے انجام کو پہنچا اور انھیں ناموں سے نام اس کا تذکرہ اور ذکریٰ اور ذکر ہے جیسا ان تینوں آیتوں میں تینوں نام مذکور ہیں وہ آیتیں یہ ہیں انہ لتذکرۃ للمتقین اور وذکر فان الذکری تنفع المومنین وانہ لذکر لك ولقومك اور معنی تذکرہ اور ذکریٰ اور ذکر کے یاد دلانے کے ہیں یعنی یہ قرآن بندوں کو احکام الٰہی یاد دلاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذکر بمعنی شرف اور فخر کے ہے اور انھیں ناموں سے نام اس کا تنزیل ہے بیچ آیۃ وانہ لتنزیل رب العٰلمین کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا احسن الحدیث ہے یعنی بہترین باتوں کا بیچ آیت اللہ نزل احسن الحدیث کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا موعظہ ہے۔

یعنی نصیحت بیچ آیت یاایّھا الناس قد جاءتکم موعظة کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا حکم اور حکمت اور حکیم اور علم ہے بیچ اس آیت کے وکذٰلك انزلناه حکماً عربیاً اور بیچ آیت حکمة بالغة کے اور بیچ آیت یٰسٓ والقرآن الحکیم ہ اور بیچ آیت کتابٌ اُحکمت آیاته کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا شفا ہے بیچ آیت وننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمة للمؤمنین کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا ہدیٰ اور ہادی ہے بیچ اس آیت کے ھدی للمتقین اور بیچ آیت ان ھذا القراٰن یھدی للّتی ھی اقوم کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا صراط مستقیم ہے بیچ آیت وانّ ھٰذا صراطی مستقیماً کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا حبل اللہ ہے بیچ اس آیت کے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً یعنی قرآن رسی خدا کی ہے مانند کمند کے کہ اوپر بلند کوٹھے کے لٹکا دیں تاکہ جو کوئی چلتا ہے رسی کو ہاتھ میں پکڑ کے اوپر چڑھے اور ترقی حاصل کرے اور انھیں ناموں سے ہے نام اس کا روح بیچ آیت وکذٰلك اوحینا الیك روحاً من امرنا کے اس واسطے کہ قرآن سبب زندگی روحوں کا ہے جیسا کہ روح سبب زندگی بدنوں کی ہے پس قرآن بمنزلہ روح کے ہوا اور انھیں ناموں سے نام اس کا قصص حق ہے بیچ آیت انّ ھٰذا لھو القصص الحق کے اس واسطے کہ جو کوئی قصہ کو بیان کرتا ہے اکثر لغو اور باطل بھی اس میں ملا دیتا ہے سوائے اس کلام کے کہ کوئی چیز سوائے حق کے اس میں نہیں اور انھیں ناموں سے نام اس کا بیان اور تبیان اور مبین ہے بیچ آیت ھٰذا بیان للنّاس وتبیاناً لکل شئ وقراٰن مبین کے انھیں ناموں سے نام اس کا بصائر ہے یعنی حجتیں روشن بیچ آیت جاءکم بصائر من ربّکم اور انھیں ناموں سے نام اس کا قول فصل ہے بیچ آیت انّهٗ لقول فصل کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا نجوم ہے بیچ آیت فلا اقسم بمواقع النجوم اور انھیں ناموں سے نام اس کا مثانی ہے اس واسطے کہ اس میں قصّے اور خبریں اور وعدہ اور وعید کو مکرر کیا ہے بیچ آیت مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربّھم اور انھیں ناموں سے نام اس کا متشابہ ہے اس واسطے کہ ہر آیت اس کی متشابہ ہے آیت دوسری کی فصاحت اور بلاغت اور اعجاز اور لطف اسلوب میں اور انھیں ناموں سے نام

اس کا برہان ہے بیچ آیت قد جاءکم برھان من ربکم کے انھیں ناموں سے نام
اس کا بشیر اور نذیر ہے بیچ آیت قرآناً عربیاً لقوم یعلمون بشیراً و نذیراً اور انھیں
ناموں سے نام اس کا قیم ہے بیچ اول سورۃ کہف کے اور انھیں ناموں سے ہے مہیمن درمیاں
سورۃ مائدہ کے بیچ آیت مصدقاً لما بین یدیہ من الکتاب و مہیمناً علیہ کے اور
انھیں ناموں سے نام اس کا نور ہے بیچ آیت واتبعوا النور الذی انزل معہ اور انھیں
ناموں سے نام اس کا حق اور حق الیقین ہے بیچ آیۃ یاایھا الناس قد جاءکم الحق
من ربکم اور بیچ انہ لحق الیقین کے انھیں ناموں سے نام اس کا عزیز ہے بیچ آیت
انہ لکتاب عزیز کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا کریم ہے بیچ آیت انہ لقرآن
کریم کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا عظیم ہے بیچ آیت ولقد آتیناک سبعاً من
المثانی والقرآن العظیم کے اور انھیں ناموں سے نام اس کا مبارک ہے بیچ آیۃ کتاب
انزلناہ الیک مبارک کے انھیں ناموں سے نام اس کا نعمت ہے موافق تفسیر ابن عباس
کے کہ نعمت کو بیچ آیت واما بنعمۃ ربک فحدث کے قرآن کے ساتھ تفسیر فرمایا ہے اور
بیان ان ناموں کا انشاء اللہ تعالیٰ بیچ مقام اپنے کے آئے گا اور یہ کتاب اس سبب سے اصل
لازم الاتباع محکم ہوئی یعنی کچھ شک اور شبہ کی اس میں گنجائش نہیں بسبب اس کے کہ خود
یہ کتاب اوپر مطلبوں اپنے کے دلیلیں روشن قائم کرتی ہے اور شبہات کو ساتھ بیان شافی کے
دفع کرتی ہے پھر تائید کی گئی ساتھ اعجاز کے کہ وہ کہ بیچ دور کرنے شبہوں منکروں کے سیف
قاطع ہے پھر کتابوں الٰہی کے کہ پیشتر اس کے نازل ہوئی ہیں اور نزدیک گروہوں خلقت کے
وحی ہونا مسلم الثبوت ہے تصدیق اس کی ہے پھر کشوف اولیاء کے اور آثار مجاہدات حق
کے مطابق اس کتاب کے ہوتے ہیں بعد نازل ہونے اس کے کے بلکہ صدق کشوف کا بسبب
مطابقت اس کی کے جانا جاتا ہے اور ایسی دلیلیں عقلی کم ہیں کہ معارضوں اور مناقشوں اور نقضوں
سے خالی ہوں پس لائق اس کی نہیں ہیں کہ اصل محکم لازم الاتباع ان کو کہا جاوے اور دلیلیں
نقلی کہ ماخوذ اور کتابوں سے ہیں احتمال تحریف کا رکھتی ہیں اور وہ دلیلیں کہ ماخوذ انبیاء سابقین
علیہم السلام سے ہیں بسبب منقطع ہونے سند کے اور پھیل جانے جھوٹ اور بہتان کے اُمتوں ان کی

میں محل اعتماد کی نہیں ہیں اور باوجود اس کے جو علوم سچے اور معارف یقینی کہ پہلی کتابوں الٰہیہ اور خبروں گزرے ہوئے نبوبیہ میں پراگندہ اور متفرق تھے اس کتاب میں ایک جگہ جمع ہیں پس اتباع اس کتاب کا گویا اتباع تمام کتابوں الٰہیہ اور تمام انبیائے سابقین کا ہے، بمنزلہ اس کے کہ کتاب متاخر ہر فن کی شامل اوپر خلاصہ کتابوں پہلی اس فن کی ہوتی ہے اور وہ ایک کتاب مطالعہ کرنے والے اپنے کو سب کتابوں پہلی سے بے پرواہ کرتی ہے اور جب یہ کتاب اصل لازم الاتباع محکم ہے پس ھدی للمتقین یعنی ہدایت ہے واسطے متقیوں کے اس واسطے کہ متقی نام اس شخص کا ہے کہ اپنے تئیں نگاہ رکھے اُس چیز سے کہ اس کو ضرر کرتی ہے آخرت میں خواہ وہ چیز اعتقاد بد ہو یا خلق بد ہو یا عمل بد ہو اور پہچان مضرتوں آخرت کی خواہ اعتقاد ہو خواہ اخلاق خواہ اعمال بدون اس اصل محکم لازم الاتباع کے متصور نہیں،

بیان مراتب تقویٰ کا

بیچ اس جگہ کے جاننا چاہیئے کہ تقویٰ کے شرع میں تین مرتبے مقرر کئے ہیں پہلا مرتبہ اپنے تئیں عذاب ہمیشگی سے بچانا ہے اور یہ ادنیٰ مرتبہ تقویٰ کا ہے کہ بسبب دُور رکھنے کے نفس اپنے کو انواع شرک سے حاصل ہوتا ہے اور ساتھ اس معنی کے ہے بیچ آیت والزمھم کلمۃ التقوٰی کے مرتبہ دوسرا اپنے تئیں گناہوں سے دُور رکھنا ہے اور ساتھ اس معنی کے ولوان اھل القرٰی آمنوا واتقوا بیچ اصطلاح اہل شرع میں اسی مرتبہ کا نام تقویٰ رکھتے ہیں مرتبہ تیسرا کہ شبہوں سے بھی اپنے آپ کو نگاہ رکھے اور بعض مباحات سے بھی گناہ کی طرف لے جائیں پرہیز کرے اور باطن اپنے کو غیر حق کی طرف میل کرنے سے بچاوے اور بالکلیہ ساتھ تمام اعضا کو اور جوارح کے متوجہ طرف جناب خالق کے ہو اور اس مرتبہ کو تقویٰ حقیقی اور مرتبہ ولایت کا کہتے ہیں اور طرف اسی مرتبہ کے اشارہ ہے بیچ آیت واتقوا اللہ حق تقاتہٖ کے اب تھوڑی علامتیں اور شرطیں متقیوں کی کہ بیچ حدیثوں صحیح اور آثار صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے وارد ہوئی ہیں ذکر کرتے ہیں تاکہ فی الجملہ معنی متقی اور تقویٰ کے ذہن میں جگہ پکڑیں ابن ابی حاتم معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آدمیوں کو قیامت کے دن ایک بڑے میدان میں قید کر دیں گے پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ متقین کہاں ہیں اس آواز کے سُننے سے متقی اُٹھیں گے اور بیچ سایہ پروردگار کے متصل مقام تجلی الٰہی کے ہوں گی اس طرح پر کہ شان اُس

تجلی کی ایک لمحہ اُن سے محجوب اور پوشیدہ نہ ہوگی آدمیوں نے پوچھا کہ متقی کون سے فرقے ہیں
معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ انھوں نے انواع شرک اور بت پرستی سے آپ کو بچایا ہے اور عبادت
اپنی کو خالص واسطے خدا کے کیا اور امام احمد اور ترمذی اور راور محدثوں معتبر نے عطیہ سعدی سے
کہ صحابی ہیں روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بندہ ساتھ اس درجہ
کے نہیں پہنچتا ہے کہ متقیوں سے شمار کیا جائے یہاں تک کہ چھوڑے اور ترک کرے ان چیزوں
کو کہ کوئی خطرہ شرعی بھی ان میں نہیں بسبب خوف ہے کے کہ ان چیزوں کے کرنے سے حرام تو
ہو جاتے اور ایک دن ابوہریرہؓ سے ایک شخص نے معنی تقویٰ کے پوچھے ابوہریرہؓ نے کہا کہ
کبھی ایسے راستہ میں چلا ہے تو جو کانٹوں سے پر ہو اس شخص لے کہا ہاں ابوہریرہ رض نے فرمایا
کہ ایسے راستہ میں تو کس طرح کرتا تھا کہا کہ جس جگہ کہ میں کانٹا دیکھتا تھا اس سے ایک طرف
کو ہو جاتا تھا اور راستہ دوسرا لے لیتا تھا ابوہریرہؓ نے کہا یہی ہے حقیقت تقوے کی اگر
مقدمات دین میں بھی ایسی ہی تو احتیاط کرے البتہ متقی ہو جائے اس روایت کو ابن ابی
الدنیا نے کتاب التقویٰ میں بیان کیا ہے اور بھی اس کتاب میں حضرت حسن بصریؒ سے لائے
ہیں کہ ما زالت التقوی بالمتقین حتی ترکوا کثیرا من الحلال مخافۃ الحرام
یعنی ہمیشہ تقوای باقی رہے گا ساتھ متقیوں کے یہاں تک کہ چھوڑیں گے بہت حلالوں کو
بسبب خوف حرام کے اور بھی عبداللہ بن مبارک سے لاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سو گناہوں
سے بچے اور ایک گناہ سے پرہیز نہ کرے متقیوں سے شمار نہ ہو اور عون بن عبداللہ سے
لائے ہیں کہ تمام تقویٰ وہ ہے کہ بندہ ہمیشہ ڈھونڈنے والا تقوای کی شرطوں کا رہے اور
اور پر دانست اپنی کے کفایت نہ کرے جیسا کہ نگاہ رکھنے والا صحت کا اور ڈرنے والا بیماری
سے ہمیشہ ڈھونڈنے والا معرفت اسباب مرض کا رہتا ہے اور اوپر دانست اپنی کے کفایت
نہیں کرتا ہے اور بھی امام مالکؒ نے روایت کی ہے کہ وہب بن کیسان کہتے تھے کہ عبداللہ
بن زبیرؓ نے ایک شخص کو بطریق نصیحت کے یہ عبارت لکھی ہے اما بعد فان لاھل التقوی
علامات یعرفون بھا ولیعرفونھا من انفسھم صبرا علی البلاء و رضی بالقضاء
والشکر للنعماء وذلا لحکم القران اور بھی ابن المبارک سے لاتے ہیں کہ حضرت

داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمانؑ سے فرمایا کہ اوپر تقوی آدمیوں کے تین نشانیوں سے
دلیل پکڑی جاتے اول ساتھ توکل اس کے کے اوپر خدا کے ہر چیز میں کہ آگے اُس کے
آتے دوسرے ساتھ حسن رضا کے بیچ اُس چیز کے کہ اس کو عنایت ہوئی تیسرے ساتھ حسن صبر
کے بیچ اُس چیز کے کہ اُس سے فوت ہوئی اور بھی سعید معبری سے لائے ہیں کہ ایک شخص آگے
حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آیا اور کہا یا معلم الخیر مجھ کو نشان دے کہ متقی کیونکر ہو سکے فرمایا
کہ امر بہت آسان ہے ساتھ تمام دل اپنے کے محبت خدا کی بجالا اور بقدر قوت استطاعت
اپنی کے واسطے اُس کے عمل کر اور اُوپر ہم جنس اپنے کے ویسی رحمت فرما کہ اوپر جان اپنی کے رحمت کرے
کرے تو اُس نے کہا کہ ہم جنس میری کون ہے فرمایا کہ تمام بنی آدم اور جو چیز کہ تجھ کو خوش نہ آوے
کہ میرے ساتھ کی جائے تو وہ چیز اور کے ساتھ مت کر۔ اگر یہ سب کام کرے تو حق تقوٰی
کا بجالائے اور سہم بن سنجاب سے لاتے ہیں کہ کمال تقوٰی وہ ہے کہ زبان تیری ہمیشہ ذکر خدا سے
تر ہو اور عون بن عبد اللہ سے لاتے ہیں کہ ابتدا التقوے کا حسن نیت ہے اور انتہا تقوٰ
کی توفیق اور بندہ کے تئیں درمیان اس ابتدا اور انتہا کے بہت ہلاکت کی جگہ اور شبہے بہت
در پیش آتے ہیں اور نفس ایک طرف سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور شیطان کہ دشمن مکار
ہے کہ ایک آن غفلت نہیں رکھتا ہے اور محمد بن یوسف فریابی سے لاتے ہیں، کہا کہ
ایک دن میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ نام تمہارا آدمیوں میں ساتھ اس مرتبہ کے مشہور ہے
کہ ہر مقدمہ میں سفیان ثوری کہتے ہیں کہ تم کو دیکھا میں نے کرات کو خواب میں گزارتے تھے فرمایا
کہ خاموش ہو مدار اس امر کا اوپر تقوٰی کے ہے اور بھی روایت لاتے ہیں کہ ایک شخص حکیموں
اس زمانہ کے سے پاس عبد الملک بن مروان کے آیا عبد الملک نے اس سے پوچھا کہ وصف
متقی کا کیا ہے اس حکیم نے کہا کہ متقی وہ مرد ہے کہ خلقت کو چھوڑ کر اس نے خدا کو اختیار
کیا اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت اختیار کی اور مطلبوں اور خواہشوں سے ہاتھ دھویا ہو اور دل
کی آنکھ سے روح کے بلند مرتبوں کو دیکھ کر ان مرتبوں کی طرف متوجہ ہو اور آدمی سوتے
رہتے ہیں اور وہ ترقی کے غم میں بیدار رہتا ہے شفا اس کی قرآن اور دوا اس کی حکمت اور
نصیحت کی بات دنیا کو اس کے بدلے میں پسند نہیں کرتا اور کوئی لذت سوائے اس کے نہیں جانتا

حاضرین مجلس نے کہ اکثر بڑے بڑے تابعین تھے ان کلموں کو نہایت پسند کیا اور بھی قتادہ سے لاتے ہیں کہ جس وقت حق تعالیٰ نے بہشت کو پیدا فرمایا ارشاد کیا کہ کچھ کہہ بہشت نے کہا کہ طوبیٰ[1] للمتقین اور مالک بن دینار سے لاتے ہیں کہ تمام شادی کتخدائی متقیوں کی ہے اور بھی محمد بن یزید رحبی سے لاتے ہیں کہ ایک دن ابو درداء سے کہا میں نے کہ کوئی شخص انصار میں سے ایسا نہیں کہ شعر لکھے کیا سبب ہے کہ تم شعر نہیں کہتے ابو درداء نے کہا کہ میں بھی شعر کہتا ہوں لیکن قابل اس کے نہیں کہ شاعروں کی مجلس وہ شعر پڑھا جاتے ہیں نے کہا کہ مجھ کو سناؤ یہ بیتیں پڑھیں

شعر یرید[2] المرء ان یعطی مناہ ویابی اللہ الا ما یراد !!

یقول المرء فائدتی وذخری وتقوی اللہ افضل ما استفاد

اور ابن حاتم معاذ ابن جبل سے لاتے ہیں کہ مدار کار و بار بہشت کا اوپر چار فرقوں کے ہے اوّل متقین بعد اس کے شکر گزار بعد اس کے ڈرنے والے بعد اس کے اصحاب الیمین اور ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص درجہ متقیوں کے کو نہیں پہنچا ہے یہاں تک کہ ساتھ نفس اپنے کے محاسبہ سخت کرتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے شریک کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے تاکہ جانے کہ کھانا میرا کہاں سے ہے اور پہننا میرا کہاں سے اور حلال سے یا حرام سے اور اس جگہ میں ایک اشکال ہے کہ مفسرین اس کو ذکر کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ہدایت مناسب گمراہوں کے ہے کہ پس ظاہر ایسا تھا کہ ھدًی للضالین فرماتے متقیوں کے واسطے کہ علامتیں اسلام کی اور شرطیں ایمان کی خوب طرح سے جان کر برسوں اور عمروں اس راہ میں رہے ہیں اور نشیب فراز اس کے کو طے کیا ہے ہدایت کے کیا معنی کہ تحصیل حاصل کی ہے اور وہ باتفاق عقلا کے باطل جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ معنی ہدیً للمتقین کے یہ نہیں کہ یہ کتاب پیچھے متقی ہو جانے کے ان کو ہدایت کرتی ہے بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ کوئی متقی بغیر ہدایت قرآن کے متقی نہیں ہوا اور بغیر رہنمائی اس کتاب کے اس نے راستہ نہ پایا جیسا کہ کہتے ہیں یہ دودھ دینے والی اس جوان[3]

---

[1] یعنی خوش وقتی ہے واسطے متقیوں کے ۱۲ [2] یعنی چاہتا ہے آدمی کہ دی جائیں آرزوئیں میری اور نہ کرتا ہے اللہ مگر جس چیز کو چاہا اس نے کہتا ہے آدمی فائدہ میرا اور ذخیرہ اور تقویٰ بہتر ہے سب چیزوں سے کہ حاصل ہوتی ہیں [3] ان کا ذکر آگے آتا ہے ۱۲

کی ہے حال یہ کہ جوانی کے وقت میں دودھ پلانا درکار نہیں بلکہ دودھ دینا لڑکپن کی حالت میں ہوتا ہے نہ کہ جوانی کی حالت میں لیکن ہر گاہ کہ جوانی بسبب دُودھ پینے اُس کے کے حاصل ہوئی ہے کہہ سکتے ہیں کہ شیر دینے والی جوان کی ہے اور صاحب کشاف نے اور طور کے ساتھ تقریر اس معنی کی کی ہے اور کہا ہے کہ ھدًی للمتقین اس قبیلہ سے ہے کہ من قتل قتیلا فله سلبه ساتھ اس معنی کے کہ یہ کتاب ہدایت ہے واسطے ان گمراہوں کے کہ آخر کو ساتھ درجے تقوٰی کے پہنچیں گے بیضاوی نے کہا ہے کہ ہر چند ہدایت قرآن کی عام ہے ہر مسلمان اور کافر کو چنانچہ دوسری جگہ میں فرمایا ہے کہ ھدًی للناس لیکن انتفاع ساتھ ہدایت قرآن کے ساتھ نصیب متقیوں کا ہے اور بس اور امام رازی نے فرمایا ہے کہ مراد متقیوں سے وہ آدمی ہیں کہ ارادہ شناخت خدا کا بے تعصب اور بے سخن پروری کے ان کے دل میں پختہ ہو گیا اور عقل اور فہم اُن کا زنگ تقلید باپ دادوں سے اور بزرگوں اپنے کے سے صاف ہوا پس یہ وہ جماعت ہے کہ ساتھ ہدایت قرآن کے راہ یاب ہوئی نہ وہ آدمی کے عقل اُن کی آفت اور آئینۂ دِل ان کا زنگ آلودہ ہوا اور اس معنی کو تشبیہ دی ہے ساتھ غذائے صالح کے کہ موجب حفظ صحت کی ہوتی ہے لیکن بشرط حصول اصل صحت کے والا غذا صالح اگر ایسے بدن میں جاوے کہ بھرا ہوا ہے اخلاط فاسدہ سے ہرگز مفید نہ ہو بلکہ باعث زیادتی مرض کا ہو اور قرآن مجید میں بھی طرف اس تحقیق کے اشارہ ہے اس آیت میں و ننزل من القراٰن ماھو شفاء و رحمة للمومنین ولا یزید الظلمین الاخسارا یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے اس چیز کو کہ جس سے بیماریاں اچھی ہوتی ہیں اور رحمت ایمان والوں کو اور نہیں بڑھتا ہے گنہ گاروں کو مگر نقصان اور نیچ اس آیت کے .... یضل به کثیرا و یھدی به کثیرا وما یضل به الا الفاسقین اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ

بیان سات گروہ آدمیوں کا

آدمی باعتبار انجام کام اپنے کے سات گروہ ہیں اس واسطے نص قرآنی میں آدمی یا شقی ہے یا سعید قال اللہ تعالیٰ فمنھم شقی و سعید اور اشقیا کا اصطلاح قرآن میں اصحاب الشمال اور اصحاب المشئمة نام رکھا ہے اور اُن کے دو گروہ ہیں اوّل مطرودین کہ جن کے حق میں فرمایا ہے ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الانس والجن لھم قلوب لا

یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام
بل ھم اضل اولٰئک ھم الغٰفلون یعنی اور تحقیق پیدا کئے ہم نے واسطے دوزخ کے بہت آدمی اور جن
واسطے اُن کے ایسے دل ہیں کہ نہیں سمجھتے ہیں اُن سے اور آنکھیں ان کی ایسی ہیں کہ نہیں
دیکھتے ہیں ان سے اور کان اُن کے ایسے ہیں کہ نہیں سُنتے ہیں اُن سے وہ مثل چوپایوں
کے بلکہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں وہی لوگ ہیں غافل اور یہ گروہ حقیقت میں خارج
انسانیت سے ہیں گو بصورت انسان کے ہوں بیت

ایں کہ می بینم خلاف آدم اند   نیستند آدم غلاف آدم اند

اس واسطے کہ باعتبار اصل فطرت کے قابل نور الٰہی کے نہیں ہیں پیدائش ان کی محض
واسطے پُر کرنے دوزخ کے ہے کہ ھولاء خلقتھم للنار ولا ابالی یعنی ان لوگوں کو
پیدا کیا میں نے واسطے آگ کے اور نہیں پرواہ ہے مجھ کو اور دوسرے منافقین کہ اصل میں
استعداد قبول کرنے نور الٰہی کی رکھتے تھے مگر بسبب کسب کرنے خصائل قبیحہ اور اختیار کرنے گناہوں اور مشغول
ہونے اعمال بہیمیہ اور سبعیہ اور مہارت کرنے فریبوں شیطانیہ کے تاریکی اور سیاہی ان کے دلوں میں پھیلی
اور محکم ہوئی اور رفتہ رفتہ زنگ بیٹھ گیا حالت اس گروہ کی بدتر فریق اول سے ہے اس واسطے
کہ استعداد اصلی ان کی مخالف حال اُن کی کے ہوگئی اور اس واسطے ان کے حق میں وارد ہے
کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار اور سعید کی شرع میں دو قسمیں ہیں
ایک قسم سابقین اور مقربین ہیں اور دوسری قسم اصحاب الیمین اور متقدمین اور اصحاب المیمنہ اور
اس گروہ کی تین قسمیں ہیں ایک فرقہ اہل فضل اور ثواب کا ہے کہ ایمان اور عمل صالح ساتھ امید فضل
اور ثواب الٰہی کے بجالاتے اور فوجدوا ما عملوا حاضرا ولکل درجات مما عملوا یعنے
پاویں گے جو کیا ہے سامنے اور واسطے ہر شخص کے درجے جدا جدا ہیں بسبب اعمال اپنے کے اُن کے
حال کا بیان ہے اور ایک فرقہ اہل عفو کا ہے کہ خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا عسی اللہ
ان یتوب علیھم یعنی ملایا انھوں نے عمل نیک اور عمل بد شاید کہ اللہ معاف کرے ان کو اور عفو کے
دو طریق ہیں اوّل یہ کہ بسبب قوت اعتقاد صحیح کے اور نہ تاثیر کرنے برائیوں کے بیچ جوہر قلب کے بے توبہ
اور بے شفاعت اور بغیر عذاب کے گناہ اُن کے معاف ہو جاویں دوسرے یہ کہ بیچ مقابلہ ہر عمل اُن کے

کے توبہ ہوتی رہے اور بجائے عمل کے وہ توبہ ان کے صحیفۂ اعمال میں لکھی جاوے فاولٰئک یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنات یعنی سو بدل دے گا اللہ بُرائیاں اُن کی نیکیوں سے یعنی اُن میں سے ایسے ہیں کہ بعذر گناہوں اپنے کے معذب ہوں گے یہاں تک کہ ساتھ شفاعت انبیاء اور علماء اور شہدا اور ملائکہ کے نجات پاویں گے اور ان کا اہل عدل اور اہل عقاب نام رکھتے ہیں والذین ظلموا من ھٰؤلاء سیصیبھم سیات ما کسبوا یعنی جو گنہگار ہیں ان میں سے اُن پر پڑیں گی بُرائیاں جو کمائی ہیں بیان حال اُن کے کا ہے ومنھم ظالم لنفسہ بھی عنوان اُن کا ہے اور سابقین مقربین بھی دو فرقہ ہیں کہ عبارت شرع میں فرقہ اول کو مجتبیٰ اور فرقہ دوسرے کو منیب کہتے ہیں چنانچہ بیچ آیۃ اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب کے طرف اس نام کے اشارہ فرمایا ہے یعنی اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف جو رجوع لاوے اور اہل سلوک کی اصطلاح میں ان دونوں فرقوں کا محبوبین اور محبین نام رکھتے ہیں اور مجذوبین اور سالکین جانتے ہیں پس محبین وہ آدمی ہیں کہ اول مجاہدہ اور انابت اختیار کرتے ہیں بعد اس کے رتبہ معرفت کا ان کے اوپر کھولا جاتا ہے اور محبوبین وہ آدمی ہیں کہ اول اُن کو مقبول کر کے معرفت حاصل کرواتے بعد اُس کے ان کے تئیں شوق مجاہدہ اور انابت کا دل میں ڈالے اور ان دونوں فرقوں کو اہل اللہ کہتے ہیں اور تینوں فرقہ اصحاب الیمین کو اہل آخرت کہتے ہیں اور دونوں فرقوں اشقیا کو اہل دنیا نام رکھتے ہیں جبکہ یہ تفصیل ذہن نشین ہوئی پس چاہیے جاننا قرآن مجید پہلے فرقہ کے اشقیا کو ہدایت نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ قبول کرنا ہدایت کا ان سے محال ہے بسبب اس کے کہ استعداد قبول کرنے اس کے کی نہیں رکھتے ہیں اور بمنزلہ شیاطین کے ہیں اور ایسا ہی فرقہ دوسرے کو بھی ہدایت نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ استعداد اُن کی بعد موجود ہونے کے دُور ہوئی اور صورت معنوی اُن کی مسخ ہو گئی جیسا کہ گندہ کی نمک اصلاح نہیں کر سکتے پس ہدایت خاص ہوئی واسطے پانچ فرقوں اخیر کے کہ لفظ متقین کا اُن کو شامل ہے اور جو کہ بعضے ناواقف گمان کرتے ہیں کہ ایک فرقہ سابقین مقربین سے کہ محبوبین ہیں اور جذب ان کے تئیں کو شناسائی معرفت کی عنایت ذاتی کس واسطے محتاج طرف ہدایت قرآن مجید کے ہیں گمان اُن کا باطل ہے اس واسطے کہ محبوب بھی محتاج ہدایت کا جکھے ہے بعد جذب اور وصل کے تا کہ سلوک فی اللہ کرے جیسا کہ قرآن مجید میں طرف اس معنی کے اشارہ فرمایا ہے کذٰلک لنثبت بہ فؤادک وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک یعنی جو تیرے کو بیان کرتے ہیں اور تیرے خبر رسولوں کے

وہ شے کو کھٹیاتے ہیں بسبب اُس کے دل تیرے کو البتہ فرق درمیان محبوب اور محب کے وہ ہے کہ محب محتاج ہدایت کا ہوتا ہے پہلے جذب سے اور بعد اس کے بھی تاکہ سلوک الی اللہ اور فی اللہ کرے اور محبوب بعد جذب کے محتاج ہدایت کا ہوتا ہے اور اوپر اس تقریر کے متقی اس جگہ قریب معنی لغوی اپنے کے ہے یعنی جو کوئی کہ اوپر استعداد صحیح کے باقی رہا ہے اور زنگ شرک اور زنگ اور ظلمت ہمیشگی محبت گناہوں کی نے آئینہ فطرت اس کو برہم نہ کیا متقی ہے پس یہ تقویٰ مقدم اوپر ایمان کے ہے چنانچہ دوسرے مرتبے تقوے کے ایمان سے متاخر ہیں پس معلوم ہوا کہ تقویٰ بیچ عرف شرع کے کئی معانی پر بولا جاتا ہے کبھی ساتھ معنی ایمان کے آتا ہے جیسا کہ بیچ آیت واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ اور کبھی ساتھ معنی اخلاص کے آتا ہے جیسا کہ بیچ آیہ ولوان اھل القری ٰامنوا واتقوا اور کبھی ساتھ معنی ترک گناہ کے جیسا کہ بیچ آیت واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ اور کبھی ساتھ معنی اخلاص کے جیسا کہ بیچ آیہ فانّھا من تقوی القلوب کے اور بیچ فضائل تقویٰ کے وہ چیز کہ قرآن مجید میں وارد ہے یہ ہے کہ الذین اتقوا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور حدیثوں میں فضائل تقویٰ کے بے شمار ہیں اور لطائف اس مقام کے یہ ہیں کہ جس وقت اس آیۃ کو ملاحظہ کریں کہ ھدی للمتقین اور ہمراہ اس آیت کے دوسری آیت بھی نظر میں لاویں کہ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس صریح معلوم ہووے کہ ناس منحصر متقیوں میں ہیں یعنی آدمی یہی ہیں اور باقی آدمی کالانعام یعنی مثل چارپایوں کے ہیں باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ تمام قرآن کا وصف ساتھ ہدایت کے کیونکر درست ہو حالانکہ قرآن میں مجملات اور متشابہات بھی موجود ہیں کہ تعین مراد کا اُن سے نہیں کرسکتے مگر ساتھ عقل کے اور جب عقل دخیل ہوئی پس ہدایت شان عقل کی ہوئی نہ شان قرآن کی اور اسی[1] واسطے تمام فرقے اسلام کے خواہ اہل حق ہوں خواہ اہل باطل قرآن کے ساتھ حجت پکڑتے ہیں اور بھی بیچ روایت صحیحہ کے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ سے وارد ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کو واسطے مناظرہ خارجیوں کے بھیجتے تھے فرماتے کہ علیك بالسنة فان القرآن ذو وجوہ یعنی لازم پکڑ سنت کو اس واسطے کہ قرآن صاحب بہت وجوہ کا ہے اور اگر قرآن ہی ہادی ہوتا تو حضرت علیؓ اس طرح کیوں فرماتے اور بھی بعضے مسائل اعتقادیہ ایسے ہیں کہ ثبوت ہدایت قرآن کا اُن کے اُوپر موقوف ہے ساتھ دلیل عقلی کے جیسے کہ مباحث ذات اور صفات اور نبوت کے پس معرفت ذات اور صفات اور معرفت نبوت میں ہدایت قرآن کی بتائی گئی ہے اور اگر ان میں بھی ہدایت قرآن کی کہی جاوے دور لازم آجاوے پس لازم آیا کہ قرآن مطلقاً ہادی نہ ہوا جواب اس کا یہ

---

[1] یعنی ہر فرقہ اپنے مطلب پر قرآن سے دلیل پکڑتا ہے ۱۲

ہے کہ ہدایت قرآن کے معنی یہ نہیں کہ فقط قرآن کے ساتھ الزام مخالف کو دے سکیں بلکہ معنی
اس کے یہ ہیں کہ اس کے سبب سے تامل کرنے والے کو حقائق نفس الامر یہ منکشف ہو جاتے ہیں اور مجملات
اور متشابہات قرآن سے بعد رجوع کرنے کی طرف محکمات کے جب زیادتی انکشاف کی ہوتی ہے
یا بسبب فقط ایمان لانے کے ساتھ مدلول اُن مجملات اور متشابہات کے ترقی درجہ
ایمان کی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی ہدایت ہے اور جن مسائل میں کہ قرآنیت قرآن
کی موقوف اوپر اُن کے ہے ہدایت قرآن کی باطل نہیں ہوتی ہے بلکہ ان میں ہدایت
باعتبار اس کے ہے کہ جو مطلب عقل سے ثابت ہوتا ہے بسبب قرآن کے وہ حکم
اور قوی ہو جاتا ہے اس واسطے کہ دلائل اس کی بیچ اس وقت وہم دخل نہ دے گا
اگر اصل مطلب کا ثبوت قرآن کے اوپر موقوف نہ ہو اور یہ بھی نوع عمدہ
ہے اور ہدایت ہے اور علاوہ اس کے اوپر یہ ہے کہ لفظ ہدیً للمتقین دلالت اوپر اس کے
نہیں کرتا ہے کہ ہر چیز اس کی واسطے ہر متقی کے ہدایت ہو تاکہ محذور لازم آتا بلکہ معنی اس
کے یہ ہیں کہ تمام قرآن واسطے تمام افراد متقیوں کے ہدایت ہے علی حسب تفاوت درجاتہم

اختلاف علماء کا بیچ معنی ہدایت کے

فی الفہم والاستنباط اور علماء کو ہدایت کے معنی میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ حقیقت
ہدایت کی محض مطلب کی طرف راہ دکھانا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہمراہ اس کے پہنچانا
طرف مطلب کے ضرور ہے اور تحقیق اس مقام کی وہ ہے کہ ہدایت اور تعلیم اور ارشاد اور انذار
اور مانند ان الفاظ کے کبھی بیچ عمل فاعل کے مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ اثر اُس کا مفعول میں ظاہر
نہ ہو اور اسی قبیل سے ہے اما ثمود فهديناهم فاستحبوا العمى على الهدىٰ
یعنی لیکن ثمود پس ہدایت کر دی ہے ان کو یعنی راستہ دکھلادیا پس اختیار کیا انھوں نے
گمراہی کو اوپر ہدایت کے اور کبھی ساتھ معنی تاثیر فاعل کے کہ منفعل میں پائی جائے مستعمل ہوتی ہے
جیسا کہ کہیں هداه الله فاهتدى مثل احيى وامات کے اور دونوں معنی حقیقی ہیں
بلکہ عند التفتیش ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مآل دونوں معنی کا ایک چیز ہے اس واسطے کہ تاثیر
فاعل کی نسبت طرف فاعل کے اعتبار کریں اور منفعل میں تاثیر اس کی کا اعتبار نہ کریں معنی اوّل

ہیں اور اگر اسی تاثیر کو منفعل میں اعتبار کریں معنی دوسرے ہیں اور دونوں معنوں کے اعتبار سے
صفت خدا کی بھی ہوتی ہے اور صفت قرآن کی اور پیغمبروں اور مرشدوں کی بھی لیکن پیدا کرنا
اہتدا کا خاص ساتھ حضرت حق ہے مگر پیدا کرنا اہتدا کے معنی حقیقی ہدایت کے نہیں حاصل
یہ ہے کہ علامت ہدایت پانے کی ساتھ قرآن کے وہ ہے اور وہی علامت تقویٰ کی ہے
کہ آدمی پہلے اعتقادوں اپنے کو صحیح کرے پھر اعمال جوارح اپنے کو مطابق اوامر نواہی قرآن
کے عمل میں لاوے پھر اخلاق خبیثہ کو کہ روح کے واسطے مرض مہلک ہیں ترک کرے اور درست
کرنا اعتقادوں کا سوائے اجتناب کے جہلوں واہیہ اور دخل وہم کے سے متصور نہیں اور اسی
واسطے متقین وہ آدمی ہیں کہ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنی وہ جماعت کہ ایمان لاتی
ہے ساتھ غیب کے اور غیب نام اس چیز کا ہے کہ ادراک حواس ظاہرہ اور باطنہ سے خارج
ہو جیسا کہ ذات اور صفات پروردگار کی اور فرشتے اور روز آخرت اور وہ چیز کہ اس دن
میں ہوگی اور تقدیرات الٰہی اور کتابیں الٰہی باعتبار نسبت ان کی کے طرف خدا کے اور ایسے
ہی تمام پیغمبر علیہ السلام ساتھ اس حیثیت کے اور ایمان بالغیب کو اس جہت سے بیچ علامات
متقیوں کے اعتبار فرمایا ہے کہ جو چیزیں محسوسات میں سے ہیں خواہ حواس ظاہری سے
مدرک ہوں خواہ حواس باطنی سے ہوں کہ ان کی تصدیق کرنے میں اختیار نہیں بلکہ خود بخود
تصدیق ان کی آجائے گی پس یہ علامات اتقیا کی نہیں ہوسکتیں اور قرآن کی ہدایت اس بات میں
اس طرح ہے کہ قرآن کے سبب سے اوپر حقائق اور تفاصیل ان امور کے اطلاع ہوتی ہے اور
مسائل مقصودہ عقائد کے بھی یہی ہیں جس وقت ان امور کے ساتھ تمام حقائق اور تفصیلوں
کے کہ کلام اللہ میں وارد ہیں تصدیق کریں جزو اعظم تقویٰ کا کہ درست کرنا اعتقادوں کا ہے
حاصل ہو اور ہر چند جو ایمان کہ اس جگہ مذکور ہے ایمان لغوی ہے یعنی تصدیق کے لیکن معمول

بیان حقیقت ایمان کا

مفسرین کا اس مقام میں بیان حقیقت ایمان شرعی کا ہے اور قول رطب و یابس معتزلہ اور خارجیہ
کے اور زیدیہ اور کرامیہ نقل کر کے دماغ سننے والے کا پریشان کرتے ہیں اور وہ قدر کہ منقح ہے
یہ ہے کہ ایمان عرف شرع میں عبارت تصدیق سے ہے یعنی مان لینا اور یقین کرنا اس چیز
کا کہ یقیناً معلوم کہ یہ چیز دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سے ہے اس واسطے کہ ایمان کو

جاننا ہے قرآن میں کار دل کا فرمایا ہے ایک جگہ فرمایا ہے قلبہ مطمئن بالایمان اور ایک جگہ فرماتے ہیں کتب فی قلوبہم الایمان اور ایک جگہ ولما ید خل الایمان فی قلوبکم اور ظاہر ہے کہ کام دل بھی تصدیق ہے اور بس اور کبھی ایمان کو عمل صالح کے ساتھ لایا ہے جیساکہ بیچ آیت ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت کے اور معاصی کے ساتھ بھی لایا ہے جیساکہ بیچ آیت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا اور بیچ آیت والذین آمنوا ولم یہاجروا کے پس معلوم ہوا کہ عملوں نیک کو ایمان میں دخل نہیں اور نہ عملوں بد کے سبب سے ایمان برہم ہو جاتا ہے یعنی ایمان جاتا نہیں اور صرف اقرار کی بغیر تصدیق کی اسی سورۃ میں مذمت فرمائی ہے بیچ آیت ومن النّاس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین کے پس معلوم ہوا کہ اقرار محض حکایت ایمان کی ہے اگر حکایت ساتھ محکی عنہ کے مطابق ہو گی فبہا والا سوائے فریب اور جھوٹ کے کوئی شے نہیں اور محکی عنہ فقط تصدیق ہے اور تحقیق مقام کی یہ ہے کہ جیسا کہ ہر چیز کے واسطے تین قسم کا وجود ہے ایک وجود عینی اور دوسرا وجود ذہنی اور تیسرا وجود لفظی ایسا ہی ایمان کا بھی تین قسم کا وجود ہے اور قاعدہ مقررہ ہے کہ وجود عینی ہر چیز کا اصل ہے اور باقی وجود جو ہیں فرع اور تابع اس وجود کے ہیں پس وجود عینی ایمان کا کیا ہے ایک نور ہے کہ دل میں واصل ہوتا ہے بسبب رفع ہونے حجاب کے کہ درمیان اس کے اور درمیان خدا کے ہے اور یہی نور ہے کہ بیچ آیت مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کے تمثیل اس کی ساتھ وضاحت تمام کے بیان ہوئی ہے یعنی مثل اس کے نور کی جیسے کہ ایک طاق اس میں ایک چراغ ہے اور بیچ آیت اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور کے سبب اس کا بیان کیا اور نور مانند اور نوروں کے کہ محسوس ہیں قابل قوت اور ضعف اور شدت اور نقصان کا ہے جیساکہ بیچ آیۃ اذا تلیت علیہم اٰیاتہ زادتہم ایمانا یعنی جس وقت پڑھی جائیں اوپر ان کے آیتیں اس کی بڑھتا ہے ایمان ان کے اور ایسے ہی بیچ اور آیتوں کے بھی طرف اس کے اشارہ فرمایا ہے اور طریق زیادتی اس کی کا یہ ہے کہ جس وقت حجاب مرتفع ہوتا ہے وہ نور زیادتی قبول کرتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے یہاں تک کہ اوجِ کمال اپنی کے پہنچے اور وہ نور پھیل کر اور فراخ ہو کر تمام قوتوں اور اعضا کو گھیر لیتا ہے

پس پہلے انشراح صدر حاصل ہو اور او پر حقائق اشیاء کے مطلع ہو اور غیوب الغیوب اس کے مدرک پر متجلی ہوں اور ہر چیز کو اپنی جگہ میں پہچانتے اور صدق انبیاء علیہم السلام کا جن چیزوں میں خبر دی ہے اجمالاً اور تفصیلاً وجدانی ہو جاوئے[1] اور بقدر نور کے پھر ساتھ قدر انشراح صدر کے داعیہ دِل کا طرف اس کے پہنچتا ہے کہ موافق ہر امر الٰہی کے کام کرے اور جو ممنوعات شرعی ہیں اُن سے پرہیز کرے اور اس حالت میں انوار اخلاق فاضلہ اور خصائل حمیدہ اور اعمال صالحہ کے نور معرفت کے ساتھ مِل کر اور ایک جا ہو کر عجیب چراغ بیچ تاریکیوں گھر طبیعت بہیمیہ اور شہویہ کے روشن کرتے ہیں جیسا کہ طرف اسی معنی کے آیتوں فرقانی میں اشارہ ہوا ہے ایک جا فرمایا نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم یعنی روشنی ان کی دوڑتی چلتی ہے آگے ان کے اور داہنے ان کے اور ایک جگہ فرمایا ہے نور علیٰ نور یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشآء اور وجود ذہنی ایمان کا دو مرتبے رکھتا ہے اول ملاحظہ اجمالی کرنا ان معارف اور امور غیبیہ کا کہ کلمۂ لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا مدلول ہیں اور ظہور اور انکشاف ان کا ساتھ توجہ کلی کے ہوا ہے اور اس ملاحظہ کا تصدیق اجمالی نام رکھا ہے اور گرویدن اور باور کردن کے ساتھ بھی تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے ملاحظہ تفصیلی ہر ہر شئے کا امور غیبیہ سے علیحدہ علیحدہ کرنا اور جو ارتباط کہ آپس میں اُن کے درمیان میں ہے اس کو بھی لحاظ کرنا اور اس ملاحظہ اور اُس ملاحظہ کا تصدیق تفصیلی نام رکھتے ہیں اور وجود لفظی ایمان کا بیچ اصطلاح شارع کے نام شہادتین کا ہے اور بس اور ظاہر ہے کہ وجود لفظی ہر چیز کا بدون موجود ہونے اس شئے کے اصلاً فائدہ نہیں کرتا والا پیاسے کو پانی کا نام لینے سے سیرابی ہوتی اور بھوکے کو نام لینا روٹی کا تسلی بخشتا ہے مگر بایہ ہے کہ ہر گاہ کہ تعبیر اور بیان کرنا مافی الضمیر کا بغیر واسطہ کلام کے عالم بشریت میں ممکن نہیں ناچار تلفظ کو ساتھ کلمۂ شہادت کے بہت دخل دیا ہے آدمی کے مومن کہنے میں اور فرمایا ہے امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لاالٰہ الااللّٰہ فاذا قالوھا عصموا منی دماءھم واموالھم الابحقھا وحسابھم علی اللّٰہ یعنی امر کیا گیا

[1] یعنی دل میں ظاہر ہو جاتے ۱۲ [2] یعنی روشنی اوپر روشنی کے ہدایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے روشنی اپنی کے جس کو چاہے ۱۲

ہوں میں اس بات کا کہ قتال کروں میں آدمیوں سے یہاں تک کہ کہیں لا الٰہ
الّا اللّٰہ پس جس وقت کہہ لیا انھوں نے یہ کلمہ بچا لیا انھوں نے مجھ سے خون اپنے اور
مال اپنے مگر ساتھ حق ان کے کے اور حساب ان کا اوپر اللہ کے ہے اور اس تحقیق سے
معلوم ہوئی کیفیت زیادتی اور نقصان ایمان کی اور قوۃ اور ضعف اس کا اور وہ بھی
ظاہر ہوا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن
والحیاء من الایمان ولا یومن احدکم حتی یامن جارہ بوائقہ
یعنی نہیں زنا کرتا ہے زنا کرنے والا جس وقت کہ زنا کرتا ہے اور حالانکہ وہ مومن ہے،
اور حیا ایمان سے ہے اور نہیں ایمان لاتا ہے کوئی تمھارا جب تک امن میں نہ رہے
ہمسایہ اس کا تکلیفوں اوس کی سے کہ یہ سب محمول اوپر کمال ایمان کے ہیں بیچ وجود
اپنے کے اور جن آدمیوں نے انکار زیادت اور نقصان ایمان کا کیا ہے مراد ان کی
مرتبہ اوّل ہے یعنی وجود ذہنی ایمان کا پس کوئی نزاع اور خلاف نہیں اور ایمان

بیان اقسام ایمان کا

کی دو قسمیں ہیں اوّل ایمان تقلیدی دوسرا ایمان تحقیقی اور تحقیقی بھی دو قسم ہے
استدلالی اور کشفی اور ہر ایک ان دونوں قسموں سے یا نہایت رکھے اور اس حد سے
تجاوز نہ کرے یا نہایت نہ رکھے اور جو کہ نہایت نہ رکھے اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور وہ
کہ انجام نہ رکھے وہ بھی دو قسم ہے یا مشاہدہ ہے کہ اس کا نام عین الیقین ہے اور یا شہود
ذاتی ہے کہ نام اس کا حق الیقین ہے۔ یہ دو قسم اخیر یعنی عینی اور حقیقی داخل ایمان بالغیب
میں تھیں اور قدما صحابہؓ نے ایمان بالغیب کو اس جگہ اوپر اور معنی کے حمل کیا ہے حضرت
عبد اللہ بن مسعودؓ سے ساتھ روایت امام احمد کے بیچ مسند ان کے ساتھ روایت حاکم
اور محدثین معتبر کے ثابت ہے کہ حارث بن قیس نے ایک دن ان سے کہا کہ ہم بہت
حسرت اور افسوس کرتے ہیں اوپر اس چیز کے کہ ہم سے فوت ہوئی اور تم کو حاصل ہوئی
اے یاران محمدؐ کے تم لوگ آنحضرتؐ کے دیدار سے مشرف ہوئے عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم بھی افسوس حسرت کرتے ہیں اوپر اس
چیز کے کہ ہم سے فوت ہوئی اور تم کو حاصل ہوئی کہ بے دیکھے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان لائے قسم ہے خدائے پاک کی ذات
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیک اس شخص کے کہ آپ کو دیکھا ہو آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر

ہے ایمان کامل ایمان تمھارا ہے۔ پھر سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کیا تا الموصلون تک پہنچے اور اس مضمون کو بزاز اور ابویعلی اور حاکم ساتھ روایت حضرت امیر المومنین عمرؓ بن الخطابؓ کے لائے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں ایک دن ہمراہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا تھا فرمایا کہ رُوبرو میرے بیان کرو تم کہ بہتر ایمان کی قسموں سے ایمان کون سے آدمیوں کا ہے۔ آدمیوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ایمان فرشتوں کا۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو ایمان سے کیا چیز منع کرنے والی ہے جانتے ہو کہ فرشتوں کا اللہ کے نزدیک کیا رتبہ ہے یعنی قرب جلال الٰہی کا ان کو میسر ہے آدمیوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ایمان پیغمبروں کا فرمایا کہ ایمان پیغمبروں کا کیا تعجب ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ساتھ رسالت اور نبوت اپنی کے ممتاز فرمایا ہے آدمیوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ایمان اُن آدمیوں کا کہ ہمراہ انبیاء کے حاضر ہوتے اور اُوپر دین کے جان اپنی کو قربان کیا اور شہادت پائی فرمایا ایمان ان کا کیا عجیب ہے کہ یہ لوگ انبیاء کی صحبت میں رہے اور طور و وضع ان کی دیکھ کر یقین حاصل کیا۔ آدمیوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ پس آپ فرمائیں کہ ایمان کونسے فرقہ کا افضل ہے فرمایا ایمان اس فرقہ کا کہ ابھی اپنے باپ دادوں کی پشت میں ہیں اور مجھ سے پیچھے پیدا ہوں گے اور میرے اُوپر ایمان لائیں گے اور مجھ کو انھوں نے نہیں دیکھا۔ چند ورق پڑے ہوتے اُن کی نظر میں پڑے بسبب قوت ایمان کے موافق اس لکھے ہوئے کے عمل کیا یہ گروہ ایمان میں افضل ہے اور اسی قصہ کو طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طریق سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کو اُٹھے اور فرمایا کہ پانی ہے تاکہ وضو کروں میں آدمیوں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ اس جگہ پانی نہیں۔ فرمایا کسی کے پاس پانی پینے کا بھی ہے آدمیوں نے ایک آب خورہ آں حضرت کے پاس حاضر کیا۔ آں حضرت نے اپنی مبارک انگلیوں کو اس آب خورہ میں رکھ کر بلالؓ سے فرمایا کہ لشکر میں آواز دے تاکہ آدمی آئیں اور وضو کریں۔ آدمی آتے تھے اور درمیان انگلیوں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کرتے تھے اور پانی فوارہ کی مانند انگلیوں میں جوش مارتا تھا اور ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ

تمام صحابہ کے درمیان سے پانی پینے میں مشغول تھے بار بار اس پانی کو نوش فرماتے تھے جب
تمام لشکر وضو سے فارغ ہوا آں حضرت اُٹھے اور نماز صبح کی ادا فرمائی بعد نماز صبح کے
آدمیوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا کہ اے آدمیو! مخلوقات کے درمیان میں کونسا
فرقہ ہے کہ ایمان اس کا عجائبات سے ہے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ فرشتے، آں حضرت
نے فرمایا کہ فرشتے امر اور نہی الہٰی کو پہنچاتے ہیں آپ کس واسطے اوپر اس کے ایمان نہ
لائیں۔ ایمان لانا ان سے کیا عجیب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان پیغمبروں کا فرمایا کہ اوپر
پیغمبروں کے وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے پیغمبروں کو کیا ہوا ایمان نہ لائیں عرض
کیا یا رسُول اللہ ایمان آپکے یاروں کا فرمایا کہ یاروں میرے کو کیا ہے کہ ایمان نہ لائیں اور حال یہ
ہے کہ میں ان کے درمیان میں موجود ہوں اور ہر دم اور ہر لحظہ دیکھتے ہیں جو کچھ کہ دیکھتے
ہیں ایمان اس گروہ کا تعجب ہے کہ بعد میرے آویں گے اور بن دیکھے میرے اوپر ایمان
لائیں گے اور تصدیق میری کریں گے اور یہی لوگ ہیں بھائی میرے اور تم یار میرے ہو۔
اور ابو داؤد وطیالسی نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رُوبرو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
کے آیا اور کہا اے ابا عبدالرحمٰن تم نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے
دیکھا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہاں اس شخص نے کہا کہ ان زبانوں کے ساتھ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے تم نے کلام بھی کیا ہے کہا ہاں کیے پھر کہا ساتھ ان ہاتھوں اپنے
کے بیعت بھی تم نے آں حضرتؐ سے کی کہا ہاں اس شخص کی حالت وجد کی سی ہوگئی اور کہا
کہ تم عجب خوش حالت رکھتے ہو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آگے تیرے ایک بات کہتا ہوں
میں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ خوش حال وہ شخص ہے
کہ مجھ کو دیکھا اور میرے اوپر ایمان لایا اور خوش حال ہے اور بہم خوش حال ہے اس شخص کے واسطے کہ بن دیکھے میرے اوپر ایمان
لایا اور حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فرماتے تھے کہ ایک جماعت اُمت میری
سے بعد میرے پیدا ہوگی کہ محبت میری میں اس قدر فریفتہ ہوگی کہ اگر دیدار میرا
حاصل کریں تو اہل وعیال اور مال اور اسباب اپنے سے خرید لیں حاصل کلام یہ کہ ایمان بالغیب
جس قسم کا ہو مستلزم اعمال قلبیہ اور بدنیہ اور خرچ کرنے مال اور جاہ کا ہے اور روگردانی

لذتوں جسمانی اور خواہشوں طبیعت کے سے اس کو لازم ہے اور اسی واسطے ہر گاہ
یومنون بالغیب نے اعمال قلبیہ متقیوں کا اور درستی اعتقاد دل ان کے کا نشان دیا اب اعمال بدنیہ
ان کے سے نشانی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ یعنی قائم رکھتے ہیں نماز
کو اس جگہ سمجھنا چاہیئے کہ نماز گذاری ایک شے ہے اور قائم رکھنا نماز کا شے دوسری ہے
اور قرآن مجید میں جا بجا بیچ مقام منع اور تاکید کے ادا کرنے نماز کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قائم
کرنا نماز کا بیان کیا اور اقامت لغت میں ماخوذ قیام سے ہے یعنی سیدھا کھڑا کرنا اور قاعدہ
ہے کہ جب کسی چیز کو سیدھا کھڑا کرتے ہیں ہر ہر جزو اس کا اپنی اپنی جگہ کہ مناسب وضع
اس کی کے ہے بیٹھ جاتا ہے پس قائم کرنے نماز کے معنی کیا ہیں کہ نماز کی ہر کجی اور خلل سے
محافظت کریں خواہ وہ خلل اور کجی دل کے کام میں ہو یا زبان کام میں ہو یا جوارح اور
اعضا کے کام میں ہو اور خواہ یہ محافظت فرائض میں ہو یا شرطوں میں یا سنتوں میں یا مستحبات
میں اور اسی واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اقامۃ الصلوٰۃ اتمام
الرکوع والسجود والتلاوۃ والخشوع والاقبال علیہا فیہا[۱] اور قتادہ رضی اللہ عنہ
نے کہا ہے اقامۃ الصلوٰۃ المحافظۃ علیہا وعلی مواقیتہا وضوءھا و
رکوعھا و سجودھا[۲] اور صوفیا کرام کے نزدیک یہ بھی اقامۃ الصلوٰۃ میں داخل ہے کہ
وقت ادا کرنے ارکان اور آداب نماز کے سر ہر ایک کا کہ معلوم کرے اور قصد کرے کہ اپنے
تئیں ساتھ اس سر کے ملا دے اور دریافت کرنا اسرار نماز کا اس وجہ سے کہ تحقیق ان کا اس
میں ہو مختلف ہے باعتبار اختلاف مراتب اور استعداد نمازیوں کے پس جو کہ مناسب حال
مبتدی کے ہے لکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ طہارت نجاست حکمی سے کہ حدث چھوٹی اور
بڑی ہے اور نجاست حقیقی سے کہ بول اور براز اور خون اور پیپ وغیرہ ہے اس واسطے
مقرر ہوئی ہے تاکہ دلالت کرے اوپر حاصل کرنے طہارت کے علاقوں دنیاوی کے سے
تمام حادث اور نو پیدا ہیں اور کسی قسم کے حدث سے خالی نہیں ہیں تاکہ وقت خدا کی طرف

[۱] یعنی قائم کرنا نماز کا پورا کرنا رکوع اور سجدہ کا اور تلاوۃ کا اور خشوع اور توجہ اوپر اس کے ۱۲۔
[۲] یعنی قائم کرنا نماز کا حفاظت کرنی اوپر اس کے اور اوپر وضو اس کے کے اور رکوع اور سجدہ اسکے کے ۱۲

متوجہ ہونے کے ایک مناسبت ساتھ اس جناب پاک کے حاصل ہوتے اور لیاقت حضوری
اس جناب کی اور بجالانا اس خدمت کا جس کے واسطے اس کو امر ہے ہم پہنچے جیسا کہ
بادشاہوں کے دربار میں بغیر اس کے کہ پہلے حمام اور غسل اور استعمال خوشبو اور صفائی
کپڑوں اور بدن کی نہ کرلیں نہیں جا سکتے اور ان کی خدمت میں قائم نہیں ہوتے اور
متوجہ ہونا ظاہر بدن کا طرف قبلہ کے کہ زمین پاک اس جگہ کی اصل جمعیت آدمی کی وہاں سے
ہے اس واسطے کہ تمام زمین اسی جگہ سے پھیلائی گئی ہے دلالت کرتا ہے اوپر اس کے
کہ باطن اپنے کو بھی متوجہ طرف جناب حق کے کہ لشار روحانیت آدمی کا وہی ہے کرنا چاہیے
اور تکبیر تحریمہ رفع یدین کے ساتھ اشارہ اس کے اوپر کرتی ہے کہ میں نے دونوں جہان سے
ہاتھ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی جناب کو سب چیزوں سے میں نے بڑا جانا اور واسطے تائید و
اعتقاد کے دُعا استفتاح یعنی سبحانک اللّٰہم الخ زبان سے کہا ہے اور کھڑا ہونا دلالت کرتا ہے
اوپر استقامت کے اس راہ میں اور پڑھنا الحمد کا کہ ثنا زبانی اس میں ہے اور زبان سے
ثنا کہ ترجمان دل کا ہے دلالت کرتا ہے اوپر اس کے کہ دل میرا بالکلیہ طرف اس کے مائل
ہوا اور اس سورۃ میں الفاظ خطاب کے جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور ایسی ہی تخصیص
ساتھ عبادت اور استعانت کے دلالت کرتی ہے اوپر اس کے کہ بسبب کمال توجہ اور
التفات کے رتبہ مشاہدہ اور مخاطبہ کا میں نے پایا اور عبادت اور استعانت میں کہ یہ دونوں ایسے
شغل ہیں لائق بنی آدم کے یہ ہے کہ کسی دم ان سے خالی نہ رہے سب غیروں سے اعراض
کلی میں نے کیا اور سوال ہدایت کا اور بھاگنا رستے اہل غضب اور گمراہی کے سے دلالت اوپر
اس کے کرتا ہے کہ حُب اور بغض اور میل اور نفرت میری اُس جناب کے تابع ہوئے پھر رکوع
دلالت کرتا ہے کہ بسبب مشاہدہ عظمت اس کی کے پشت میری خم ہوئی اور پھر قومہ دلالت کرتا
ہے اوپر اس کے کہ بیچ اس انکسار کے استقامت میں نے قبول کی پھر سجدہ کہ اس میں کمال
تذلل ہے بعد انکسار کے دلالت کرتا ہے اوپر کمال تقرب کے اس واسطے جو تقرب کہ بشر
کی قدرت میں ہے اسی قدر ہے کہ جو شے اس میں معظم ہے اس کو اس قدر پست کرے
کہ ساتھ اصل خاکی اپنی کے پہنچے اور سجدہ دُوسرا دلالت کرتا ہے اوپر دُور کرنے تکبر

کے لسبب حصول قرب کے اور قعود اشارہ کرتا ہے طرف حاصل ہونے عزت اور بزرگی
کے اس جناب کی طرف سے کہ مجرا قبول فرما کر پروانگی بیٹھنے کی دی اور سلام دلالت کرتا
ہے اوپر پھرنے کے اس سفر باطنی سے اور یہ بھی کہا ہے کہ نماز اصل سب عبادتوں بدنی
کی ہے اس واسطے کہ شامل ہے اوپر طہارت اور استقبال قبلہ اور ذکر اور تسبیح اور تہلیل اور
شہادتیں اور درود اور دُعا کے کہ اصول زبان کی عبادتوں کی ہیں اور بھی شامل ہے اوپر
معنی روزہ کہ کہ مراد بند کرنے نفس کا ہے خواہشوں اس کی سے بلکہ نماز میں روزہ
کی نسبت سے زیادہ بندی ہے اس واسطے کہ آنکھ کو بھی غیر دوست کی طرف سے ہٹاتے
اور زبان کو بھی سوائے تلاوت اور ذکر اس کے کے اور چیزوں سے بچاتے اور پیروں کو
اور طرف حرکت کرنے سے اور ہاتھ کو داد و ستد سے روکے و علیٰ ہذا القیاس قوتِ خیالیہ
اور فکر یہ کو سیر کرنے سے بیچ مخزونات اپنے کے اور یہ معنی روزہ میں متحقق نہیں اور بھی
شامل ہے اوپر معنی حج کے تحریمہ اوس کی بجائے احرام کے ہے اور استقبال قبلہ کی بجائے
طواف کے اور قیام بجائے وقوف عرفات کے اور رکوع اور سجود اور حرکتیں رکعتوں کی
مثل سعی کے درمیان صفا اور مروہ کے اور بھی شامل ہے اوپر معنی زکوٰۃ کے اس واسطے
کہ خرچ کرنا مال کا واسطے ستر عورت کے اور حاصل کرنا آلات طہارت کے اس میں واجب
ہے اور بھی ایک وقت کو اوقات دین سے نفع اپنے سے خالی کرنا اور ساتھ حکم خدا کے
معروف رکھنا مانند جدا کرنے ایک حصے کے مال میں سے ہے واسطے مصارف الٰہی کے
اور بھی عبادت جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی کہ جو چیزیں چلتی پھرتی نہیں بیٹھنا ہے اور عبادت
جانوروں چرنے والے کی رکوع ہے اور عبادتیں جانوروں اُڑنے والوں کی ذکر اور تلاوت
اسماء الٰہیہ کی ہے ساتھ خوش آوازی کے فرد :- مرغان چمن بہر صباحے۔ خوانند ترا باصطلاحے
اور عبادت حشرات کی سجود ہے اور عبادت درختوں اور سبزوں کی قیام ہے اور عبادت
ہر فرقہ کی فرشتوں میں اسی قسموں کی عبادتیں ہیں اور عبادت کروبیوں کی کہ ان کو مہیمن بھی
کہتے ہیں استغراق اور مشاہدہ ہے اور نماز میں یہ سب عبادتیں پائی جاتی ہیں اور اسی واسطے
مرتبہ اس عبادت کا سب عبادتوں کے مرتبہ سے بڑا ہے کہ جامع تمام عبادتوں بدنی اور نفسی

کو ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب آں حضرتؐ سے پوچھا گیا کہ اعمال افضل ارشاد ہوا کہ الصّلوٰۃ لوقتھا نماز اپنے وقت پڑھنی اور اسی واسطے کہ بیچ بیان کرنے علامتوں تقواں کے اوپر اقامت صلوٰۃ کے کفایت کی گویا اشارہ فرماتے ہیں طرف اس کے کہ تمام اعمال ان کے موافق شرع کے ہیں اس واسطے کہ اس عبادت کو کہ اصل الاصول اعمال بدنی کی ہے ساتھ اس خوبی کے ادا کرتے ہیں اور جس وقت بیان خوبی اعمال متقیوں کی سے فارغ ہوتے اب حسن اخلاق ان کے سے نشان دیتے ہیں کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنی اس چیز سے کہ روزی دی ہم نے ان کے تئیں خرچ کرتے ہیں تاکہ شہوت

خرچ کرنا مال کا سات طرح سے عبادت ہے

اور حرص اپنی کو پاک کریں اور خرچ کرنا مال کا شریعت میں سات قسم کی عبادت ہے پہلے ادا کرنا زکوٰۃ مفروضہ کا کہ سونے چاندی سے بشرط پہنچنے حد نصاب کے اور گذر جانے برس کے چالیسواں حصہ اس کا واجب ہے اور مواشی اور مال تجارت اور محصول زمین عشری میں جیسا کہ کتابوں فقہ میں لکھا ہے واجب ہوتا ہے دوسرے صدقہ فطر کہ بعد دیکھنے چاند عید کے دو سیر گیہوں ہر آدمی کے اوپر واجب ہوتے ہیں تیسرے خیرات کہ عبادت ہے دینے سائلوں کے سے اور ضیافت مہمانوں کی سے اور اعانت ضعیفوں اور یتیموں کی سے سوائے قدر زکوٰۃ کے چوتھے وقف مانند بنانے مسجدوں اور مدرسوں اور پُل اور کوئیں اور مہمان سرائے کے پانچویں⁵ مصرف حج کا کہ خواہ واسطے اپنے اور خواہ دوسرے کے سامان حج کا درست کردے جیسا کہ سواری اور زاد راہ وغیرہ چھٹے مصرف جہاد کا کہ ایک درم خرچ کرنا اس میں برابر سات سو درم کے ہوتا ہے جیسا کہ بیچ آخر سورۃ کے آوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ساتویں ادا کرنا نفقوں واجبہ کا اور وہ نفقہ بیوی اور چھوٹی اولاد کا ہے اور نفقہ اور محارم کا بھی بشرط طاقت اس شخص کے اور محتاج ہونے اُن کے کے اور بیچ لفظ مِمَّا کے بسبب لانے مِن تبعیضیہ کے اشارہ فرمایا ہے طرف اس کے کہ اسراف مال کے خرچ کرنے میں خواہ اپنے نفس کے اوپر کرے خواہ اہل پر ممنوع ہے اور حد اسراف کی یہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا بیچ ایسی جہت کے کہ سبب فوت کرنے حق کا جہت دوسری کے ہو دوسری یہ بجہت نسبت کرنے میں خدا تعالیٰ کے رزق کے اپنی طرف اشارہ طرف اس کے کہ ہر چیز ملک اور مال ہمارا ہے پس بخل کرنا ساتھ اس چیز کے کہ بیچ ہاتھ انکے کے ہے اور مال پرایا کو دینے سے بخل کیا جاتا ہے کبھی جاننا چاہیے

• یعنی یہاں اصل افضل ہے۔

کہ اور یہ مذہب اہل سنت و جماعت کے جیسا کہ حلال رزق ہے حرام بھی رزق ہے پس لانا لفظ من کا کہ دلالت اوپر تبعیضیت کے کرتا ہے بہت مناسب پڑتا ہے کہ وہ قسم رزق کی کہ حرام ہے لائق خرچ کرنے کے نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ لا یقبل صدقۃ من غلول یعنی نہیں قبول کیا جاتا ہے صدقہ چوری کی چیز سے اور فرقہ معتزلہ فرق عبارت ملک سے جانتے ہیں اور مال حرام کو اس جہت سے کہ بیچ ملک ناکسے کے داخل نہیں رزق نہیں کہتے اور یہ صریح خطا ہے اس واسطے کہ رزق عبارت انتفاع سے ہے اور انتفاع میں حلال اور حرام برابر ہے اور اگر رزق عبارت ملک سے ہو چاہیے کہ جانور جو لیاقت ملک نہیں رکھتے رزق نہ ہو اور قرآن کی اس آیت ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا میں دلیل ہے کہ جانوروں کے واسطے بھی رزق مقدر خدا کی طرف سے ثابت ہے اور جس وقت متقیوں کی صفت میں ایمان بالغیب کا اعتبار فرمایا مظنہ اُس کا ہوا کہ لفظ متقی کا خاص ساتھ فرقہ عربوں اور امیوں کے کہ مثل اُن کے ہوں ہوئے اس واسطے کہ اکثر مسائل ذات اور صفات کے اور مباحث نبوت اور معاد کے انھیں کی نسبت سے غیب ہیں اور اہل کتاب جیسا کہ یہود اور نصاریٰ ان اشیا کو بسبب کمال شہرت کے اور تواتر خبروں انبیاؤں اور کتابوں الٰہیہ کے مثل آنکھ کی دیکھی ہوئی شے کے جانتے ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اُن کے بھی اُن چیزوں کو بیان کرتے تھے ناچار واسطے داخل کرنے اہل کتاب کے کہ مشرف اسلام سے ہوتے ہیں متقیوں کے زمرہ میں ایک صفت دوسری کا اوپر ایمان بالغیب کے عطف کیا تاکہ اشارہ ہو طرف اس کے کہ متقی دو قسم ہیں۔ قسم پہلی وہ لوگ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور بمقتضائے اس ایمان کے اعمال اور اخلاق اپنے کو درست کرتے ہیں اور قسم دوسری وہ لوگ ہیں کہ پہلے سے ان امور غیبیہ کو جانتے ہیں اور واسطے تاکید اور تقویت ان معلومات اپنی کے التجا طرف اس کتاب کے لاتے ہیں مثل عبداللہ بن سلام کے اور امثال ان کے اور بھی لوگ مراد ہیں اس آیت میں وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ یعنی متقیوں سے وہ لوگ بھی ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری گئی ہے طرف تیرے کہ وحی متلو ہے یعنی کتاب اور وحی غیر متلو یعنی سنت کہ ان کو سبب

اس ایمان کے زیادتی اطلاع کی اور پر تفصیل اور تحقیق امور غیبیہ کے حاصل ہوتی ہے اور
ساتھ ہدایت قرآن کے راہ پانے والے ہوتے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یعنی اور بھی
ایمان لاتے ہیں ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے پہلے تیرے اوپر انبیاء پہلوں کے کہ
مراد اس سے کتابیں الٰہی ہیں کہ پیشتر اتریں مثل توریت اور زبور اور صحیفے انبیاؤں پہلوں
کے اور سنتیں انبیاء سابقین کی اور نصیحتیں اور ارشاد اُن کے پس اس جماعت کو بسبب احاطہ
کرنے اور گھیر لینے تمام افراد وحی کے مرتبہ تقوی اور ابتدا کا حاصل ہوا جیسا کہ جماعت پہلی
کو ابتدا حاصل ہوا تھا اور معنی ہدایت قرآن کے اس جماعت کی نسبت سے یہ ہیں کہ تفصیل
اور تحقیق امور اخروی اور امور غیبیہ کی اُن کو قرآن سے حاصل ہوتی اور اسی واسطے اور
ابناء جنس اُن کے ہر چند کہ دعوی ایمان کا آخرت کے اوپر کرتے ہیں لیکن یقین تمام نہیں رکھتے
وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ یعنی ساتھ آخرت کے وہ ہیں کہ یقین پورا رکھتے ہیں اس واسطے
کہ یقین پورا ساتھ کسی چیز کے سوائے جاننے تفصیلوں اس شے کے اور دور ہونے شبہوں
کے حاصل نہیں ہوتا ہے اور یہ بات سوائے اُن کے اور اہل کتاب کو حاصل نہیں۔ بیچ اس
جگہ کے جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ ایمان قرآن کے ساتھ ہر مکلف پر فرض ہے ویسے ہی ایمان
ساتھ کتابوں پہلی کے بھی فرض ہے لیکن اوپر بعضوں احکام ان کتابوں کے کہ منسوخ ہوئے
ہیں عمل درست نہیں جیسا ایمان ساتھ قبلہ ہونے بیت المقدس کے فرض ہے لیکن منہ
کرنا نماز میں اُس طرف درست نہیں اس واسطے کہ منسوخ ہو گیا حاصل یہ ہے کہ دونوں
فرقے ساتھ اس کتاب کے بلند الہدایہ کا ہوئے اگرچہ ہدایت کی تفصیلوں پر کہ کتابوں الٰہیہ سے
حاصل ہوتی ہیں مطلع نہ ہوں لیکن اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى یعنی وہ تمام گروہ کہ مذکور
ہوئے اوپر بڑی ہدایت کے ہیں مِّنْ رَّبِّهِمْ پروردگار اپنے کی طرف سے اس واسطے کہ
پہلا گروہ اگرچہ تدریج ہدایتوں پر تفصیلاً واقف نہ ہوئے لیکن ہر گاہ کہ یہ کتاب تمام مضمونوں
پہلی کتابوں کے شامل تھی دفعۃً بسبب اس کے نور تمام ہدایتوں ان کتابوں کا اس گروہ کے دل پر
چھا گیا اور دوسرے گروہ نے اگرچہ انوار ہدایتوں پہلیوں کے حاصل کئے تھے لیکن یہ امر غیبی
کہ نزول قرآن مجید کا ہے مع انوار اور برکات اپنی کے نظر اُن کی سے غائب تھا پس حقیقت

میں اُن کو بھی ایمان بالغیب اُوپر درجہ کمال کے حاصل نہ ہوا تھا اور اسی واسطے دونوں فرقہ بسبب اس قرآن کے ساتھ مطلب اپنے کے پہنچے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی اور وہ گروہ وہی ہیں مطلب کے پانے والے فرق اسی قدر ہے کہ پہلے فرقہ نے دفعۃً اس خزانہ کی طرف راہ پائی اور فرقہ دوسرے نے بتدریج راہ پائی اس جگہ جاننا چاہیے کہ سورۃ فاتحہ

خواص سورۂ فاتحہ کے

سات آیتوں اپنی کے اور ان چار آیتوں سورۃ بقرہ کے ان تینتیس ۳۳ آیتوں میں سے ہے کہ برکتیں اُن کی مشہور اور معروف ہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیچ زوائد مسند کے اور حاکم اور بیہقی نے بیچ کتاب الدعوات کے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن پاس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا تھا ناگاہ ایک اعرابی آیا اور عرض کی کہ ایک بھائی میرا ہے درد سخت میں مبتلا ہے فرمایا کیا درد ہے عرض کیا کہ آسیب جن کا اس کے اُوپر معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اُس کو رُوبرو ہمارے لا اعرابی نے اپنے بھائی کو روبرو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بٹھلایا۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کے ساتھ دم فرمایا فی الفور اچھا ہوا اور اُٹھا گویا کبھی مرض اس کو نہ تھا وہ سورۃ فاتحہ اور چار آیتیں اول سورۃ بقرہ سے اور دو آیت الٰھکم الٰہ واحد اور یہ آیت الکرسی اور تین آیتیں آخر سورۃ بقرہ سے اور ایک آیت سورۃ آل عمران یعنی شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو اور سورۃ اعراف سے ان ربکم اللہ اور سورۃ مومنون سے فتعالی اللہ الملک الحق اور سورۃ جن سے وانہ تعالیٰ جد ربنا اور دس آیتیں اوّل صافات کی اور تین آیتیں آخر سورۃ حشر سے اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین ہیں اور دارمی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جو کوئی اوّل سے سورۃ

بیان پڑھنے آیتوں سورۂ بقرہ کا

بقرہ رات کو پڑھے اس گھر میں اس رات دخل شیطان کا نہ ہو صبح تک اور بیچ بعضی روایتوں بیہقی کی شعب الایمان میں اور زید بن منصور کی بیچ مسند اپنی کے اور دارمی کی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے یاروں میں سے تھا وارد ہوا ہے کہ جو کوئی دس آیتیں سورۃ بقرہ سے وقت خواب کے پڑھے قرآن کو فراموش نہیں کرے گا۔ چار آیتیں اوّل سے اور آیت الکرسی اور دو آیتیں بعد اس سے اور تین آیتیں آخر سورۃ بقرہ سے کہ شروع ان کا للہ مافی السماوات سے ہے اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمرؓ سے روایت

کی ہے کہ آں حضرتؐ سے میں نے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جو کوئی تم میں سے مرے اس کو گھر میں نہ
رکھ چھوڑو بلکہ جلدی سے قبر میں پہنچا دو اور چاہیے کہ قبر پر کھڑے ہو کر مردہ کے سر کے پاس
شروع سورۃ بقر کا پڑھو اور پیر کی طرف آخر سورۃ بقر کا اور ابن البخاری نے تاریخ اپنی میں
محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک بار ہم نے شہر تستر کے کنارہ پر خیمہ کھڑا کیا۔ آدمی اس
جگہ آئے اور کہا یہ جگہ خوف کی ہے جو قافلہ اس جگہ اترتا ہے اسباب اُس کا چور لوٹ لے جاتے
ہیں ہم اپنے امیر کے کہنے سُننے سے شہر میں آگئے اور میں بسبب اس حدیث کے کہ عبداللہ بن

حفاظت خود

عمرؓ سے سُنی تھی اسی مکان میں ٹھیرا رہا اور حرکت نہ کی اور وہ حدیث یہ ہے کہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی رات میں تینتیس ۳۳ آیتیں پڑھے اس کو اس رات میں
کوئی درندہ اور چور ایذا نہ پہنچائے گا لیکن گھر کا چور نہ ہو اور جان اور اہل اور مال اس کا
محفوظ رہے صبح تک۔ ہرگاہ کہ رات ہوئی چوروں کے ڈر سے میں نہ سویا یہاں تک کہ دیکھا
میں نے کہ جماعت بڑی شمشیر برہنہ لئے میرے اوپر تیس بار سے زیادہ حملہ آور ہوئی لیکن پاس
میرے نہ آسکی جب صبح ہوئی وہاں سے کوچ کیا راستے میں ایک بوڑھے آدمی سے ملاقات
ہوئی اس نے مجھ سے کہا کہ تو جنس آدمی کی ہے یا جن کی میں نے کہا کہ میں انسان ہوں
اس نے کہا رات کو کیا حال تیرا تھا کہ ہم ستر آدمی سے زیادہ تھے اور اوپر تیرے حملہ کرتے
تھے اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک قلعہ لوہے کا پیدا ہوا تھا اُس ضعیف مرد کے رُو برو
میں نے قصہ اس حدیث کا ذکر کیا اُس نے پوچھا کہ وہ تینتیس ۳۳ آیتیں کون کون سی ہیں میں نے
کہا چار آیتیں شروع سورۃ بقر سے مفلحون تک اور تین آیتیں آیت الکرسی سے خالدون
تک اور تین آیتیں آخر سورۃ بقر کی للہ ما فی السمٰوات سے آخر سورۃ تک اور تین آیتیں اعراف
سے ان ربکم اللہ محسنین تک اور دو آیتیں بنی اسرائیل سے قل ادعوا اللہ و
ادعوا الرحمٰن آخر سورۃ تک اور دس آیتیں اول صافات سے لازب تک اور دو آیتیں
سورۃ رحمٰن کی یا معشر الجن والانس تنتصران تک اور آخر سورۂ حشر لو انزلنا ھذا القراٰن
علیٰ جبل سے آخر سورۃ تک اور دو آیتیں سورۃ قل اوحی سے وانہٗ تعالیٰ جد
ربنا سے شططا تک اور ہرگاہ کہ بیان کرنے حال پانچ گروہ آدمیوں کے سے کہ لفظ

متقی کا ان کو شامل ہے اور قرآن کی ہدایت سے ان کو نفع ہے فراغت ہوئی اب بیان
دو فرقے دوسروں کا کہ اشقیا ہیں فرماتے ہیں گویا اس ارشاد میں تسلی ہے جناب رسول مقبول
علیہ السلام کو کہ منتفع نہ ہونا ان دو گروہ کا اس سبب سے نہیں کہ قرآن کی ہدایت میں کچھ قصور اور
سستی ہے اور نہ اس سبب سے کہ تیرے انداز اور تبلیغ میں کسی طرح کا نقصان ہے بلکہ بسبب
باطل ہونے فطرت فاسد اُن کی کے ہے اس واسطے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یعنی تحقیق
وہ آدمی کہ کافر ہوئے اور کفر پر مر گئے اس واسطے کہ جو کوئی آخر عمر میں ایمان لایا عند اللہ
کافر نہیں اور اسی واسطے شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی کافر کو کافر
نہیں کہہ سکتے جب تک کہ خاتمہ اُس کا اوپر کفر کے نہ ہو اور اس مسئلہ کا نام نزدیک اشاعرہ
کے مسئلہ موافات کا ہے اور حقیقت کفر کی یہ ہے کہ کسی چیز کا کہ یقیناً دین محمدی سے
ہے انکار کرے اور معنی انکار کے نہ ماننا ہے خواہ حقیقت اس کی پہچانے یا نہ پہچانے خواہ
اقرار ساتھ حقیقت اس کی بھی کرے یا نہ کرے پس اگر یہ حالت تا دم مرگ معاذ اللہ مستمر ہی
کفر حقیقی ہوا الّا صورت کفر کی ہے حقیقت میں کفر نہیں اس واسطے کہ ایمان اور کفر میں
اعتبار خاتمہ کا ہے پس جو لوگ کہ اسی مرض میں مرے ضرور ہوا کہ کسی وقت زندگی اپنی میں
توفیق قبول کرنے دین تیرے کی نہ پائی اور ساتھ اس مرتبہ کے کفر اُن کا محکم ہوا کہ تیرے
ڈرانے سے ہرگز باز نہیں رہتے یہاں تک کہ سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ
یعنی برابر ہے اُوپر اُن کے خواہ ڈراوے تو خواہ نہ ڈراوے تو ان کو اس واسطے کہ کفر اُن کا
بسبب شبہ کے نہیں کہ اعجاز قرآن میں یا نبوت تیری میں آ گیا ہو بلکہ بسبب بے التفاتی اور
کم توجہی ان کی کے ہے اس طرف میں یا بسبب کمال دشمنی اور بغض کے ہے کہ دیکھے ہوئے
کو بن دیکھا اور سُنے ہوئے کو بن سُنا جانتے ہیں پس برابر ہے حال اُن کا خواہ اُن کے
تئیں دلیل ظاہر ہو یا نہ ہو لَا یُؤۡمِنُوۡنَ یعنی ایمان نہ لائیں گے اور لفظ علیہم کا سواء
علیہم میں اس واسطے زیادہ کیا ہے کہ ڈرانا اور نہ ڈرانا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کا اُن کی نسبت برابر ہے لیکن آں حضرت کی نسبت سے برابر نہیں اس واسطے کہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بیچ ڈرانے اُن کے سراسر اجر اور ثواب حاصل ہوتا تھا اور اُس کے چھوڑ

رینے میں اجر اور ثواب حاصل نہیں ہوتا تھا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ سواء علیہم لا
علیك اور اسی جہت سے ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد اس آیت کے بھی
ڈرانے اُن کے سے باز نہ رہے بلکہ بیچ مبالغہ اور کوشش کے زیادتی کرتے تھے تاکہ اجر اور
ثواب حاصل کریں اور سبب بقا کفران کے کا باوجود کمال ہدایت قرآن اور کوشش پیغمبر
اور رہنمائی کے وہ ہے کہ دلائل ہر چند کہ یقینی اور قطعی ہوں فائدہ اُن کا نہیں ہوتا ہے مگر
تو کہی کہ دِل اس کے کا دروازہ کھلا ہوا ہو اور یہ گروہ ہے کہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم
یعنی مہر کر رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر پس اُن سے ممکن نہیں کہ ساتھ کسی دلیل
کے علم حاصل کریں اس واسطے کہ ان کے دلوں میں دلیل نہیں آسکتی اور جب تک دلیل
ان کے دِل میں نہ آئے ان کو تامل اس دلیل میں اور نتیجہ حاصل کرنا مقصود نہیں اور قلب
لغت میں نام گوشت صنوبری کا ہے کہ بائیں طرف سینہ کے ایک جگہ خالی میں رکھا ہوا ہے
اور روح حیوانی اسی گوشت میں پیدا ہوتی ہے اور یہ ایسی روح ہے کہ منشا حس اور
حرکت کی ہے اُسی گوشت سے طرف باقی اعضا کے بواسطہ شرائین کے پہنچتی ہے اور
بیچ اصطلاح اہل شرع کے نام لطیفہ انسانی کا ہے کہ انسانیت انسان کی اُسی کے ساتھ
ہے اور فرماں برداری امر و نواہی شرع کی اور عمل کرنا بموجب تکلیفات الٰہیہ کے اُسی
سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے انّ فی ذالك لذکری لمن کان لہ قلب
اور یہ لطیفہ عالم امر سے ہے کہ وجود اُس کا مادہ پر موقوف نہیں انما امرہٗ اذا اراد
شیئاً ان یقول لہ کن فیکون جیسا کہ گوشت صنوبری بلکہ تمام بدن عالم خلق سے
ہے کہ وجود اُس کا موقوف اوپر مادہ کے ہے اور کبھی اس لطیفہ سے قرآن مجید میں
نفس کے ساتھ بھی تعبیر فرمائی ہے جیسا کہ بیچ آیت ونفس وما سوٰیھا فالھمھا
فجورھا وتقوٰھا اور کبھی روح کے ساتھ تعبیر آتی ہے جیسا کہ بیچ آیت قل الروح
من امر ربّی و نفخت فیہ من روحی کے اور اس مقام میں لفظ قلب سے بھی لطیفہ مراد
لیا ہے اس واسطے کہ دلیل سے استدلال پکڑنا اور مدلول کو نکالنا کام اسی لطیفہ
کا ہے اور یہی لطیفہ ہے کہ اُس کو مستقر کلام الٰہی اور محل الہام ربانی مقرر کیا ہے اور جس وقت

اس لطیفہ پر مہر ہوگی راہ استدلال اور راہ الہام اور ذوق اور کشف کی بالکل بند ہوئی اور
ہیچ حق اُن کے اسی قدر پر کفایت نہیں کہ اوپر دلوں اُن کے کے مہر رکھی ہے بلکہ
وعلی سمعھم یعنی اور اوپر قوت سمع ان کے کے بھی مہر کی ہے استدلال دوسروں کے
بھی نہیں سُنتے تاکہ رفتہ رفتہ مضمون اس استدلال کا سوراخوں پوشیدہ کے راستہ سے
اُن کے دلوں میں پہنچتا اور اگر اُن آدمیوں کو کہ استدلال کا راستہ چلے ہیں استدلال دوسروں
کے سُن کر کمال حاصل کیا ہے دیکھتے ہیں ہرگز کمالات اُن کے نہیں معلوم کرتے تاکہ آپ
بھی ان کمالات کے حاصل کرنے میں مشغول ہوں اور راہ ہدایت کی چلیں اس واسطے کہ و
علی ابصارھم غشاوۃ یعنی اور اُوپر بینائیوں اُن کی کے پردہ ہے لٹکا ہوا کہ بالکل دیکھنے نہیں
دیتا اس جگہ چند سوال باقی ہیں کہ اہل عربیت کے اس مقام میں ساتھ جواب ان کے کے
مشغول ہوتے ہیں پہلا سوال یہ ہے کہ علی سمعھم معطوف اوپر قلوبھم کے ہے پس یہ
بھی داخل نیچے ختم کے ہووے یا عطف جملہ کا اوپر جملہ کے ہے پس ہمراہ بصر کے غشاوہ
کے حکم میں داخل ہے پس کونسی وجہ کو اختیار کیا جاوے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ
القرآن یفسر بعضہ بعضا یعنی قرآن تفسیر کرتا ہے بعض اس کا بعض کو۔ دُوسری
جگہ قرآن مجید نے سمع کو ختم کے حکم میں داخل فرمایا ہے اور غشاوۃ کے حکم میں داخل نہیں
کیا بیچ آیت وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ سوال
دوسرا کہ متفرع اس جواب پر ہے وہ یہ ہے کہ دل اور کان کو کس واسطے نیچے مہر کے
داخل کیا اور بینائی آنکھ کی کو ساتھ لٹکانے پردہ کے واسطے خاص کیا اور حال یہ ہے کہ
غرض اس طرح پر بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ مہر تینوں پر کی جاوے یا پردہ تینوں پر
لٹکایا جائے وجہ تخصیص کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ سبب دریافت کرنے دل کا
مدرکات کو تین چیزیں ہیں حس سلیم اور خبر صادق اور عقل اور سبب سُننے کان کا مسموعات کو
موج مارنا ہوا کہ کیفیت صوت کی اُس میں مل ہوئی ہے پس مہر کرنا دل اور کان پر اس
واسطے ہے کہ یہ چیزیں باہر سے اندر کی طرف نہ پہنچیں اور سبب دیکھنے کا آنکھ کا مرئیات
کو موافق مذہب قوی کے نکلنا شعاع کا اور پہنچنا اس شعاع کا طرف مرئی کے پس پردہ

آنکھ کا شعاع کو باہر نکلنے سے منع کرتا ہے اور وہی منشا رویت کا ہے اور قاعدہ بانمعاہوا
عقلا کا ہے کہ واسطے محافظت آنے باہر کی چیزوں سے مہر کرتے ہیں اور واسطے محافظت
نکلنے اندر کی چیزوں کے پردہ ڈالتے ہیں موافق اسی قاعدہ معولہ کے یہ دونوں تعبیریں مختلف
آئیں سوال تیسرا یہ ہے کہ سمع کو مفرد کس واسطے لائے اور ابصار کو جمع کس واسطے فرمایا۔
اور حال یہ ہے کہ اگر نظر طرف معنی جنسی دونوں کے کریں اس میں تعدد نہیں دونوں جگہ مفرد
کفایت کرتا ہے اور اگر نظر اوپر افراد ان کی کے کی جائے کہ مضاف جمع کے صیغہ کی طرف
ہیں دونوں جگہ جمع لانا چاہیئے تھا اور بیچ اس طریق کے کہ کیا نکتہ ہے جواب اس کا
یہ ہے کہ محل سننے کی قوت کا ایک پٹھا ہے کہ کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے اور محل
قوت بینائی کا طبقے مختلف اور رطوبتیں متعدد ہیں جیسا کہ علم تشریح ابدان میں مشرح ہے اور
ہر طبقہ سے نکلنا شعاع کا بوجبا اور ہر رطوبت میں صورتیں منقش ہوتی ہیں پس ہر طبقہ اور ہر
رطوبت بیچ کار اس قوت کے دخل رکھتا ہے پس اس قوت نے گویا مکانوں مختلف میں جگہ
پکڑی ہے پس تعدد محال نظر کے جمع لانا مناسب ہوا بخلاف قوت سننے کے کہ آپ بھی ایک ہے
اور محل اس کا بھی ایک ہے جو تعدد کہ لفظ جمع سے مفہوم ہوتا ہے کسی وجہ سے مناسب
حال اس کے نہیں۔ سوال چوتھا یہ ہے کہ مہر کرنے کو دل اور کان پر بصورت جملہ فعلیہ
کے ذکر فرمایا ہے کہ ختم اللّٰہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم اور پوشیدگی آنکھ
کا بیان بصورت جملہ اسمیہ کے لائے کہ فائدہ دوام اور اثبات کا دیتا ہے کہ علیٰ
ابصارھم غشاوۃ وجہ فرق کی کیا ہے جواب یہ ہے کہ مہر کرنی اوپر دل اور کان
کے منع کرنے والی داخل ہونے باہر کی چیزوں سے ہے کہ دل اور کان میں نہیں آنے
دیتی اور حقیقت میں تمامیت علت اور تاثیر اس کی کو منع کرتی ہے اور جو چیز کہ تاثیر علت
کو منع کرتی ہے وجود علت سے متاخر ہے پس تعبیر کرنی ایسی شے سے ساتھ جملہ فعلیہ
کے مناسب زیادہ ہوئی اس واسطے کہ جملہ فعلیہ حدوث کے اوپر دلالت کرتا ہے اور
بسبب تاخر کے اس میں بھی حدوث پایا گیا اور غشاوہ آنکھ کی شعاع کو آنکھ سے باہر
نکلنے کو منع کرتا ہے کہ مبدا دیکھنے کا ہے اور حقیقت میں منع کرنے والا علت کے پیدا

ہونے کو منع کرتا ہے کہ موجب باقی رکھنے معلول کا اور عدم اصلی کے ہے اور عدم اصلی ایک امر ثابت ہے حادث نہیں تاکہ اس کے ساتھ جملہ فعلیہ کے تعبیر کی جائے بلکہ تعبیر اُس سے جملہ اسمیہ کے ساتھ چاہیئے کہ دلالت ثبوت اور دوام کرتا ہے سوال پانچواں کہ متفرع اس جواب پر ہے وہ ہے کہ بیچ آیت ختم علیٰ سمعہ و قلبہ وجعل علیٰ بصرہ غشاوۃ کے غشاوۃ بصر کا بیان بھی جملہ فعلیہ کے ساتھ لائے ہیں مانند ختم علیٰ سمعہ وقلبہ پس اگر یہ وجہ فرق کی درست ہو تو اس آیت میں ترک اولیٰ کا لازم آئے گا جواب اُس کا یہ ہے کہ جعل اگرچہ فعل ہے لیکن ملحق افعال قلوب کے ساتھ ہے اور افعال قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ جملہ اسمیہ کو دوام اور ثبات کے معنی پر باقی رکھتے ہیں اور متغیر نہیں کرتے اور مبتدا اور خبر کو دو مفعول اپنے بنا لیتے ہیں چنانچہ علمت زیدا فاضلا میں تصریح کی ہے کہ اسناد علمت کی حادث ہے اور اسناد فضل کی زید کی طرف حادث نہیں پس بیچ علیٰ بصرہ غشاوۃ کے کہ بیان غشاوۃ بصر کا اُس کے ساتھ متعلق ہے افادہ یعنی ثبوت اور دوام کا مستحق ہے اس واسطے کہ اسناد مفعول ثانی کی طرف مفعول اوّل کے اسی وتیرہ پر باقی ہے اگرچہ متعلق جعل کے ساتھ ہو گیا ہے پس اس آیت میں بھی بیچ بیان غشاوۃ الصار کے معنیٔ جملہ اسمیہ ہے اور بیچ بیان ختم سمع اور قلب کے جملہ فعلیہ کو اختیار کیا اور اسی فرق کا اعتبار رکھا۔

سوال چھٹا یہ ہے سمع کو بصر کے اوپر کس واسطے مقدم فرمایا حالانکہ نزدیک حکما کے حس بصر کی افضل حس سمع سے ہے کہ متعلق الصار کا نور ہے اور متعلق سمع کا ہوا اور بصر دُور سے دیکھتی ہے اور سمع دُور سے نہیں سُنتی اور عجائب کارگیری الٰہی کی بصر کی پیدائش میں زیادہ ہے بہ نسبت اُس کے کہ سمع کی پیدائش میں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سماعت کلام الٰہی بدون خواہش اور سوال کے عطا ہوئی اور جب بصر سے دیکھنا چاہا دیکھنے نہ دیا اور آنکھ سے جمال چہرہ کھلتا ہے بخلاف کان کے اور جو انکشاف کہ بصر کے سبب سے حاصل ہوتا ہے تمام انکشافات سے قوی اور اتم ہے اور اس واسطے عرب کے مثلوں میں وارد ہے کہ لیس وراء العین بیان جواب اس کا یہ ہے کہ ہر چند یہ وجوہ افضلیت کی بصر میں پائی جاتی ہیں لیکن اس مقام میں رعایت ان وجوہ کی کوئی مناسب نہیں اس جگہ رعایت ان وجوہ کی کہ حق کو پہچاننے میں

باعث ترجیح کا ہوں کرنی چاہیئے اسی واسطے دل کو دونوں شے پر مقدم فرمایا اور قوت سُننے کی کو ہدایت کے ساتھ نفع پکڑنے میں اور بیچ ارشاد پیغمبر اور ڈرانے اُس کے کے دخل کلی ہے کہ اُس قدر بینائی کو نہیں اس مقام میں رعایت اس وجہ کی اولیٰ ہے اور سعہنا سمع کو شرط نبوت کی لکھا ہے اس واسطے کہ کوئی پیغمبر نہیں کہ بہرا ہوا ہو اور بعضے پیغمبر اندھے ہوئے ہیں مثل حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت شعیبؑ کے اور یہ کہ قوت سمع کے سبب سے معارف اور نتائج دوسروں کی عقلوں کے فہم کی طرف پہنچتے ہیں بخلاف بصر کے کہ محض محسوسات کو اُس کے ساتھ ظاہر کر سکتے ہیں اور یہ کہ ادراک قوتِ سامعہ کا چھ طرفوں سے ممکن ہے بخلاف ادراک قوت بینائی کے کہ محض جانب سامنے کی سے ہے حاصل کلام یہ ہے کہ بیچ بیان کرنے عدم انتفاع کافروں کے ساتھ ہدایت قرآن کے اور ڈرانے پیغمبروں کے میں کان کے اوپر مہر کرنی مقدم ہے پردۂ آنکھ کے سے چنانچہ تفسیر میں بھی اشارہ طرف اس معنی کے کیا ہے کہ جب اس جگہ مظنہ شبہ کا تھا کہ کسی کے دل میں گزرے کہ ہرگاہ خدا تعالیٰ نے دوام کفر کا فروں کا ارادہ کیا ہو اور راستے قبول کرنے کے بند کر دیئے ہوں پس یہ لوگ کفر اختیار کرنے میں مجبور ہوں اور دن قیامت کے ایک عذر معقول بے اطلاعی حقیقت کار کا اُن کے ہاتھ ہو اس مظنہ کے دفع کرنے کے واسطے فرماتے ہیں کہ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ یعنی اور ان کے تئیں ہے عذاب بڑا اس واسطے کہ مہر کرنی اوپر دلوں اُن کے کے اور آنکھ اور کان ان کا دیکھنا اور سننے اور اسباب نصیحت کے سے باز رکھنا ابتداءً اللہ کی طرف سے تو ع میں نہیں آیا تاکہ جائے عذر ہوتی بلکہ بسبب تقصیر اُن کی کے فکر کرنے میں اور بسبب دشمنی کرنے پیغمبروں اور نصیحت دینے والوں سے اور اصرار کرنے تقصیر اور عناد پر یہ حالت پیدا ہوئی پس یہ حالت اُن کی بمنزلہ مرض مہلک کے ہے کہ جو شخص اپنے تئیں بسبب کھانے زہر قاتل کے مرتکب ہے کہ صریح محل ملامت اور عتاب کا ہے اور جب بیان حال ایک فریق کے اشقیاؤں میں سے فارغ ہوئے اب بیان فریق دوسرے اشقیاؤں میں سے شروع فرماتے ہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اور آدمیوں میں سے وہ آدمی ہیں کہ کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ خدا کے اور دن آخرت کے پس

گویا دعوی دونوں علموں کا کرتے ہیں واسطے اپنے علم توحید کا اور علم معاد کا اور یہی دو علم اصل دین کی ہیں پس حقیقت میں ایسا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نہ مشرک ہیں کہ حق سے محجوب ہوئے ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں کہ محجوب دین اور معاد سے ہیں اور حقیقت کفر کی احتجاب ہے یا حق سے کہ مشرکین کے تئیں ہوتا ہے یا دین سے جیسا کہ اہل کتاب کیلئے اور جو کوئی محجوب حق سے ہے محجوب دین سے ہے اس واسطے کہ دین نہیں مگر طریق پہنچنے کا حق کی طرف جو کوئی محجوب دین سے ہے کبھی حق سے محجوب نہیں ہوتا ہے پس یہ گروہ واسطے اپنے دعوے کرتے ہیں کہ ہم سے دونوں حجاب رفع ہوئے حال یہ کہ اس دعوی میں جھوٹے ہیں وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ لیعنی اور نہیں ہیں وہ ایمان لانے والے حاصل یہ کہ ایمان ان کی ذات سے مسلوب ہے کسی وقت بھی وقتوں میں نصیب اُن کے نہ ہوگا اور اس گروہ کو شرع میں منافق کہتے ہیں اور نفاق کی کئی قسمیں ہیں اعلیٰ اور کامل وہ ہے کہ اپنا ایمان ظاہر کرے اور باطن میں صاف منکر ہو دُوسری وہ کہ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی متردد اور دو طرف ہو تیسرے یہ کہ بسبب کثرت گناہوں کے اور پہنچنے اثر برائیوں کے اور زیادتی محبت دنیا کے اور جمع ہونے اخلاق مذمومہ کے ایمان اُن کا چھپ جاتے اور نہایت ضعیف ہو ساتھ اس مرتبہ کے کہ آخرت کے ضرر کو دنیا کے ضرر سے بڑا نہیں سمجھتا اور نفع آخرت کو دنیا کے نفع سے بہتر نہیں جانتا پس حقیقت میں یہ فرقہ بھی ایمان نہیں رکھتا اس واسطے کہ مقصود ایمان سے بلند ہمت ہونا پستی دنیا سے اور بسبب اختیار کرنے مرضیات الٰہی کے طرف درجات عالیہ معاد کے پہنچنا ہے اور اس فرقہ میں اگرچہ تصدیق پائی جاتی ہے لیکن نہایت ضعیف ہے کہ بیچ علو ہمتی کے ہرگز تاثیر نہیں رکھتی اور قاعدہ مقررہ عقلیہ ہے کہ الشئ اذا خلا عن مقصودہ لغا یعنی شے جس وقت خالی ہوئی مقصود اپنے سے لغو ہوئی پس تصدیق اُن کی محض لغو ہوئی اور ہونا اور نہ ہونا اس کا برابر ہوا اور اُوپر اسی تین مراتب نفاق کے آیتوں اور حدیثوں مختلف کو منطبق کیا چاہیے مثلاً ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار وان المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم و اذا قاموا الى الصلوٰة قاموا كسالى مذبذبين ذلك تک بیان حال مرتبہ

اوّل اور دوسرے کا ہے اور آیت ومنہم من عاھد اللہ الخ بیان حال مرتبہ تیسرے ۰ اور وہ کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آیۃ المنافق ثلث دان صام وصلّٰی وزعم انہ مسلم اذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا ائتمن خان بھی اوپر اسی کے محمول ہے یعنی نشانیاں منافق کی تین ہیں اگر چہ روزہ اور نماز ادا کرے اور گمان کرے کہ میں مسلمان ہوں ایک یہ ہے جس وقت بات کرے جھوٹ بولے اور جس وقت عہد کرے توڑ ڈالے اور جس وقت امانت اس کے پاس رکھی جائے خیانت کرے اور سب سے ظاہر دلیل نفاق ان کے کی کہ گواہی بے ایمانی اُن کی کی دیتی ہے یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر دن جزا کا بالفرض ثابت ہوا اور ہم سے اللہ تفتیش حال ہمارے کی کرے دست آویز ہماری یہی ایمان زبانی ہمارا ہے جیسا کہ دنیا میں مسلمانوں میں ہم اسی دست آویز کے ساتھ دلیل پکڑتے ہیں اور جان اور مال اپنی کو امان میں رکھتے ہیں ایسا ہی آخرت میں ساتھ اسی ایمان کے چنگل مار کے نجات پائیں گے پس یہ لوگ اپنے زعم میں یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی فریب دیتے ہیں خدا کو اور اُن آدمیوں کو کہ ایمان واقعی رکھتے ہیں بسبب اس ایمان ظاہری اپنے کے وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَہُمْ یعنی اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے ہیں مگر جانوں اپنی کو اس واسطے کہ مرتبہ خدا کا اس سے زیادہ بلند ہے کہ فریب دینے اُن کے سے فریب میں آوے اور مومنین کو بھی حق تعالیٰ پیغمبر کے فرمانے سے اور بسبب قرآن اور نشانیوں کے اُوپر حال ان کے کے اطلاع کر دیتا ہے پس مومنین بھی فریب نہیں کھاتے ہیں اگرچہ بپاس کلمہ طیبہ کے اُن کی جان اور مال سے متعارض نہیں کرتے ہیں وَمَا یَشْعُرُوْنَ اور وہ شعور نہیں رکھتے ہیں کہ ساتھ اس آرزوئے باطل اور طمع کاذب کے جان اپنی کو فریب دیتے ہیں مانند اس مریض کے جو مرض مہلک میں گرفتار ہوا اور نام دواؤں کا یاد کر کے ساتھ زبان کے پڑھتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ زبان سے یاد کرنا دواؤں کا بیماری میری کے واسطے کافی اور شافی ہوگا کہ صریح جان اپنی کو دغا دینی ہے اور یہ فریب کھانا باوجودیکہ نہایت ظاہر ہے اوپر عاقلوں کے ان پر ظاہر نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ یعنی بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے محکم اور وہ مرض قصور قوۃ حکمیہ کا ہے بسبب اُلفت کرنے دین

اور آئین باپ دادوں اپنے کے اور بسبب غلبہ غلط فاسد شہوت کے لذتوں نفسانی اور خواہش جسمانی اپنی کو ضبط نہیں کر سکتے ہیں اور یہ کتاب ہر چند باعث شفا کا اس قسم کے مرضوں سے ہے لیکن جب انھوں نے بسبب کمال بغض اور دشمنی رسول کے اور مستحکم ہونے مرض جہل کے بیچ دلوں اپنے کے اس کو نہ سمجھا اور اس میں تامل نہ کیا اس سے کیا فائدہ اٹھائیں گے مانند دوا کے کہ اگر اس کا استعمال نہ کریں کیا فائدہ دیوے بلکہ یہ قسم دوا کی کہ اپنے طور پر استعمال نہ کی جائے تو موجب زیادتی مرض کا ہوتی ہے فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً پس زیادہ کیا اللہ نے اُن کے تئیں مرض دُوسرا ساتھ اس طریق کے کہ جب انھوں نے مضمون اس قرآن کے مخالف وضع اور آئین اپنے کے دیکھے اور لذتوں نفسانی اور شہوتوں جسمانی سے منع کرنے والا پایا قوت غضبیہ اُن کی نے جوش کیا اور واسطے لڑائی اور مقابلہ کے اُٹھے اور درپے ایذائے پیغمبروں علیہم السلام اور واعظوں کے ہوئے اور اگر کہیں کہ جب ہم نے قرآن میں نظر نہ کی اور تامل نہ کیا پس ہم بے ایمان ہونے میں معذور رہتے اس کے جواب میں کہنا چاہیے کہ نظر نہ کرنی اس قسم کے سبب ہدایت میں عذر نہیں ہو سکتا اور اگر بالفرض عذر بھی ہو تو اس قدر میں عذر ہوگا کہ ایمان نہ لائے لیکن تکذیب اور انکار اور مقابلہ میں کیا عذر ہوگا البتہ سزا اس تکذیب کی اور انکار کی پائیں گے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ یعنی اور ان کے تئیں ہے عذاب درد دینے والا بسبب اس کے کہ جھوٹ کہتے تھے اس واسطے کہ قرآن کی تکذیب کرتے تھے بغیر دلیل کے بلکہ باوجود ظاہر ہونے دلیلوں صدق اُس کے اور اعجاز اُس کے کے انکار سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں اور بھی اپنے تئیں مومن اور متقی ظاہر کرتے تھے اور حال یہ ہے کہ سوائے نام ایمان اور تقویٰ کے کہ اُوپر زبان اُن کی کے جاری تھا کچھ اثر دل میں نہ رکھتے تھے باقی رہے اس جگہ چند سوال کہ جوابوں کے ساتھ مرقوم ہوتے ہیں اوّل یہ کہ حق تعالیٰ نے بیچ اوّل اس سورۃ کے بیچ نشان مومنین کے کہ خالص ہیں تمام چار آیتیں نازل فرمائیں اور بیچ شان کافروں کے کہ مجاہر ہیں یعنی ظاہر اور باطن اُن کا برابر کفر کے ساتھ آلودہ ہے زیادہ بُرا ہے منافق کے کفر سے اس واسطے کہ کافر مجاہر کا دِل بھی جہل کے مرض میں گرفتار ہے اور زبان بھی بسبب انکار کرنے حق کے اور جھوٹ

بولنے کے سبب بیان کرنے عقائد کفر کے گنہ گار ہے بخلاف کافر منافق کے اگرچہ دل اس کا جہل کے مرض میں گرفتار ہے لیکن زبان اس کی بیچ بیان عقائد حقہ اسلام کے راست گفتار ہے جواب اس کا یہ ہے کہ منافق کی زبان بھی جھوٹ اور انکار کے ساتھ آلودہ ہے اس واسطے کہ وہ زبان سے کہتا ہے میرے دل میں عقائد اسلام کے جگہ پکڑے ہوتے ہیں اور حال یہ کہ وہ اس بات میں جھوٹا ہے قال اللہ تعالیٰ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون بس دل اور زبان اس کی بھی دونوں بے کار ہیں اور علاوہ اوپر اس کے یہ ہے کہ منافق قصد فریب دینے کا کرتا ہے اور جو کافر ظاہر ہے قصد فریب کا نہیں کرتا ہے اور بھی کافر مجاہر مردوں کی مثل ہے کہ جو کرتا ہے ویسا ہی کہتا ہے اور منافق مانند عورتوں ناقص کی ہے کہ کرتا ہے کچھ اور کہتا ہے کچھ اور بھی کافر ہر چند کہ جھوٹا ہے لیکن اپنے زعم میں سچا ہے اور ہرگز واسطے نفس اپنے کے جھوٹ کو پسند نہیں کرتا ہے بلکہ اس سے عار کرتا ہے اور اسی واسطے اپنے دل کے عقیدہ کو کھول کر بیان کرتا ہے اور منافق اس قدر کینہ ہے کہ دیدہ دانستہ جھوٹ کہتا ہے اور اس جھوٹ کو کمال اپنا جانتا ہے اور بھی منافق ہمراہ کفر اپنے کے استہزاء اور فریب دینے خدا تعالیٰ کا ارادہ کرتا ہے اور کافر مجاہر یہ بھی دلی نہیں رکھتا ہے اور اسی واسطے کفر منافق کا بہت سخت ہے اور حجاب اس کا کثیف زیادہ ہے اور حال اس کا مخفی زیادہ ہوتا ہے سو واسطے فضیحت اُس کی کے تیرہ آتیں نازل

تقیہ کی برائی کا بیان

ہوئیں اور بعد بیان حال اُن کے کے ضرب المثل بھی اُس کی مذکور ہوئی اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ جس مذہب کی بنا ہی تقیہ پر ہو اور ظاہر اپنا مخالف باطن کے رکھے بدتر ہے اُس مذہب سے کہ صاحب اُس کا ظاہری انکار کرے اس واسطے کہ تقیہ والے کے حال باطنی کا اعتبار نہیں رہتا ہے اور اقرار اور انکار اُس کا اگرچہ سچا بھی ہو جھوٹا معلوم ہوتا ہے اور اس واسطے علماء نے کہا ہے لا تقبل توبۃ الزندیق یعنی نہیں قبول کی جاتی توبہ زندیق کی اور معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ آدمیوں کو اعتماد اُس کی توبہ پر نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ طریق معلوم کرنے توبہ اُس کی کا یہی اقرار زبانی ہے اور اقرار زبانی اس کا محل اعتماد کا نہیں کہ وہ قائل تقیہ کا ہے اور یہ معنی اس کلام کے یعنی لا تقبل توبۃ الزندیق

کے نہیں کہ اگر دل سے اور صدق نیت سے بھی اپنے عقیدہ سے پھر جائے اور باطن اس کا صاف ہو جائے اس پر بھی اللہ کے نزدیک مردود ہے اور رانذ گیا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا ہے ہر بندہ کے دل کا حال خوب جانتا ہے اور آدمیوں کو علم اس چیز کا کہ دلوں میں ہے ممکن نہیں مگر بسبب اظہار زبانی کے سوال دوسرا یہ ہے کہ یخادعون اللہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق بھی خدا کو فریب دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اور خدا تعالیٰ اور مسلمان بھی ان کو فریب دیتے ہیں اس واسطے کہ یہ لفظ ماخوذ مخادعت سے ہے اور مخادعت باب مفاعلۃ ہے اور باب مفاعلۃ مشارکت کو چاہتا ہے اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت سے فریب دینا ممکن ہے اور نہ فریب کھانا اس واسطے کہ علم اللہ تعالیٰ کا سب چیزوں کو گھیرنے والا ہے اور جو چیزیں پوشیدہ ہیں اس کے نزدیک سب ظاہر ہیں اسلئے وہ فریب نہیں کھا سکتا اور حکمت اس کی اسباب کو چاہتی ہے کہ کسی کو فریب نہ دے اس واسطے کہ افعال اللہ تعالیٰ کے ہر طرح کے قبح اور نقصان سے پاک ہیں اور مومنین کو ہر چند فریب کھانا ممکن ہے اس واسطے کہ مومنین بسبب کمال حلم اور حسن ظن کے منافقوں کے ساتھ سختی نہیں کرتے ہیں اور جھوٹ اُن کے کو سچ جانتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے المؤمن غر کریم و المنافق خب لئیم یعنی مومن فریب کھانے والا ہے اور سخی ہے اور منافق فریب دینے والا لئیم ہے لیکن فریب دینا اُن کی شان سے بھی بعید ہے پس استعمال مخادعت کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ باب مفاعلت اس جگہ میں مشارکت کے واسطے نہیں بلکہ واسطے اصل فعل کے چنانچہ عاقبت اللص اور سافرت میں موجود ہے اور بالفرض اگر مشارکت کے واسطے بھی ہو پس معنی خداع کے اللہ کی نسبت سے وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ اپنے سے معاملہ موافق نیت اور ارادہ اس کے کے کرتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثاً یعنی جو کوئی کلام میں عادت سچ بولنے کی رکھتا ہو خواب میں بھی اس کو غیب سے سچی خبریں دکھلائی دیویں اور جو کوئی باتوں میں دروغ گوئی کی عادت رکھے اس طرف سے بھی باعتبار حال اُس کے معاملہ ہوتا ہے پس جو کوئی عقیدہ اور عمل ناشائستہ کو پسند کرکے واسطے اپنے اختیار کرتا ہے اور اس عقیدہ

اور عمل سے اس کو قصد رضامندی الٰہی کا ہوتا ہے اولاً اس شخص کو شہوات نفسانی میں
غرق کرتے ہیں تاکہ وہ شخص جان لے کہ یہی عقیدہ اور عمل میرا درمیان میرے اور درمیان
پروردگار میرے کے بڑا وسیلہ ہے اور غیب کی طرف سے اُس کو بسبب قبول ہو جانے دُعا
کے اور القا ہونے خطرات پے در پے کے اور خوابیں موافق دیکھنے اور انشراح خاطر کے
بدعتوں اور گناہوں اور افعال رکیکہ اور آلودگی نجاستوں اور صحبت حیوانات ملعونہ کے
بیچ امداد اور اعانت حاصل ہوتی ہے تاکہ یقیناً خوبی اس بدعقیدہ اور عمل کی دل میں
جگہ پکڑتی ہے اور یہی ہے معاملہ خداع کا اللہ کی طرف سے پھر اگر خدا کو منظور ہوتا ہے
وقت مرنے کے یا صدر ہمت قوی یا مرشد کی سے وہ سب کرم اور لطف گم ہو جاتے ہیں
اور معاملہ اور طرح ہو جاتا ہے ان پر مخادعت مومنین کی منافقوں کی طرف سے وہ
تھی کہ اپنے تئیں دوستوں اور موافقوں کی صورت میں ظاہر کر کے واسطے دُور کرنے دولت
مومنین کے اور توڑنے مرتبہ اُن کے کے حیلے اٹھاتے تھے جیسا کہ بیچ زمانہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی واسطے مقابلہ اُس جناب کے یہودیوں کو ورغلا کر
دلیر کرتا تھا اور مومنین کی طرف سے وہ ہے کہ باوجود دیکھنے اور جاننے حال اُن منافقین
کے تعارض اُن سے نہ کرتے تھے تاکہ ظاہرداری برتتے رہیں اور اس سے نہ بھاگ جائیں
اور کثرت ظاہری ہماری بنی رہے اور گروہ کافروں کا اُن کے ملنے کے سبب بہت نہ ہو جائے
پس معنی خداع کے دونوں طرف سے پائے گئے اور بعضے اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ
مخادعت خدا کی عبارت مخادعت رسول اس کے سے ہے اس واسطے کہ رسول کسی شخص کا
اس امر میں بیچ حکم اسی شخص کے ہوتا ہے جو معاملہ کہ اُس کے ساتھ کریں اُس شخص کی طرف
رجوع کرتا ہے اور کہنا رسول کا بعینہ کہنا اُس شخص کا ہے جیسا کہ بیچ آیت من یطع الرسول
فقد اطاع اللہ یعنی جس شخص نے اطاعت رسول کی کی پس تحقیق اُس نے اطاعت اللہ
کی کی اور بیچ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ یعنی وہ لوگ
کہ بیعت تیرے ساتھ کرتے ہیں سوا اس کے نہیں کہ وہ بیعت اللہ کے ساتھ کرتے ہیں اور
بیچ آیت ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت

پھینکا تو نے لیکن اللہ نے پھینکا کے یہی مضمون بیان کیا گیا ہے پس فریب دینا ان منافقوں
کا رسُول خدا کو ساتھ ظاہر کرنے ایمان کے گویا فریب دینا خدا کا ہے علی الخصوص ہرگاہ کہ
اس رسُول کے واسطے باوجود رسالت کے مرتبہ محبوبیت کا بھی ثابت ہے اور محبُوب خدا
کو فریب دینا برابر اس بات کے ہے کہ خدا کو فریب دیا جیسے کہ صحیح بخاری کے اندر حدیث
قدسی میں وارد ہے کہ بندہ مومن طرف میری نزدیک ہوتا ہے بسبب ادا کرنے نوافل کے
یہاں تک کہ اس کو اپنا محبوب کرتا ہوں کان اور آنکھ اس کی ہو جاتا ہوں میں کہ ساتھ میرے
سُنتا ہے اور دیکھتا ہے اور زبان اُس کی ہوتا ہوں میں کہ ساتھ میرے باتیں کہتا ہے اور ہاتھ
اُس کا ہو جاتا ہوں میں کہ ساتھ میرے کام کرتا ہے اور پاؤں اُس کا ہو جاتا ہوں میں کہ
ساتھ میرے چلتا ہے انتہیٰ۔ جس کو کہ ایسی حالت قرب کی ساتھ جناب الٰہی کے حاصل ہو
قصد فریب دینے اُس کے کا بلاشبہ قصد فریب دینے خدا کا ہوگا اور فریب دینا رسول کا ان
منافقوں کو ساتھ قبول کرنے ایسے اسلام اُن کے کے ہے اور فریب دینا اللہ کا ان کو اس
طرح پر ہے کہ بسبب اس اسلام ظاہری کے قتل کرنے اور قید کرنے اور لوٹنے سے امن
میں رکھا اور غنیمت اور منافع میں اُن کو بھی شریک کیا گویا کہ اسلام تمہارا مقبول ہوا
اور ہمارے قہر سے تم نے نجات پائی۔ سوال تیسرا یہ ہے بیان حال منافقوں کا بعد بیان
حال کافروں کے عطف کے طریق پر لائے اور بیان حال کافروں کا حال مومنوں کے سے
قطع کیا اور بطریق عطف کے نہ لائے اس تغیر کرنے اسلوب میں نکتہ کیا ہے اور بہت
جگہ قرآن میں سے کہ ان دونوں گروہ کا حال بیان کیا ہے اس جگہ عطف کی صورت پر
لائے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ
اور موافق قاعدہ اہل معانی کے بھی جامع وہمی کہ وہ تضاد ہی دونوں میں پایا جاتا ہے
اس واسطے کہ کفر ضد ایمان کی ہے باوجود جامع ہے اور تناسب کے عطف نہ کرنا خلاف آئین
بلاغت کے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلام پہلا اصل میں بیان حال کتاب میں تھا کہ یہ کتاب
سبب ہدایت فلانے فلانے فرقہ کا ہوئی ہے پس ذکر کافروں کا اور بُرائی اُن کی کہ مضمون
جملہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا ہے مخالف اس مقام کے ہوا نہ مناسب اور جامع وہمی کہ تضاد ہے

درمیان مومن اور کافر اور ایمان اور کفر کے پایا جاتا ہے نہ درمیان مدح کتاب اور برائی کفار کے اور تقاضا کمال بلاغت کا یہ ہے کہ تباین اور تغایر مقام کو باوجود تناسب کے مقدم کرتے ہیں اور اعتبار ترک عطف کا عمل میں لاتے ہیں جیسا کہ بیچ صورت اختلاف دو کاموں کے کہ ایک خبر ہو اور ایک انشا اس اختلاف کو ترجیح دیتے ہیں اوپر وجود تناسب کے اور عطف کو چھوڑ دیتے ہیں ایسا ہی اس مقام میں سمجھنا چاہیے صاحب مفتاح نے باب فصل اور وصل میں قاعدہ تباین مقام کا واسطے لزوم فصل کے تفصیلاً بیان کیا ہے سوال چوتھا یہ کہ من یقول اٰمنا باللہ مبتدا اور من الناس خبر اُس کی اور خبر ایسی چاہیے کہ اُس کے ثابت کرنے سے فائدہ سُننے والے کو حاصل ہو اور ہونا منافقوں کا آدمیوں کے زمرے سے ہر کسی کو معلوم ہے اس کی خبر دینے سے کیا فائدہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ من بیچ من یقول کے موصوفہ ہے پس مدلول کلام کا یہ ہوا کہ آدمیوں کی جنس سے ایسے ایسے گروہ ہیں پس مدار فائدہ کلام کا وصف کے اوپر ہے جیسا کہ اس قول میں کہا ہے من المومنین رجال صدقوا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ذکر ۔ من النّاس کا اس واسطے ہے کہ اس فرقہ میں محض وصف ایک آدمی ہونے کا پایا جاتا ہے اور کوئی صفت نیک آدمیوں کی جیسا

من الناس سے کیا مراد ہے

کہ ذکا اور علم اور فہم بنےادمیں موجود نہیں جیسا بیچ اصطلاح علماء مصنفین کہ لفظ من النّاس کا اسی اشارہ کے واسطے مذکور ہوتا ہے اور صاحب حسامی نے کہا ہے ومن النّاس من عمل فی النصوص بوجوہ آخرھی فاسدۃ اور شارحوں نے کہا ہے کہ معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ ومن النّاس لا من العلماء اور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ لفظ من الناس کا اس جگہ میں لانا سبب واسطے تعجب سُننے والوں کے ہے یعنی جملہ آدمیوں میں سے اس قسم کے بے وقوف بھی ہوتے ہیں پس ساتھ صورت انسانیہ اپنی کے مغرور مت ہو اور بیچ اصلاح علم اور فہم اپنی کے کوشش کرو سوال پانچواں یہ ہے کہ بیچ عذاب کافروں کے لفظ عظیم کا لاتے ہیں اور منافقوں کے عذاب میں لفظ الیم کا ذکر کیا فرق درمیان ان دونوں عذابوں کے ساتھ بڑائی اور درد دینے کا کس راہ سے ہے یعنی کافروں کے عذاب کو کہا کہ بڑا ہے اور منافقوں کے عذاب کو کہا کہ درد دینے والا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گر

کافروں کا کہ موت ان کی کفر کے اُوپر مقدر ہے راندے گئے ازل کے ہیں کہ تقدیر کے وقت نعمتوں سے محروم کیا پس عذاب اُنکا بڑا ہے لیکن بسبب باطل ہونے استعداد اپنی کے اور کمال تیرگی دل اپنے کے شدت درد اُس عذاب کی دریافت نہیں کرتے ہیں مانند حالت عضو مردہ کے یا مفلوج یا ایسے عضو کے کہ سُن ہو جاتے کہ اس کے کاٹنے اور داغ دینے اور کسی طرح کے درد پہنچانے سے خبر نہیں ہوتی لیکن منافق لوگ بوجہ باقی رہنے اصل استعداد اپنی کے اور قوتِ ادراک کے شدتِ درد اس عذاب کی معلوم کریں گے اسی واسطے عذاب ان کا نہایت دردناک ہوگا یعنی منافقوں کا عذاب بہت تکلیف اور الم کے ساتھ ہوگا اور کافروں کو بہ نسبت اُن کے ایذا کم ہوگی اور یہ مراد نہیں کہ کافروں کو بالکل عذاب کی تکلیف نہ محسوس ہوگی اس واسطے کہ یہ نصوص کے برخلاف ہے اور یہ کہ کافروں نے کہ بالکل حلاوت ایمان کی نہیں چکھی اور اوپر دروازہ ایمان کے نہیں پہنچے کیفیت لذتوں ایمان کی باوجود بالکل محروم ہونے کے چنداں خواہش نہیں رکھتے ہیں برخلاف منافقین کے کہ اُس گھر کے دروازہ پر پہنچے ہیں اور فی الجملہ حلاوت ایمان کی اُن کے تالو اور زبان میں لگ گئی لیکن پورا کرنے اس لذت کے سے محروم کئے گئے ہیں ضرور اوپر گم کرنے لذتوں دیکھی ہوئی اور چکھی ہوئی کے حسرت اُن کی زیادہ تر ہوگی جیسا کہ آدمی ولایت کے کہ اُنھوں نے ولایت کے میووں سے نفع اُٹھایا ہے اگر وطن سے دُور جا پڑیں حسرت نہ ملنے ان میووں کی زیادہ اُن کو حاصل ہوگی بخلاف اُن آدمیوں کے کہ ولایت کو کبھی دیکھا نہیں اور وہاں کے میووں کی لذت نہیں چکھی کہ ان کو اس قدر حسرت نہیں۔ سوال چھٹا کہ وماھم بمومنین بیچ جواب آمنا کے کیونکر واقع ہو سکے اور حالانکہ آمنا میں ذکر شان فعل کا ہے نہ ذکر شان فاعل کا اور وماھم بمومنین میں ذکر شان فاعل کا ہے نہ ذکر شان فعل کا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جواب بطریق ترقی کے ہے یعنی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان میں داخل ہوئے حالانکہ وہ اہلیت اُس کی نہیں رکھتے ہیں کہ کسی گروہ مسلمانوں کے میں شمار کئے جائیں اور اگر جواب اس کلام کا اس طرح فرماتے کہ ولم یومنوا یہ ترقی نہ سمجھی جاتی اوپر اسی طریق کے ہے آیت دوسری یریدون ان یخرجوا من النار وماھم بخارجین منھا ان کے دعوے سے

دو وجہ کی ترقی سمجھی جاتی ہے اوّل عموم اوقات کی جہت سے یعنی یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم ایمان
لائے زمانہ قریب میں اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ کسی وقت میں نہ بالفعل اور نہ زمانہ آئندہ میں
صلاحیت ایمان کی رکھتے ہیں دوسرے عموم متعلقات کی جہت سے یعنی یہ دعوٰی کرتے ہیں
کہ ہم ساتھ خدا اور دن آخرت کے ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ وہ ساتھ کسی چیز کے
ایمان نہیں رکھتے ہیں نہ ساتھ خدا کے اور نہ ساتھ پچھلے دن کے اور نہ ساتھ قرآن کے اور
نہ ساتھ اور چیز کے اُن چیزوں سے کہ ایمان ساتھ اُن کے فرض ہے سوال ساتواں یہ کہ
فی قلوبہم مرض فرمایا اور قلوبہم مرضٰی کس واسطے نہ فرمایا جملہ ظرفیہ لانے میں کیا نکتہ
ہے جواب اس کا یہ ہے کہ تاکہ معلوم ہووے کہ مرض اُنکا عارض ہے اصلی نہ تھا لیکن
باوجود عارضی ہونے کے استقرار اور رسُوخ تمام بہم پہنچایا ہے اور اسی واسطے مرض کو نکرہ
کرکے لائے اور یہ معنی لفظ قلوبہم مرضٰی کے سے سمجھی نہیں جاتی تھی اس واسطے کہ
قلوبہم مرضٰی پاکہ دلالت اوپر ہمیشگی مرض اور اصلیت اس کی کرتا پس اس صورت میں
عروض نہ سمجھا گیا اوپر عروض کے کہ بے استقرار اور رسوخ کے جو دلالت کرتا اور مقصود یہ ہے کہ عروض
مع استقرار اور رسوخ کے جو دلالت کرتا اور مقصود یہ ہے کہ عروض مع استقرار اور رسوخ کے جو دلالت کرتا اور
مقصود یہ ہے کہ عروض مع استقرار اور رسوخ کے ہو اور حقیقت مرض کی کہ دل منافقین میں ہر وقت
پیدا ہوتی ہے نزد محققین طب روحانی کے یہ ہے کہ ہر گاہ کوئی امر امور غیبیہ الٰہی سے بیچ دار دنیا کے لباس ظاہر
دنیا کا پہنتا ہے اس کے تئیں دو قسم کے عوارض سے ضرور ہے اول نزاہت اور پاکیزگی عالم
غیب کی اس واسطے معدن اس کی عالم غیب ہے. دوسری لوازم نشا دنیا کی اس
واسطے کے نشا دنیا میں وارد ہوا یعنی جو امر غیبی دنیا میں آتا ہے اُس کے ساتھ دنیا کی باتیں
بھی مل جاتی ہیں پس جو مومنین مخلص ہیں اس امر غیبی کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں اور لوازم
دنیاوی کا لحاظ نہیں کرتے اور حقیقت کار کی طرف پہنچتے ہیں اور منافقین جب لوازم غیب
کے اُس کے ساتھ دیکھتے ہیں اقرار کرتے ہیں اور جب عوارض اس جہان کے اُس کے ساتھ
پلٹتے ہیں پھر جاتے ہیں اور انکار کے ساتھ پیش آتے ہیں مثلاً پیغمبر علیہ السلام کو جس وقت
نور کے ساتھ اور روشن دلیلوں کے ساتھ ..... ملاحظہ کرتے تھے بے اختیار جھک جاتے تھے

اور فرماں برداری قبول کرتے پھر جب دیکھتے کہ پیغمبرؐ عورتوں کے ساتھ ہم صحبت ہوتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں اور کبھی لڑائی میں شکست بھی اُن کی ہوتی ہے اور مریض بھی ہوتے ہیں کہتے تھے اگر یہ بندہ خدا کا مقرب ہوتا خدا تعالیٰ اس کے ساتھ کس واسطے یہ معاملہ کرتا وما لھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملك فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منہا الی غیر ذلك من الشبہات یعنی کیا ہے واسطے اس رسُول کے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا طرف اُس کے فرشتہ کہ ساتھ اس کے رہتا ڈرانے والا یا دیا جاتا اُس کو خزانہ یا ہوتا اُس کے پاس باغ کہ کھاتا اُس سے اور سوا اس کے اور ایسے ایسے شبہے نکالتے اور طریق زیادتی اس مرض کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمراہ ہر آیت کے آیتوں الٰہیہ سے اور بیچ جبلت ہر شخص کے ہدایت کرنے والوں اس راہ کے لوازمات دنیا بھی لگا دیے ہیں جس قدر کہ وہ لوگ بیچ فکر کرنے آیتوں اور تلاش کرنے ہادیوں کے کمال درجہ کو پہنچیں اسی قدر شک اور شبہے ان کے تئیں زیادہ ہوں اور مقصد سے دُور پڑیں ومن یضلل اللہ فمالہ من ہاد یعنی جس شخص کو اللہ گمراہ کرے پس کون ہے اُس کا ہدایت کرنے والا اور باوجود مستحکم ہونے اس مرض کے بیچ جوہر ذات اُن کے کے طرفہ یہ ہے کہ حقیقت مرض اپنے سے بے خبر ہیں اور اُس مرض کو صحت جانتے ہیں اور شاہد اس کا یہ ہے کہ افعال سقیمہ اپنے کو افعال سلیم جانتے ہیں واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض یعنی جس وقت کہا جاتا ہے اُن سے

فسادِ منافقوں کا کئی قسم پر تھا

کہ فساد مت کرو زمین میں اور فساد ان کا زمین میں کئی قسم پر تھا اوّل یہ کہ حاصل کرنے مقتضیات قوت شہویہ اور قوت غضبیہ میں زیادتی کرتے تھے اور مقتضیات قوت حکمیہ کی حاصل کرتے ہیں اُن سے تقصیر سرزد ہوتی ہے اور حال یہ ہے کہ صحت مزاج روح انسانی کی اس طرح پر ہے کہ قوت حکمیہ غالب ہو اور قوت شہویہ اور غضبیہ مغلوب اور تابع تاکہ فرماں برداری احکام شرع کی ممکن ہو اور بسبب اُس انقیاد کے انتظام دونوں جہان کے کاموں کا میسر ہو اور انسانیت کے معنی متحقق ہوں دوسرے یہ کہ درمیان کافروں اور

مسلمانوں کے آناجانا رکھتے تھے اور باتیں ایک گروہ کی دوسرے گروہ سے کہتے تھے تاکہ دونوں
گروہوں میں مرتبہ اور عزت ہماری حاصل ہو اور ایک طرف ہو کر مسلمانوں سے دوستی نہ
رکھتے تھے تیسرے یہ کہ ملنا جُلنا کفاروں سے بہت رکھتے تھے اور مدارات اُن کی حد سے
زیادہ کرتے تھے اور دین کی باتوں میں سُستی سے پیش آتے تھے اور جس وقت اپنے تئیں مسلمانوں
کے گروہ سے کہتے تھے کفار کے نزدیک ایسا ثابت ہوتا تھا کہ کام پیغمبرؐ کا اور اعتقاد یاروں
اس کے کا ایسا سُست ہے کہ ہماری آ آکر خوشامد کرتے ہیں اور ہم سے طمع رکھتے ہیں۔
اس سبب سے کفار دلیر ہوتے تھے اور مسلمانوں کے روبرو کفار کے شبہات کو دین اور نبوت
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میں ذکر کرتے تھے نقل کرتے اور اس سبب سے ضعیف ایمان
والوں کو شک پڑ جاتا تھا ان سب باتوں کو تعبیر فساد کے ساتھ کیا ہے اور جب مسلمان
اُن کو ایسے فسادوں سے منع کرتے تھے تو جواب میں قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ یعنی
کہتے تھے کہ سوائے اس کے نہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ ہم
چاہتے ہیں کہ حال ملک اور ملت کا اوپر حالت اصلی اپنی کے آوے اور تمام آدمی آپس میں
متفق اور شیر و شکر ہو جائیں اور جھگڑا اور مخالفت کہ بسبب اس دین اور آئین نئے کے
کہ آدمیوں میں پھیل گئی ہے دُور ہو جائے اور حقیقت اصلاح کی یہی ہے کہ حال ملک اور
ملت کا جیسا کہ قدیم سے چلا آتا تھا ویسا ہی ہو جائے اور تعصب آئین نئے کا کہ باعث مخالفت
کا ہے درمیان سے اُٹھے اور کوئی درپے قتل اور ایذا اور قید کرنے اور لوٹنے اور ہتک
حرمت کسی کے نہ ہو پس حقیقت میں اصلاح کو منحصر اسی میں جانتے ہیں کہ اسباب تحصیل
معاش کے آسانی سے میسر ہوں اور انتظام دنیا کے کاموں کا بوجہ خوب رہے اور سبب
اس سمجھ ان کی کا یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں کمال درجہ مشغول ہیں اور لذات بدنیہ میں نہایت
ڈوبے ہوئے ہیں اور بسبب کمال توجہ کے طرف منفعتوں جزئیہ اور لذتوں جسمیہ کے دریافت
کرنے مصالح کلیہ عامہ اور لذتوں عقلیہ کے سے کہ باقی رہنے والی ہیں محجوب ہیں اور یہ عین
فساد ہے جیسا کہ بیچ رد اس فہمید اُن کی کے ساتھ تاکید تمام کے ارشاد ہوتا ہے اَلَآ اِنَّھُمْ
ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ یعنی خبردار اور آگاہ ہو تم کہ تحقیق یہ گروہ یہی ہیں فساد کرنے والے

اس واسطے کہ حال ملک اور ملت کا پہلے بعثت اس رسُول کے فاسد تھا کہ ہمیشہ سے فساد چلا آتا تھا اور حق تعالیٰ نے چاہا کہ اُس فساد کو دُور فرمائے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس فساد کو پھر اپنی جگہ پر لائیں پس یہ لوگ فساد کا کام بعد اصلاح کے کرتے ہیں اور یہ سب سے بڑا فساد ہے اور حقیقت اصلاح کی اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ دین حق کو اوپر تمام دینوں کے غالب کیا جائے اور فرماں برداری اس ارادۂ الٰہی کی جان اور دل سے بجالائی جائے اور حتی المقدور بیخ جاری کرنے اس ارادۂ حق کے کوشش کی جائے اگرچہ اس اصلاح کے واسطے قتل اور لوٹ مالوں اور سختیاں طرح طرح کی ساتھ اپنے اور ساتھ بنی نوع اپنے کے پہنچیں چنانچہ دُوسری آیۃ میں اسی سورۃ کی فرمایا ہے وقاتلوھم حتٰی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ یعنی لڑو تم ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جاوے دین اللہ کا اور بھی اسی سورۃ میں فرمایا ہے یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر و صد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے مہینوں حرام سے اُس میں لڑائی کرنے سے تو کہہ لڑائی اُس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکالنا اُس کے لوگوں کو اس سے زیادہ گناہ ہے نزدیک اللہ کے اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے پس ان سختیوں کو فساد سمجھنا اور سختیوں سے بچنے کو اصلاح جاننا اور باقی رہنا حال کا جیسا کہ تھا اس کو صحت کاملہ تصور کرنا مثال اُس کی یہ ہے کہ ایک مریض کا کوئی عضو بسبب کسی زخم کے گل گیا اور اس میں تعفن پیدا ہو گیا اور خوف اس کا ہے کہ دوسرے عضو کی طرف ...... اعضائے رئیسہ سے کیفیت سمیہ اس کی سرایت کرے اور کوئی طبیب حاذق کاٹنا اور داغ دینا اُس عضو کا تجویز فرمائے اور یہ مریض ناقص العقل اُس سے پرہیز کرے اور کہے کہ کاٹنا اور داغ دینا اُس عضو کا فاسد کرنا بنیاد بدن کا ہے۔ مجھ کو چاہیئے کہ اصلاح بدن اپنے کی کروں اور پہلے سے جیسا کہ تھا ویسا ہی رہنے دوں اور جو چیز کہ اس میں موجود تھی اپنے حال پر باقی رہے کہ یہ تجویز اس کی صریح خطاء ہے اور

موجب ہلاکت کی ہے لیکن بحکم اس کے کہ داء العلیل علیل یعنی فکر علیل کا بھی علیل ہوتی ہے یہ جماعت کہ دل اُن کا بیمار ہے نہیں سمجھتی ہے کہ اس قسم کی اصلاح دونوں جہان کے کاموں کو خراب کرنے والی ہے بلکہ خراب کرنے والی حقیقت انسانی کی ہے جیساکہ فرماتے ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ یعنی اور لیکن شعور نہیں رکھتے ہیں کہ عین اصلاح میں فساد کا کام کرتے ہیں اور شاہد قوی اوپر بے شعوری اُن کی کے یہ ہے کہ اہل عقل کامل کو بے وقوف اور احمق سمجھتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا اور جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ ایمان لاؤ تم ایمان حقیقی کہ جس سے فتنہ اور فساد اُٹھ جائے اور مال اسباب دُنیا کے سے بے رغبتی پیدا ہو اور لذتوں فانیہ نفسانی اور نام اور جاہ ڈھونڈنے سے روگردانی حاصل ہو كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ یعنی جیساکہ ایمان لاتے ہیں آدمی کہ حقیقت میں آدمی نام اُسی گروہ کا ہے اس واسطے کہ تحقق انسانیت کا اصلاح اور انتظام دارین کے سبب سے ہے اور اصلاح اور انتظام بدون فرماں برداری شرع کے کہ ظاہر اور باطن میں ہو میسّر نہیں اور جس وقت بیچ غیر ان کے کے یہ فرماں برداری متحقق نہیں گویا معنی انسانیت کے اور جگہ متحقق نہیں اولٰئك كالانعام بل هم اضل کے مصداق حال ان کا ہے اور اسی واسطے اس آیت میں ناس کو بے تعین کے ارشاد فرمایا تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ سوائے مومنوں حقیقی کے کسی کو انسان نہ کہنا چاہیے قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ یعنی کہتے ہیں آیا ایمان لائیں ہم مانند بے عقلوں کے کہ ایک طرف کو محکم پکڑتے ہیں اور انقلابات زمانہ کے سے نہیں ڈرتے ہیں کہ مبادا غلبہ دُوسری طرف کا ہوجائے اور اس وقت میں آدمی اُس طرف کے درپے عداوت کے ہوجاویں اور دائرہ کو تنگ کریں اور یہ کہ فرماں برداری احکام شرع کی محض واسطے توقع دُور دراز کے ہے اور فائدہ کثیرہ دُنیا کے کہ بالفعل موجود ہیں اُن سے محرومی اور اُٹھانا مشقتوں سخت اور نقصانوں بے نہایت کا۔ پس مقتضائے عقل یہ ہے کہ ظاہر میں احکام شرع کی تابعداری کرنی چاہیئے تاکہ لکد کوب مسلمانوں کی سے کہ بالفعل تسلط اُن کا ہے بچے رہیں اور نفع دنیا کے بھی ہاتھ سے نہ جائیں اور دُوسری طرف کے آدمیوں کو بھی خفیہ خفیہ راضی رکھنا چاہیئے تاکہ وقت انقلاب کے

رضامندی ان کی کام میں آئے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ یعنی خبردار اور آگاہ ہو تم کہ تحقیق یہ لوگ بے عقل ہیں اس واسطے کہ اگر مدار اوپر حاصل کرنے منافع اور دور کرنے مضرت کے ہے پس اختیار کرنا شئے فانی جنس کا اور جو چیز کہ باقی اور اشرف ہے اس کو چھوڑنا کمال بے عقلی ہے اور آخرت کو دُنیا کے بدلے میں بیچنا نہایت بیوقونی ہے اور اگر مدار اوپر راضی رکھنے دونوں جانب کے ہے پس ایک طرف علام الغیوب ہے کہ اس کے نزدیک پوشیدہ اور ظاہر ایک ہے خصوصاً جبکہ یہ وقت نزول وحی کا اور آئے خبروں غیب کا ہے اور ہر عقیدے آدمی کو چاہیئے کہ وہ اُس کو پوشیدہ رکھے ہر کسی کو بسبب وحی کے اطلاع ممکن ہے اور باوجود اس کے جو شئے کہ موافق دلیل کے ہے اُس سے اعراض کرنا اور جو کہ دلیل کے موافق عمل کرتا ہے اُس کو سفیہ اور بے وقوف کہنا عین نادانی ہے وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ یعنی ولیکن وہ نہیں جانتے کہ سفیہ کون ہے اور معنی بے عقلی کے کیا ہیں اور اس جگہ ایک سوال مشہور ہے کہ پہلی آیت کو اوپر لایشعرون کے ختم فرمایا ہے اور دوسری آیت کو اوپر لایعلمون کے ختم کیا یہ فرق کس نکتہ کے واسطے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ شعور کا اکثر بیچ علم حسی کے استعمال ہوتا ہے اور اسی جہت سے حواس خمسہ کو مشاعر کہتے ہیں اور فساد اُن کا زمین میں ایک امر تھا پس نہ معلوم کرنے قباحت اُس کی کو ساتھ بے شعوری کے تعبیر فرمایا اور ترجیح نعمت آخرت کی اوپر نعمت دُنیا کے در حقیقت طریقہ ایمان خالص ۲ اور باطل ہونا طریقہ نفاق کا اور تقیہ کا ایک امر استدلالی عقلی ہے اُس کے نہ جاننے کو لایعلمون کے ساتھ تعبیر کرنا مناسب ہوا اور یہ کہ ذکر سفہ کا اس آیت میں کہ ایک نوع جہل کی ہے متقضی اس کے ہوا کہ اُس کے مقابلہ میں علم لایا جائے تاکہ صنعت مقابلہ کی درست پڑے اور اس جگہ شبہ دوسرا بھی ہے کہ منافقین کفر اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ظاہر کرنے کفر اپنے سے نہایت احتراز کرتے تھے اور اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ صریح کلمہ کفر کا ہے کہ منافی نفاق کے ہے اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ کلمہ اُن سے محرم اور رازداروں کے سامنے ظاہر ہوا تھا کہ نفاق اپنا اُن سے چھپاتے تھے اس واسطے کہ بعض مسلمانوں کو بعضے منافقوں سے ہم صحبتی اور رازداری آپس میں تھی جیسے کہ بیٹے عبداللہ بن ابی کو اپنے باپ کے

ساتھ ہمرازی حتی حق تعالیٰ نے اس کلمہ کو اپنے محرم رازوں کے رُوبرو کہا تھا نقل فرمایا
اور فضیحت عام کیا اور ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلمہ محض دل میں ان سے صادر ہوا تھا پس معنی
قالوا کے یہ ہیں کہ قالوا فی قلوبھم یعنی کہا انھوں نے بیچ دلوں اپنے کے حق تعالیٰ نے
کہ عالم السر والخفیات ہے اُن کے دل کی بات کو برملا ظاہر فرمایا اور ابن عساکر نے تاریخ
اپنی میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اٰمن الناس کی تفسیر میں فرمایا ہے کما
اٰمن ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ اور تخصیص ان چاروں یاروں کبار کی اس واسطے
ہے کہ خلوص ایمان اُن کے کا اُس وقت میں خواص اور عوام کے نزدیک مشہور تھا والا سابق میں
گذرا کہ جو کوئی ظاہرًا اور باطنًا فرماں بردار احکام شرع کا ہو الناس میں داخل ہے اور جیسا
کہ یہ منافق خالص ایمان والوں کو زبان سے احمق اور بے وقوف کہتے ہیں ویسے ہی دل
میں اعتقاد حمق اور سفاہت ان کی کا رکھتے ہیں پس یہ کلمہ کہ اُن سے سرزد ہوتا ہے اُس
جنس سے نہیں کہ غصہ کے غلبہ میں زبان سے نکلے اور دل میں ایسا اعتقاد نہ ہو کہ اُس کلمہ
کے کہنے میں معذور رہوں اس واسطے کہ معاملہ ان کا دلیل اس بات کی ہے کہ مسلمانوں
خالص کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور دانائی کافروں کی اُن کے دلوں میں جم رہی تھی جیسا کہ
فرماتے ہیں وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی جس وقت کہ ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں خالص
سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا یعنی کہتے ہیں ہم ایمان لائے پس جملہ فعلیہ ما فیہ لاتے ہیں اور مبالغہ
اور تاکید اس دعوے میں نہیں کرتے ہیں اس واسطے کہ جانتے ہیں کہ مومن خالص بے وقوف
ہوتے ہیں اور گمان نہیں کرتے ہیں کہ جہان میں کوئی جھوٹ بھی کہتا ہو پس بہ مجرد کہنے ہمارے
کے بغیر تاکید اور مبالغہ کے قبول کرلیں گے اور جان اور مال ہماری سے ہاتھ تعرض کا کوتاہ
کریں گے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ یعنی جس وقت خلوت میں جاتے ہیں طرف
شیطانوں اپنے کے یعنی بہکانے والوں کے ساتھ تاکید تمام کی قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ یعنی
کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم ہمراہ تمھارے ہیں حاصل یہ ہے کہ ہم ہر چند مسلمانوں کے روبرو واسطے
بچانے جان اور مال اپنے کے ظاہرداری کرتے ہیں اور دکھانے کے واسطے مسلمان ہوتے
ہیں لیکن حقیقت میں ہم تمھارے ہمراہ ہیں جیسا کہ تم نے کفر کے اعلیٰ مرتبے میں ترقی کی ہے۔

ہم بھی اُسی مرتبہ میں ہیں اور اس کلام میں طرح طرح کی تاکیدیں اور مبالغہ کی رعایت کرتے ہیں جملہ اسمیہ لاتے ہیں اُس کو حرف تاکید کے ساتھ موکد کرتے ہیں اور بجائے اِنَّا کافِرُوْنَ کے اِنَّا مَعَکُمْ کہتے ہیں تاکہ دلالت اوپر متحد ہونے مرتبہ کفر کے کرے اس واسطے کہ معتقد کمال دانائی اور عقل مندی کافروں کے ہیں جانتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کے پاس ایمان اپنا ظاہر کیا ہے اگر اس کفر باطنی اپنے کو تاکید اور کمال مبالغہ سے ان کے رُوبرو ظاہر نہ کریں گے ہمارے اقرار کو ظاہر نہ کریں گے اور باوجود اس تاکید اور مبالغہ کے تسلی خاطر ان کی نہیں ہوتی ہے اور گمان کرتے ہیں کہ کافر اس دعوے میں ہم کو جھوٹا جانیں گے اور اعتراض کرینگے کہ اگر تم درجہ کفر میں ہمارے شریک ہو پس لفظ آمنا کا تمھاری زبان پر کیونکر جاری اگرچہ ظاہرداری کے واسطے ہو دلالت اوپر ضعف اعتقاد کے کفر میں کرتا ہے اسی واسطے بطریق پیش بندی کے کہتے ہیں کہ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ یعنی نہیں ہیں مگر ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں اور بے عقلی اُن کی برملا ظاہر کرتے ہیں تاکہ آدمی جانیں کہ یہ گروہ سادہ لوح بمجرد اقرار زبانی کے بغیر تامل کرنے مخالفت فعلوں ہمارے کے ساتھ قول ہمارے کے دعوٰی ایمان ہمارے کا سچا جانتے ہیں پس بسبب اس استہزاء کے کمال مضبوطی ہماری کفر کے اندر ظاہر ہو گی اس واسطے کہ جو کوئی جس چیز کا استہزاء کرتا ہے اس چیز کو سبک اور خفیف جانتا ہے اور ہرگز اعتبار اُس کا نہیں رکھتا ہے اب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہرچند یہ گروہ ہر وقت میں اہلِ ایمان کو محل استہزاء اور استخفاف کا بناتے ہیں حالانکہ یہ گروہ ہمیشہ محل استہزاء اور استخفاف عالم الغیوب کے میں پڑے ہوتے ہیں اور ساتھ تجدد امثال کے کسی وقت میں استخفاف اور استہزاء اُس جناب کے سے خالی نہیں رہتے ہیں اس واسطے کہ اَللّٰہُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ یعنی اللہ خود استہزا اونکے ساتھ کرتا ہے اس واسطے کہ مسلمانوں کو ساتھ تعرض نہ کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ دم بدم نفاق اُن کا زیادہ ہو اور بسبب زیادتی نفاق کے مستحق عذاب کے ہوں کہ رنج اور مشقت اس کی مال اور جان کے جانے سے بھی زیادہ سخت ہے اس واسطے کہ مال اور جان کا جانا دُنیا کی زندگی میں ضرر کرتا ہے اور بس اور یہ نفاق حیات ابدی کے واسطے مضر ہے پس گویا اُس جناب کی طرف اُن کے ساتھ معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ بے عقلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ کرنا چاہیئے

کر کنکریاں دے دیں اور یاقوت لے لیں اور اسی سبب سے ہے کہ حق تعالیٰ ان کو جلدی سے دنیا
میں مواخذہ نہیں فرماتا ہے بلکہ فرصت دیتا ہے وَيَمُدُّهُمْ یعنی اور مہلت دراز دیتا ہے
اُن کو تاکہ مستغرق اور ڈوبے ہوئے ہوں فِي طُغْيَانِهِمْ سرکشی اپنی میں يَعْمَهُونَ یعنی اندھے
دل کے ہیں اور بُرائی حال اپنے سے بے خبر ہیں اس جگہ جاننا چاہیئے کہ ابتداءً اپنی طرف سے
کسی کی استہزاء اور ہنسی کرنی جہالت ہے جیسا کہ اسی سورۃ میں آوے گا کہ قَالُوٓا اَتَتَّخِذُنَا
هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ لیکن استہزاء کے جواب میں
استہزاء کرنا عین حکمت اور کمال انصاف ہے جیسا کہ اس آیت میں واقع ہے خصوصاً جو کوئی
محبوبوں اپنے سے استہزاء کرتا ہے محبوبوں کی طرف سے واسطے انتقام کے جواب استہزاء
کا دینا عالم محبت میں واجبات سے ہے اور اس آیت میں اس مقصد کی نظر سے کمال بزرگی شان
خالص مسلمانوں کی نکلتی ہے کہ حق تعالیٰ ان کی حمایت کے واسطے استہزاء منافقوں کا
جواب آپ اُن کی طرف سے دیتا ہے اور یہ کہ اس آیت میں دلیل صریح ہے اُوپر رد کرنے
وجوب اصلح کے کہ مذہب معتزلوں کا ہے اس واسطے کہ رکھنا منافقین کا سرکشی اور سیاہ دلی
میں کسی وجہ سے منافقوں کے حق میں اصلح نہیں ہے اور لغت عرب میں جیسا کہ اندھے ہونے
آنکھ کو عمی کہتے ہیں دل کے اندھے ہونے کو عمہ کہتے ہیں اور یہ گروہ کیونکر قابل استہزاء الٰہی
کے نہ ہوں حالانکہ جو معاملہ کہ انھوں نے خدا کے ساتھ کیا ہے کمال بے وقوفی اُن
کی اُس میں ظاہر ہوئی اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
یہ گروہ لوگ ہیں کہ خرید کی ہے گمراہی نفاق کی ساتھ دے دینے ہدایت ایمان کی اس واسطے
کہ جب انھوں نے کلمہ اسلام کا زبان پر چلایا کچھ ان کو ساتھ حقیقت ایمان کے ایک ربط
پیدا ہوا اور گویا مالک اُس کے ہوئے پھر بسبب نفاق باطنی اپنے کے اُس ایمان کو اپنے ہاتھ
میں لائے تھے برباد کیا اور گمراہی نفاق کی اپنے واسطے اُس کے بدلے میں اختیار کی باوجودیکہ
ایمان میں سراسر نفع دو جہانوں کا تھا اور نفاق میں نقصان آخرت کا موجود ہے اور خسارہ
دُنیا کا ہرچند کہ نفاق میں معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن ہرگاہ کہ خدا کی طرف سے رُسوائی اُن
کے حال کی ہوئی اور مسلمانوں کو اُس پہ اطلاع فرمائی اور قرآن مجید میں اُن کے نفاق کا

ذکر فرمایا اور ایسا مشہور ہوا اور ظاہر ہوا کہ مکتبوں میں لڑکے بھی تلاوت کرتے ہیں دُنیا کا
خسارہ بھی بُری طرح سے اُن کی طرف عائد ہوا پس یہ سودا اُن کا مانند سودے اُس شخص کے
ہے کہ تریاق کو زہر ہلاہل کے بدلے خریدا ہو فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ یعنی پس اُن کی
سوداگری نے اُنھیں کچھ فائدہ نہ دیا اس واسطے کہ دُنیا میں بھی نفع نہیں رکھتی ہے اور
آخرت اپنی کو بھی برباد کیا اس واسطے کہ اصل مال آخرت کا کہ ایمان ہے اس نفاق کے
بدلے میں ہارا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِيْنَ یعنی اور نہ ہوئے وہ راہ پانے والے اس واسطے
کہ فقط ایمان زبانی کہ اب بھی رکھتے ہیں ہدایت نہیں ہے اور اگر بالفرض ہدایت بھی ہو
پس اس صورت میں ہے کہ اعتقاد دل کا مخالف اُس کے نہ ہو اور اس جگہ تکذیب اور انکار
اس کے بدلے میں حاصل ہو پس اس معاملہ میں کسی طرح نفع پانے والے نہ ہوتے اور اگرچہ
سعادت دُنیا کی سعادت ابدی کے بدلے میں حاصل کرنے میں بھی خسارہ تھا چہ جائے کہ
اسکے ساتھ سعادت دُنیا کی بھی ہاتھ میں نہ لائے اور مفت بربادی اور اس سے زیادہ کیا حمق
ہوگا لیکن بسبب کمال حمق اپنے کے صرف کلمہ توحید کو زبان سے کہنے کو مرتبہ کمال کا جانتے
ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مقصود جاری کرنے اس کلمے سے اُوپر زبان کے نگاہ رکھنا مال اور
جان کا ہے اور اُس کو ہم نے حاصل کیا بعد اُس کے اور مرتبوں سے ہم کو بے پروائی حاصل
ہوئی پس مَثَلُهُمْ یعنی تمثیل اُن کی اس کوتاہ نظری اور غلط فہمی اور خریدنے گمراہی اور
تاریکی کہ ہدایت اور نور کے بدلے میں كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا یعنی مانند تمثیل اُس
شخص کی ہے کہ روشن کیا اس نے آگ کو تاکہ شعلہ اُس کا بلند ہوا اور بسبب اُس کے روشنی
اور گرمی اور پکانا طعام کا اور منافع آگ کے حاصل ہوں ایسے ہی اس گروہ نے بھی جانا
کہ نور جبلی ایمان کا کہ ہر شخص کی استعداد میں رکھا ہے بیچ صحبت پیغمبر علیہ السلام اور
رفاقت اہل ایمان کے روشن اور قوی کریں تاکہ منافع اس نور کے ظاہر ہونا کہ حقائق اور
معارف کا اور گرمی شوق اور ذوق کی عبادتوں اور ذکروں میں اور پختہ ہونا اخلاق اور
خصلتوں کا ہے حاصل ہوں فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ یعنی پس جس وقت کہ روشن کیا
اُس آگ نے گرد و پیش روشن کرنے والے کا اور کسی قدر روشنی اُس کی سے آنکھ اُس کی کھلی

ظاہر ہونا

اور دیکھنے لگا اور جزا لما کی محذوف ہے یعنی اطفاء ھا حاصل یہ ہے کہ اُس آگ کو بجھا دیا اس گمان سے کہ اب مجھ کو کیا حاجت ہے کہ اور اُس آگ کو روشن کروں اس واسطے کہ آنکھ میری کھُل گئی ہے خود بخود ہر چیز کو میں دیکھ لوں گا اور جس قدر گرمی کہ میں نے حاصل کی ہے مجھ کو کفایت کرے گی بہتر یہ ہے کہ تاریکی میں بیٹھوں اور محنت روشن کرنے آگ کی نہ کھینچوں اور منت طلب کرنے لکڑی اور پھوس وغیرہ کی نہ اٹھاؤں ایسے ہی یہ گروہ بسبب صحبت سرسری آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں میں مل جانے کے تھوڑی سی بینائی بصیرت کی پیدا کر کے قناعت کرنے والے ہوئے کافی سمجھا اور اور یہ جانا کہ جان اور مال ہمارا کہ گرد اور پیش ہمارے ہے حمایت مسلمانوں میں داخل ہے اب کس واسطے محنت مراتب ایمان کے طے کرنے کی کھینچنی چاہیے اور تلخی جدائی ۔ رشتہ داروں اور کنبے کے لوگوں کی اور چھوڑنا وطن کا کیا مزہ رکھتا ہے جب اسی حالت مرے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ بالکل لے گیا اللہ نور اُن کا کہ حاصل کیا تھا اس واسطے کہ فائدہ اس کا فقط نگاہ رکھنا جان اور مال کا تھا اور یہ فائدہ بعد مرنے کے جاتا رہا وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ یعنی اور چھوڑا اُن کو حق تعالیٰ نے بعد مرنے کے اندھیروں میں کہ ہر گز کسی چیز کو نہیں دیکھتے ہیں اور کسی طرح سے حیلہ خلاصی کا ان تاریکیوں سے ان کی نظر میں نہیں آتا ہے اور ظلمات کو جمع اس واسطے لاتے ہیں کہ ان منافقوں کو بعد مرنے کے کئی قسم

بیان تاریکیوں کا

کے اندھیرے گھیر لیں گے اوّل اندھیرا کفر کا دوسرا اندھیرا مکر اور فریب کا کہ اللہ سے اور مسلمانوں سے کرتے تھے تیسرا اندھیرا جھوٹ اور افترا کا کہ اپنے تئیں مومن کہتے تھے۔ چوتھا طعن کرنے اور بُرا کہنے مسلمانوں خالص کا کہ ان کو احمق اور بے وقوف کہتے تھے پانچواں اندھیرا جہل مرکب کا کہ فساد اپنے کو اصلاح جانتے تھے چھٹا اندھیرا گناہوں اور شہوتوں کا کہ پیشہ نفاق کو حیلہ اپنے اعمال شنیعہ کا قرار دیا تھا ساتواں اندھیرا سختیوں اور مشقتوں اُس جگہ کا کہ طرح طرح کے عذابوں اور غضب الٰہی میں گرفتار ہوں گے پس یہ تمثیل اُن کی ہے کہ اگر سُنیں لیکن یہ لوگ دُنیا میں صُمٌّ یعنی بہرے ہیں ہر گز حق بات کو نہیں سُنتے ہیں اور اگر سُنتے ہیں تدارک حال اپنے کا نہیں کرتے ہیں اس طرح سے کہ ایمان خالص

ظاہر کریں اور عذر تقصیروں اپنی کا کر پیغمبر کے جناب میں اور مسلمانوں خالص کے حق میں کی تھیں زبان سے
عمل میں لائیں نہ لائے اس واسطے کہ وہ گونگے ہیں سوائے کفر کے کہ ان کے دل میں بھرا ہوا ہے اور کچھ
زبان سے نہیں کہہ سکتے اور اگر بناوٹ اور تکلف کی راہ سے قصد گویائی کا بھی کریں پس اُس وقت در پے تدارک
ور اصلاح حال اپنے کے ہوں اور بھلائی ایمان کی اور بُرائی نفاق کی نظر کے سامنے آئے لیکن خوبی ایمان کی اور زبونی نفاق
کی بسبب گھیر لینے تاریکیوں کے اُن کی نظر سے غائب ہے اس واسطے کہ وہ لوگ عمی یعنی اندھے ہیں کہ خوبی اور برائی اشیا کی
کی نہیں دیکھ سکتے فھم لا یرجعون یعنی پس یہ لوگ ہرچند قصد پھرنے اس حالت سے کا کریں لیکن لا یرجعون یعنی ہرگز پھر نہ سکیں گے اس واسطے کہ موت
جو چیز کہ دنیا میں جوہر روح کے اندر محکم ہوئی ہرگز دور نہیں ہو سکتی اور تدارک اُس کا امکان
کے درجہ سے باہر ہے اور جتنی حواس اور قوتیں ہیں اس میں تابع اُسی کیفیت کے کہ دل
میں بیٹھی ہوئی ہے ہوتی ہیں اور مخالف اُس کے دیکھنا اور سُننا اور کہنا اُس حال میں کسی
سے نہ ہو سکے گا لیکن آثار جزا اُس کیفیت کے اُسی کیفیت کے ساتھ مرتب ہوں گے اس
واسطے کہ وہ کیفیت ملزوم ہے اور آثار اُس کے لازم ہیں اور ملزوم کا وجود بغیر لازم کے
متحقق نہیں ہوتا ہے اور اُن آثار کے واسطے علیحدہ سُننا اور دیکھنا اعتبار کرنا ضروری نہیں
بلکہ اس کیفیت کے ادراک کے ساتھ اُنکا ادراک بھی ہو جائے گا اور یہی ہیں معنی عذاب
کے اور اسی واسطے اجماع اہل عقل اور اہل شرع کا اس پر ہے کہ بعد موت کے کسب دُنیا
کا ممکن نہیں اور وہ کسب کہ زندگی میں کئے تھے اُن کا دُور کرنا بھی ممکن نہیں جیسا کہ سورۃ
بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ یعنی ہر انسان چپٹا
دی ہے ہم نے بُری قسمت اُس کی پیچ گردن اُس کی کے اور جو کہ دوسری آیتوں میں فرمایا
ہے کہ کافر اور منافق بعد موت کے قیامت کے دن تیز حواس ہوں گے اور سُننا دیکھنا ان
کا ترقی کرے گا جیسا کہ سورۃ مریم میں کہ اسمع بہم وابصر یوم یاتوننا پس مخالف
اس آیت کے نہیں اس واسطے کہ تیزی حواس ان کے کی اس بات میں ہوگی کہ جزا اعمال
اپنے کی کہ زندگی میں کئے تھے بخوبی معلوم کریں گے اور تیزی حواس کی اس واسطے نہ ہوگی
کہ حق کو دریافت کریں اور اگر دریافت کرنا حق کا بھی اُن کے نصیب ہیں اُس عالم میں ہوگا
تو محض بطریق حسرت اور افسوس کے ہوگا نہ واسطے کسب تہذیب کے تاکہ مفید پڑے مانند دق

والے کے کہ اگر اُس کو اخیر درجہ کا دق نہیں تب بھی جو تدبیرا پنی صحت مزدریہ اور اسباب مرض کی نفی میں دریا فت ظاہر ہووے بجز حسرت اور ندامت اور تاسف کے کچھ اثر نہ رکھے اعاذنا اللّٰہ من امثال ھذہ الحالات فی الدنیا والاخرۃ اور ہوسکتا ہے کہ جواب لما کا ذھب اللّٰہ بنورھم ہووے اس واسطے کہ تمام عمر اُن کی بیچ روشن کرنے گردو پیش اپنے کے گزری اور جس وقت اس جہان سے روانہ ہوتے اُس نور کو گم کیا اور اکثر مفسرین نے ذھب اللّٰہ بنورھم کو تشبیہ اور تمثیل میں داخل کیا ہے اور نور کے لے جانے سے مراد یہ کہی ہے کہ دُنیا میں توفیق بندگی کی آنکھ حاصل نہ ہوئی غلطان میں مبتلا رہے لیکن اس تقدیر پر ایک خدشہ قوی ہے اس واسطے کہ اثر ایمان لسانی اُن کے کا کہ مُراد ہے اُس نور سے جو دُنیا میں ان کے واسطے حاصل ہے کبھی اُن سے جُدا نہیں ہوا اور ہمیشہ جان اور مال اُن کے محفوظ رہے اور مسلمانوں نے ان سے تعرض نہ کیا پس معنی ذھب اللّٰہ بنورھم کے کیا ہوویں گے اور اثر ایمان اُن کے کا زیادہ اس سے نہ تھا کہ بیان ہوا اور زائل نہیں ہوا کہ اس کے بدلے میں تاریکی لائی جاتی پس مراد نہیں مگر حالت آخرت کی کہ بعد موت کے در پیش ہو گی اور ہر چند یہ تمثیل بیچ بیان کرنے خسارہ منافقین کے کہ گمراہی کے خریدنے اور ہدایت کے دینے میں لائی گئی ہے کافی اور شافی ہے لیکن پر اگر حال ان کے پر کہ بعد خرید و فروخت کے ہوا نظر کی جاتے اور طرف نفرت تام اور روگردانی ما لا کلام کے کہ اُن کیلئے اسباب ہدایت کے مہیا ہونے کے باوجود دیکھا جاتے تمثیل دُوسری موافق حال اُن کے کے پڑتی ہے پس سُننے والے کو اختیار ہے اگر چاہے اس تمثیل دُوسری کو بھی ملاحظہ کرے جیسا کہ فرماتے ہیں اَوْ یعنی یا تمثیل اُن کی خرید کرنے گمراہی اور ہدایت کے دینے میں باوجود تنفر تام کے اسباب ہدایت کے سے کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ یعنی مانند اس شخص کے ہے کہ مکان بہت مینہ والے سے کہ آسمان سے برستا ہے بھاگ کر اس کے بدلے میں قحط والے مکان کو اختیار کرے جب یہ گروہ منافقوں کے اسلام سے کہ مکان بارش نفع علموں کا ہے اور جگہ اُترنے روشنیوں اور برکتوں فیوضات الٰہیہ ہے آسمان کے مینہ اسلام سے بھاگ کر کفر کو کہ وہ جگہ قحط کی ہے کہ نہ علم نفع دینے والا اُس میں آسمان سے برستا ہے اور نہ روشنیاں اور برکتیں اعمال صالحہ کی اس میں نزول کرتی ہیں مادی اور

سکن اپنا اختیار کیا اور اپنے خیال میں اس معاوضہ کو عین حکمت اور دانائی جانتے ہیں اس واسطے کہ بارش کی جگہ میں خوف تکلیفوں کا رکھتے ہیں بسبب اس کے کہ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ یعنی اس مینہ میں اندھیرے ہیں اوّل اندھیرا ابر کا کہ نہایت گہرا ہے کہ ہر تہ اس کی گویا ایک اندھیرا جدا جدا ہے دوسرا اندھیرا بوندوں بے شمار کا کہ بل کر برستی ہیں تیسرا اندھیرا رات کا اور ہر چند ذکر رات کا اس تمثیل میں صراحۃً نہیں آیا لیکن ذکر کرنے برق اور کلما اضاء لھم مشوا فیه واذا اظلم علیہم قاموا سے قریب تصریح کے ہو گیا کہ یہ رات ہی کا ذکر ہے اس واسطے کہ یہ حالت نہیں ہوتی ہے مگر رات میں وَرَعْدٌ یعنی اور اس مینہ میں آواز ہولناک ہے کہ سنی جاتی ہے ابر سے خواہ بسبب ٹکرانے بادلوں کے ہو یا بسبب پھاڑنے اجزا دخانیہ کے وَّبَرْقٌ یعنی علاوہ اُس مینہ کے اور بجلی بھی چمکتی ہے کہ آنکھ کو خیرہ کرتی ہے ایسے ہی یہ گروہ منافقوں کے اسلام لانے میں اذیتوں کا خوف رکھتے ہیں اور مطاعن جاہلوں اور مشقتیں جہاد کی اور گھر بار کو ترک کرنا اور کنبے قبیلے سے جدا ہونا ان کی نظر میں تاریکیاں دکھائی دیتے ہیں اور تہدیدات شرعی کہ اوپر شہوت رانی اور غصہ کے اسلام میں سنتے ہیں مانند رعد سخت کے اُن کے جگروں کو پھاڑتی ہیں اور انوار جلالیہ الٰہیہ کہ دلیلوں اور معجزوں سے چمکتے ہیں بینائی بصیرت اُن کی کو خیرہ کرتے ہیں اور اُن کو مانند بجلی کے جانتے ہیں بلکہ جیسے کہ بھاگنے والے مینہ کی جگہ سے یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ یعنی لاتے ہیں انگلیاں اپنی فِیْٓ اٰذَانِهِمْ بیچ سوراخ کانوں اپنے کے ڈر سے مِّنَ الصَّوَاعِقِ یعنی تاثیر آواز تند رعد اور گرتے آگ بجلی کی سے حَذَرَ الْمَوْتِ یعنی بسبب خوف مرنے کے مبادا وہ آواز تند صدمہ دل کو پہنچاوے اور موت کی طرف پہنچا جاوے ایسے ہی یہ گروہ منافقوں کا بھی سننے تہدیدات شرعیہ کے سے کان اپنے بند کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ سننے اُس تہدیدات ہولناک سے شہوت اور غصہ کہ باعث لذتوں زندگی دنیا کا ہے مرتا ہے اور یہ بھاگنا اُن کو کچھ فائدہ نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ یہ لوگ خدا کے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتے ۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ یعنی اور خدا ہر طرف سے پکڑنے والا ہے کافروں کو قہر اُس کے سے خلاصی نہیں پائیں گے اس واسطے کہ اگر قہر تشریعی اُس کے سے بھاگے قہر تکوینی

اس کے سے کس طرح بھاگیں گے یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کریگا
ہرگز نہیں بھاگ سکیں گے اور اگر سُننے تہدیدات قرانی سے
کانوں اپنوں کو بند کیا سننے آواز گھوڑوں غازیوں اور آوازہ تلواروں
اور نیزوں مجاہدین اور نعرے تند اُن کے سے کیوں کر
کان اپنے بند کر سکیں گے اور جیسا کہ مینہ سے بھاگنے والوں کو
چمک بجلی کی موجب خوف کا ہوتی ہے ساتھ اس حد کے یَکَادُ الْبَرْقُ
یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ یعنی نزدیک ہے کہ تیزی چمک بجلی کی بینائی ان
کی اچک لے اور ان کو اندھا کرے ایسے ایسے ہی روشنیاں دلیلوں
ظاہر کی بینائی بصیرت ان خناش کی خصلتوں کی اندھا کرتی ہیں اور
جیسا کہ مینہ سے بھاگنے والوں کو بسبب تاریکیوں بارش کے
حیرت اور بائیں دائیں چلنا سرزد ہوتا ہے ساتھ اس حد کے کُلَّمَا
اَضَآءَ لَهُمْ یعنے ہر گاہ کہ روشن ہوتا ہے واسطے ان کے عالم بسبب
چمکنے بجلی کے مَشَوْا فِيْهِ یعنی راستہ چلتے ہیں اس کی روشنی میں ایسے ہی
یہ گروہ منافقین کے جس وقت غلبہ نور اسلام کا اور ظاہر ہونا
معجزات قویہ کا پاتے ہیں ظاہر میں اوپر طریق حق کے مستقیم ہوتی ہے
وَ اور جیسا کہ بھاگنے والے مینہ کے اِذَآ اَظْلَمَ یعنے جس وقت تاریک
ہوتا ہے جہاں عَلَيْهِمْ یعنے اوپر ان کے بسبب چلے جانے روشنی بجلی
کے یعنی ٹھہر جاتے ہیں اور راستہ نہیں چل سکتے ایسے ہی یہ گروہ
منافقوں کے جس وقت کوئی اذیت ان کے اوپر اسلام میں ظاہر ہوتی
ہے اپنے کفر پر جاتے ہیں اور کلمہ بے دینی اور نفاق کے ان کے
وقوع میں آتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ مینہ ہر چند اس قسم کی
مشقتیں اور اذیتیں رکھتا ہے اور اوپر حاسہ سمع اور بینائی کے صدمہ
پہنچاتا ہے لیکن جو نفع کہ اس سے اُمید کئے جاتے ہیں ہزاروں حصے

زیادہ اٹھانے ان مشقتوں اور قبول کرنے ان صدموں کے سے بہتر ہیں اور باوجود اس کے بھاگنا اس سے فائدہ نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ اسباب مشقت کے کارخانہ خدائی میں منحصر اس میں نہیں ہیں کفر میں بھی اسباب مشقت کے کارخانہ خدائی میں صدمہ جو اس کے بھی منحصر اس میں نہیں ہیں کہ کفر کی حالت میں بھی پہنچتے ہیں بلکہ باوجود اس قدر احتیاط ان کی کہ انگلیاں اپنی لسبب خوف آواز رعد کے کانوں میں کرتے ہیں اور چمک بجلی کی سے بھاگتے ہیں خدائے تعالیٰ کو طاقت ہے کہ کان ان کے بہرے اور آنکھیں ان کی اندھی کرے بلکہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ یعنی اگر چاہے اللہ تعالیٰ لے جاوے شنوائی ان کی اور بینائی ان کی بغیر رعد اور بجلی کے اس واسطے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور قدرت اس کی محتاج طرف کسی سبب کے نہیں اور کوئی مانع اس کو منع نہیں کرسکتا جو چاہے اپنی قدرت سے کرے پس جو مکان کے اس میں نفع بے نہایت ہے تھوڑے ضرر کے خیال سے کسی واسطے چھوڑنا چاہیئے علی الخصوص کہ چھوڑ دینے میں بھی یقین خلاصی اس کا ضرر سے نہ ہو باقی رہے اس جگہ کئی سوال کہ مفسرین اس مقام میں در پے جواب ان کے ہوتے ہیں اول یہ کہ فلما اضاءت ما حولہ کے لفظ کو مناسب ایسا تھا کہ ذہب اللہ بضوءہم فرماتے ذہب اللہ بنورہم کس واسطے کہ لفظ اضاءت میں مادہ ضوء کا موجود ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ضوء کا استعمال بیشتر معنی بالذات کے اثر میں ہوتا ہے اور نور عام ہے خواہ اثر معنی بالذات کا ہو خواہ اثر معنی بالعرض کا جیسا کہ بیچ آیت

هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا

کے طرف۔ . . . .

اُس کے اشارہ ہے پس پیچ مقام بیان بے اثر ہونے اُس آگ کے ذھب اللّٰہ بنورھم
مناسب زیادہ ہوا تاکہ دلالت کرے اوپر اُس کے کہ اثر اُس آگ کا خواہ بواسطہ ہو خواہ
بے واسطہ سب برباد گیا اور کچھ نام اور نشان اُس کا باقی نہ رہا یہ توجیہ جواب کے اُوپر
اس تقدیر سے ہے کہ ذھب اللّٰہ بنورھم تمثیل میں داخل اور جواب لمّا کا ہوا اور اگر
موافق تفسیر لکھی ہوئی کے ذھب اللّٰہ بنورھم بیان حال منافقین کا ہو بعد مرنے کے
اور داخل تمثیل میں نہ ہو پس وجہ اس کی یہ ہے کہ ضوء کا استعمال ظاہر کی روشنی میں ہوتا
ہے اور اس جگہ منظور برباد کرنا روشنی ایمان کا تھا کہ معنوی ہے پس استعمال لفظ نور کا
ضرور ہوا تاکہ خیال سُننے والے کا طرف روشنی ظاہری کے نہ جائے دوسرا سوال یہ ہے اس
آیت میں کہ حال دنیاوی کافروں کا اس میں بیان ہے اوّل بہرا ہونا بعد اُس کے گونگا ہونا
بعد اُس کے اندھا ہونا بیان فرمایا ہے اور دُوسری آیت میں کہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے
یعنی و نحشرھم یوم القیٰمۃ علی وجوھھم عمیا وبکما وصما بیان حال اخروی
کافروں کا اُس میں ہے اندھے ہونے کو اوپر گونگے ہونے کے اور گونگے ہونے کو اوپر
بہرے ہونے کے مقدم کیا نکتہ بیچ بدلنے اس اسلوب کے کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ
دنیا میں حقائق الٰہیہ اور حقائق اُخرویہ مخفی اور پوشیدہ ہیں اور اکثر آدمی اُن حقائق
سے اندھے ہیں کہ علم اُن کا نہیں رکھتے اور طریق اُن کے معلوم کرنے کا یہی ہے کہ واعظین
اور مرشدین اور پیغمبر کہ اُن حقائق کو دیکھتے ہیں اور طرف ہمارے پہنچاتے ہیں اُن کے
فرمانے کو سُنتے ہیں اور بعد سُننے کے اگر شبہ اور خلجان کسی طرح کا باقی رہے ہے تفتیش اور تحقیق
کرتے ہیں بعد تحقیق کے نشانیاں حقیقت کی ظاہر ہوتی ہیں اور حجاب اُٹھ جاتا ہے اور
اندھا پن نہیں رہتا پس فقدان ان تینوں مرتبوں کا دُنیا میں اسی ترتیب سے بیان فرمایا اور آخرت
میں کہ حجاب بالکل اُٹھ جائے گا اور پردہ نہ رہے گا اور آدمی ہر شے خود بخود معلوم کرے گا
واعظ اور مرشد وغیرہ اُس جگہ درکار نہیں کہ العیان لا یحتاج الی البیان پس طریق گم ہو جانے
دریافت حقائق کا اس مقام میں یہی ہے کہ پہلی آنکھیں حقیقت میں اندھی ہو جائیں بعد
اُس کے آلہ سوال اور تفتیش کا کہ نطق اور حرف صوت ہے جاتا رہے بعد اُس کے اگر بغیر سوال

اور تفتیش کے بھی کوئی آواز کان میں پہنچے محسوس نہ ہوگی۔ لاچار آخرت کی نسبت سے یہی ترتیب مناسب زیادہ ہوئی۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ لفظ او کلام عرب میں شک کے واسطے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبروں میں شک کی گنجائش نہیں پس استعمال کلمہ او کا بیچ او کصیب من السماء کے کیا وجہ رکھتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ اصل میں کلمہ او کا کلام خبری میں واسطے شک کے ہے لیکن جس وقت کلام خبری متضمن تخییر اور تسویہ کے ہو لفظ او کا شک کے معنوں سے مجرد کر کے لاتے ہیں اور تسویہ اور تخییر میں استعمال کرتے ہیں اور اس جگہ واسطے ظاہر کرنے اس کے کہ دونوں تشبیہیں جواز میں برابر ہیں اس کلمہ کو لاتے ہیں۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ منافقوں کے حال کی تشبیہ دونوں طرح جائز ہے خواہ مشبہ بہ اُن کے حال کا حال روشن کرنے والے آگ کا کہ جلدی سے اپنی آگ کو اُس نے بجھا دیا کیا جائے یعنی جیسا اُس شخص نے اپنی آگ بجھا کر نقصان اور خسارہ پایا ایسا ہی اُن منافقوں نے بھی کہ آخرت کے بدلے دُنیا کو لیا اور ہدایت کے عوض میں ضلالت کو خریدا اور خسارہ اور نقصان حاصل کیا اور خواہ مشبہ بہ اس کا حال اس شخص کا گردانا جائے کہ مینہ سے بھاگتا ہے اور رعد اور تاریکی سے ڈرتا ہے یعنی جیسا کہ وہ شخص نفع کی جگہ سے بسبب تھوڑے سے خوف کے بھاگتا ہے۔ یہ لوگ بھی بسبب وہم کرنے تھوڑے ضرر کے اور خوف مشقت کے کہ اسلام میں ہے بڑے بڑے فائدوں کو ترک کرتے ہیں پس سامع کو اختیار ہے خواہ اس تشبیہ کو کہ مینہ اور اعلد برق کی ہے سُنے یا اُس تشبیہ کو دونوں تشبیہیں بیچ تصویر حال اُس کے کے برابر ہیں چوتھا سوال یہ ہے کہ مینہ سوائے آسمان کے اور طرف سے نہیں آتا پس فائدہ لفظ من السماء کا کیا ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی بارش کا لفظ اور چیزوں میں بھی جن میں مشقت ہے مجازاً استعمال کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں فلانی جگہ نعمت برستی ہے اور فلانے شہر میں زر برستا ہے پس واسطے دفع کرنے توہم اس مجاز کے اس لفظ کے ساتھ تاکید کرنی ضرور ہوئی تاکہ لفظ صیب کو اوپر مینہ مجازی کے محمول نہ کرے جیسا کہ بیچ اذا استیقظ احدکم من منامہ میں کہا ہے کہ غرض زیادہ کرنے لفظ من منامہ کے سے دُور کرنا اُس توہم کا ہے کہ کوئی سامع استیقاظ کو اوپر خبرداری خواب غفلت کے حمل نہ کرے اور اوپر اسی قیاس کے بیچ لفظ

ولا طائر یطیر بجناحیہ کے کہا ہے کہ کوئی طیران کو ساتھ طیران ہمت کے تاویل نہ کرے واللہ طیران جناح ہی سے ہوتا ہے اس کے زیادہ کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ کانوں میں سر انگلی کا ڈالتے ہیں نہ تمام انگلی پس مناسب ایسا تھا کہ یجعلون اناملھم فرماتے نہ اصابعھم اس واسطے اصابع تمام انگلیوں کو کہتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ ڈالنا انگلی کا سوراخ کان میں اس بات کو نہیں چاہتا ہے کہ ساری انگلی اس کے اندر داخل ہو جاتے بلکہ سر انگلی کا جس وقت کان کے سوراخ میں گیا کہہ سکتے ہیں کہ انگلی کان میں آئی اور لفظ اصابع کے لانے میں کہ نام تمام انگلی کا ہے ایک نوع کا مبالغہ سمجھا جاتا ہے گویا ارشاد ہوتا ہے کہ بسبب کمال خوف اور ڈر کے چاہتے ہیں کہ تمام انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخ میں ڈال لیں تاکہ کسی وجہ سے آواز سخت رعد کی اُن کے کان میں نہ آوے۔ چھٹا سوال یہ ہے کہ مینہ ابر سے برستا ہے نہ آسمان سے پس او کصیب من السماء کے کیا معنی ہوں گے جواب اس کا یہ ہے ہر چند کہ مینہ ابر سے برستا ہے لیکن پیدا ہونا ابر کا موقوف اوضاع آسمانی پر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ مینہ آسمان سے آتا ہے۔

پیدائش ابر و رعد وغیرہ کی

معہذا مراد آسمان سے طرف آسمان کی ہے نہ جرم آسمان کا اور ابر آسمان کی طرف میں ہے اگرچہ آسمان میں نہ ہو اس جگہ حکمت والوں نے کہا ہے کہ جس وقت قوتیں فلکیہ عناصر میں تاثیر کرتی ہیں بسبب گرمی پیدا کرنے اور تبخیر کے عناصر حرکت میں آتے ہیں اور آپس میں مخلوط ہوتے ہیں اور عناصر کے آپس میں ملتے جانے سے مخلوقات طرح طرح کی پیدا ہوتی ہیں مثلاً جب گرمی موسم گرما کی عناصر میں تاثیر قوی کرتی ہے دریا سے بخار اور زمین سے دھواں اٹھتا ہے اور طرف آسمان کے جاتا ہے پس دھواں کبھی ہوا کے جزو سے آگے بڑھ جاتا ہے اور کرہ آگ تک پہنچتا ہے اور وہاں جا کر روشن ہو جاتا ہے اور کبھی کئی روز تک اس کا روشن ہونا باقی رہتا ہے اور ستارہ دُم دار کی صورت اور نیزہ کی شکل نمودار ہوتی ہے اور اگر جلدی سے بعد روشن ہونے کے غائب ہو جاتا ہے شہاب ہوتا ہے اور کبھی مشتعل نہیں ہوتا ہے بلکہ احتراق قبول کرتا ہے اور علامات سرخ اور سیاہ آسمان اور زمین کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں اور بخار زمین سے جب اُٹھتا ہے کئی قسم کا ہوتا ہے اور بہت بلند جاتا ہے۔

اور ایسے مکان پر پہنچتا ہے کہ عکس شعاع آفتاب کا زمین سے اُٹھتا ہے اس مکان کے منقطع ہو جاتا ہے اور سردی اور جم جانا قبول کرتا ہے اور قطرہ قطرہ ہو کر زمین پر گرتا ہے اُس بخار جمے ہوئے کو ابر کہتے ہیں اور کبھی اتنا لطیف نہیں ہوتا ہے بلکہ ثقل بھی اس میں موجود ہوتے ہے اور اسی واسطے بہت بلند نہیں جاتا ہے اور یہ بخار بسبب سردی کے آخر رات کو جلدی سے منجمد ہو کر گرتا ہے اور اُس کو شبنم کہتے ہیں اور کبھی بسبب شدت سردی ہوا کے بخار راستے میں جم کر زمین پر گرتا ہے اور اُس کو اولہ کہتے ہیں اور بھی کہا ہے کہ جس وقت بخار اور دھواں اور غبار مخلوط ہو کر زمین سے اوپر کو اُٹھتے ہیں اور بعد اُٹھنے کے آپس سے جدا ہوتے ہیں غبار اُٹھا پھرتا ہے اور ہوا تند چلتی ہے باد گولہ پیدا ہوتا ہے اور بخار اور دھواں جس وقت برودت کی حد پر پہنچتے ہیں بخار سرد ہو جاتا ہے اور دھواں اوپر کو جانا چاہتا ہے پس باعث شدت نفوذ کرنے دھویں کے اُوپر کو راستہ چاہتا ہے آواز سخت پیدا ہوتی ہے کہ اُس کو رعد کہتے ہیں اور کبھی بسبب حرکت سخت کے وہ دھواں روشن بھی ہو جاتا ہے اور بجلی دکھائی دیتی ہے اور کبھی بسبب سردی زیادہ کے دھواں جم کر زمین پر گرتا ہے اور اُس کو صاعقہ کہتے ہیں اہل حکمت کے بیان پر اس طرح یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں چونکہ نظر اُن کی ہیں تصور ہی ایسی چیزوں کی پیدائش میں ہوئے استعداد مادہ اور تاثیر صور نوعیہ کی کچھ معلوم نہیں کر سکتا ناچار اسی پر کفایت کرتے ہیں اور حقیقت میں ہمراہ اُن اسباب کے اسباب دوسرے بھی واسطے اس کارخانہ کے بلکہ واسطے تمام کارخانوں جہان کے درکار ہیں کہ وہ ارادہ اور اختیار ارواح مدبرہ کا کہ موکل ان مواد اور صور توں پر ہے اور ان ارواح کو زبان شرع میں ملائکہ اور فرشتے کہتے ہیں اور خصوصیتیں زمانی اور مکانی اور نہ ہونا اثر کا باوجود اجتماع اسباب مادیہ اور صوریہ کے اختلاف اسی ارادہ اور اختیار کے سے ہے اور یہ اسی واسطے شارع نے خبر اخیر علۃ تامۃ کا کہ تعلق ارادہ اور اختیار ارواح مدبرہ کا ہے اعتبار فرمایا ہے اور اتمام اس کارخانہ کا بلکہ تمام کارخانوں جہان کا منسوب طرف فعل فرشتوں کے فرمایا اور ملائکہ کو تابع امر تکوینی جناب باری کا کیا کہ فرشتے اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ہیں فللہ درہ ما ادق نظرہ وما اشدہ اطلاعہ اگر قوت فکریہ انسانیہ بیچ اسباب مادیہ اور صوریہ ہر شے کی غور کرے کمال غفلت منتہی اسباب

سے یعنی ذات باری کی سے یعنی انتہا تمام اسباب کا جس کی طرف ہے اس کو حاصل ہو اور
معرفت سبب کی ہرگز میسر نہ ہو اور اگر نفی اسباب کی بالکل کرے کارخانہ ہر شے کا بلاواسطہ
اور خلقت اسباب کی باطل سمجھے سُبْحٰنَكَ مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا پس جو اعتقاد کہ
اُس کو دنیا اور آخرت میں نفع کرے یہی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی فاعل ہر شے کا بلاواسطہ
ہے لیکن اسباب واسطے عادت اپنی کے درمیان میں لاتا ہے تاکہ معطل ہونا کسی شے کا اور
خالی ہونا حکمت اور قدرت سے لازم نہ آوے و الاّ بیت

از سبب سازیش من سودائیم　　　وز سبب سوزیش سوفسطائیم

اور جب یہ معنی معلوم ہوئے پس جاننا چاہیئے کہ جو کچھ حکما اور فلاسفہ نے بیچ پیدائش
ابر اور مینہ اور رعد اور برق کے کہا ہے محض واسطے صورت باندھنے ان چیزوں کے کہ
قدرت الٰہی سے پیدا ہوئی ہیں ذکر کیا ہے تاکہ عقل سے بعید نہ معلوم ہوں اور ذہن کو مالوف
اوپر ادراک قدرت کے باعتبار اسباب مشہورہ کے ہے قبول کرنے والا واسطے اُن چیزوں
کے کہ قدرت الٰہی سے پیدا ہوئی ہیں ہو ذکر اگلی آیت کی تفسیر میں اور بیچ قصہ عذابوں پہلی
اُمتوں کے انشاء اللہ تعالیٰ اشارہ طرف اس کے آجائے گا اور ہرگاہ بیان فرقوں نیک بختوں
اور بدبختوں کے سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کتاب ہدایت ہے واسطے متقیوں کے کہ
پانچ فرقوں کو شامل ہے اب بیچ بیان اس چیز کے کہ مقصود نازل کرنے اس سورۃ کے سے
ہے شروع فرمایا اور اوپر طریق حاصل کرنے تقوٰی کے کہ سبب نفع پکڑنے کا ساتھ ہدایت
قرآن کے ہے دلالت فرمائے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ جس وقت جانا کہ یہ کتاب واسطے ہدایت
متقیوں کے نازل ہوئی پس چاہیئے کہ فکر تقوٰی کا حاصل کرنے کا کریں اور راستہ اُس کے حاصل
کرنے کا ہم سے سنیں يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ یعنی اے آدمیو! عبادت کرو تم
پروردگار اپنے کی اور منافقوں کے مثل نہ ہو کہ یہ گروہ دینِ اسلام سے کہ سراسر نفع ہے
بسبب تاریکیوں اور شدائد وعدا اور وعید کے بھاگتے ہیں چنانچہ آدمی مینہ سے کہ عین رحمت
ہے بسبب خوف اندھیرے اور رعد اور برق کے بھاگتے ہیں اور ایسی تمثیل اپنے اوپر مطابق
نہ کرو کہ فقط منافقوں کو تہ نظر کے حال کے بیان کرنے کے واسطے لائی گئی ہے اور مفید

عقلی نہیں پس یہ تمثیل معارض دلائل قطعیہ کے کہ اوپر واجب ہونے عبادت کے دلالت کرتی ہیں
نہ ہوگی پھر جو شخص اس اصل محکم کو چھوڑ کر ایسی تمثیل ضعیف کے ساتھ تمسک پکڑے
گویا انسانیت سے نکل گیا اور مفہوم لفظ ناس کے سے باہر ہوا اور حاصل اس تمسک کا
یہ ہے کہ حقیقت ربوبیت کی معبودیت کا تقاضا کرتی ہے اور حقیقت عبدیت کی عابدیت کو
چاہتی ہے خصوصاً جس وقت رب نے بندہ کو ایسی بڑی نعمت دی ہو کہ تمام نعمتیں بعد اُس
نعمت کے موجود ہوتی ہوں اور وہ نعمت پیدا کرنے کی ہے کہ ذات بندہ کو بھی عدم سے طرف
وجود کے لایا اور اس کے اصول کو بھی یعنی جن سے یہ پیدا ہوا ہے اُس نے نیست سے ہست
کیا اس واسطے کہ پروردگار وہ منعم ہے الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ یعنی
وہ کہ پیدا کیا ہے تمہارے تئیں اور اُن آدمیوں کو کہ پہلے تم سے تھے باپ اور دادے تمہارے
اور یہ پیدا کرنا ایک نعمت ہے نہایت عمدہ اس کے بدلے میں ایسا شکر چاہیے کہ کمال درجہ
کا ہو اور وہ عبادت ہے پس معلوم ہوا کہ عبادت کو بندہ سے واسطے نفع اپنے کے نہیں چاہتے
ہیں بلکہ لعلکم تتقون یعنی واسطے اس کے کہ شاید متقی ہو تم اور ساتھ ہدایت قرآن
کے کہ نصیب متقیوں کے ہے نصیب پانے والے ہو اور اسی واسطے محققین نے کہا ہے
کہ حقیقت عبادت کی صحیح کرنی نسبت عبودیت کی ہے اس واسطے کہ جب بندہ نے اپنے تئیں
ممکن پہچانا رب اپنے کو ساتھ وجوب کے پہچانے گا اور جب اپنے تئیں مملوک جانا رب اپنے کو
مالک جانے گا اور جب اپنے تئیں مقہور دیکھا رب اپنے کو قاہر دیکھے گا اور جب اپنے تئیں قدرت
کے تحت دیکھا رب اپنے کو قادر دیکھے گا اور جب اپنے تئیں مامور اور ذلیل پہچانا رب اپنے کو
آمر اور عزیز پہچانے گا اور اُولٰئِک قیاس کے پس حد اپنی سے تجاوز نہ کرے گا اور اس قضیہ عقلیہ
کو منعکس نہ کرے گا اور اپنی قدرت اور تصرف کسی وجہ سے معلوم نہیں کرے گا اور آپ کو
مانند غلام ذلیل کے کہ روبرو خاوند اپنے کے کھڑا ہے اور کمر اطاعت کی باندھے ہوئے منتظر
امر اور نہی کا ہونے والا جانے گا اصمعی نے روایت کی ہے کہ ایک غلام کو آگے ایک شخص کے لائے
تاکہ اس کو خرید کرے اُس شخص نے غلام سے پوچھا کہ نام تیرا کیا ہے، کہا جو نام تو رکھے، اُس
شخص نے پوچھا کیا کھائے گا کہا جو تو مجھ کو کھلائے۔ پھر پوچھا کہ کیا پہنے گا کہا جو تو پہنائے

اُس شخص نے کہا کہ میں تجھ کو خرید دوں غلام نے کہا کہ بندہ کو کوئی خواہش نہیں ہوتی ہے

حقیقت عبادت کی

خواہش اس کی وہی ہے جو خواہش مولے کی ہے اور ہرگاہ کہ معنی عبادت کے صحیح کرنا نسبت
عبودیت کی ہے پس امر فرمانا ساتھ عبادت کے شامل ہے کافر اور مسلمان کو اور بھی شامل
ہے تمام مبادی اور نہایتوں عبادت کو اور اصول اور فروع اُس کے کو کہ شرائع الٰہیہ شرح
اُس کی ہے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ ہر چند حقیقت عبادت کی بمجرد متوجہ ہونے کے طرف حال
نفس اپنے کے اور دیکھنے داغ عبودیت کے اپنے اوپر ظاہر اور روشن ہے لیکن بسبب قصور
بصری اور ضعف قوت فکری کے معرفت معبود کے راستہ کا ایسا نشان دیا ہے کہ بہت آسان
اور ظاہر ہے اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ ہر اہلِ عقل جانتا ہے کہ میں ایک وقت میں معدوم
تھا بعد اُس کے موجود ہوا اور جو چیز بعد عدم کے موجود ہوئے اس کے واسطے ایک پیدا
کرنے والا چاہیئے اور خالق میرا نہ نفس میرا ہے اور نہ ماں باپ میرے اور نہ ہم جنس میرے
اس واسطے کہ یہ سب مانند میرے عاجز ہیں۔ اگرچہ پوست میرے بدن کا بسبب کسی صدمہ کے
اُتر جاوے اُن کو یہ طاقت نہیں کہ اُس چمڑے کو نئے سرے سے پیدا کریں اور طبیعتیں فصلوں
اور آسمانوں اور عناصر اور کواکب کی بھی خالق نہیں ہوسکتیں اس واسطے کہ یہ چیزیں بھی متغیر
اور متبدل ہوتی ہیں پس خالق میرا اور چیز ہے کہ عجز اور حدوث اور تغیر اور تبدل اور نقصان

بیان آیت کی اور مدنی کا

سے پاک ہے اور وہ ذات معبود کی ہے باقی رہیں اس جگہ کئی بحثیں کہ مفسرین نے اُن میں
بہت کلام کئے ہیں اوّل یہ کہ علقمہ سے روایت آئی ہے کہ جس آیت کے اوّل میں یا ایہا الناس
ہے وہ مکی ہے اور جس آیت کے اوّل میں یا ایہا الذین آمنوا ہے مدنی ہے اور یہ دونوں
قاعدے منقوض ہیں اس واسطے کہ یہ آیت مدنی ہے بالاجماع باوجودیکہ اس آیت کی ابتدا
یا ایہا الناس سے ہے اور آیت یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا
کہ سورۂ تحریم میں ہے مکی ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے اوّل میں یا ایہا الذین آمنوا ہے
جواب اس کا یہ ہے کہ معنی مکی اور مدنی کے علقمہ کے کلام میں یہ نہیں ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں
اتری ہو بلکہ مراد اس کی یہ ہے کہ جس جگہ یا ایہا الناس آیا ہے خطاب طرف مشرکین مکہ کے ہے کہ اکثر رہنے والے مکہ کے تھے

اور جس جگہ یاایھاالذین اٰمنوا وارد ہوا ہے خطاب طرف مومنین کے
ہے کہ اکثر مدینہ میں تھے اس واسطے کہ اس وقت میں کفر کے غلبہ
کی جگہ مکہ تھا اور اسلام کے غلبہ کی جگہ مدینہ تھا دوسرے یہ لفظ لعل کا لغت

عرب میں واسطے امید اور توقع کے ہے اور امید اور توقع اس کے شایاں ہے کہ انجام کار
سے آگاہ نہ ہو کلام الٰہی میں کیونکر واقع ہو جواب اس کا یہ ہے کہ حرف امید کا کلام الٰہی میں
دو طرح سے آتا ہے اوّل واسطے نقل کلام حالی یا قالی بندوں کے جیسا کہ لعلہ تیذکر او یخشٰی
اس واسطے کہ حضرت موسٰی اور حضرت ہارون علیٰ نبینا و علیہما السلام جس وقت میں طرف فرعون
کے بھیجے گئے تھے حال اُن کا اس توقع کو چاہتا تھا گو وقوع میں نہ آئی دوسرا طریق یہ ہے کہ
اُمید کی معنی سے مجرد کر کے تعلیل محض میں استعمال کرتے ہیں اور اسی واسطے فرا نے کہا ہے
کہ لعل کلام الٰہی میں معنی لئے کے ہے تیسری بحث یہ ہے کہ عبادت سوا تقوٰی کے اور چیز
نہیں پس لعلکم تتقون ۰ بعد اعبدوا ربکم کے ذکر کرنا ایسا ہے کہ اعبدوا
ربکم لعلکم تعبدون یا بمنزلہ اس کے ہے کہ اتقوا ربکم لعلکم تتقون
کہیں اور یہ کلام نہایت نامناسب ہے جواب اس کا یہ ہے کہ معنی عبادت کے صحیح کرنی
نسبت عبودیت کی ہے اور منتہٰی اس تصحیح کا متصف ہونا ساتھ صفت تقوٰی کے ہے پس
عبادت اور تقوٰی باعتبار نہایت کے آپس میں اتحاد رکھتے ہیں اور باعتبار ابتدا کے فرق
اور تغایر رکھتے ہیں اس جگہ کلام کی بنا اوپر اعتبار ابتدائے حال کے ہے اور احتمال ہے کہ
معنی اتقا کے اس جگہ موافق مفہوم لغوی کے پرہیز کرنا اور اپنے تئیں نگاہ رکھنا ہو یعنی
عبادت اپنے پروردگار کی بجالاؤ تم تاکہ اپنے تئیں اُس کے غصے سے بچاؤ اس واسطے کہ
تلف کرنا حقوق کا موجب غصہ اُس کے کا ہے اور عبادت کے چھوڑنے میں تین حق تلف
ہوتے ہیں اوّل اللہ تعالیٰ کی پرورش کا دوسرے حق عبودیت اپنی کا تیسرے حق نعمت اُس
کی کا کہ ترک کرنا شکر کا لازم آتا ہے اور جو تمثیل کہ منافقین کے حال میں گزری ہے قابل اسکے
نہیں کہ عبادت کے چھوڑنے والے اُس کو اپنے مطلب کے واسطے سند پکڑیں بلکہ وہ تمثیل اوپر
خلاف مدعا ان کے کمال مبالغہ کے ساتھ دلیل ہے اس واسطے کہ انھوں نے متشابہات

ہے بازہے کا نام اسلام سے قرار دیا ہے اور حقیقت میں اسباب دخول اسلام کے جیسیں باعتبار ذات اپنی کے اور یہ کہ باعتبار مبدا اور انتہا اپنی کے اور یہ کہ باعتبار مبدا اور منتہا اور ثمرات کے اس واسطے کہ وہ خالق ہے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا یعنی وہ کہ گرو الملہ ہے اُس نے زمین کو مانند فرش کے واسطے تمہارے کہ اُوپر اس کے قرار پکڑو اور سکونت اختیار کرو باوجود احاطہ دریائے شور کے ہر طرف سے تھوڑا ٹکڑا زمین کا ظاہر کیا اور اس کو نہ ایسا سخت کیا جیسا کہ سنگِ خارا کہ سکونت اور قرار پکڑنا اس پر ممکن نہ ہوا اور نہ اس قدر لطیف اور نرم بنایا مانند پانی اور ہوا اور گارے کے کہ پاؤں اُس پر پھسلے۔ پس گویا تمام زمین مانند فرش کے بچھی ہوئی ہے اور اپنی جگہ ٹھہری ہوئی ہے تاکہ اوپر اس کے خواب کرو اور بیٹھو۔

بیان عجائب صنع الٰہی کا

عجائب مصنوعات الٰہی سے زمین میں وہ ہے کہ اس کو اپنی چیزیں ٹھہرا دیا ہے کہ تمام جہان کا درمیان ہے اس واسطے کہ ہر چیز بھاری بالطبع نیچے کی طرف مائل ہے جیسا کہ ہر چیز ہلکی بالطبع مائل اوپر کی طرف ہوتی ہے نیچے کی طرف زمین کے مرکز کو کہتے ہیں کہ عین درمیان زمین کے نقطہ کا نام ہے اوپر کی طرف وہ جہت ہے کہ آسمان کی طرف جس کا منہ ہو پس جیسا کہ بلند ہونا زمین کا اس طرف سے کہ ہم اوپر اُس کے ہیں آسمان کی طرف کو مستبعد ہے ایسے ہی نیچے کو زمین کا جانا بھی اس جگہ سے بعید ہے اس واسطے کہ نیچے کو جانا زمین کا یہ ہے پس اس تدبیر سے بیچ ٹھہرانے زمین کے حیز اپنی میں کسی چیز کی احتیاج نہیں تاکہ اوپر کی طرف سے کسی شے سے باندھیں یا نیچے کی طرف سے ساتھ کسی ستون کے مضبوطی اُس کی کریں بلکہ میل طبعی اس کی طبیعت میں وسط حقیقی کی طرف رکھا ہے وہی کفایت کرتا ہے کہ نیچے یا اوپر کو نہیں جا سکتی جیسا کہ اس آیت میں اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے تھام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمینوں کو کہ ٹل نہ جائیں اس معنی کی طرف اشارہ ہے اور نعمتیں الٰہی بندوں کے اوپر کہ زمین کی پیدائش میں ہیں یہ ہیں کہ اُس کو مانند پتھر کے سخت نہ کیا اور نہ مانند پانی کے نرم بنایا تاکہ چلنا پھرنا، بیٹھنا سونا وغیرہ اوپر اُس کے آسان ہو اور کھیتی اور عمارت کا بنانا ممکن ہو اور کھودنا کنوؤں کا اور جاری کرنا نہروں کا ہو سکے اور انھیں نعمتوں سے وہ ہے کہ اُس کو نہایت لطیف اور شفاف ہوا کی مانند نہیں کیا تاکہ شعاعیں انوار

آسمانی کی اوپر اس کے مظہریں یعنی اگر لطیف اور شفاف ہوتی شعاعیں اس پر نہ ٹھہریں
اور بسبب ان شعاعوں کے اس کے باطن میں حرارت اور گرمی پیدا ہو اور کھیتی کے کام
میں آوے اور انھیں نعمتوں میں سے وہ ہے کہ طبیعت اُس کی خشک کی تاکہ عناصر رطوبت
والوں کو اُس کی ساتھ خمیر کریں اور قوام مرکبات کے بدنوں کا حاصل ہو اور رجملہ نشانیوں
الہٰی سے کہ زمین میں رکھی ہوئی ہیں مجملاً آیات کی طرف بیچ آیت وفی الارض اٰیات
للموقنین یعنی اور زمین میں نشانیاں ہیں واسطے یقین کرنے والوں کے اشارہ کیا ہے
کتنی چیزیں ہیں بعضی ان میں سے اختلاف زمینوں کا ہے اس طرح پر کہ کوئی سخت ہے
اور کوئی نرم کسی میں روئیدگی خوب ہے کسی میں کم وعلیٰ ہذا القیاس اور اسی نشانی کی طرف
اس آیت میں اشارہ ہے کہ وفی الارض قطع متجاورات یعنی اور زمین میں پاس پاس قطعے ہیں
والی کی اور بعضی نشانی ان میں سے یہ ہے کہ زمینوں کا رنگ جدا جدا ہوتا ہے اس آیت
میں بیان اس کا ہے ومن الجبال جُدَدٌ بیض وحمر مختلف الوانہا و
غرابیب سود یعنی اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سُرخ طرح طرح کے ان
کے رنگ اور بالکل سیاہ اور بعضی ان میں سے ہے اُگنا نباتات کا کہ بیچ آیت والارض
ذات الصدع کے ذکر اس کا ہے اور بعضی ان میں سے یہ ہے کہ بسبب خشکی طبیعت اپنی
کے پانی مینہ کا جذب کر کے کھاتی ہیں اور نگاہ رکھتی ہیں جیسا کہ بیچ آیت والارض
مددناها کے مذکور ہے اور بعضی ان میں سے یہ ہے کہ زمین کی طبیعت میں کرم اور سخاوت رکھی
ہے کہ ایک دانہ لیتی ہے اور سات سو دانہ اس کے بدلے میں دیتی ہے جیسا کہ بیچ اس آیت
کے مذکور ہے کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائہ حبۃ
یعنی جیسے ایک دانہ کہ دانہ اُگیں اس سے سات بالیں ہر ہر بال میں سو سو دانے اور بعضی اُن میں
سے حیات اور موت ہے کہ نمونہ حشر اور قیامت کا ہر سال اُس کے اوپر دیکھا جاتا ہے
جیسا کہ اس آیت میں ہے وآیۃ لهم الارض المیتۃ اَحْیَیْنَاهَا یعنی اور ایک
نشانی ہے زمین مردہ اس کو جلایا ہم نے اور بعضی نشانی اُن میں سے جانور مختلف کہ اس پر
پیدا ہوتے ہیں اسکا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے وبث فیھا من کل دابۃ اور بکھیرے

اُس میں بہت قسم کے جانور اور اُنھیں سے روئیدگیاں طرح طرح کی جیساکہ اس آیت میں بیان ہے وانبتنافیھامن کل زوج بھیج یعنی اور روئیدگی کی ہم نے ہر ہر قسم کی رونق کی چیز اور اگر سبزیوں اور بوٹیوں کے حال میں تامل کیا جائے پس رنگتیں جدا جدا کر ان میں پائی جاتی ہیں یہ بڑی نشانی ہے اور مزے جدا جدا ہونا نشانی دوسری ہے اور بوٹیاں مختلف ہونی یہ اور نشانی ہے پھر بعضی ان میں سے قوت آدمیوں کا ہیں اور بعضی قوت جانوروں کا خواہ چرند ہوں خواہ پرند اور بعضی ان میں سے کھانے کی چیزیں ہیں اور بعضی سالن ہیں اور بعضی دوا اور بعضی میوہ ہیں اور بعضی لباس آدمیوں کا جیساکہ روئی اور کتان سوائے پوشش حیوانی کے کہ بالوں اور پشم اور ریشم اور پوست ان سے بنتے ہیں اور انھیں نشانیوں میں سے پتھر مختلف ہیں کہ بعضے ان میں سے واسطے زینت کے ہیں مثل یاقوت اور الماس اور عقیق اور فیروزہ کے اور بعضے اُن میں سے واسطے استحکام بنا کے مثل خارا اور غلول کے اور بعضے واسطے دونوں فائدوں کے مثل مرمر سرخ اور عجائبات قدرت الہی سے ان پتھروں میں یہ ہے کہ جس کی منفعت زیادہ ہے قیمت اُس کی کم ہے جیسا کہ پتھر چقماق کا اور جس کی منفعت کم ہے قیمت اس کی زیادہ ہے مثل یاقوت سرخ کے اور انھیں نشانیوں سے کانیں عجیب غریب کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کر دی ہیں اور سب سے بہتر ان سے سونے چاندی کی کان ہے اور عجائب قدرتوں الہی کے سے پیچ اس قسم کے یہ ہے کہ آدمی کو حرفتیں مشکل اور صنعتیں باریک اور حیلے بڑے تعلیم کر دیئے ہیں یہاں تک کہ مچھلی کو قعر دریا سے اور جانوروں کو ہوا میں سے شکار کرتے ہیں اور باوجود اس کے سونے چاندی کے بنانے سے عاجز رکھا ہے یعنی سونا چاندی ہر شخص نہیں بنا سکتا اور بھید اس کا یہ ہے کہ اکثر فائدے سونے چاندی کے باعتبار ثمنیت کے ہیں اور چیزوں کی ثمن ہوتی ہیں اور ثمن ہونا بغیر عزت کے نہیں ہوتا اور عزت اس بات کو چاہتی ہے کہ آدمی کو اس کے بنانے کی قدرت نہ ہو ورنہ کچھ قدر نہ رہے اور اسی واسطے کہا ہے کہ من طلب المال بالکیمیا افلس اور انھیں نشانیوں میں سے یہ ہے کہ کوہستان میں اور بعضوں قطعے زمین کے میں بڑے بڑے درخت پیدا کر دیتے ہیں اور ان پر پھول پھل نہیں آتا تاکہ

عمارت کے کام میں آویں اور کوئلہ وغیرہ بنانے میں خرچ ہولا اور پخت و پز کے کام آتیں خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے حال میں فکر کرے اور اپنی حاجتوں کو اور جہان کو اندازہ کرے اور تولے بالیقین جان لے کہ تمام جہان میرے واسطے مانند گھر کے ہے کہ جو چیزیں احتیاج کی ہیں اُس میں رکھی ہوئی ہیں اور آسمان کو مانند چھت کے اُوپر اس کے رکھ دیا ہے اور زمین کو مانند فرش کے بچھادیا اور ستاروں کو مانند چراغوں اور قندیلوں کے لٹکا دیا ہے اور غذا اور دوا اور پوشاک اور سواری اور زیور جنس نباتات اور حیوانات اور معادن کی سے اس کو عطا فرما کر مالک اس گھر کا بنا دیا ہے اور مرہون انعام اور احسان اپنے کا کیا چنانچہ طرف اسی معنی کے بیچ مقام طلب اس نعمت کے ساتھ ادا کرنے عبادتوں اور بندگیوں کے اشارہ فرماتے ہیں وَالسَّمَآءَ بِنَآءً یعنی بنایا ہے تمہارے واسطے آسمان کو بنائے عالی مانند چھت کے کہ تمہارے اوپر سایہ کرے تاکہ چمکارے نوروں فرشتوں علویہ کے بناؤ تمہارے کو برہم نہ کریں اور منجملہ انعامات الٰہی سے کہ بنائے آسمان میں بندوں اپنے کے اوپر مرحمت فرمائے یہ ہے کہ آسمانوں کو چراغوں سے مزین کیا جیسا کہ بیچ آیت ولقد زینا السّماء الدّنیا بمصابیح یعنی رونق دی ہم نے ورلے آسمان کو چراغوں سے کہ مذکور ہے اور ماہتاب سے بھی کہ وجعل القمر فیھن نوراً یعنی کیا چاند کو بیچ ان کے اُجالا اور آفتاب سے بھی کہ وجعل الشمس سراجا یعنی کیا سورج کو چراغ پھر اس کو کرسی کے ساتھ احاطہ فرمایا اور کرسی کو عرش کے ساتھ کہ وسع کرسیہ السّمٰوات والارض وھو ربّ العرش العظیم اور منجملہ انعامات سے یہ ہے کہ اس سقف کو شکست اور ریخت سے محفوظ رکھا اور کتنے طبقے کئے وبنینا فوقکم سبعا شدادًا لم ترکیف خلق اللّٰہ سبع سمٰوات طباقا وجعلنا السماء سقفا محفوظا یعنی بنائے ہم نے تمہارے اُوپر سات طبقے مضبوط کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ بتہ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت بچاؤ کی اور انھیں انعامات سے یہ ہے کہ آسمان کو اعمال کے چڑھنے کی جگہ اور جاتے مورد انوار کی اور قبلہ دُعا کا اور محل روشنی اور صفائی کا کیا اور یہ بھی انعامات سے ہے کہ رنگ اس

کو سب رنگوں سے زیادہ نفع بخش بنایا کہ باعث سبزہ ہے اور
اور شکل اس کی اور شکلوں سے بہتر بنائی کہ مستدیر ہے اور جملہ انعامات کے یہ ہے کہ
ستاروں آسمانی کو شیاطین کے واسطے رجوم مقرر فرمایا کہ شیاطین کو ان سے مارتے ہیں
اور آسمان پر آنے نہیں دیتے اور انھیں ستاروں کو جنگل اور دریا کے مسافروں کیلئے نشان
بنائے کہ ان کو دیکھ کر سیدھا راستہ چلتے ہیں اور انھیں انعامات سے یہ ہے کہ آفتاب
کا ظاہر ہونا مقرر کیا تاکہ دن میں چلنا پھرنا آدمیوں کا حاجتوں کے واسطے جگہ جگہ زمین پر
آسان ہو اور رات کو ڈوب جانا آفتاب کا رکھا تاکہ سکون اور راحت اور توجہ قوت ہاضمہ
کی باطن کی طرف بسبب سونے کے حاصل ہو اور غذا کا پہنچنا اعضاء کی طرف بخوبی ہو جاوے
حکماؤں نے کہا ہے اگر آفتاب طلوع نہ ہوتا غلبہ سردی اور کثافت کا اس حد کو پہنچ جاتا کہ
موجب جم جانے پانیوں کا اور سرد ہونے حرارت غریزیہ کا ہو جاتا اور اگر غروب آفتاب کا نہ
ہوتا زمین ایسی گرم ہو جاتی کہ جانور اور سبزیاں زمین کی سب جل جاتیں عین عنایت الٰہی
ہے کہ بسبب آگے پیچھے آنے نور اور ظلمت اور گرمی سردی کے اعتدال معاش آدمیوں کا
فرمادیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر آسمان گردش نہ کرتا آفتاب ایک ہی جگہ آسمان میں
ٹھہرا رہتا پس دولت مند سرما میں اس طرف کو کھول لیا کرتے کہ آفتاب کی شعاع سے
نفع اٹھاتے اور گرمیوں میں اس طرف کو بند کر دیا کرتے تاکہ اس کی گرمی سے امن میں رہتے
اور غریب دونوں حالتوں میں محروم اور مایوس رہتے اللہ تعالیٰ نے بسبب گردش فلکی کہ
اس نعمت اور اس مشقت کو غنی اور فقیر کے واسطے برابر کر دیا۔ پھر آفتاب کو بسبب نزدیک
اور دور ہونے اس کے کے سمت راس میں چار فصلوں کا سبب بنا دیا تاکہ موسم سرما میں
گرمی اشجار اور نباتات کی اندر چلی جاتے اور میوے اور دانے پک جائیں اور ہوا بسبب
کم ہونے گرمی کے پاک اور صاف ہو جاتے اور ابر اور برف برسے اور بدن حیوانات کا بسبب
بند ہونے حرارت غریزیہ کے باطن میں قوت پکڑے اور بہار کے موسم میں طبیعتیں حرکت
میں آئیں اور مواد کہ سرما میں پیدا ہوئے تھے ظاہر ہوں اور درخت کلیاں لے آئیں اور
جانوروں کو جفت ہونے کے واسطے ہیجان ہو اور موسم گرمیوں میں ہوا حدت پیدا کرتی ہے

تاکہ میوے پختہ ہو جائیں اور فضول بدنوں کی تحلیل ہو جائیں اور منہ زمین کا خشک ہو جائے
اور قابل کھیتی اور عمارت کے ہووے اور خریف میں سردی اور خشکی غلبہ کرے اور جو میوے
کہ تر ہیں قابل ذخیرہ کے ہوں اور بدن حیوانوں کے آہستہ آہستہ جاڑوں کی مشقت اٹھانے
کے واسطے تیار ہوں اور ماہتاب کو خلیفہ آفتاب کیا ہے اور عدد برسوں کے اور حساب دفتر
کے اور تیں ہی کے ساتھ متعلق کیں اور احکام شرعیہ کے اندازہ اسی سے مقرر کئے گئے پس
اگر آدمی اپنے حال کو سوچے یقیناً جانے کہ مجھ کو کسی حالت میں زمین اور آسمان سے چارہ
نہیں اور اسی واسطے وجوہ افضل ہونے ایک کے دوسرے سے متعارض ہیں بعضی وجوہ سے
زمین کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور بعضی سے آسمان کی اگر آسمان اس جہت سے بزرگی
رکھے کہ عبادت گاہ فرشتوں کی ہے اور عالی جگہ ہے اور سقف محفوظ ہے اور برکت کے
ساتھ موصوف ہے اور اس کے ستاروں کی شعاعیں تاثیر قوی زمین کی چیزوں میں کرتی
ہیں اور موثر اشرف ہوتا ہے متاثر سے اسی واسطے ذکر آسمان کا جابجا قرآن میں
زمین سے مقدم ہے زمین بھی اس جہت سے بزرگی رکھتی ہے کہ خانہ کعبہ عظمت والا
اور مسجد اقصٰے زمین میں ہے اور مادہ پیدائش نبیوں کا اور دفن ہونا پاک بدنوں ان
کے کا اسی میں ہے خصوصاً آدمی کے حق میں مادر شفیق کا حکم رکھتی ہے بلکہ ماں ایک قسم کی غذا
کہ دودھ ہے اس کو دیتی ہے اور زمین طرح طرح کی غذائیں نفیس کھلاتی ہے اور اسی سبب سے
ہے کہ جب آدمی کو حکم ہوتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں سے نکل۔ بکمال خوشی کے اس حکم کو
قبول کرتا ہے اور سر کی طرف سے باہر آتا ہے اور جس وقت کہ حکم ہوتا ہے کہ دنیا سے
نکل تو ہرگز اپنے پاؤں سے نہیں جاتا ہے یہاں تک کہ موکل قبض روحوں کے کھینچ لے جاتے
ہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اس آیت میں ذکر زمین کا اوپر ذکر آسمان کے مقدم فرمایا ہے
اور آسمان اور زمین کو ہر چند بندوں کے حق میں عمدہ نعمتیں بنائی ہیں لیکن ان دونوں
کو جدا جدا نہیں چھوڑا بلکہ دونوں کو آپس میں ربط دیا اور قوت ایک کی دوسرے کی
طرف پہنچائی تاکہ ترکیب سے آثار نعمتوں کے ظاہر ہوں وَ اَنْزَلَ یعنی اور نازل فرمایا مِنَ السَّمَآءِ
یعنی بعضی اوضاع آسمانی سے حرکتوں کواکب میں خصوصاً آفتاب کی حرکت میں مَآءً یعنی پانی

کو واسطے اُگانے سبزیوں طرح طرح کی کو مختلف دالیاں مواد طرح طرح کے میووں کی ہیں فَاَخْرَجَ بِہٖ یعنی پس نکالا بسبب اس پانی کے کہ جس میں قوت فاعلہ رکھی اور زمین میں قوت قابلہ سونپی گئی ہے تاکہ سبب جمع ہونے ان دونوں قوتوں کے جمع کرے مِنَ الثَّمَرَاتِ یعنی جنس میووں کی سے رِزْقًا لَّكُمْ یعنی رزق واسطے تمھارے اور طریق اُتارنے پانی کا اوضاع آسمانی سے یہ ہے کہ جب آفتاب ساتھ حرکت اپنی کے قریب سمت راس کسی ملک اور شہر کے پہنچتا ہے گرمی اور خشکی اُس ملک میں شدت قبول کرتی ہے اور اجزا اس زمین کے میں تخلخل پیدا ہوتا ہے اور غبار اُٹھتے ہیں اور اگر اُس ملک کے گرد کوئی ٹکڑا دریائے شور کا ہو اُس دریا کے اجزا میں تبخیر پیدا ہوتی ہے اور بخارات اُٹھتے ہیں اور آبادی کی جگہ اور شہروں سے دھوئیں جمع ہو کر اُوپر کو جاتے ہیں اور یہ تینوں چیزیں کہ غبار اور بخار اور دھواں ہے مابین زمین اور آسمان کے جمع ہوتے ہیں پس موسم گرمی میں کہ تپش غالب ہو اور بخارات رطوبت والے کمتر ہوں غبار غالب ہوتا ہے اور بگولے اُٹھتے ہیں اور ہوائیں ہولناک تیز چلتی ہیں اور جب آفتاب نقطۂ انقلاب صیفی سے پھرتا ہے اور روز بروز سمت راس اس ملک سے دُور ہوتا جاتا ہے اُن غبارات اور دخانات میں طراوت پیدا ہوتی ہے اور بسبب گرمی کے کہ پہلے سے مابین آسمان زمین کے تھی رقت اور لطافت اُن میں آجاتی ہے اور بیچ ولایتوں گرم سیر کے کہ متصل دریاء شور کے کناروں کے ہے موسم برشگال کا ظاہر ہوتا ہے پس ارواح مدبرہ جو وہاں ہیں یعنی فرشتے کہ ابر پر متعین ہیں کو حکم ہوتا ہے کہ ان تینوں چیزوں کو ساتھ تحریک ہواؤں کے طبقۂ زمہریر تک لے جاکر نضج دیں اور بعد نضج کے ادرار کریں یعنی برسا دیں پس بیچ حالت نضج کے غبار خام کہ ارضیت اس پر غالب ہے مانند مواد سوداویہ کے پختہ ہو کر پانی ہو جاتے ہیں اور مستعد برسنے کے بن جاتے ہیں اور اس جگہ صورت ہانڈی کے پکنے کی بہم پہنچتی ہے اس طرح سے کہ سردی طبقۂ زمہریر کی باہر کی طرف سے ابر میں کہ تین جزو یعنی غبار اور بخار اور دخان سے مرکب ہے تاثیر کرتی ہے اور قاعدہ حکمت کا ہے کہ سردی اور گرمی آپس میں جیسا کہ موضوع اور محل میں تضاد رکھتے ہیں مکان میں بھی ضدیت رکھتے ہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اندر زمین کا جاڑوں میں گرم ہوتا ہے

بہ نسبت ظاہر کے اور گرمیوں میں بالعکس اس کا ہے اور پانی کنوؤں کا جاڑوں میں گرم ہوتا ہے اور گرمیوں میں سرد پس گرمی دھوؤں کی ابر کے باہر سے بھاگ کر اندر کی طرف پوشیدہ ہوتی ہے اور فرشتے کہ ابر کے اوپر موکل ہیں اُس گرمی کو بجائے حرارت غریزیہ معدہ اور آلات غذا کے قرار دے کر روشن کرتی ہیں اور یہ روشن کرنا حقیقت بجلی کی ہے اور اس وقت میں ابر کو مانند ایک ہانڈی کے مقرر کرنا چاہیئے کہ اُس کو پکانے کے واسطے چولھے پر رکھیں فرق یہی ہے کہ حرارت پکانے والی ہانڈی کی باہر سے پکاتی ہے اور حرارت پکانے والی ابر کی اندر کی طرف سے پکاتی ہے مانند معدہ اور جگر کے اور ہر گاہ کہ پکانے میں ضروری ہے کہ تر شے کی مدد سے ہو والا خشک چیزیں آگ کی گرمی سے جل جاتی ہیں اور راکھ ہو جاتی ہیں اور اسی واسطے غذاؤں کے پکانے میں پانی وغیرہ ڈالتے ہیں اور بغیر اس کے غذا جل جاتی ہے اور ایسے ہی دانے اور غلے اور اور چیزیں سخت کہ خشک ہوں جب تک کہ پانی ہمراہ ان کے نہ ہو پکنا اُن کا نہیں ہو سکتا اسی واسطے ابر کے پکانے میں غبارات کو بجائے دانوں اور غلوں کے مقرر کرتے ہیں اور بخارات کی رطوبت کو بجائے رطوبت پانی کے اور گرمی دھوؤں کی بجائے آگ کے اور قاعدہ مقررہ حکمت کا ہے کہ جس وقت حرارت کہ جسم تر کے اوپر مسلط کرتے ہیں وقت تاثیر اُس کی کے آواز جوش کرنے کی اور شور اُس جسم رطب کے اجزا میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ہانڈی پکنے کے وقت معلوم ہوتا ہے ایسے ہی ابر میں وہ شور آواز رعد کی سمجھنی چاہیئے اور جیسا کہ ہانڈی میں کبھی زیادہ آواز ہونے لگتی ہے کبھی کم۔ ایسے ہی اس جگہ اور جیسا کہ پکانے میں ہوا کی حاجت آگ کے روشن کرنے میں پڑتی ہے ایسی اس جگہ بھی واسطے جمع کرنے اور جُدا کرنے ٹکڑے بادلوں کے ہوائیں مسلط کی گئیں اور اس دریان میں کبھی بسبب شدت بھڑکنے شعلے دھوؤں کے ہوا کے زور سے یا کوئی ٹکڑا کو دکر زمین پر گرتا ہے جیسا کہ چنگاری اور پتنگے چولھے میں سے اُڑتے ہیں اور اس شرارہ کو کہ ابر میں سے جدا ہو کر گرتا ہے صاعقہ سمجھنا چاہیئے اور ہر گاہ کہ نضج کامل ہوتا ہے اور غبارات میں رقت اور سیلان کمال درجہ کا آجاتا ہے برسنا مینہ کا اور جاری ہونا ندیوں کا ہو جاتا ہے جیسا کہ منضجات اور مسہلات میں آزمایا گیا ہے کہ بعد نضج کامل کے تحریک ضعیف سے بھی اخلاط کا

نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اس کارخانہ میں مدار کار کے اوپر مسخر کرنے ہواؤں کی ہر وقت میں ضرورت ہے اوّل واسطے اٹھانے غبارات اور بخارات اور دخانات کے اور جمع کرنے ان تینوں کے اس میدان میں کہ زمین اور آسمان کے بیچ میں ہے بعد اُس کے واسطے پیدا کرنے تری کے بخارات رطوبت دار کو پانی کی جگہوں اور دریاؤں سے لانا پہلی قسم کی ہواؤں کو مبشرات کہتے ہیں کہ فتثیر سحابا شان اُن کی ہے اور دُوسری قسم کی ہواؤں کو لواقح بولتے ہیں کہ بمنزلہ تخم کے رطوبت کو منتشر کرتی ہیں مانند تلقیح[1] کھجور کے درخت کے وارسلنا الریاح لواقح (یعنی چلادیں ہم نے ہوائیں رس بھری) صفت اُن کی ہے بعد اُس کے واسطے برابر برابر کرنے ٹکڑے بادلوں کے بھی ہواؤں کا ہونا ضرور ہے تاکہ اثر تلقیح کا برابر قبول کریں اور اس قسم کی ہوائیں بھی لواقح میں داخل ہیں، بعد اس کے واسطے پیدا کرنے سوراخوں کے درمیان ٹکڑے بادلوں کے اور کھولنے مسام ان کے کے تاکہ پانی خوب طرح جاری ہو ہوائیں ضرور ہیں اور اس قسم کی ہواؤں کو بھی مبشرات نام رکھتے ہیں اور کبھی اتفاق ایسا پڑتا ہے کہ سرما کے موسم میں مینہ کے قطرہ بعد جدا ہونے کے ابر سے راستہ میں ہوا سرد کھا کر جم جاتے ہیں اور اولہ ہو کر گرتے ہیں پس یہ فعل بھی ہواؤں کا ہے اور فصل ربیع میں تمام جسم ابر کا جم کر ایک پہاڑ اولوں کا ہو جاتا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جاڑوں کے موسم میں باہر کی طرف ابر کی بسبب سردی ہوا عالم کے سرد ہوتی ہے اور سردی سے مسام بند ہو جاتے ہیں اور مسام کے بند ہونے سے گرمی بادل کی اندر گھٹی ہوئی رہتی ہے پس جب تک کہ قطرے مینہ کے بادل کے اندر رہتے ہیں رقیق اور بہنے والے ہوتے ہیں اور جس وقت اُس سے وہ قطرے جدا ہوتے ہیں بسبب سردی ہوا کے جم کر گرتے ہیں اور موسم ربیع میں بسبب گرمی ہوا باہر کے بادل کے باہر کی طرف گرم ہوتی ہے اور بسبب تضاد مکانی کے اجزاء سرد بخارات کے بادل کے اندر کی طرف پوشیدہ رہتی ہیں اور باطن ابر کا بسبب [illegible] ان کے [illegible] ہوتا ہے جس وقت بعضے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے وہ ہوا کو اُوپر اُس کے مسلط کرتے ہیں اور وہ ہوا اُن اجزاء جمے ہوؤں کو پھاڑتی ہے اسی واسطے ربیع کے موسم میں وقت برسنے اولوں کے شور بہت

---

[1] یعنی خشکوفہ نر درخت کا مادہ کے اندر ڈالنا۔

سنا جاتا ہے بلکہ نوبت قلع اور قرع سخت کی پہنچتی ہے چنانچہ سورۂ نور میں اسی حالت ربیعی کی طرف اشارہ فرمایا ہے' اس آیت میں ویُنزّل من السّماء من جبال فیھا من برد فیصیب بہ من یشاء ویصرفہ عن من یشاء یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار یعنی اتارتا ہے آسمان سے جو پہاڑ ہیں اس میں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ابھی اس کی بجلی کی کوندے جائے آنکھیں اور درخشندہ چمکنے بجلی کی اس وقت میں ہوتی ہے کہ شعاع بجلی کی جسم شفاف پر کہ وہ ابر جما ہوا ہے پڑتی ہے پس چمک اس کی دوچند ہو جاتی ہے اور آنکھ کو خیرگی[1] حاصل ہوتی ہے اور بحالت شبیہ حالت نور کی پیدا ہو جاتی ہے اور جیسا بادل جما ہوا ان اسباب کے ساتھ معلق کھڑا رہتا ہے ایسا ہی بادل کبھی بسبب شدت رطوبت ہوا کے بغیر لفح نیلو ہونے کے بہنے کی صورت پیدا کرکے مانند دریا کے معلق درمیان زمین اور آسمان کے کھڑا رہتا ہے گویا ہوا عار کی طبقۂ زمہریری میں تمام پانی بن گئی بسبب تصرف ارواح مدبرہ کے نیچے کو نہیں جاری ہوتے اور جس وقت ہوا تند اس دریا معلق پر گزرتی ہے قطرات بے شمار کو اس دریا سے پھواروں کی مانند اڑاتی ہے اور اس حالت کو ترشح کہتے ہیں کہ درمیان موسم بارش کے ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ وقت چلنے ہوا تیز کے دریا کے کناروں یا چشمہ یا تالاب پر ایسی ہی شکل نمودار ہوتی ہے اور یہی ہے طریق نزول مینہ کا بیچ دلایت گرم سیر کہ متصل دریا شور کے ہو جو ولایت سرد سیر ہیں پس اس جگہ میں طریق اور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آفتاب سمت راس ان شہروں کے سے موسم خریف میں بہت دور چلا جاتا ہے۔

ہوا جو اس جگہ کی یعنی میدان کی کہ مابین زمین اور آسمان کے ہے متکاثف ہو کر یعنی غلیظ بصورت ابر کے دکھلائی دیتی ہے اور حجم کریخ ہو جاتی ہے مانند پانی کے کہ وقت زیادہ سردی کے جم جاتا ہے اس وقت ہوا تیز اس پر مسلط ہوتی ہے ٹکڑے ٹکڑے اس ہوا جمی ہوئی کے گرتے ہیں کہ اس کو برف کہتے ہیں اور جس وقت آفتاب انقلاب شتوی سے پھرتا ہے یعنی وقت ... سردی کم ہونے کا آتا ہے اور قریب اعتدال ربیعی کے پہنچتا ہے اور گرمی پیدا کرتا ہے اور ہوا جمی ہوئی پانی ہو کر زمین پر برستی ہے اور فصل ربیع میں ان

---

[1] لہ یعنی خیرگی آنکھ کی کہ بسبب چمک برق یا بالسبب سفید چیز دیکھنے کے ہو۔

ولایتوں میں بارش کثرت سے ہوتی ہے گویا وہ مینہ تنقیہ ہوا کا برف کے مادہ سے کرتا ہے
اور گرمیوں کے موسم میں اُن ولایتوں میں بسبب دُور رہنے آفتاب کے سمت راس سے
یعنی ولایتوں سردسیر میں آفتاب سر کے اُوپر نہیں آتا ہے ایسی گرمی نہیں ہوتی ہے کہ بسبب
تخلخل زمین کا ہوا اور بخارات اور غبارات وہاں سے اُٹھیں اسی واسطے ان شہروں میں
باڑ گولے بھی نہیں اُٹھتے اور برشگال بھی نہیں ہوتا ہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ زور شور کارخانہ
بارش اور برف کا اکثر نیچے پھرنے آفتاب کے انقلاب صیفی سے موسم برشگال میں اور
بعد پھرنے کے انقلاب شتوی سے موسم زمستاں میں ہوتا ہے اور اعتدال ربیعی سے انقلاب
صیفی تک اور اعتدال خریفی سے انقلاب شتوی تک یہ کارخانہ اتنا زور نہیں رکھتا ہے بلکہ
اگر کبھی کبھی مینہ کا برسنا اور برف کا گرنا ان وقتوں میں ہوتا ہے نادر اور خلاف عادت ہے
اور سبب اس کا یہ ہے کہ بغیر حرارت شدیدہ کے کہ تابستان میں اوّل نہ ہوتا ثیر حرارت
شعاع آفتاب کے بخارات کے اُٹھانے میں اور غبارات کے رقیق کرنے میں ظاہر نہیں ہوتی
اور ایسے ہی بدون سردی اور خشکی کمال درجہ کے موسم زمستان میں تاثیر دُور ہونے
آفتاب کے بیچ جما دینے بخارات اور ہواؤں کے متصور نہیں ہوتی۔ یہ جو کچھ کہ بیان اسباب
اس کارخانہ کا ہوا موافق شرع اور عقل کے معلوم ہوتا ہے اور سوائے ان اسبابوں اور طریقوں
کے اور اسباب طریق بھی کم قلیل موجب برسنے مینہ اور گرنے برف اور اولوں کے ہوتے
ہیں اور وہ اسباب بھی بہت ہیں پس جو کوئی احاطۂ اسباب اس کارخانہ کا ارادہ کرے نافہم
ہے وللہ خزائن السمٰوات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون باقی رہا
اس جگہ ایک سوال مشہور کہ ثمرات جمع قلت ہے کہ دلالت اوپر تین سے دس تک کے کرتی ہے
اور حال یہ ہے کہ میوے بہت ہیں استعمال جمع قلت کا باوجود اس قدر کثرت کے کیونکر
جائز ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ کریم صاحب بخشش اور عطار کامل کا بہت کو تھوڑا جانتا
ہے اس سبب سے صیغہ جمع قلت کا لائے کہ یہ تمام میوے طرح طرح کے تمہاری نظروں میں بہت
دکھلائی دیتے ہیں بہ نسبت بخشش اور عطاء اُس کی کے تھوڑے ہی اور حقیر ہیں اور جو کہ صاحب
کشاف نے بیچ جواب اس سوال کے ذکر کیا ہے کہ عبارت اس کی اس طرح آئی ہے ۔۔

انما قیل الثمرات علی القلۃ وان کان الثمر المخرج بماء السماء جما
کثیرا لانہ قصد بالثمرات جماعۃ الثمرۃ التی فی قولھم ادرکت ثمرۃ
بستانہ یریدون ثمارہ کقولھم للقصیدۃ کلمۃ یعنی سو اس کے نہیں کہا
گیا الثمرات اوپر وزن جمع قلت کے اگرچہ ثمر کہ نکلتے ہیں آسمان کے پانی سے بہت سارے
ہیں اس واسطے کہ قصد کیا گیا ساتھ ثمرات کے جماعۃ ثمرہ کی کہ بیچ قول ان کے کے ادرکت ثمرۃ
کہتے ہیں اراد رکھتے ہیں اوپر بہت ثمر کا اس کے جیسا کہ قول اُن کا القصیدۃ کلمۃ اور حاصل اس کا یہ ہے
کہ لفظ ثمرات گویا فائدہ جمع الجمع کا دیتا ہے اور معنی جماعات ثمرات کے ہے پس یہ جواب
اس سوال کے دفع کرنے میں کافی نہیں اس واسطے کہ لفظ ثمرات کا ہر چند اس تقدیر پر دلالت
اوپر قلت فردوں ثمار کے نہیں کرتا ہے لیکن دلالت اوپر قلت عدد جماعات ثمار کے بلا شبہ رکھتا
ہے اور یہ خلاف واقع کے ہے اور منافی مقام بیان کثرت کے ہے اس واسطے کہ جماعتوں
کی بھی کثرت ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں پانچ چیز
نعمتوں اپنی میں کی کہ دلیلیں وحدانیت اس کی ہیں اپنے بندوں کے اوپر شمار کریں۔ اوّل پیدائش
آدمیوں کی ہر وقت دوسری پیدائش باپ دادوں اُن کی اور ان نعمتوں کو ایک جا ذکر فرمایا
اور آیت کو ختم فرمایا تیسری پیدائش زمین کی چوتھی پیدائش آسمان کی پانچویں وہ چیز کہ دونوں
سے حاصل ہوئی کہ آسمان سے نازل فرمایا اور زمین سے بسبب اُس پانی کے میووں کو اگایا
اور ان کو رزق مخلوقات کا ٹھیرایا اور یہ تینوں نعمتیں دوسری آیت میں ایک جگہ لائے وجہ اس
جدا جدا بیان کرنے اور ترتیب کی کیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں نعمتیں اقسام روحانی
سے ہیں اور تینوں نعمتیں اخیر کی عالم اجسام سے ہیں پہلی دونوں نعمتوں کو مقدم اور ایک جگہ
اس واسطے ذکر کیا کہ انسان کو بہ نسبت تمام چیزوں کے نفس اپنے سے زیادہ قرب ہوتا ہے بعد
اُس کے اپنے اصول کے ساتھ یعنی باپ دادا وغیرہ اور اخیر نعمتوں میں بھی ترتیب رعایت کی
اس واسطے کہ زمین مکان اور جلائے قرار بنی آدم کی ہے۔ بیٹھنا اُٹھنا اور جاگنا اور سونا اُن
کا اس پر ہے اور کسی وقت میں ان سے غافل نہیں ہوتے پھر جب نظر اٹھاتے ہیں آسمان کو
دیکھتے ہیں کہ مثال ایک قبہ کے ان کے سروں پر سایہ ڈالے ہوتے ہے اور انوار اور شعاعیں

طرح طرح کی اُس سے چمک رہی ہیں پھر اُس چیز کو کہ مجموع ان دونوں صحن اور چھت سے
پیدا ہوتی ہے بیان فرمایا اس واسطے کہ مرتبہ مرکب کا بعد مرتبہ بسیط کے ہے اور بھی چاہیئے
جاننا کہ بعضے کوتاہ اندیشوں نے لفظ فراشاً کے سے دلیل اس بات کے اوپر پکڑی ہے کہ زمین
اوپر شکل کرہ کے نہیں اس واسطے کہ کرہ کو فرش نہیں کہہ سکتے اور یہ استدلال نہایت لوچ
ہے بسبب اس کے کہ زمین کا فرش ہونا اس قسم کا نہیں کہ اُس کو بمنزلہ توشک اور نمدے اور
قالین اور شطرنجی کے ٹھہرایا جائے اور ایسا قیاس کرنا کمال غفلت سے ہے فرش کے واسطے لازم نہیں
کہ سطح ہموار ہی ہو زمین باوجود گردیت اور مدور ہونے کے بسبب اس کے کہ جسم اس کا بڑا ہے
اور طرفین اُس کی آپس میں نہایت دُور دُور ہیں اور بلندی اور پستی اس کی نظر میں نہیں آتی ہے
بے شبہ قابلیت فرش ہونے کے رکھتی ہے اور باوجود اس کے دلائل قوی اور قطعی اوپر گردیت
اُس کی کے قائم ہیں اور جو کہ سب دلیلوں عقلیہ اس مدعا کے سے زیادہ دلیل ظاہر ہے یہ ہے کہ
طلوع اور غروب ستاروں کا اہل مشرق پر مقدم اوپر طلوع اور غروب ستاروں کے اہل مغرب پر
کے لحاظ ہوتا ہے اور مابین شمال اور جنوب کے قطب ظاہر کا زیادہ ارتفاع ہوتا ہے اور قطب
خفی کا زیادہ انحطاط ہوتا ہے جس صورت میں نہایت شمال کی طرف ہوں کمال درجہ کو پہنچیں تو
بالعکس ہوتا ہے یہ دلیل صریح گردیت زمین کی ہے اس واسطے کہ اگر زمین مسطح ہوتی تقدم
اور تاخر طلوع اور غروب کا اور ارتفاع اور انحطاط دونوں قطبوں کا کیوں ہوتا اور اسی واسطے
فقہا نے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر دو بھائی طلوع آفتاب کے وقت مریں ایک چین میں اور دوسرا
اُندلس میں بلکہ سمرقند میں دوسرا وارث پہلے کا ہوتا ہے اور پہلا وارث دوسرے کا نہ ہوگا اس
واسطے کہ چین میں آفتاب پہلے نکلتا ہے اور سمرقند میں پیچھے پس موت برادر چینی کی مقدم برادر
سمرقندی کی موت سے ہے اور دلائل شرعیہ کہ اس مطلب پر ہیں ان میں سے ظاہر دلیل
یہ ہے کہ اوقات نماز کے اوپر اوضاع آفتاب کے مقرر کئے ہیں اور اس وجہ پر کہ تمام مکلفین کو
کہ اطراف زمین میں ولایتوں مختلف میں پھیلے ہوئے ہیں شامل ہو اور یہ صورت بغیر گردیت زمین
کے درست نہیں ہوتی اور بھی جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں صریح معلوم ہوتا ہے کہ رزق خاص
ساتھ غذا بنی آدم کے نہیں بلکہ جس چیز کے ساتھ نفع اٹھائیں رزق ہے اس واسطے کہ پیچ مقام

بیان کرنے عموم نعمت کے کفایت اوپر ان میووں سے کہ فقط غذا آدمیوں کی ہو ہرگز مناسب نہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ مفسرین سلف سے ایسا منقول ہے کہ پانی مینہ کا آسمان سے آتا ہے نہ ابر سے اور بادل عرف ایک واسطے ملنے کا ہے جیساکہ ابو الشیخ نے کتاب العظمت میں حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا پانی مینہ کا آسمان سے آتا ہے یا ابر سے فرمایا آسمان سے ابر فقط علامت ہے اس سے زیادہ نہیں اور پانی آسمان سے ہے اور کعب احبار سے روایت کی ہے کہ السحاب غربال المطر اگر ابر نہ ہوتا پانی آسمان کا وقت برسنے کے اس قدر شدت کرتا کہ زمین پھٹ جاتی اور ایسے ہی خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ مینہ عرش کے نیچے سے آتا ہے اور علی الترتیب ساتوں آسمانوں سے گزرتا ہے یہاں تک کہ نیچے کے آسمان میں جمع ہوتا ہے اور اس جگہ ابر اس کو جذب کرکے اپنی طرف کھینچتا ہے اور عکرمہ سے ایسی نقل کی ہے کہ مینہ کا پانی ساتویں آسمان سے ہے اور خالد بن یزید سے روایت کی ہے کہ مینہ دو قسم ہے ایک قسم اس سے آسمان سے آتا ہے اور ایک قسم اس سے یہ ہے کہ ابر پانی کو سمندر سے پی لیتا ہے اور بسبب رعد اور بجلی کے اس کو زمین پر ڈالتا ہے پس جو قسم مینہ کی کہ دریا میں سے ہے اس میں قوت روئیدگی کی نہیں کوئی شے اس سے زمین سے نہیں اگتی اور جو قسم کہ آسمان سے ہے اس میں قوت اگانے اور پیدا کرنے کی ہے اور حقیقت ان قوتوں کی یہ ہے کہ پیدائش بادل کی بلاشبہ درمیان آسمان اور زمین کے ہے اور استحالہ غبارات اور بخارات کا بھی اسی جگہ ہوتا ہے لیکن ہرگاہ کہ اکثر چڑھنا بخارات کا دریائے شور سے ہوتا ہے اور رعد اور برق سبب پھیل جانے اور رقیق ہونے غبارات کے ہوتے ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ابر نے دریا سے پانی پیا اور بسبب رعد اور برق کے زمین پر برسا اور اصل اس کارخانہ کی اوضاع آسمانی سے اور افعال فرشتوں ساتوں آسمانوں کے سے ماخوذ ہے کہ ساتھ حکم تقاضائے عرشی کے تدبیر اس کام کی کرتے ہیں پس تمام عبارتیں منطبق ہوئیں اور حقیقت میں تمام کارخانے عالم کے اگرچہ ظاہر میں ساتھ اسباب ارضیہ سافلہ کے متعلق دکھلائی دیتے ہیں لیکن تاثیر قضائے عرش کی ہے کہ ان اسباب کو جمع کرکے ان کارخانوں کی طرف مصروف کرتی ہے خصوصاً پیدائش زمین اور آسمان کی اور جو کچھ کہ ترکیب قوتوں فاعلہ اور قابلہ ان دونوں کی سے نمودار ہوتا ہے۔

بلاشبہ تاثیر پاک الٰہی کی سے ہے اور اللہ تعالیٰ اس امر میں یگانہ ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ ساتھ اُن انتظام کے منفرد ہے کہ کوئی اس انتظام میں شریک اس کا نہیں پس بندوں کو چاہیے کہ ان انعامات کے شکر میں عبادت بھی خاص اُسی کے واسطے کریں اور دُوسرے کو شریک نہ کریں فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا یعنی نہ ٹھیراؤ واسطے خدا کے ہمسر کہ اُن کو استحقاق عبادت میں اُس کے ساتھ شریک مقرر کر دیا جائے کہ الوہیت میں یا کسی صفات کمال میں برابر اس کے اعتقاد کرو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی حال یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ تم کو اور باپ دادوں تمہارے کو اور آسمان اور زمین کو سوائے اُس کے دُوسرے نے پیدا نہیں کیا ہے اور مینہ کو سوائے اُس کے دُوسرے نے نہیں اُتارا اور میووں کو سوائے اس کے دُوسرے نے زمین سے نہیں نکالا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تفرد انعام میں موجب تفرد کا شکر میں ہے پس اختیار کرنا دین اسلام کا مقتضا باران وغیرہ کا ہے اس واسطے کہ خود مینہ اور بھی مبدأ اُس کا کہ آسمان ہے اور بھی منتہا اُس کا کہ زمین ہے اور بھی ثمرہ اس کا کہ حصول رزق کا ہے اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور تم کو مینہ سے چارہ نہیں پس جو تمثیل کہ تم نے واسطے بھاگنے اپنے کے دین اسلام سے بنائی تھی اُلٹی تمہارے واسطے مضر ہوئی اور واسطے فرماں برداری دین اسلام کی ہوئی اس جگہ جاننا چاہیئے کہ کوئی شخص جہان میں ایسا نہیں کہ شریک خدا کا وجوب وجود اور علم اور قدرت اور حکمت میں اعتقاد کرے لیکن بہت فرقوں نے اور چیزوں میں غفلت کی راہ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے شریک مقرر کئے ہیں اور جس وقت اچھی طرح غور کریں اُن چیزوں کی شرکت سے اُن چار صفتوں میں بھی اعتقاد شرکت کا آجاتا ہے پس حقیقت میں اعتقاد شرک کا مناقض اور منافی اعتقاد وحدانیت ان چار صفتوں میں ہے کہ اس امر کو بعد تحقیق اور تفتیش کے ہر شخص تسلیم کرتا ہے پس مشرکین اپنی زبان سے آپ ملزم ہوں گے تفصیل شرک کی کہ جہان میں موجود ہے کہ ایک گروہ جہان کے واسطے دو خالق قرار دیتے ہیں ایک حکیم ہے کہ پیدا کرنے والا نیکیوں کا ہے ایک سفیہ کہ بدیوں کا پیدا کرنے والا ہے اور اس گروہ کو ثنویہ کہتے ہیں اور بطلان اس مذہب کا اُنھیں کی زبان سے معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ سفیہ پیدا کیا ہوا کس کا ہے اگر پیدا کیا صانع حکیم کا ہے پس صادر ہونا شر کا حکیم سے لازم آیا اور اگر خود بخود پیدا ہوا ہے پس واجب الوجود ہوا

الواجب الوجود کو کمال علم اور کمال قدرت اور کمال حکمت لازم ہے کیونکر ہو کہ واجب الوجود جاہل اور بے وقوف ہو اور فرقہ دوسرا کہ اپنے تئیں کہتے ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ ہر چند کہ وجوب وجود اور علم اور قدرت اور حکمت خاص خدا کے واسطے ہے لیکن اُس نے جہان کے کارخانوں کو آسمان کے ستاروں کو دے رکھا ہے اور تدبیر خیر اور شر کی اُنھیں کے حوالہ کی ہے پس ہم کو چاہیئے کہ ارواح ان ستاروں کے واسطے نہایت تعظیم بجالائیں اور کمال تعظیم عبادت سے تاکہ کارروائی ہماری کریں اور ان کا مذہب بھی ان کی زبان سے باطل ہوتا ہے اس واسطے کہ اگر خدا تعالیٰ عبادت ہماری جانتا ہے پس یہ عبادت کواکب کی لغو اور بے حاصل ہوئی اس واسطے کہ تقرب ہم کو بسبب عبادت کے اللہ تعالیٰ کے جناب میں حاصل ہوا پس ہم کو ساتھ توسل ارواح ان کواکب کی کیا حاجت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کو نہیں جانتا ہے پس اس کے علم میں قصور پڑا اور اس کا علم کامل نہ ہوا اور یہ کہ ستارے اگر خود بخود کارروائی ہماری کرتے ہیں پس قدرت میں خدا کے ساتھ برابر ہو گئے اور شرک قدرت میں لازم آیا اور اگر بسبب قدرت دینے خدا کے کارروائی کرتے ہیں پس ہم کو کیا ضرور ہے کہ ان واسطوں کی طرف رجوع کریں اس واسطے کہ قدرت اللہ تعالیٰ کی تھے جیسا کہ ان کو واسطے اور وسیلے کارروائی ہماری کے مقرر کئے ہیں ایسا ہی خواہش فیض رسانی ہماری کے اُن کے دلوں میں ڈالنا اُس کا کام ہے فرقہ تیسرا ہنود کا ہے کہتے ہیں کہ روحانیت غیبیہ کہ مدبر جہان کے کاموں کی ہیں رنگ برنگ کی صورتیں رکھتی ہیں اور ہم سے پردہ میں تھیں اور رہتی ہیں پس ہم کو چاہیئے کہ صورتیں ان رُوحانیت کی سونے چاندی وغیرہ سے بنا کر تعظیم سے پیش آئیں تاکہ یہ روحانیات ہم سے راضی ہوں چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے کہتے ہیں کہ جو کوئی بزرگ شخص کہ بسبب کمال ریاضت کے اور مجاہدہ کے مستجاب الدعوات اور مقبول الشفاعۃ عند اللہ ہوا تھا اس جہان سے گزرتا ہے اس کی روح کو قوت بڑی اور وسعت نہایت بہم پہنچتی ہے جو کوئی صورت اس کی کو برزخ کرے یا اس کی نشست و برخاست کی جگہ یا اس کی گور پر سجدہ اور تذلل کرے رُوح اُس کی بسبب وسعت اور اطلاق کے اس کے اوپر مطلع ہو اور دُنیا اور آخرت میں اُس کے حق میں شفاعت کرے پانچواں گروہ جاہلوں میں سے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اپنی ذات میں پاک ہے

اس بات سے کہ کوئی اس کی عبادت کرے پس طریق عبادت اُس کی کا یہ ہے کہ کسی کو مخلوقات اس کی سے قبلہ توجہ اپنی کا کیا جائے تاکہ توجہ ہماری طرف اُسی قبلہ کی بعینہٖ توجہ طرف خدا کی ہو اور وہ مخلوق کہ صلاحیت قبلہ ہونے کی رکھے ساتھ ایک جنس کے خالص نہیں بلکہ جو چیز کہ خواص عجیبہ اور غریبہ اس میں موجود ہوں قبلہ ہو سکتی ہے جیسا کہ پانی گنگا کا دریاؤں میں اور درخت تلسی کا درختوں میں سے اور اوپر اسی قیاس کے حیوانات اور نباتات اور معادن اور پہاڑوں اور پریوں سے قبلے اپنے ٹھہرائے ہیں اور یہی ہے مذہب عوام ہنود کا یہ تفصیل اُن آدمیوں کی ہے کہ عبادت میں دُوسروں کو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور شریک کرنے والے سوائے عبادت کے اور چیزوں میں پس وہ لوگ بہت ہیں بعضے اُن سے وہ ہیں کہ ذکر کرنے میں اوروں کو خدا کے ساتھ برابر کرتے ہیں اور نام دوسروں کا مانند نام خدا کے تقرب کی راہ سے ذکر کرتے ہیں اور بعضے اُن سے وہ لوگ ہیں کہ ذبح اور نذر اور قربانیوں میں خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور بعضے اُن سے وہ آدمی ہیں کہ نام رکھنے میں بندہ فلاں اور عبد فلاں کہتے ہیں اور یہ شرک فی التسمیہ ہے اور بعضے اُن سے وہ لوگ ہیں کہ واسطے دفع بلاؤں کے دوسروں کو بُلاتے ہیں ایسے ہی واسطے حاصل کرنے منافع کے دُوسروں کی طرف رجوع کرتے ہیں مستقل سمجھ کر نہ اس طرح سے کہ توسل ان دُوسروں سے کریں کہ یہ شرک نہیں اور بعضے اُن سے وہ آدمی ہیں کہ نام دوسرے کو خدا کے نام کے ساتھ بیچ مقام عموم علم اور قدرت کے برابر کرتے ہیں چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا ماشاء اللّٰہ وشئت یعنی جو چیز کہ خدا نے چاہی اور تم چاہو ہو جائے گی۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعلتنی للّٰہ ندا بل ما شاء اللّٰہ وحدہٗ یعنی مقرر کیا تو نے مجھ کو اللہ کا شریک بلکہ خدا ہی کی مشیت سے ہر چیز ہوتی ہے اور امام احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے لاتقولوا ما شاء اللّٰہ وشاء فلان قولوا ما شاء اللّٰہ ثم شاء فلان یعنی نہ کہو تم وہ چیز کہ چاہی اللہ نے اور چاہی فلانے نے کہو تم کہ جو چیز چاہی اللہ نے پھر چاہی فلانے نے اس جگہ جاننا چاہیے کہ جیسا

کہ عبادت غیر خدا کی مطلقاً شرک اور کفر ہے تابعداری غیر اللہ کی بھی بالاستقلال کفر ہے اور معنی اطاعت غیر کے کہ بالاستقلال ہو یہ ہیں کہ اُس کو یہ نہ سمجھے کہ یہ شخص پہنچانے والا احکام الٰہی کا ہے بلکہ حاکم خود بخود سمجھ کر پٹہ اطاعت اُس کی کا گردن میں ڈالے اور تقلید اُس کی لازم جانے اور باوجود ظاہر ہونے مخالفت حکم اُس کے کے ساتھ حکم خدا کے اُس کے اتباع سے باز نہ رہے اور یہ بھی ایک قسم شرک ٹھیرانا ہے کہ بیچ آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم کے یعنی مقرر کیا عالموں اور راہبوں اپنے کو پرورش کرنے والا سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو برائی اس کی بیان فرمائی ہے پس وہ لوگ کہ اطاعت اُن کی ساتھ حکم خدا کے فرض ہے چھ گروہ ہیں بعضے اُن

بیان ان شخصوں کا کہ وہ چھ گروہ ہیں

میں سے پیغمبر ہیں کہ اطاعت اُن کی حقیقت میں اطاعت خدا کی ہے اس واسطے کہ اطلاع اوپر اوامر اور نواہی اللہ تعالیٰ کی بغیر وسیلہ ان کے کے نہیں ہوسکتی اس واسطے کہ خلق کو بسبب دُوری اور احتجاب کے ممکن نہیں کہ علوم سچے اپنے پروردگار سے بلاواسطہ سمجھے اور رُوح پیغمبر کی نے بسبب مشاہدہ حق کے نہایت مناسبت جناب الٰہی سے حاصل کی اور نفس اس کے نے بسبب مخالطت خلق کے رتبہ بشریت کا رکھا تا قلب اُس کا رُوح اُس کی سے کلمات ربانیہ کو اخذ کرے اور قوائے نفسانی میں القاء ان کلمات کو کرے اور خلق اُس کے واسطے سے بسبب ربط جنسیت کے قبول ان کلمات کو کرے اور اسی واسطے اطاعت اُن کی مقید ساتھ اس کے ہے کہ اوامر اور نواہی اُن کی رسالت کی جہت سے القا کی گئی ہوں نہ مطلق اور اسی واسطے بیچ قبول کرنے مشورہ اور احکام اجتہادیہ پیغمبر علیہ السلام کے بھی زیادہ گنجائش کی گئی ہے چنانچہ نبیؐ نے بریرہؓ کو پہلے فرمایا کہ زوج اپنے کو اختیار کرے اور جب اُس نے پوچھا کہ یہ حکم رسالت کا ہے یا سفارش کا اور اصلاح ناموافقت کی فرمایا حکم رسالت کا نہیں بلکہ بطریق سفارش اور مشورہ کے کہتا ہوں خواہ تو قبول کر خواہ نہ کر اور بھی فرمایا ہے انتم اعلم باموردنیاکم اذا امرتکم بامر من امور دینکم فخذوا بہ یعنی تم خوب جاننے والے باتیں دنیا اپنی کی جس وقت حکم کروں میں تم کو ساتھ کسی چیز کے دین کی چیزوں میں سے پس پکڑلو اُس کو اور بعضے ان میں سے مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت کے ہیں کہ

حکم اُن کا اور بطریق واجب مخبر کے بھی لازم الاتباع عوام کے اوپر ہے اس واسطے کہ سمجھنا
اسرار شریعت کے اور دقائق طریقت کے اُن کو میسّر ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم
لا تعلمون یعنی پس پوچھو اہلِ ذکر سے اگر ہو تم نہیں جانتے اور بعضے ان میں سلاطین
اور امراء اور اہل خدمت ہیں جیسا کہ قاضی اور محتسب اور حکام کہ اوامر اور نواہی ان کی بھی
معاملات روزمرہ میں واجب الاتباع ہیں رعایا کے حق میں اور بعضے ان میں سے شوہر ہے
بی بی کے حق میں اور انھیں سے والدین ہیں بیچ حق اولاد کے اور انھیں میں سے مالک ہے
بیچ حق مملوک کے لیکن اطاعت ان پانچ فرقوں کی مشروط اور مقید ہے بشرطاس کے کہ اوامر
اور نواہی ان کی مخالف شرع کے نہ ہوں اسی واسطے فرمایا ہے لاطاعة لمخلوق فی
معصیة الخالق نہیں تابعداری لائق ہے کسی مخلوق کی بیچ گناہ خالق کے اور بھی فرمایا
ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ
فردوہ الی اللہ والرسول یعنی مانو حکم اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حکم مانو ان کا
جو اختیار والے ہیں تم میں پھر اگر جھگڑ پڑو گے کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے

فرق دربیان اطاعت اور عبادت کے

اور رسول کے اور وجہ فرق کی اطاعت اور عبادت میں کہ اطاعت غیر کے ساتھ شرطوں اس
کی کے احکام شرعیہ میں جائز بلکہ واجب ہے اور عبادت غیر اللہ تعالیٰ کی کسی حال میں روا نہیں
رکھی یہ ہے کہ اطاعت کسے کہتے ہیں بجا لانا حکم اس شخص کا ہے کہ وہ لائق حکم چلانے کے
ہے اور لیاقت حکمرانی کی سوا اللہ کی نیابتہً اوروں میں بھی ہے مثل رسول کے اور حاکم کے
بخلاف عبادت کے کہ حقیقت اس کی نہایت ذلیل ہونا ہے اور یہ اسی کے واسطے شایان ہے
کہ کمال درجہ کی عظمت رکھتا ہو اور یہ منحصر اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے اور بس جو جاہل کہ اطاعت
اور عبادت کے معنوں میں فرق نہیں کرتے ہیں بسبب اس کے شبہ اور حیرانی میں پڑتے ہیں
اور مشرکین ہر فرقے کے ان کو الزام دیتے ہیں کہ تبرک ہر مذہب اور ہر دین میں ہے اس واسطے
کہ اطاعت غیر اللہ کی تمام دینوں میں جائز ہے مثل اطاعت پیغمبر اور مرشد اور مجتہد اور
حاکم کے اور مطیع ہونا سوائے عظمت اور مرتبہ کے متصور نہیں۔ پس اعتقاد مشارکت کا عظمت
میں لازم آئے اور یہ نہیں سمجھتے کہ مطاع ہونے کو عظمت ذاتی لازم نہیں اور معبود ہونے کو

عظمت ذاتی کہ نہایت درجہ کو پہنچی ہو لازم ہے پس قیاس عبادت کا اطاعت کے اوپر قیاس
مع الفارق ہے حاصل کلام کا یہ ہے جبکہ عبادت تقاضا ذات حضرت خالق کا ہے اور بندہ
کی ذات بھی عبادت کرنے کو مقتضی ہے اور انعام اور احسان اللہ تعالیٰ کا کہ بندوں کے اوپر
ہے یہ بھی تقاضا عبادت کا کرتا ہے پس حکمت الٰہی میں عبادت سے چارہ نہ ہوا اور ہرگاہ
کہ عبادت موقوف اوپر فرمانبرداری اوامر کے ہے اور اوامر الٰہی چار طریق سے معلوم ہوتے
ہیں کتاب اللہ یا سنت پیغمبروں کی یا اجماع مجتہدین کا یا قیاس جلی اور اصل ان سب میں
کتاب اللہ ہے پس کتاب اللہ کا نازل کرنا منظور ہوا اور ہرگاہ کہ شان کتاب کی سوائے
دور کرنے شک اور شبہ کے اس سے تمام نہیں ہوتی ہے طریق اس ازالہ کا ارشاد فرماتے
ہیں وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یعنی اگر ہو تم شک اور شبہ میں اس
چیز سے کہ اُتاری ہم نے اوپر بندہ اپنے کے اور اس جگہ لفظ نزّلنا کا فرمایا اور انزلنا ذکر
نہ کیا اس واسطے کہ منشا شک اور شبہ کا فروں کا حقیقت قرآن میں تنزیل تھا اور وجہ
اس کی یہ ہے کہ تنزیل لغت عرب میں دلالت اوپر تدریج کے کرتی ہے اور کافر جب دیکھتے
تھے کہ آں حضرت علیہ السلام بیچ جواب ہر سوال کے اور موافق ہر واقعہ کے ایک آیت
قرآن کی لاتے ہیں اس بات سے ان کو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ مبادا مانند دوسرے شاعروں
کے کہ بہ مقتضائے ہر وقت کے تالیف کرتے ہیں یہ کلام بھی کلام آں حضرت کا ہو کہ اپنی طرف
سے بنا لیا ہو نہ کلام الٰہی اس واسطے کہ کلام الٰہی اگر ہوتے تمام ایک دفعہ خدا کی طرف سے
ان کے اوپر نازل ہوتے جیسے کہ توریت اور انجیل۔ پس گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم کو
بسبب اس طرح کے اُترنے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہو پس علاج اس کا یہ ہے کہ تم
بھی قوتیں فکریہ اپنی کو جمع کرو اور الفاظ کی ترکیب اور نظم معانی میں کوشش بہت کر کے تتبع
اس کلام کا کرو اس واسطے کہ اس شخص کو خوب جانتے ہو کہ چالیس برس تک محض اُمی تھا اور عمر
بھر کبھی اپنی ایک بیت بھی موزوں نہیں کی اور ایک فقرہ نثر کا نہیں لکھا اور تم سب مشاق
اس کام کے اور اُستاد نادر زمانہ کے ہو اور سلیقہ تالیف کرنے خطبوں بڑے بڑے کا اور
قصیدوں روشن کا رکھتے ہو اور اگر تم سے تتبع اس کلام کا نہ ہو سکے یعنی اسرار اس کے معلوم

نہ ہوسکیں فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ پس لاؤ تم ایک سورۃ ایسی کلام سے کہ ادنےٰ درجہ اُس کا
ایک آیت ہو اور مانند اس کلام کے نہایت فصاحت اور بلاغت میں ہو اور ہر ترکیب اُس کی
ترکیبوں میں سے اوپر موقع اپنے کے واقع ہوئی ہو اور ہر تشبیہ اور ہر مجاز اور ہر کنایہ کو
اوپر حسن اور لطافت اُس کی کے لایا گیا ہو اور باوجود ان سب امور کے تنافر اور وحشت کلمات
اور انغلاق ترکیبوں سے سلامت اور پاک ہو تا کہ معلوم ہو کہ یہ کلام بھی تالیف بشری سے
ہے اور سلیقہ شعری سے صادر ہوا اور یہ بات بھی تمہاری سہولیت کے واسطے کہی گئی والا
اس کلام میں سوائے فصاحت اور بلاغت کے اور چیزیں بھی ہیں کہ اگر تتبع اُن کا تم سے
طلب کیا جائے بہت مشکل تمہارے اوپر پڑ جائے اوّل یہ کہ طریقہ اس کلام کا مخالف کلام
بشر کے طریقوں سے ہے خصوصاً مقطع اور مطلع سورتوں کے دوسرے یہ کہ تناقض اور اختلاف
سے مبرّا اور پاک ہے تیسرا یہ کہ شامل ہے غیب کی خبروں پر کہ قصے گزرے ہوئے پہلے قرنوں
کے بے مطالعہ کتاب کے اور رجوع کرنے تواریخ کے اس میں بالتفصیل مذکور ہیں اور آئندہ
کی خبریں بھی صراحتہً اور کہیں اشارۃً اُس سے معلوم ہوتی ہیں اور وہ خبریں جیسا کہ اس میں
مذکور ہیں واقع ہوتی ہیں پھر جب اس کلام میں ہم تامل کریں معلوم ہوتا ہے کہ کلام اللہ کے
ایسے مضامین ہیں کہ آدمی سے رعایت کمال فصاحت کی اُس میں نہیں ہوسکتی اور چند موانع
اس کے واسطے اس امر سے موجود ہیں اور باوجود اس کے فصاحت اُس کی نہایت درجہ
کو پہنچی اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ سوائے قادر مطلق کے کام کسی کا نہیں کہ باوجود موانع کے
ایسا کلام کہ کمال درجہ فصاحت اور بلاغت کا اُس میں پایا جائے تالیف کیا ہو اور بعضے
ان موانع میں سے یہ ہے کہ فصاحت عرب کی اور لوگوں کی اکثر اُن چیزوں کے وصف میں ہوتی
ہے کہ دیکھی اور سُنی ہوں مثل شتر کے اور گھوڑے کے اور غلام اور لونڈی کے اور زن اور
فرزند کے اور بادشاہت کے اور جنگ اور لوٹ کے اور مانند اس کے اور اس کلام میں ان
چیزوں کا ذکر قدرے قلیل ہے بیشتر اس کلام میں ذکر اُن چیزوں کا ہے کہ کسی نے ان کو نہ دیکھا
ہے اور نہ سُنا ہے اور ایسی چیزوں کے بیان میں رعایت تشبیہات دقیقہ اور استعارات بلیغہ
کے مقدور کسی فرقہ کا نہیں اور بعض اُن موانع میں سے یہ ہے کہ اس کلام میں رعایت صدق

کی اور پرہیز کرنا کذب سے کمال کا درجہ موجود ہے اور باوجود اس کے فصاحت کاملہ اس
میں پائی جاتی ہے اور نظم اور نثر اگر اس میں رعایت صدق کی اور احتراز کذب اور مبالغہ
سے کیا جائے رکاکت اور خساست پیدا کرتی ہے اسی واسطے کہاہے کہ احسن الشعر
اکذبہ یعنی جس قدر شعر میں مبالغہ بہت ہو اُسی قدر لطف پیدا کرتاہے اور بعض اُن موانع
میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ شعر کی تالیف کرے خواہ نثر کو لکھے جس وقت کلام اپنے میں
بیان قصہ کا یا باندھنا مضمون مکرر کا کرے کلام اُس کے میں دُوسری بار میں بہ نسبت پہلی مرتبہ
کے حسن کم ہو جاتاہے اور نقصان قبول کرتاہے اور اس کلام میں جس جگہ تکرار فرماتی ہے
زیادہ لُطف پایا جاتاہے اور بعض موانع میں سے یہ ہے کہ کلام جس قدر طویل ہوتا ہے رعایت
فصاحت اور بلاغت کی اُس میں بہت دشوار پڑتی ہے اور ضروری ہے کہ بعض جگہوں میں
اعلےٰ رتبہ سے گر جاتاہے اور یہ کلام باوجود اس طول کے کسی جگہ درجہ اعلیٰ سے نہیں گرا اور
بعض ان موانع میں سے یہ ہے کہ مضامین اس کلام کے واجب کرنا عبادتوں شاقہ کاہے اور
حرام کرنا لذتوں اور خواہشوں نفسانی کا اور برانگیختہ کرنا آدمیوں کا اوپر بے رغبتی دُنیا کے
اور خرچ کرنے مال کے اور صبر کرنے مصیبتوں پہ اور یاد کرنے موت کا اور توجہ کرنا آخرت کی طرف کے
اور ظاہر ہے کہ ان امور کے بیان کرنے میں دائرہ بلاغت کا تنگ ہوتاہے اور بعض ان
موانع میں سے یہ ہے کہ جو نظم یا نثر بنانے والا ہے بعضے مضمون میں زیادہ دخل رکھتاہے
بعضے بیچ بیان کرنے حسن معشوقوں کے قدرت تمام رکھتے ہیں اور بعضے مجلس طرب وغیرہ
کے بیان میں اور بعضے بیچ بیان لڑائی کے اور بعضے ہجو کے اسی واسطے عرب کے اُستادوں نے
کہا کہ امراء القیس بیچ بیان حسن عورتوں کے اور گھوڑوں کی صفت میں بے نظیر ہے اور نابغہ
لڑائی کا مضمون خوب باندھتاہے اور اعشیٰ مجلس شراب اور طرب اور رقص اور تماشا کو خوب
بیان کرتاہے اور زہیر عرض مطلب اور اظہار طمع میں قدرت خوب رکھتاہے اور اس کلام
کو جو اچھی طرح دیکھیں ہم ہر فن میں بے نظیر ہے ترغیب کے اندر ایک آیت کافی ہے کہ
فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین پس نہیں جانتاہے کوئی نفس اُس چیز
کو کہ چھپا رکھی ہے واسطے اُن کے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی اور خوف دلانے میں یہ آیت کہ

وخاب کلّ جبار عنید من وراۂجھنّم ویسقیٰ من ماءٍ صدید یتجرّعہ ولا یکاد یسیغہ ویاتیہ الموت من کلّ مکان وماھو بمیّت یعنی نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنے والا پیچھے اس کے دوزخ ہے اور پلادیں گے اس کو پانی پیپ کا گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اس کو اور گلے سے نہیں اتار سکتا ہے اور چلی آتی ہے اس پر موت ہر جگہ سے اور وہ نہیں مرتا ہے اور زجر اور توبیخ میں فکلاًّ اخذنا بذنبہ فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا یعنی پس سب کو پکڑا ہم نے بسبب گناہ اُن کے کے پس بعضوں کے اوپر بھیجے ہم نے پتھر اور بعضوں کو پکڑا چنگھاڑنے اور بعضوں کو ان میں سے دھنسایا ہم نے زمین میں اور بعضوں کو ڈبو دیا اور وعظ اور عبرت میں یہ آیت افرایت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون ما اغنیٰ عنھم ما کانوا یمتعون یعنی بھلا دیکھ اگر نفع اُٹھانے دیا ہم نے ان کو کئی برس پھر پہنچا اُن پر جس کا اُن سے وعدہ تھا کب کام آئے گی اُن کے وہ چیز کہ نفع اٹھاتے رہے اور الوہیت میں یہ آیت اللہ یعلم ما تحمل کلّ انثیٰ وما تغیض الارحام وما تزداد وکلّ شیءٍ عندہٗ بمقدار عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال یعنی اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور جو بڑھتے ہیں اور ہر چیز کی ہے اُس کے پاس گنتی جاننے والا چھپے اور کھلے کا سب سے بڑا بلند اور بعض مواضع سے یہ ہے کہ یہ کلام اصل سب علموں کی ہے مثل علم عقائد اور علم مناظرہ کے کہ باطل دین والوں کے ساتھ ہوا اور مثل علم اصول فقہ اور علم فقہ اور علم احوال اور علم اخلاق اور علاوہ ان کے اور بھی ہیں اور اس قسم کے غوامض بیان کرنے میں بلاغت اختیار کرنی مقدور بشر کا نہیں اگر کسی نثر بنانے والے سے کہ بلیغ ہو فرمائش کریں کہ ایک دو مسئلے منطق کے عبارت رنگین میں لکھے یا ایک دو مسئلے فرائض کے ساتھ کلام بلیغ کے ادا کرے۔ ہرگز اس کو ممکن نہ ہوگا پس ایسی چیزوں سے یقیناً دریافت کریں گے کہ یہ کلام کلام بشر کا نہیں کلام الٰہی ہے اور اگر باوجود اس کے کہ تتبع اس کلام کے سے عاجز اور شک اور شبہ تمہارا

دُور نہ ہو اور کہو تم کہ شاید سوائے ہمارے دُوسرا اُوپر اس کے قدرت رکھتا ہو گو ہم عاجز ہوں
پس علاج اس کا بھی ہم رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جن مخلوقات کی قدرت کاملہ اور علم شامل
اعتقاد کرتے ہو ان کے ساتھ استعانت ڈھونڈو وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ یعنی تضرع اور زاری کے ساتھ بلاؤ تم معبودوں اپنے کو سوائے خدا کے تاکہ
اس کار میں مدد تمھاری کریں اور حل اس مشکل کی کریں اور ان کے معبودوں کو شہدا دو وجہ
سے کہتے ہیں اول یہ کہ شہدا جمع شہید کی ہے اور شہید ماخوذ ہے شہود سے اور شہود کے معنی
حضور کے ہیں اور ان کو اعتقاد ایسا تھا کہ ہمارے معبودوں کو ایسا علم احاطہ کرنے والا ہے
اور قدرتِ کاملہ حاصل ہے کہ جو کوئی ان کو کسی وقت میں اوقات سے یا کسی مکان میں مکانوں
میں سے پکارے اور فریاد کرے اور مدد ڈھونڈے فی الفور حاضر ہوتے ہیں اور امداد و
اعانت کرتے ہیں اور وہ مشکل حل ہوتی ہے اور اس واسطے کہ یہ اعتقاد خاص اُن کے
ساتھ تھا شہدا کی اضافت ان کی طرف کی دوسری یہ کہ شہید ماخوذ شہادت سے اور مشرکین
اپنے معبودوں کے حق میں کہتے تھے کہ هٰؤلاء شفعاؤنا عند الله یعنی یہ گواہی
دیں گے ہمارے واسطے اللہ کے پاس اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اگر ہو تم سچے اس
اعتقاد میں کہ معبودوں ہمارے کو منصب حضور اور مشکل کشائی کا یا منصب شفاعت اور
شہادت کا عند اللہ حاصل ہے پس اگر باوجود اس استعانت اور استمداد کے بھی مدعا
تمھارا حاصل نہ ہو پس جانو تم کہ مذہب تمھارا اور طریق سے باطل ہوا ایک یہ کہ تم منکر
اعجاز قرآن کے ہو اور اس کو کلام بشری کہتے ہو۔ اب ثابت ہوا کہ یہ کلام معجز بشر کا
نہیں دوسرے یہ کہ معبودوں اپنے کو حل کرنے والا مشکل کا اور عقدہ کشا جز اور کل کا
تم جانتے ہو اور وہ سب جھوٹ نکلا اور بعضے مفسرین نے شہدا کو بمعنی گواہوں کے لیا ہے
اور وجہ ربط اس کلام کی پہلے کلام سے اس طرح تقریر کی کہ اگر بقدر ایک سورت کے مانند
اس کلام کے تالیف کر کے مجمع عقلا اور مجلس مقابلہ اور معارضہ میں پڑھو تم اور یہ گمان تم کو
ہو کہ مسلمان تعصب کی راہ سے مکابرہ کریں اور تمھارا کلام کہ حقیقت میں مانند اس کلام
کے ہے مثل نہ اعتقاد کریں اور کہیں کہ یہ اس کو نہیں پہنچتا پس تدبیر دوسری کرو تم اور

گواہ معتبر اپنے شاعروں اور نثر نویسوں میں سے کہ تمھارے نزدیک گواہی اُن کی معتبر ہو اس مجلس میں حاضر کرو تاکہ گواہی دیویں کہ وہ کلام لایا ہوا تمھارا برابر اس کلام کے ہے اور اس سورۃ میں لفظ من دون اللہ کا اس واسطے زیادہ کیا ہے کہ خدا کو گواہ مقرر کرنا ہر شخص عاجز کی عادت ہے خواہ سچا ہو خواہ جھوٹا پس قطع نزاع کی نہ ہو سکتی اس واسطے کہ اطلاع پانا گواہی اُس کی کے قطعاً اور یقیناً ممکن نہیں مگر معجزہ سے یا وحی سے اور اوپر پہلی تقدیر کے لازم آتا ہے تسلسل[1] اور اوپر تقدیر دوسری کے دور لازم آتا ہے باقی رہے اس جگہ کئی سوالات کہ ظاہر وارد ہوتے ہیں اور دفع کرنا ان کا واجب ہے اوّل یہ کہ پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کلام میں ساتھ لفظ عبدنا کے کس واسطے ذکر فرمایا لفظ نبینا اور رسولنا کس واسطے ارشاد نہ کیا کہ مناسب مقام کے ہوتا اس واسطے کہ نزول کتاب کا نہیں ہوتا ہے مگر اوپر رسُول اور نبی کے جواب اس کا یہ ہے کہ منصب رسالت اور نبوت کا بسبب خلوص بندگی اور کمال عبودیت کے حاصل ہوتا ہے و ذکر الاصل یغنی عن ذکر الفرع یعنی ذکر اصل کا بے پروا کرتا ہے ذکر فرع کے سے اور کیا اچھا شعر ہے کہ کہا گیا ہے

داغ غلامیت کرد پایۂ خسرو بلند میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

پس واسطے ظاہر کرنے شرف عبودیت کے لفظ عبدنا کا مناسب زیادہ ہوا جیسا کہ بیچ انزل علی عبدہ الکتاب و نزل الفرقان علی عبدہ اور اور آیتوں کے اس امر کی رعایت کی گئی دوسرا یہ ہے کہ قرآن میں بعضی آیتیں بطریق نقل کے کلام دوسروں کے سے لائے ہیں پس اگر وہ آیتیں اُنھیں عبارتوں کے ساتھ ہیں کہ اُن سے صادر ہوئی ہیں پس اعجاز قرآن کا ثابت نہ ہوا اس واسطے کہ کلام بشر کا بھی ساتھ اس درجہ بلاغت کے پہنچا اور اگر ان عبارتوں کے ساتھ اُن سے صادر نہ ہوئی تھیں پس خبر مطابق واقعہ کے نہ ہوئی اور مطابق نہ ہونا خبر الٰہی کا واقع کے ساتھ محال ہے جواب اس کا یہ ہے کہ حکایت کلام دوسروں کی دو طریق سے ہے اوّل یہ کہ اس کا کہا ہوا بعینہٖ لاویں اور کسی طرح کا اُس میں تغیر اور تبدل نہ ہو جیسا کہ استفتاء میں

---

[1] اس واسطے کہ اُس معجزہ میں کلام کیا جائے گا اس کی نبوت کے واسطے اور معجزہ چاہیئے وعلیٰ ہذا القیاس اور دوسرے ثابت کرنا بعینہٖ دعوے سے دعوے کو ثابت کرنا

کہ احکام طلاق اور عتاق اور اقرار اور انکار اور وصیت کے ہوں بعینہٖ عبارت قائل کی لاتے ہیں یا کلام لڑکوں کو انھیں کی لغت کے ساتھ نقل کرتے ہیں دوسرا طریق یہ ہے کہ نقل بالمعنیٰ کریں اور دوسروں کے معنوں کو عبارت میں ترتیب دیں جیساکہ منشی لوگ احکام بادشاہی لکھتے ہیں اور قبالہ لکھنے والے اور خطوط لکھنے والے اور محضر لکھنے والے بھی کام کرتے ہیں پس حکایات اور قصص قرآنی بھی دوسری قسم میں داخل ہیں دوسروں کے کلام کو اپنی عبارت میں نقل فرمایا ہے اور ایسا ہی بعض جگہ بندوں کی زبان پر اور بوجہ تعلیم اور تلقین کے ارشاد فرمایا ہے مثل ایاک نعبد و ایاک نستعین اور ایسی جگہ صدق خبر میں مطابقت معنی کی واقع کے ساتھ کافی ہے مطابقت الفاظ کی درکار نہیں تیسرا یہ کہ وقوع شک اور شبہ کا کافروں کو قرآن کی حقیقت میں یقینی تھا امر یقینی کو ساتھ حرف شک کے کہ وہ اِنْ ہے کس نکتہ کے واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ واسطے ظاہر ہونے دلائل اعجاز قرآن کے کہ شک اور شبہ کو جڑ سے اکھیڑے ہیں اس امر یقینی کو مشکوک قرار دیا اور حرف شک کا استعمال کیا چوتھا یہ ہے کہ صاحب شک مدعی نہیں تاکہ اس سے حجت کی درخواست کریں اس واسطے کہ حجت اوپر مدعی کے ہے نہ اوپر منکر کے اور منکر کے مقابلہ میں اپنی طرف سے حجت لانی چاہیے پس طلب کرنا معارضہ قرآن کا منکروں سے کس وجہ سے کیا گیا جواب اس کا یہ ہے کہ جو شخص اعجاز قرآن کا منکر ہوا گویا اُس نے دعوی کیا کہ تالیف مثل اس کلام کے مقدور آدمی کا ہے اور اس دعوی ضمنی کے طلب کرنا حجت مدعی سے ضرور ہوا جیسا کہ کہا گیا ہے بیت

باچنیں بے ہودہ گوئی می تواں گفتن اگر قوتے داری بگو در قدرتے داری بیار

پانچواں یہ ہے کہ جو کوئی کسی چیز میں شک کرتا ہے اُس کے دل میں حکم نہیں ہوتا ہے اور صدق اور کذب لواحق حکم کے سے ہیں پس درمیان وان کنتم فی ریب اور ان کنتم صادقین کے کس وجہ سے ربط ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ان کنتم صادقین میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ساتھ ان کنتم فی ریب کے مربوط ہو اور اس تقدیر کے یہ سوال وارد ہوتا ہے اور دفع اس کا یہ ہے کہ جو کوئی اعجاز قرآن میں شک کرتا ہے پس گویا خبر دیتا

ہے ساتھ اس بات کے قرآن تالیف بشر کی ہو سکتی ہے اور یہ کلام ضمنی کا ذب ہے
پس بنظر اسی کلام ضمنی کے ان کنتم صادقین فرمایا دوسرا احتمال یہ ہے کہ مربوط ساتھ الفاظ
دعوا شہداء کم من دون اللہ کے ہو اور اوپر اس تقدیر کے مراد یہ ہے کہ اگر تم اس دعوے
میں سچے ہو کہ معبود ہمارے فریاد ہماری کو پہنچتے ہیں اور مشکلات ہماری حل کرتے ہیں پس
اس وقت واسطے دُور کرنے شک اور حیرت اپنی کے اُن کے تئیں بلاؤ پس سوال اصل سے
متوجہ نہیں ہوتا ہے بیچ اس جگہ کے چاہیئے جاننا کہ ضمیر من مثلہ کی بعضے مفسرین نے عبد
کی طرف پھیری ہے اور معنی اس طرح مقرر کئے کہ لاؤ تم بقدر ایک سورۃ کے مانند اس
بندہ ہمارے کے کہ امی محض ہے اور مشق نظم اور نثر کی بالکل نہیں کی اور یہ تفسیر اگرچہ اس
مقام میں محتمل ہے لیکن اختیار کرنا اس تفسیر کا بے موجب دائرۂ اعجاز کو تنگ کرنا ہے اور
دوسرے مقاموں میں دوسری آیتیں مخالف اس تفسیر کے ہیں منجملہ ان کے سورۂ یونس
میں فاتوا بسورۃ مثلہ اور بیچ سورۂ ہود کے فاتوا بعشر سور مثلہ
اور بیچ سورۃ اسراء کے قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا
القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا خلاصہ یہ ہے کہ طلب معارضہ
قرآن کی ہر فرد بشر اور جن سے واقع ہوئی اور اس جگہ کہ مخاطبین دم فوقیت کا اس
بنہ میں مارتے تھے خطاب انھیں کے ساتھ خاص ہوا اور یہ بھی ان کو اجازت دی گئی
کہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لو اور ارشاد کیا کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا یعنی پس اگر نہ کر سکو یہ کام
باوجود مبالغہ ہمارے کے بیچ طلب کرنے معارضہ کے اور مشہور ہونے تمہارے کے فصاحت اور
بلاغت میں اور حرص تمہاری کے اور معارضہ اور مقابلہ کے وَلَنْ تَفْعَلُوْا یعنی اور ہرگز نہ کر سکو گے
اس کام کو اس واسطے کہ مخالف کے الزام دینے میں یہ امر سہل کافی تھا اور تم نے اس امر کو چھوڑ دیا
اور لڑائی اور فساد اور ہلاک کرنا اپنی جانوں کا اور دوسروں کا اور جلا وطنی اور خرابی ملک
اپنے کی اور سوا اس کے اور قباحتیں اختیار کیں اور یہ بات عقل سے بعید ہے پس ہرگاہ کہ تم نے
ایسی چیزوں مشکل کا اختیار کیا اور اس امر سہل سے کنارہ کیا بالیقین معلوم ہوا کہ یہ کام سہل نہیں

ف یعنی تم میں سے کوئی شخص اُمی محض مانند حضرت صلعم کے اس سے ایک سورۃ قرآن کی بنا لو ۱۲

بلکہ تمھاری قدرت سے خارج ہے پس نہیں ہے یہ مگر کلام الٰہی پس ایمان اُس کے ساتھ لانا فرض ہی
ہے اور تم اب تک شک اور شبہ میں ہو اور راہ عناد کی چلے جاتے ہو اور عناد کرنے والوں کے
واسطے آگ دوزخ کی مہیا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنی پس بچو
تم اُس آگ جلانے والی سے کہ ایندھن اُس کا آدمی اور پتھر ہیں وہ آگ غضب الٰہی کا ہے
کہ سبب روشن ہونے اُس آگ کا ابتداءً جنس آدمیوں سے کفار ہیں اور جنس مخلوقات دوسری
میں سے بُت ہیں کہ اکثر پتھر سے بناتے ہیں اور ان کے تئیں عبادت میں ساتھ خدائے عزّ و جل کے
برابر کرتے ہیں اور سونا اور چاندی کہ معبود دنیا کے طلب کرنے والوں کا ہے اور شہوت اور غصہ
کہ مطلوب شہوت پرستوں اور درندوں کی خصلت والوں کا ہے پتھر اور آدمی میں داخل ہے
جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ساتھ اسی تقریر کے دفع ہوا سوال کہ نہایت دشوار ہے اور اس مقام
میں اس کو لایا کرتے ہیں اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ وقودها الناس والحجارة کہ علامت
ممیزہ اس آگ کی مقرر کی ہے کس راہ سے ہے اگر مراد یہ ہے کہ ابتدا میں روشن ہونا اس آگ
کا ساتھ اُن دونوں چیزوں کے پایا گیا پس یہ خلاف واقع ہے اس واسطے کہ احادیث صحیحہ میں
وارد ہے کہ اوقد علی النار الف عام حتی ابیضت ثم اوقد علیها الف عام
حتی احمرت ثم اوقد علیها الف عام حتی اسودت فهی سوداء مظلمة
یعنی روشن کی گئی آگ ہزار برس یہاں تک کہ سفید ہو گئی پھر روشن کی گئی ہزار برس یہاں تک کہ سرخ ہو گئی پھر روشن کی گئی ہزار برس یہاں تک
کہ سیاہ ہو گئی پس اب وہ سیاہ تاریک ہے اُس وقت آدمی اور پتھر کہاں تھے کہ ایندھن
اُس کا ہوتے اور اگر مراد یہ ہے کہ آدمیوں اور پتھروں کو جلائے گی پس ہر ایک آگ یہی
خاصیت رکھتی ہے کہ جو چیز اس میں ڈالیں بقدر استعداد قابل کے باعتبار جلانے اور گرم کرنے
کے متغیر کرتی ہے دوزخ کی آگ کی کیا خصوصیت ہے اور بیان دفع اس سوال کا یہ ہے
کہ آگ دوزخ کی ظہور آگ الٰہی کا ہے کہ روشن ہونا[1] اس کا ابتداءً اور اصالۃً بسبب کفر
اور بُت پرستی کے وقوع میں آیا اور ارکان اس کاربد کی دو چیزیں ہیں آدمی اور بُت کہ ایک
عابد ہے اور دوسرا معبود اور روشن ہونا اور بھڑکنا اس آگ کا بسبب گناہوں کے رجوع
اس کا بھی طرف قوتوں فاسدہ انسانیہ کے ہے پس اس وجہ سے بھی ایندھن اس آگ کا آدمی

[1] یعنی مراد آگ سے کہ اس آیت میں مذکور ہے آگ غضب الٰہی کی ہے اور غضب الٰہی کا بھڑکنا بسبب انہی چیزوں کے ہے ۱۲

ہوتے ہیں اور بعضے مفسرین نے ایسا کہا ہے کہ بسبب کثرت اور ہجوم آدمیوں کے کہ اُس
آگ میں ہوگا گویا ایسا ہے کہ بجائے لکڑیوں کے یہی گروہ ایندھن اس آگ کا ہے پس کلام کی
بنا اوپر تشبیہ کے ہے اور اس جگہ ایک سوال اور ہے کہ اس سورۃ میں النار التی وقودھا
الناس والحجارۃ بطریق موصول اور صلہ کے لاتے ہیں اور اس طریق کے واسطے علم
مخاطب کا پہلے سے درکار ہے اور بیچ سورۂ تحریم کے نارا وقودھا الناس والحجارۃ
بطریق موصوف اور صفت کے ارشاد ہوا اور اس طریق کو جہل مخاطب کا پہلے سے چاہیئے
پس وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ سورۂ تحریم پہلے اس سورت سے اُتری ہو اُس سورۃ میں مخاطبین
کو علم ایسی آگ کا کہ صفت اس کی یہ ہو حاصل نہ تھا پس لفظ نار کا نکرہ کر کے لاتے ہیں اور
موصوف اس صفت کے ساتھ کیا اور بیچ وقت نزول اس سورت کے کہ بعد اُس کے ہوئی اس
نار کو کہ علم اس کا آگیا ساتھ ترکیب موصول اور صلہ کے یاد دلایا اور بعض مفسرین سلف سے
منقول ہے کہ انھوں نے حجارۃ کو اوپر حجارۃ کبریت کے منطبق کیا ہے نہ اوپر بتوں کے
لیکن قرآن کی آیتیں اکثر جگہ میں دلالت اس پر کرتی ہیں کہ مراد حجارۃ سے بت ہیں جیسا کہ آیا ہے
انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم اور مانند اس کے اور بہت
سے زیادہ بعید یہ ہے کہ حجارۃ کو محمول کیا جائے اوپر دلوں سخت اہل قسوۃ کے اور اس آیت
بقرہ ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ کو بطور
شاہد کے لایا جائے اس واسطے کہ دل سخت اہل قسوۃ کے ناس کے اندر داخل ہیں۔ پس حاجت
اعادہ اُس کی کچھ نہیں مگر اس طرح پر کہ تخصیص بعد تعمیم کہیں اور یہ اس مقام میں چنداں چسپاں
نہیں اور بعضے مفسرین اس مقام میں اور شبہ کرتے ہیں کہ آگ دوزخ کی کہ نمونہ آگ قہر
الٰہی کی ہے جیسا کہ افعال شنیعہ آدمیوں کے سے اشتعال قبول کرتی ہے ایسی ہے بلکہ زیادہ
اس سے ساتھ افعال قبیحہ شیطانوں کے برانگیختہ ہوتی ہے پس تخصیص ناس کی اس جگہ کس واسطے
ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مخاطبین ہر گاہ کہ جنس آدمیوں کی سے تھے اُن کو اُسی آگ سے
ڈرانا چاہیئے کہ جو افعال شنیعہ آدمیوں کے سے مشتعل ہوئی اور ہوتی ہے گو کہ اُس جگہ اور آگ
بھی ہے کہ وقودھا الشیاطین وکفار الجن یعنی ایندھن اس کا شیاطین اور کافر جن ہیں

اور رغابت اور ندرت آگ کی بھی اسی میں ہے کہ آدمی اور پتھر ایندھن اس آگ کا ہوتے ہیں اور
جن اور شیاطین چونکہ ناری ہیں اور مادہ اُن کا آگ ہے پس اُن سے آگ کا روشن کرنا کچھ عجیب اور
غریب نہیں اور تحقیق مقام کی یہ ہے کہ حرارت آگ کی تابع صورت نوعیہ اس کی کے ہے کہ
وہ ظل روحانیت اور ملکوت اس کے کا ہے اور اگر صورتیں نوعیہ کہ ظل روحانیات اور ملکوت
ہر جسم کے بلکہ ہر جوہر عرش کی ہیں درمیان میں نہ ہوں تمام اجسام خواص میں برابر ایک
دوسرے کے ہوجائیں اور بالکل امتیاز آپس میں نہ رہے اور روحانیت آگ شرری کی آگ قہر
الٰہی سے ہے کہ بعد تنزل کے مراتب کثیرہ میں نفس کے مرتبہ میں غضب کی صورت میں ظاہر ہوئی
اور ایسی اخلاط اور ارواح کے جلانے میں موثر پڑتی ہے کہ نار جسمانیہ اُس قدر لکڑی کے جلانے
میں تاثیر نہیں رکھتی ہے اور ہرگاہ کہ قیامت کے دن احکام روحانیہ ہر چیز کی غالب ہوں گی
وہ آگ درد پہنچانے اور دوام تاثیر میں دنیا کی آگ سے ان گنت درجے زیادہ ہو جائے گی
اور یہی ہے مضمون حدیث صحیحہ کا ھذہ جزء من سبعین جزء من نار جھنم
کلھن مثل حرھا اور وہ آگ قیامت کے دن کافروں سے دُور نہ ہوگی کہ روشن
کرکے تیار رکھیں گے بلکہ آثار جلانے کے اُس کے بعد مرنے کے بھی برابر پہنچیں گے اس واسطے
کہ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یعنی تیار کی گئی ہے کافروں کیلئے عذاب دینے اُن کے پہلے ان کی پیدائش
سے اور پہلے کفر اور گناہوں اُن کے سے اس واسطے کہ وہ آگ اور کچھ نہیں مگر شرر قہر الٰہی کا
اور غصہ اس کا اور یہ کا فرازل سے خدا کے غصہ میں ہیں اس جگہ جاننا چاہیئے کہ مہیا کرنے
اُس آگ کے واسطے کافروں کے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ سوائے کافروں کے اور
گناہگاروں اور اہل کبائر کو اس کے ساتھ عذاب نہ کریں جیسا کہ بنانے بندی خانہ کے
واسطے چوروں کے لازم نہیں آتا ہے کہ قرض داروں اور اہلِ حقوق کو اُس میں قید نہ کریں
یا بنانے گھر کے سے اپنی سکونت کے واسطے لازم نہیں آتا ہے کہ مہمانوں کو اُس جگہ گھر نہ
دیویں یا کرایہ داروں اور عاریت لینے والوں کو اُس میں نہ اُترنے دیویں پس تمسک معتزلہ
اور خوارج کا اس آیت سے واسطے اس کے کہ اہلِ کبائر کافر ہیں اور اہل صغائر واجب العفو
ہیں ساقط اور پوچ ہے بدلیل اس کے کہ بہشت کی صفت میں اعدت للمتقین فرمایا ہے اور

اس میں لڑکا اور مجنوں بھی اجماعاً معتزلہ اور خوارج کے نزدیک بھی داخل ہوں گے اور لڑکے اور مجانین متقی نہیں ہیں بلکہ لفظ اعدت کا کہ ماضی کے صیغہ کے ساتھ واقع ہوا ہے دلیل صریح اہل سنت کی ہے اُوپر اس کے کہ بہشت اور دوزخ مخلوق ہو چکی ہیں اور تیار ہیں جیسا کہ احادیث متواتر المعنی اس کے اوپر شاہد ہیں اور معتزلہ برخلاف اس کے اصرار رکھتے ہیں اور اس جگہ میں ایک سوال ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اوّل آدمیوں اور پتھروں کو ایندھن آگ کا قرار دیا پھر فرمایا ہے کہ وہ آگ تیار کی گئی ہے کافروں کے واسطے اور جس وقت کافر عذاب دیئے گئے آگ کے ساتھ ہوں گے پھر اور آدمی کون ہیں کہ وہ اس کا ایندھن ہوں گے جواب اُس کا یہ ہے کہ جب معرفہ کو بعد معرفہ کے لاتے ہیں اتحاد کے اوپر دلالت کرتا ہے جیسا کہ جاءنی زید فاکرمت میں مت الجائی جاری اور زید ایک شے ہے پس کافر ذکر کئے گئے اور وہ آدمی کہ ایندھن آگ کا ہیں مصداق دونوں کا ایک ہے اور ہرگاہ کہ غرض اولیٰ اس کلام میں تاکید اور تقید کرنا آدمیوں کا ساتھ عبادت اور توحید کے تھا اور اس ذکر میں ذکر اعجاز قرآن کا اور طلب کرنا معارضہ منکروں اس کے آیا از بہیچ صورت عاجز ہونے کے معارضہ سے اور اصرار کرنے کے اوپر انکار کے ڈرانا آگ دوزخ کی سے مذکور ہوا موافق قاعدہ حکمت کے تہذیب نفس کی لازم آئی کہ جو آدمی اس کلام سے راہ چلنے والے ہوتے اور مطابق اوامر اور نواہی اُس کے اُنھوں نے عمل کیا ہو اُن کے تئیں خوش خبری لذتوں ہمیشگی کی اور راحت دائمی کی دی جائے تاکہ ڈرانے کے ساتھ خوش کرنا بھی جمع ہو جائے اور رجا اور خوف مل جائے اور اعتدال دونوں کیفیتوں کا سُننے والوں کے دلوں میں پیدا ہو اور یہی ہے عادت الٰہی اس کلام مجید میں کہ وعدہ کو وعید کے ساتھ ملایا ہے اور کسی چیز میں ایک امر کے اوپر کفایت نہیں کی ہے تاکہ خوشخبری اور ڈرانا دونوں آپس میں جمع ہو کر برابری دونوں کیفیتوں خوف اور رجا کی کرتی رہیں اور دونوں باز وایمان کو کہ سبب اُڑنے اور چڑھنے کا قرب کے مرتبوں میں اور باعث اصلاح کرنے جوہر نفس کا ہے برابر ایک دوسرے کے کیا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ لو وزن خوف المومن ورجاءہٗ لاعتدلا یعنی اگر تولے جائیں خوف اور رجا مومن کے البتہ برابر آویں اسی واسطے بطریق عطف کے اوپر یا ایھا الناس اعبدوا

کے یا اوپر انذرھم بالنار الموصوفۃ کے کلمہ اعدت للکفرین کے مقدر ہے
ارشاد فرماتے ہیں کہ ڈرا تو اُس آگ سے منکروں اس کتاب کو وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
یعنی اور خوشخبری دیجئے اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کتاب کے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
یعنی اور کئے انھوں نے کام اچھے اور اچھا کام وہی ہے کہ اس کتاب میں امر اس کے واسطے
ہوا ہو یا تین فروع اس کتاب کی میں سے کسی فرع نے اُس کے اوپر دلالت کی ہو اور فروع
اس کتاب کی سنّت پیغمبر کی اور اجماع مجتہدین کا اور قیاس جلی ہیں لَهُمْ جَنّٰتٍ یعنی ساتھ
اس بات کے کہ واسطے اُن کے تیار ہیں باغ، باعتبار مرتبے ایمان کے اور موافق عملوں شائستہ
اُن کے کے اور اُن باغوں میں سے ایک کا نام جنّت الفردوس ہے اور دوسرے کا نام جنت عدن
اور تیسرے کا نام جنّت الماوٰی . اور چوتھے کا نام دار الخلد اور پانچویں کا نام دار السّلام اور
چھٹے کا نام دار المقامۃ اور ساتویں کا نام علیتین اور آٹھویں کا نام جنّت نعیم اور یہ عطا ہونا
بہشتوں کا بدلے اُس چیز کے ہے کہ باطن اُن کے میں بسبب ایمان کے معارف حقہ اور خصائل
پاکیزہ مانند باغوں کے مرتب ہوئے تھے اور وہ باغ ہمیشہ سرسبز اور تروتازہ ہیں اس واسطے
کہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی جاری ہیں نیچے درختوں اُن باغوں کے نہریں جیسا
کہ نہریں حکمت ایمانی کی باطن اُن کے سے اُوپر زبانوں اُن کی کے جاری ہوئی تھیں اور فیض
اُن کا عالم میں پہنچتا تھا اور اُس وقت میں کہ وہ نیک لوگ اُن باغوں میں داخل ہوں گے اور
لذتیں اُس جگہ کی استعمال کریں گے اُن کو معلوم ہوگا کہ یہ سب لذتیں گوناگوں کی بدلہ اُسی
ایمان اور عمل صالح کا ہیں تاکہ لذت اُن کی بسبب اس جاننے کے دوچند ہو اور قدر ایمان اور
عمل شائستہ کی ان کے ذہن میں بڑھ جائے اگر یہ امر ان کو معلوم نہ ہو تو ان نعمتوں کو بھی
مانند نعمتوں دُنیا کے نعمتیں ابتدائی تصور کریں اور لذت جزا پانے کی معلوم نہ کریں۔ دلیل اس
جاننے اُن کے کی یہ ہے کہ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا یعنی جس وقت کہ روزی دیئے جائیں اُن باغوں
سے مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا یعنی جنس میوہ کی سے رزق خواہ حسی ہو یا عقلی یا خیالی قَالُوْا هٰذَا
یعنی کہیں گے یہ رزق جزا ہے الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ اس چیز کی ہے کہ ہم کو عنایت کی تھی پہلے
اس سے دُنیا میں یعنی مقامات اور احوال کہ ثمرے ایمان اور اعمال نیک ہمارے کے تھے۔

اور ہر گاہ کہ ہر عمل کے ثمرے بے نہایت اُن کے باطن میں پیدا ہوتے تھے اور یہ تمام ثمرے باوجود تشابہ اور تماثل کے کہ بسبب اتحاد منشا کے رکھتے تھے کیفیتیں ان کی سبب قوی ہونے اور لاحق ہونے وسعت اور رسوخ کے آپس میں ایک دُوسرے سے بڑھی ہوئی تھیں وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یعنی اور دیئے جائیں گے اس رزق کو ہم رنگ اور ہم صورت اور باوجود اس کے لذتوں میں تفاوت ہوگا یعنی لذتیں جدا جدا ہوں گی کہ تشابہ منشا کا اور تفاوت آثار کا دونوں برقرار رہیں اور اکثر مفسرین نے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا کو اوپر نوعیت اور جنسیت کے حمل کیا ہے زاد پر حراست کے اور اُن کے اوپر ایک اشکال محکم وارد ہوتا ہے اس واسطے کہ لفظ کلّما کا تمام افراد رزق اور مرات رزق کو گھیرنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ اول دفعہ میں یہ قول اُن سے متصور نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ پہلے اس سے کبھی رزق اُخروی اُن کے تئیں عنایت نہ ہوا تھا کہ پہلے رزق کو مثل کسی اور رزق کے کیا جائے اور اسی واسطے بعضے مفسرین نے رزقنا من قبل کو اوپر رزق دنیوی کے حمل کیا ہے اور یہ بھی مستقیم نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ آخرت میں کوئی نعمت غیر نعمت دنیوی کے موجود نہ ہو اور حال یہ ہے کہ آیتیں اور حدیثیں بے شمار اس بات کے اوپر دلالت کرتی ہیں کہ آخرت میں بہت نعمتیں نادیدہ اور ناشنیدہ بھی ہوں گی منجملہ ان کے یہ آیت ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین اور حدیث اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور واسطے انھیں دو اشکال کے متاخرین میں سے ایک جماعت نے رزقنا من قبل کو عام کیا ہے کہ خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں پس اوّل مرتبہ میں رزق دنیوی کو یاد کریں گے اور دوسرے مرتبہ میں رزق اُخروی کو لیکن یہ توجیہ باوجود تکلف کے اسکے جواب میں درست نہیں قرار دی جا سکتی

---

[1] یعنی جس وقت بہشت میں اُن کو رزق عطا ہوگا کہیں گے یہ رزق مثل اُسی رزق کے ہے کہ پیشتر اس سے اسی جگہ محظوظ اُس سے ہو چکے ہیں اور ان اکثر کے نزدیک رزقنا من قبل سے یہی مراد رزق بہشت ہے ۱۲ [2] لیکن مجازی علیہ اعمال ہیں اور سابق تفسیر میں الذی رزقنا من قبل سے مراد مثالات اعمال ہیں اور یہ خود مجازی نہیں بلکہ ایک نوع کی جزا ہیں ۱۲

واسطے کہ اکثر افراد بہشتیوں کے مفلس اور مساکین بے مایہ ہوں گے اُن کو دُنیا میں زیادہ قدر مایحتاج الیہ سے عنایت نہیں ہوا تھا پس بہشت کی نعمتیں دیکھ کر کونسی نعمتوں کو یاد کریں گے اُن کو پہنچی تھیں اور باوجود اس کے بار بار لانے سے اُنھیں چیزوں کے لذت کم ہو جاتی ہے اور خواہش اس کی طرف نہیں رہتی ہے گو منافع اور مزہ میں تفاوت ہو اس واسطے کہ مثل مشہور ہے

؎ چو حلوہ بیک بار خوردند بس ۔ پس صحیح بھی ہے کہ حمل ھذا الّذی رزقنا من قبل میں حمل ہے جزا کا اوپر مجزی علیہ کے ہے نہ حمل نوع کا اوپر فرد کے اور جو اتحاد درمیان جزا اور مجزی علیہ کے واقع میں متحقق ہے قوی زیادہ ہے اُس اتحاد سے کہ درمیان فرد اور نوع کے نظر ظاہر میں معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ جزا حقیقت میں ظہور مجزی علیہ کا ہے بیچ لباس دوسرے کے اور بیچ دریافت کرنے اس امر کے کہ یہ نعمت ظہور اس عمل کا ہے کہ دُنیا میں ہم سے صادر ہوا تھا ایسی لذت اور لطف حاصل ہوتا ہے کہ حد بیان سے زیادہ ہے اور وہ کہ کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنے مالوفات سے اُنسیت بہت ہوتی ہے اور مالوف چیزوں کی طرف رغبت اور میلان بہت کرتا ہے پس یہ اس وقت میں ہے کہ مزاج معتاد اور قوتیں شہوانیہ پہلی حالت پر ہوں اور ہرگاہ کہ اس صورت میں نشاۂ ثانی میں مزاج بدلا جائے اور قوت شہویہ نے بسبب کمال علو اپنے کے ترقی قبول کی ہو بعد اس کے آدمی کو پابند مالوف سابق اپنے کا جاننا نادانی ہے البتہ اس قدر حضرت حسن بصریؒ اور تابعین سے منقول ہے کہ میوے بہشت کے صورت میں یک رنگ ہوں گے اور مزہ میں مختلف اور جُدا جُدا لیکن ان بزرگوں نے آیت کو اس پر حمل نہیں کیا ہے بلکہ بیان واقع فرمایا ہے اس واسطے کہ یہ طریق بھی لذت کے طریقوں اور خوش آنے شے کے ہے بعضے وقتوں میں اور لفظ انہار کا کہ اس جگہ مطلق واقع ہوا ہے احتمال رکھتا ہے کہ محمول اوپر اس تفصیل کے ہو کہ سورۂ محمدؐ میں مذکور ہوگی اور وہ یہ ہے کہ نہریں بہشت کی چار قسم پر ہوں گی بعضی پانی کی نہریں اور بعضی شہد کی نہریں اور بعضی دُودھ کی نہریں اور بعضی شراب کی نہریں اور احتمال ہے کہ اس جگہ فقط نہریں پانی کی مراد ہوں اس واسطے کہ سرسبزی درختوں اور تروتازگی اُن کی میں یہی نہریں پانی کی کام میں لاتے ہیں اور بہشتیوں کے پینے کے واسطے

وہی چار نہریں کہ موافق خواہشوں مختلف کے اُن سے کھائیں اور پئیں گے مہیا ہیں اور بعضے کاریگر کھیتی کے درختوں کو بھی ساتھ دودھ اور شہد اور شراب کے تربیت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نرمی اور چکناہٹ درختوں کی میوہ میں دُودھ کے دینے سے زیادہ ہوتی ہے اور حلاوت شہد کے دینے سے بڑھتی ہے اور تفریح طبیعت کی شراب کے دینے سے حاصل ہوتی ہے اور بیچ اس صُورت کے بہشت کے درختوں کی تربیت کے واسطے چاروں نہریں کام میں آتی ہیں اور جس وقت مقام سکونت اور کھانا پینا بہشتیوں کا اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ یہ لذتیں اور نعمتیں اُن کو اعمال کے بدلے میں دی جائیں گی تاکہ فرحت اور خوشی اُن کی بڑھے اور قاعدہ ہے کہ بغیر یاروں موافق کے اور محبوب دل فریب کے ہر نعمت مکدر ہو جاتی ہے اسی واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ واسطے کامل اور پُورا کرنے خوشی اُن کی کے ہم صحبت موافق بھی دیئے جائیں گے وَلَهُمْ فِيهَا یعنی اور واسطے اُن کے اُن باغوں اور نہروں اور میووں میں بدلے اُن اخلاق الٰہیہ کے کہ اپنے اندر لازم جوہر رُوح اپنی کا کیا تھا اور متخلق اُن اخلاق کے ساتھ ہوئے تھے کہ از روئے عبارتوں اور اشارتوں اس کتاب کی سے اُن کے تئیں سمجھتے تھے أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ یعنی عورتیں پاک اور صاف اخلاق ردیہ سے اور نجاستوں بول اور براز اور حیض اور نفاس سے اور ناک کی رطوبت اور منہ کی رطوبت اور میل اور بدبو اور سوا اس کے اور چیزوں سے کہ طبیعت اُن سے نفرت کرتی ہے اور باوجود ان نعمتوں کے اگر خوف دُور ہو جانے اور ٹھہر جانے ان نعمتوں کا اور خوف موت کا بھی ہو وہ سب نعمتیں مکدر ہو جائیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے

؎ مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم + جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

اسی واسطے ان کے تئیں اس قسم کے خوف سے امن کلی نصیب ہوگا وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور وہ لوگ اُن باغوں میں کہ بھیجے ہوئے نعمت کے ہیں ہمیشہ رہیں گے اس واسطے کہ روحانیت اُن کے جسموں پر آئی اور ہیئتیں ایمان اور عملوں کی اوپر روحوں اور دلوں اُن کے کے غالب ہوئیں پس جسم اُن کے کے بسبب غلبہ روحانیت کے قابل فنا کے نہ رہے اور ارواح اور دل اُن کے ساتھ آثار ایمان اور اعمال کے ہمیشہ لذت پاتے اور خوش ہوتے

اس جگہ محققین نے کہاہے کہ آدمی کو تین چیزیں دریافت کرنی ضرور ہیں اول مبدا اپنا کہ
کہاں سے آیا ہوں اور کیا تھا میں دوسری معاش اپنی کہ کہاں سے کھاتا ہوں اور کہاں
سے پیتا ہوں تیسری معاد اپنی کہ آخر کار میرا کیا ہے اور ان آیتوں میں تینوں چیزوں
کو یاد دلایا ہے اور مبدا کے بیان میں فقط اس قدر فرمایا ہے کہ الذی خلقکم
یعنے وہ ذات ہے کہ پیدا کیا تم کو اس واسطے کہ زیادہ اس سے کھلنا اس کی حقیقت کا ممکن
نہیں اور بیان معاش کا آیت الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء
میں رزقا لکم تک کچھ تھوڑی تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوا اس واسطے کہ معاش اپنی
کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور بیچ بیان معاد دونوں فرقوں کے فاتقوا النار التی سے
خالدون تک نہایت لبسط کیا اس واسطے کہ اس مبحث کو معاش کے اوپر قیاس کر کے
اگر سمجھنا چاہیں نہیں سمجھتے ہیں پس زیادہ تر حاجت بیان کی پڑی اور جب اس ضمن میں
ثابت کرنا اعجاز قرآن کا اور تقریر دلیل حقیقت اُس کی مذکور ہوئی تو جواب معارضہ
کافروں کا کہ مناظرہ کے وقت وارد کرتے ہیں بطریق جواب سوال مقدر کے ذکر کرنا بھی
ضرور پڑا تاکہ دفع شبہ کا اقامت حجت کے ساتھ مل کر کلام کو تمام کرے تقریر معارضہ
مقدر کی کافروں کی طرف سے کہ بیچ باطل کرنے حقیقت قرآن کے کہتے تھے یہ ہے کہ ہر
چند ہم مقابلہ کرنے قرآن کے اور تتبع اس کے سے عاجز ہیں اور یہ دلیل اس امر کی ہے کہ
یہ کلام بشری نہیں کلام الہی ہے لیکن ہمارے واسطے ایک دلیل دوسری ہے اوپر اس بات
کے کہ یہ کلام کلام بشری ہے کلام الہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ بزرگ لوگ ذکر کرنے اشیائے حقیرہ
کے سے لپنے کلام میں پرہیز کرتے ہیں اور مثلیں خسیسہ اپنی باتوں میں ذکر نہیں کرتے ہیں۔
اور حق تعالیٰ نے کہ سب بزرگوں سے بزرگ ہے کس واسطے اپنے کلام میں ذکر مکھی اور
مکڑی کا فرمایا ہے سورۂ حج کے آخر میں اور وسط سورۃ عنکبوت کے واسطے تحقیر بتوں
اور پوجنے والوں اُن کے کے پس ذکر اُن چیزوں کا دلالت کرتا ہے اوپر اس بات کے
کہ یہ کلام کلام الہی نہیں اس واسطے کہ ایسا ذکر لائق عظمت اُس کی کے نہیں اور تقریر
جواب اس معارضہ کی یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا یعنی تحقیق

خدائے تعالیٰ شرم نہیں کرتا ہے اس بات سے کہ بیان کرے بیچ کلام اپنے کے جس مثل کو کہ چاہے خواہ حقیر ہو خواہ خطیر ہو اس واسطے کہ غرض تمثیل سے وہ ہے کہ معنی معقول کبھی بسبب منازعت واہمہ کے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوتے اور جس وقت معنی معقول کو بیچ صورت محسوس کے ظاہر کریں وہم کی کشاکش سے خلاصی حاصل ہوتی ہے اور ادراک اُس معنی معقول کا بکمال وضوح کے میسر ہو جاتا ہے اور اس غرض میں حقارت اور عظمت اُس شے کی کہ بیچ مقام تمثیل کے لاتے ہیں برابر ہے بلکہ تمثیل میں واجب یہ ہے کہ موافق ممثل لہ کے ہو اگر حقیر ہے حقیر ہو اور اگر صاحب عظمت ہے صاحب عظمت چاہیئے البتہ اس قدر بزرگ لوگ اور صاحب عظمت اپنی کلام میں رعایت کرتے ہیں کہ ذکر فحش سے اور لانے تمثیلات کے سے کہ فحش باتیں اُس میں ہوں حیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی اس ادب کی کمال درجہ کے ساتھ تعلیم فرمائی ہے جس جگہ مذکور جماع یا اعضائے مستورہ انسان کا ہے کنایۃً اور بطریق ابہام کے ادا ہوا ہے کافروں کو اس حیا محمود کا ساتھ تمثیل اشیاء حقیرہ کے اشتباہ پڑا اور قیاس مع الفارق کر کے اعتراض کیا اور واقع میں ذکر اشیاء حقیرہ کا جس مقام میں کہ مقتضی ذکر اُن کے کا ہو کمال بلاغت اور عین فصاحت ہے برابر ہے کہ وہ شے حقیر بَعُوضَۃً فَمَا فَوقَھَا یعنی مچھر ہو پس اوپر اُس کے اور پشہ سے اوپر ہونا دو احتمال رکھے ایک یہ کہ اُوپر اُس سے یعنی زیادہ اُس سے جثہ میں ہو جیسا کہ مکھی اور عنکبوت اور مانند اُس کے دوسرے یہ کہ اُوپر اس سے چھوٹے پن میں ہو اور حقارت میں مانند پر پشہ کے کہ حدیث شریف میں تمثیل دُنیا کی اس کے ساتھ فرمائی ہے خا یہ ارشاد کیا ہے لوكانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة لما سقى كافرا منه شربة ماء یعنی اگر دُنیا کی اللہ کے نزدیک پشہ کے پر کی برابر بھی قدر ہوتی کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا اور عرب میں مشہور ہے ما البق وما شحمه وما رجل الجزاد وما لحمه اور فارسی کی امثال میں ہے کہ از بستن پائے پشہ چہ کشاید وعلیٰ ہذا القیاس حاصل یہ ہے کہ خوبی تمثیل کی موقوف اوپر کمال مطابقت کے ہے درمیان تمثیل کے اور درمیان اُس شے کے کہ تمثیل جس کی لائیں

اگر یہ مطابقت او پر وجہ کمال کے متحقق ہو حسن کلام کا اور بلاغت اُس کی زیادہ ہو اور اگر مطابقت اچھی طرح نہ ہو کلام کی بلاغت میں قصور آجائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ مطابق اشیاء حقیرہ کے نہیں ہوتی مگر شئے حقیر پس چھوڑ دینا تمثیل کا ساتھ امور حقیرہ کے اس مقام میں کہ مناسب تحقیر اور اہانت کے ہے سبب نقصان بلاغت کا ہے کلام الٰہی اُس سے مبرا ہے اور بسبب اُس حقارت کی تمثیل چھوڑ دینے اور اس معنی کو بغیر مثال کے لانا سمجھانے مطلب اور ظاہر کرنے اُس کے میں خلل ڈالتا ہے اسی واسطے کہا ہے کہ.....
الامثال مصابیح الاقوال یعنی تمثیلیں چراغ ہیں قولوں کے اور ظاہر ہے کہ چراغ خواہ سونے کا ہو خواہ مٹی کا روشنی میں کوئی فرق نہیں رکھتا ہے پس حیا کرنی تمثیل سے ساتھ اشیاء حقیرہ کے حق تعالیٰ کی نسبت سے محال ہے اور اگر کافر کہیں کہ حیا کرنی خدا تعالیٰ کی تمثیلات حقیرہ سے کونسی دلیل سے ثابت ہے اگر اسی کلام کے ساتھ تمسک پکڑتے ہو پس مصادرہ لازم آتا ہے اس واسطے کہ بیچ ہونے کے کلام الٰہی اب تک بحث ہے اور اسی کے ساتھ ثابت کرنا کہ یہ کلام کلام الٰہی ہے اثبات الشئے بنفسہ ہے ہم کہتے ہیں اس مطلب کو اور کتابوں سے کہ اُن کا کلام الٰہی ہونا اور ملت والوں کے نزدیک بھی مسلم ہے ثابت کرتے ہیں مثلاً انجیل مقدس سے کہ اس کتاب بزرگ میں اشیاء حقیرہ کے ساتھ تمثیل فرمائی ہے مثل زوان کے کہ لغت ہندی میں منمنہ کو کہتے ہیں اور منمنہ ایک دانہ کا نام کہ گیہوں میں مل کر اُگتا ہے اور اُس کو خراب کر دیتا ہے اور مثل رائی کے دانہ کے اور مانند چھالنی کے اور سنگریزے کے اور مانند کیڑے لکڑی کے اور پتھر کے کیڑے کے اور مثل زنبوروں کے جس جگہ فرمایا ہے تمثیل ملکوت آسمانی کی مانند اس شخص کے ہے کہ کھیت اپنے میں گیہوں بوئے جس وقت سو گیا ایک دشمن آیا اور گیہوں کے درمیان میں بہت سارے منمنے بکھیر کر چلا گیا جب کھیتی اُگی اور سبز ہوئی غلاموں اور خادموں اُس شخص کے نے دیکھا کہ منمنہ کے درخت گیہوں پہ غالب ہیں عرض کی کہ اے سردار ہمارے اس کھیت میں گیہوں خالص ہم نے بوئے تھے یہ اور درخت کہاں سے پیدا ہو گئے اگر فرماؤ منمنے کے درختوں کو گیہوں کے بیچ میں سے اُکھیڑ ڈالیں اُس شخص نے فرمایا کہ اگر

اس وقت تم دیپے اکھیڑنے ان کے پڑھ گئے ہمراہ اس کے اچھے گیہوں بھی اکھڑ جائیں گے ان دونوں کو چھوڑ دو تاکہ دونوں ملے ہوئے پرورش پائیں۔ ویسا ہی کیا جس وقت کاٹنے کا زمانہ آیا کاٹنے والوں کو فرمایا کہ سنٹھے کے درختوں کو جدا کرو اور اُس کے گٹھے باندھ کر آگ میں جلا دو اور جو اچھے خالص گیہوں ہیں اس کا انبار لگا دو اور بیان کرتا ہوں کہ واسطے تمھارے اس تمثیل کو وہ مرد جس نے گیہوں خالص بوئے تھے ابو البشر یعنی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور کھیت ان کا دُنیا ہے اور گیہوں پاک اور دانے اچھے شخص ہیں کہ خدا کی بندگی کرتے ہیں اور دشمن جس نے سنٹھے کے دانے گیہوں میں بکھیرے ابلیس ہے اور یہ دانہ گناہ اور معاصی ہیں کہ ابلیس ان کو بوتا ہے اور کاٹنے والے فرشتے ہیں کہ اجل کے آنے تک نیک اور بد کو یکساں پرورش کرتے ہیں اور جس وقت اجل آتی ہے سنٹھے دانوں کو گیہوں سے جدا کرتے ہیں بدوں کو طرف دوزخ کے لیجاتے ہیں اور نیکوں کو عالم بالا میں سونپتے ہیں اور جب بدوں کو آگ دوزخ میں لے جاتی ہے اس جگہ گریہ وزاری ہوتی ہے اور گھسنا دانتوں کا اور نیک لوگ راحت میں ہوتے ہیں

بیان ان حقیر چیزوں کا کہ انجیل مقدس میں ان کا بیان ہے

جس کسی کے تئیں کان سننے والا ہو تیں چاہیئے کہ کان رکھے تمثیل دوسری واسطے تمھارے بیان کرتا ہوں کہ ملکوت آسمانی کے ساتھ بہت مناسب ہے ایک اور شخص نے دانہ رائی کا لیا کہ سب دانوں سے چھوٹا ہے اور اس کو اپنے کھیت میں بویا جب وہ دانہ اُگا اور درخت بڑا ہوا یہاں تک کہ اور ترکاریوں کے درخت سے بلند ہوا اور جانور آسمان سے آئے اور اس کی شاخوں میں انھوں نے گھونسلے بنائے یہی تمثیل ہے ہدایت کی جو کوئی طرف ہدایت کے دعوت دیتا ہے خدائے تعالیٰ اجر اس کے کو بڑھاتا ہے اور ذکر اس کے کو بلند کرتا ہے اور جو کوئی اُس ہدایت کے ساتھ راہ پاتا ہے اس کو نجات حاصل ہوتی ہے اور یہی انجیل مقدس میں فرمایا ہے کہ تم مانند چھلنی کے ہو کہ اچھا اچھا اس میں سے نکل آتا ہے اور ردی ردی رہ جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ حکمت تمھارے دلوں سے نکل جائے اور کینے تمھارے سینوں میں باقی رہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دل تمھارے مانند کنکریوں کے ہیں کہ نہ اُس کو آگ پکاتی ہے اور نہ پانی نرم کرتا ہے اور نہ ہوا اُن کو

ہلاتی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اے بندو خدا کے اگلے دن کے ذخیرے کا فکر نہ کرو اور
جانوروں کا حال دیکھو کہ لباس صوف اور ریشم کا ان کو دیا ہے اور رزق اُن کا اُن کو
پہنچتا ہے نہ سُوت کاتتے ہیں اور نہ کھیتی کرتے ہیں اور بعضے جانور پتھر کے اندر اور
لکڑی کے اندر ہوتے ہیں کون ہے کہ اس جگہ ان کو لباس اور رزق پہنچاتا ہے مگر
خدائے تعالیٰ آیا نہیں سمجھتے ہو تم اور بھی فرمایا ہے زنبوروں کو اپنی جگہ سے نہ اڑاؤ پس
کاٹیں گی تم کو ایسے ہی بے وقوفوں اور بے عقلوں کے ساتھ تکرار مکرو تاکہ دشنام نہ دیں
انتہیٰ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ پیدا کرنے والا بڑے چھوٹے کا ہے اور جس چیز کو پیدا کیا
ہے حکمت اس کی اس میں ظاہر ہے پس تمثیل ہر شئے کے ساتھ کہ جس میں حکمت اور نفع
ہو بہتر اور نیک ہے بلکہ چھوٹی چیزوں میں کہ جسم اور قد اُن کے نہایت چھوٹے ہیں اگر
حکمت بڑی اور نفع عمدہ ظاہر ہو نہایت عجیب ہو جیسا کہ پشہ کی پیدائش میں کتنی عجیب
چیزیں پائی جاتی ہیں کہ باوجود اس چھوٹے جسم کے ہونے کے تمام اعضا ہاتھی کے کہ نہایت
بڑا ہے اس میں موجود ہیں اور کچھ زائد بھی ہے اور مچھر کی سونڈ میں یہ عجیب بات ہے
کہ باوجود چھوٹی ہونے کے اور نرم ہونے کے اگر بھینس کے چمڑے یا ہاتھی کے چمڑے میں چبھو دے
تو ایسی چلی جاتی ہے جیسا کہ حلوے میں انگلی اور بھید اس کا یہ ہے کہ اس کے خرطوم
کے سر میں سمیت رکھ دی ہے کہ بسبب اُس کے ایسی سخت چیزوں کے اندر بیٹھ جاتی ہے
پس اللہ تعالیٰ حکیم ہے تمثیل ساتھ اشیاء حقیرہ کے کہ اُن میں حکمتیں رکھی ہوئی ہیں ہرگز
ترک نہیں فرماتا ہے لیکن سُننے والے کلام الٰہی کے دو قسم ہوتے ہیں ایک قسم اہل ایمان
ہیں کہ قول اُن کا معتبر ہے اس واسطے کہ موافق عقل کے چلتے ہیں اور قسم دوسری کفار
ہیں کہ قول اُن کا معتبر نہیں اس واسطے کہ عناد کی راہ سے برخلاف مقتضائے عقل کے
چلتے ہیں فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی پس
ایسے آدمی کہ ایمان لاتے ہیں پس وہ جانتے ہیں کہ وہ تمثیل سچی آئی ہوئی ہے اُن
کے پروردگار کی طرف سے اس واسطے کہ بیان خست کسی چیز کی اور حقارت اس کی کا
بغیر تمثیل کے ساتھ حقیر اور خسیس شے کے نہیں ہو سکتا اگر اس مقام میں بڑی بڑی چیزوں

کے ساتھ تمثیل دیں بے موقع پڑتی ہے اور پروردگار کہ تمام اشیاء کے مراتب کو جانتا ہے
اور ہر چیز کو اپنے مرتبہ میں رکھتا ہے ہرگز خلاف اُس کا نہ کرے گا وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَيَقُوْلُوْنَ یعنی اور ایسے آدمی کہ کافر ہوئے پس کہتے ہیں باوجود اس کے کہ مطابقت
مثال کی ممثل لہ کے ساتھ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کی تمثیل سوائے شے حقیر کے
نہیں ہو سکتی مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ یعنی کس کا ارادہ کیا ہے اللہ نے باوجودیکہ عظمت اس
کی بے نہایت ہے بِهٰذَا مَثَلًا یعنی ساتھ مقرر کرنے اس چیز حقیر کے مثال تاکہ سبب
ہدایت کا ہوا اور حال یہ ہے کہ یہ شے حقیر مناسب عظمت اُس کی کے نہیں اور یہ نہیں سمجھتے
ہیں کہ مثال ایسی چاہیے کہ مطابق ممثل کے ہو عظمت اور حقارت میں نہ مطابق ممثل کے کہ
ذکر کرنے والا مثال کا ہے البتہ حق تعالےٰ نے بسبب لانے اُن حقیر چیزوں کے قرآن کی
تمثیلوں میں ارادہ ایک امر عظیم کا فرمایا ہے اور وہ کیا ہے امتیاز ہونا درمیان مومنوں
اور کافروں کے اس واسطے کہ يُضِلُّ بِهٖ یعنی گمراہ کرتا ہے بسبب اُس مثال کے باوجود
اس کے کہ وہ فی نفسہٖ سبب ہدایت کا ہے كَثِيْرًا یعنی بہت آدمیوں کو کہ غلط فہمی سے
تمثیل حقیر چیزوں کی کہ ساتھ حقیر چیزوں کے ممثل عظیم القدر کی شان سے نامناسب جانتے
ہیں اور ایسے گروہ بہت ہیں لیکن کثرت اُن کی کچھ اعتبار نہیں رکھتی ہے تاکہ قول اُن کا
صواب کے اوپر حمل کیا جائے اور ان کے نامناسب اقوال کو شمار میں لایا جائے وَيَهْدِيْ
بِهٖ كَثِيْرًا یعنی اور ہدایت کرتا ہے بسبب اُس مثال کے بہت آدمیوں کو اس واسطے
کہ بسبب اُس مثال کے حقارت بعضی چیزوں کی اُن کے ذہنوں میں ظاہر ہوتی ہے اور
اُن چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ کس طرح ہو کہ اُن چیزوں کی عبادت کریں اور اس
جگہ ایک سوال ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ راہ پانے والوں کو اور بہت جگہ قرآن
میں قلت کے ساتھ وصف فرمایا ہے جیسا کہ بیچ آیت منھم المومنون واکثرھم
الفاسقون یعنی بعضے اُن میں مسلمان ہیں اور بہت ان سے فاسق ہیں اور بیچ آیت
وقلیل من عبادی الشکور یعنی تھوڑے ہیں بندوں میرے سے شکر کرنیوالے
اور بیچ آیت الا الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقلیل ما ھم اس مقام

دونوں فرقوں کو موصوف بکثرت کیا اور فرمایا کہ یضل بہٖ کثیراً و یھدی
بہٖ کثیراً اور یہ ظاہر میں تخالف کلاموں کا معلوم ہوتا ہے پس وجہ تطبیق کی کیا ہو،
جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی چیز باعتبار ذات اپنی کے کثیر ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چیز دوسری
کے کہ اس سے کثیر ہے اُس کو قلیل کہتے ہیں حال راہ پانے والوں کا بھی یہی ہے کہ اپنی جگہ
بہت ہیں لیکن بہ نسبت گمراہوں کے تھوڑے ہیں اس جگہ حال مہتدین کا باعتبار ذات ان
کی کے کہ بہت ہیں ذکر فرمایا ہے اور دُوسری جگہ میں حال مہتدین کا بہ نسبت غیر مہتدین
کے پس آپس میں تعارض نہیں علاوہ اس کے ہر چند کہ راہ پانے والے عدد میں تھوڑے
ہیں اس جگہ حال مہتدین کا حقیقت میں زیادہ ہیں بیان فرمایا ہے جیسا کہ کہا ہے بیت

ان الکرام کثیر فی البلاد وان قلوا کما غیرھم قل وان کثروا

اور سوال دوسرا ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ ذکر راہ پانے والوں کا کس واسطے
مقدم نہ کیا اور حال یہ ہے کہ شرافت انھیں کی تقدیم کو چاہتی ہے اور اسی واسطے
اکثر جگہ قرآن میں ذکر نیکوں کا بدوں کے ذکر پر مقدم ہے جواب سوق اس کلام کا واسطے
رد کرنے کلام کافروں کے ہے کہ واسطے باطل کرنے اعجاز قرآن کے اس شبہ کے ساتھ
تمسک پکڑ کے زبان طعن کی دراز کرتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں پس پہلے بیان حال اُن کے
کا منظور ہوا اور اسی واسطے اس کلام میں بہ نسبت کلام سابق کے کہ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اُنھے نشر او بر خلاف ترتیب لف کے اختیار فرمایا ہے یعنی
فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا واَمَّا الَّذِیۡنَ کفروا میں مومنوں کا ذکر پہلے ہے اور کافروں
کا پیچھے اور یضل بہٖ کثیراً و یھدی بہٖ کثیراً میں اس کے برعکس ہے اور ہدایت اور گمراہی
کہ بسبب نزول قرآن اور تمثیلات اس کی کے آدمیوں کو یہ تفریق حاصل ہوتی ہے یعنی
کبھی ہدایت اور کبھی گمراہی تحکم کی جہت سے اور ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ نزول قرآن
اور تمثیلات اُس کی کے آدمیوں کو یہ تفریق حاصل ہوتی ہے یعنی کبھی ہدایت اور کبھی
سبب گمراہی کا لیکن بشرط صحت مزاج مدرکہ کے اور قصور استعداد سامعہ کا مانع ہے۔
اسی واسطے جو اشخاص کہ صحیح المزاج اور کامل الاستعداد ہیں اُن کے حق میں نزول

قرآن کا سبب گمراہی کا نہیں ہوتا ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ یعنی اور گمراہ نہیں کرتا ہے خدا تعالےٰ بسبب تمثیل کے ساتھ اشیاء حقیرہ کے کہ قرآن میں نازل فرماتا ہے مگر فاسقوں کو کہ حد عقل اور حد شرع سے نکلے ہوتے ہیں اور استعداد حق بات سمجھنے کی اُن میں نہیں

بیان معنی فاسق کے

اب یہاں جاننا چاہیئے کہ لفظ فاسق کا عرف قرآن میں دو معنی رکھتا ہے ایک اُن دو معنوں سے کہ اہل شرع کے عرف میں رائج اور مشہور ہیں یہ ہے کہ کوئی شخص حکم الٰہی بجا نہ لانے اور مرتکب کبیرہ یا اصرار کرنے والا صغیرہ پر ہو اور تدارک اُس کا ساتھ توبہ کے نہ کرے اور ایسا شخص اہل سنّت کے نزدیک مسلمان ہے مگر گنہ گار ہے امید نجات اور عفو تقصیر اُس کی کے اور قبولیت شفاعت کی اُس کے حق میں رکھنی چاہیئے اور نکاح اور ورثہ لینے دینے میں مثل اور مسلمانوں کے اس کو شامل رکھیں اور بعد مرنے کے اس کو مسلمانوں کے روش پر غسل دیں اور نماز اس کے جنازہ پر پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں اور لعنت اوپر اس کے اور تبرا اور بغض اس سے دین کی جہت سے حرام ہے بلکہ مدد کرنی اُس کے ساتھ توبہ استغفار اور فاتحہ اور درود اور صدقات اور خیرات کی رکھنی چاہیئے اور نزدیک خارجیوں کے ایسا شخص کافر ہے اسلام سے نکلا ہے اور معتزلوں کے نزدیک مومن اور کافر کے درمیان میں ہے نہ بالکل مومن ہے اور نہ بالکل کافر اور زیدیوں کے نزدیک قابل امامت کے نہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں اگر پڑھ لی ہو اعادہ کرنا اس کا فرض ہے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص کفر میں حد سے گزرے اور سرکشی اور عناد اختیار کرے اور دیدہ و　انکار حق بات کا کرے اور اس آیت میں بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ یعنی بڑا گناہ فسق ہے بعد ایمان کے پہلے معنی میں مستعمل ہوا اور بیچ آیت ان المنافقین هم الفاسقون یعنی تحقیق منافقین وہی فاسق ہیں اور بیچ آیت منهم المؤمنون واكثرهم الفاسقون کے دوسرے معنی میں مستعمل ہے اور اس آیت میں بھی معنی دوسرے مراد ہیں اس واسطے کہ فاسق بمعنی پہلے کے بالکل مزاج اُس کا اب تک فاسد نہیں ہوا حکم مریض کا رکھتا ہے کہ مرض اس کا

عارضی ہے اور مزاج رُوح اُس کی کا بہ سبب اعتقاد صحیح کے درست ہے کلام اللہ کی نصیحتوں اور تمثیلوں سے نفع پاتا ہے اور اصلاح قبول کرتا ہے بخلاف فاسق کے کہ ساتھ دوسرے معنی کے ہے کفر اُس کا حد جہل بسیط سے تجاوز کر کے جہل مرکب کی حد کو پہنچا قرآن اور تمثیلات قرآن کی بہ نسبت مزاج اُس کے کے ایسی ہیں جیسا کہ غذا اچھی بہ نسبت مزاج مریض کے معدہ میں جاکر باعث زیادتی مرض اور فساد کا ہوتی ہے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ فاسق مطلق خصوصاً وہ فاسق کہ ساتھ صفت آئندہ کے متصف ہیں خود گمراہ ہیں پس گمراہ کرنا گمراہوں کا اس کے کیا معنی ہیں کہ اس میں تحصیل حاصل کی ہے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مرتبے گمراہی کے مانند مراتب ہدایت کے انتہا نہیں رکھتے ہیں ایک مرتبہ سے طرف دوسرے مرتبے کے ترقی ہوتی ہے پہلے قرآن کے انکار کرنے سے اور تمثیلوں اُس کی سے اصل گمراہی اُن کو حاصل تھی اُن پر بعد نزول قرآن کے اور انکار کرنے اعجاز اُس کے گمراہی دوسرے مرتبہ کی حاصل کی کہ پیشتر اُن کو حاصل نہ تھی البتہ استعداد بڑھنے گمراہی کی اُس میں موجود تھی کہ اس وقت میں اس نے ظہور کیا اس واسطے کہ یہ فاسقین الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ یعنی وہ آدمی ہیں کہ توڑتے ہیں عہد کو کہ خدا کے ساتھ باندھا ہے بعد پختہ کرنے اُس عہد کے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ جس وقت کسی شخص نے کلمہ اسلام کا زبان پر جاری کیا اور ساتھ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے یا ساتھ کسی خلیفہ کے اُس کے خلیفوں میں سے بیعت کی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہوا اور نائب خدا کا تصور کیا پس اُس شخص نے خدا کے ساتھ عہد باندھا کہ جو حکم اور احکام اُس کے بواسطہ اس پیغمبر کے میری طرف پہنچے سب قبول کئے اور جس وقت پیغمبر صلعم کی صحبت میں پہنچا یا کتابیں سیر اور شمائل اس کی کی مطالعہ کیں اور اوضاع اور اطوار اُن کے کہ سرا دلیل حقانیت اُس کی ہیں مطلع ہوا اور معجزے اس کے اور کرامتیں اولیاء اُمت اس کی کی دیکھیں اور سُنیں اس عہد کو پختہ کیا بعد اس حالت کے اگر معاذ اللہ شبہ اسلام میں اُس کے دل میں آوے اور بسبب اُس شبہ کے طعن بیچ احکام شرعیہ کے شروع کرے

یقین ہے کہ یہ شخص حد عقل اور شرع سے خارج ہوا اور اعلیٰ مرتبہ گمراہی میں ترقی کی
کہ پہلے مسلمان ہونے سے اور دیکھنے پیغمبر اور معجزات یا سُننے اوضاع اور اطوار اُس کے
سے حاصل نہ تھا پس یہ حالت علامت ظاہر ہے اوپر اس بات کے کہ یہ شخص ادنیٰ حد
کفر سے خارج ہوا اور طرف اعلیٰ حدِ کفر کے پہنچا اور بعضے مفسرین نے اس عہد کو اور یعنی
عہد الست پر حکم کے حمل کیا ہے اور کہا ہے کہ تمام روحیں آدمیوں کی بعد پیدائش حضرت
آدم علیہ السلام کے اُن کی پشت سے نکال کر مانند چیونٹیوں کے پھیلا دیں اور علم حق
تعالیٰ کی وحدانیت کا اُن کے اندر رکھ دیا اور اُن سے ساتھ مضمون اُس کے کے اقرار
کروایا پس اس وقت تمام روحوں نے اپنے پروردگار سے عہد باندھا کہ اُس کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور اس کی اطاعت سے قدم باہر نہ نکالیں گے اور
میثاق اُس عہد کا اور محکم کرنا اس کا دو طرح سے ہے اول قائم کر دینا توحید کی دلیلوں
کا اُن کی عقلوں میں اس طریق سے کہ اگر عقلوں اپنی کو وہموں کے پردوں سے مجرد کریں
اُن دلیلوں کو معلوم کر لیں اور یہی ہیں معنی اشہدہم علیٰ انفسہم کے دوسرے بھیجنا رسولوں
کا واسطے یاد دلانے اُس عہد کے اور دُور کرنے شبہات وہمیہ کے اور توڑنا اُس عہد کا
یہ ہے کہ اس قدر پیچ تقلید باپ دادوں اپنے کے اور پیروی کرنے خواہشوں نفسانی
کے مشغول ہوں اور لذتیں بدنی اور دُنیا کے فائدوں کو ایسا اختیار کریں کہ وہ علم ضروری
اُن سے محجوب ہوا اور اس کو معلوم نہ کر سکیں اور جو لوگ باوجود ان تاکیدوں کے کہ بیچ
اس عہد کے کی گئیں اس کو توڑ ڈالیں اور خلاف اُس کے اصرار کریں یقین ہے کہ کمال
سرکشی اور عناد اُن کا ثابت ہوا اور حال یہ ہے کہ وہ لوگ اوپر اسی قدر کے کفایت نہیں
رکھتے ہیں بلکہ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ یعنی اور قطع کرتے ہیں اُس
علاقہ کو کہ حکم فرمایا ہے اللہ نے ساتھ اس بات کے کہ اُس علاقہ کو ملایا جائے اور وہ
کئی علاقے ہیں اول وہ علاقہ کہ رُوح کو ساتھ مبادی عالیہ اور گروہ جبروت اور ملکوت
کے ہے اور قطع کرنا اُس کا بسبب مستغرق ہونے کے شہوات میں اور محبت کرنے جواہر
دُنیاوی کے اور حرص کرنے اوپر امور خسیسہ کے ہے دوسرا وہ کہ ساتھ حضرات انبیاؤں اور

مرشدوں اور واعظوں کے باعتبار جبلت انسانی کے متحقق ہے اور قطع کرنا اُس علاقہ کا بسبب مصاحبت کفار اور منافقوں اور مبتدعوں کے اور سننے شبہے اُن کے اور

قطع رحم کئی طرح پر ہے

بسبب طعن کرنے کے بیچ اوضاع اور اطوار نیکوں کے ہے تیسرا علاقہ قرابت اور رحم کا ہے اور قطع کرنا اُس کا کئی طرح پر ہے ایک سبب ترک کرنے ملاقات کے اور سبب نہ حاضر ہونے کے جس وقت میں کہ اُمیدوار حضور کے ہوں مثل شادی اور غم اور بیمار پُرسی اور اعانت دوسرے کے بباعث ترک کرنے احسان اور مروّت کے تیسرے بسبب ایذا پہنچانے قریبوں کے اور قطع کرنا ان علائق کا باوجود اس کے کہ یہ علاقے عقل اور شرع کے موافق ہیں دلیل صریح ہے اوپر اس کے کہ یہ شخص دائرۂ عقل شرع سے نکلا وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ یعنی اور فساد کرتے ہیں زمین میں کئی وجہ سے اوّل یہ کہ آدمیوں کو ایمان سے نفرت دلاتے ہیں اور مسلمانوں کے مخالفوں کو اوپر لڑائی اُنکی کے ورغلاتے ہیں اور کافروں کو مسلمانوں کے اُوپر مطلع کرتے ہیں اور عیب صحابہ اور نیک لوگوں کے ڈھونڈھ کر مشہور کرتے ہیں تاکہ آدمی تاثیر صحبت پیغمبر اور خوبی اس دین کی سے بداعتقاد ہو دیں۔ دوسرے یہ کہ طمع مالی اور احسان کی دے کر بدرسمیں اور ممنوع بدعتیں آدمیوں میں رائج کرتے ہیں تیسرے یہ کہ واسطے شہوت رانی اور غصہ اپنے کے بے باکی کر کے قتل کرنا اور زخمی کرنا اور مارنا اور دشنام دینا اور تاوان لینا اور لے لینا مال کا کرتے ہیں اور تلف ہونا جانوں کا اور مواشی اور کھیتوں کا اور قطع طریق اور راحت کا بسبب اُس کے وقوع میں آتا ہے اور ان چیزوں سے زمین کا فساد ہے لیکن ان باتوں سے مقصد اپنے کو کہ وہ اہانت دین حق کی اور تحقیر اہل صلاح اور نیک لوگوں کی ہے نہیں پہنچتے ہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی یہ لوگ ٹوٹے میں ہیں کہ راس المال اپنا کہ وہ عقل تھی اور بسبب اس کے توقع بڑے بڑے فائدوں کی تھی کہ دُنیا میں فائدے کتاب کے اُن کو ملتے اور آخرت میں لذتیں بہشت کی حاصل ہوتیں بالکل برباد کئے اور بدلے اُس کے اُن مہلکات کو کہ بعد مرنے کے بصورت سانپ اور بچھوؤں کے نمودار ہوں گے خریدا اور بیچ حق اُن کے کے وہی مثل درست آئی کہ اعطٰے درۃ

واخذ اجرة یعنی دیا موتی کو اور لیا ایک اینٹ کو اور اگر تتبع اس قرآن کی سے
تم عاجز ہوئے اور معبود اور مشکل کشا تمہارے بھی مدد تمہاری سے عاجز آگئے پس معلوم
ہوا کہ تم اس قرآن کو کلام الٰہی جان کر انکار کرتے ہو پس یہ انکار کرنا کفر کرنا خدا کے
ساتھ ہے اور کفر کرنا خدا کے ساتھ باوجود واقفیت حال اپنے کے کہ ابتدا اور انتہا میں
اس طرح متصور ہی نہیں کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ کس طرح کفر کرتے ہو تم ساتھ اللہ
کے وَکُنْتُمْ اَمْوَاتاً یعنی اور حال یہ ہے کہ تھے تم جسم بغیر جان کے کہ کچھ حس اور
حرکت تمہارے میں نہ تھی پہلے تم عناصر تھے بعد اس کے غذا ماں اور باپ کی کہ نطفہ
بعد ایکے نطفہ بعد اس کے خون بندھا ہوا ہوئے، بعد اس سے گوشت کے ٹکڑے اور اس حالت
میں عنایت الٰہی طرف تمہارے متوجہ ہوئی فَاَحْیَاکُمْ یعنی پس زندہ کیا تمکو ساتھ پھونکنے رُوح کے
یہاں تک کہ حس اور حرکت تم میں پیدا ہوئی لیکن ابھی تک کہ تم کو عقل عنایت نہ کی تھی
مُردہ اور جاہل تھے پھر عقل کامل تم کو بخشی اور زندگی دوسری تمہارے تئیں سونپی اور
اب تک بیچ جاننے ان چیزوں کے کہ عقل وہاں تک نہیں پہنچتی ہے مانند مردہ کے تھے
پھر کتاب اوپر تمہارے نازل فرمائی اور پیغمبر کی زبان سے اس کتاب کا بیان کروایا اور
زندگی دُوسری بخشی ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ یعنی پھر مارے گا تم کو لیکن اس واسطے نہیں مارتا
ہے کہ پھر تم کو زندہ نہیں کرنے کا بلکہ اس واسطے دُنیا میں مارتا ہے کہ اس گھر تنگ فانی
سے طرف گھر فراخ ہمیشہ رہنے والے کے لے جاوے تاکہ جزا علم اور عمل اپنے کی اس میں
دیکھو تم ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر زندہ کرے گا تم کو جس وقت کہ صُور پھونکا جاوے گا
اور یہ زندگی مانند پہلی زندگی کے نہیں اس واسطے کہ پہلی زندگی میں خالق اپنے سے
محجُوب تھا اور اس زندگی میں حجاب بالکل مرتفع ہوگا ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ یعنی پھر طرف
اُس کے رجوع کروائے جاؤ گے تم پس جو کوئی ابتدا سے انتہا تک مرہون احسان
اور متوقع انعام کسی کا ہو اور ہر حالت میں کام اُس کا اُسی کے ہاتھ سرانجام پائے اُس
سے کیونکر ہو سکے کہ کفر ساتھ ایسے منعم کے اختیار کرے باقی رہا کہ اس جگہ کئی سوالات

جواب طلب ہیں پہلا یہ کہ جملہ وکنتم امواتا کو جملہ تکفرون باللہ کے ساتھ کیا ربط ہے ظاہر یہ ہے
کہ حال ہو اور حال ہونے اس کے میں کئی وجہ سے اشکال آتا ہے اول یہ کہ جملہ ماضیہ
جس وقت حال واقع ہو ضروری ہے تقدیر قد سے اور خاصہ قد کا وہ ہے کہ ماضی کو حال
سے نزدیک کرتا ہے اور رہنا اُن کا ماؤں کے پیٹ میں بغیر جان کے یہ ماضی بعید ہے
لفظ قد کا اس کے اوپر نہیں آسکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی ماضی بعید کو قریب
اعتبار کرتے ہیں اور لفظ قد کا اس کے اوپر داخل کرتے ہیں جیسا کہ بیچ کیف نکذب
وقد قال رسول اللہ المومن لا یکذب یعنی کس طرح جھوٹ بولیں ہم حالانکہ
فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن نہیں جھوٹ بولتا ہے ہرگاہ کہ فرمانا
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث کو ذہن میں محفوظ ہے قریب اعتبار کیا گیا
ہے اگرچہ ماضی بعید ہے ایسے ہی اس جگہ ہرگاہ کہ ساعتیں حیات کی اور زمانہ عمر کا
شتابی شتابی چلا جاتا ہے اگرچہ دُور ہے نزدیک دکھلائی دیتا ہے دُوسرا یہ کہ اوپر اس
تقدیر کے عطف ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ کا اوپر
وکنتم امواتاً کے مشکل ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ بالکل آگے آنیوالے ہیں اگر اوپر اس
کے معطوف ہوں یہ بھی حال ہو جاویں اور مستقبل محض حال نہیں ہو سکتا ہے صاحب
کشاف نے اس اشکال کا اس طرح پر جواب دیا ہے کہ فقط جملہ ماضیہ حال نہیں بلکہ
تمام قصہ حال واقع ہوا ہے پس گویا ارشاد ہوتا ہے کہ کیف تکفرون باللہ و
وقصتکم هذه القصة لیکن اس جواب میں اب تک خدشہ باقی ہے اس واسطے
کہ جو قصہ اوپر امور مستقبلہ کے شامل ہو ثابت ہونا مجموعۂ اُس کے کا بیچ حالت وجود
حال کے مشکل دکھلائی دیتا ہے اور حال ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ عامل ذوالحال
اور حال کا زمانہ مقارن ہو اسی واسطے اکثر توجیہ کرنے والوں عبارت کشاف کے نے
ایسا اختیار کیا ہے کہ مجموع قصہ کا حال واقع ہوا ہے باعتبار معلومیت کے نہ باعتبار
وقوع کے اور علم سابق اس قصہ کے مقارن عامل کے ہے اور اس جواب میں بھی خدشہ
باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ کافروں کو اس کا علم نہ تھا اور اگر بعضے دیدہ ودانستہ

مکابرہ کرتے ہوں یہ بھی احتمال ہے لیکن اُن میں سے اکثر دوسری بار زندہ ہونے کا اور رجوع کرنے کا یقین نہیں رکھتے تھے اور بعضے پچھلے مفسروں نے ایسا کہا ہے کہ اس جگہ مستقبلات باعتبار معنی ثمّ کے اوّل ساتھ ماضی کے ہیں اس واسطے کہ معنی ثمّ کے عطف مع تراخی کے پس معنی کلام کے یہ ہوئے کہ فاحیاکم و تراخی اماتتہ و تراخی احیاءہ ایاکم و تراخی رجوعکم الیہ یعنی پس زندہ کیا تم کو اور متراخی ہوا مارنا اس کا اور متراخی ہوا جلانا اُس کا تمھارے تئیں اور متراخی ہوا رجوع تمھارا طرف اُس کے اور اس وجہ میں بھی خدشہ باقی ہے اس واسطے کہ تراخی ان امور کو بیچ نہ ہونے کفر کے دخل نہیں اور باوجود اس کے تراخی مدلول ثمّ کا ہے معنی حرفی ہیں کہ ہرگز استقلال نہیں رکھتے ہیں بلکہ فقط مرآۃ ملاحظہ غیر کی ہے جائز حال کو چاہیئے کہ معنی مستقل ہوں اور اگر معنی حرفی کو بیچ حکم معنی اسمی کے لیویں اور وصف اور حال میں استعمال کیا جائے پس کچھ فرق معنی حرفی اور اسمی میں نہیں رہتا ہے پس سب سے صحیح توجیہ یہ ہے کہ جملہ وکنتم امواتاً فاحیاکم کا متعلق کلام کا ہے اور ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ معطوف اوپر جملہ کیف تکفرون باللہ کے ہے۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ باوجود جاننے ابتدا حال اپنے کے کفر تم سے نہایت بعید ہے اور اگر باوجود اس تمام جاننے کے کفر قبول کرتے ہو پس تم کو پھر موت اور حیات دوسری درپیش ہے سزا اس کفر کی اُس موت اور حیات میں تم چکھو گے سوال دوسرا یہ ہے کہ بیچ لفظ فاحیاکم کے استعمال فا کا کیا اور معطوفات اُس کے میں لفظ ثمّ کا لائے ان دونوں میں فرق کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جو موت بیچ وکنتم امواتاً کے مذکور ہے وہی ہے کہ نطفہ کے واسطے پشت پدر میں اور جنین کے واسطے ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے یعنی نہ ہونا حیات کا اور عدم حیات منتہی ہے وقت احیا تک پس زندہ کرنا اُس کے متصل ہوا اور محل دخول فا کا ہو گیا اور اماتت احیا سے بہت پیچھے ہے گو کہ حیات سے متراخی نہ ہو اور ایسے ہی احیاء دوسرا بھی اماتت سے بہت متراخی ہے گو کہ موت سے متراخی نہ ہو اور ایسے ہی رجوع الی اللہ دوسری سے متراخی ہے پس محل ثمّ کا ہوا سوال یعنی فصل زندہ کرنے کا بسبب ڈالنے روح کے ایک وقت خاص میں ہو چکا استمرار اس کو نہیں اور اس فصل سے کہ حیات پالی گئی زندہ رہنے کا اتصال اماتت سے پایا جاتا ہے ایسے ہی حال ابتدا ترجمہ ہے۔

تیسرا یہ ہے کہ بعضے مفسرین نے ثمّ یحییکم کو اور پر اس کے حمل کیاہے کہ یہ احیادہ ہے
کہ قبر میں واسطے سوال منکر اور نکیر کے ہوگا اور ثمّ الیہ ترجعون کو اس احیا پر
حمل کیا ہے کہ دن حشر کے ہوگا واسطے ثواب اور عذاب کے یہ توجیہ درست ہے یا کسی
طرح کا اس میں خلل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توجیہ ہر چند من حیث اللفظ محتمل ہے
لیکن من حیث المعنی چنداں چسپاں نہیں اس واسطے کہ اگر حیات قبر کی کو حیات حقیقی اعتبار
کیا جائے پس بیچ وقت بعث اور نشر کے آنا حیات دوسری کا اوپر اس حیات کے کہ
قبر میں ہوچکی درست نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ زندہ کو زندہ کرنا بے معنی ہے پس ضرور
ایک بات دو چیزوں میں سے اختیار کرنی چاہیئے یا قائل ہونا چاہیئے موت دوسری کا
کہ قبر میں ہو اور یہ خلاف اجماع کا ہے اور بھی خلاف اسلوب اس کلام کا ہے اس واسطے
کہ اس صورت میں ایسا فرمانا چاہیئے تھا ثمّ یحییکم ثمّ یمیتکم ثمّ الیہ
ترجعون یا قائل ہونا اس کا چاہیئے کہ حیات بعث کی مجازی ہے حقیقی نہیں وھو
صریح البطلان بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی کیا ہے تعلق پکڑنا روح کا ساتھ
بدن کے اور قبر میں ہرگز تعلق رُوح کا ساتھ بدن کے نہیں یعنی حلول روح کا نہ ہوگا بلکہ
ادراک اور شعور روح کا کہ بعد مفارقت کے بدن سے اس کو باقی رہتا ہے اسی کو حیات
قرار دیا ہے پس حمل کرنا حیات قبر کا اوپر حیات مجازی کے متعین ہے اور بس سوال چوتھا
ہے کہ بعضے آدمیوں کو ساتھ دلیل نصوص قرآنی کے تین بار موت پیش آئی مثل حضرت
عزیر علیہ السلام کے کہ ان کو سو برس تک مرا ہوا رکھ کر پھر زندہ کیا پھر موت دوسری
کہ قیامت تک رہے گی چکھائی اور ایسے ہی وہ آدمی کہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور وبا کے
ڈر سے بھاگ کر چلے گئے تھے اُن کو حکم ہوا کہ موتوا پھر ان کو زندہ کیا اور ایسے ہی
وہ آدمی بنی اسرائیل میں سے کہ ہمراہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے میقات میں گئے تھے اور
بجلی سے مرگئے تھے بعد اس کے پھر ان کو زندہ کیا جیسا کہ بیچ اس سورۃ کے آتا ہے۔
ثمّ بعثناکم من بعد موتکم اور جب بعد ہر موت کے احیا لازم ہے پس
اس جماعت کا احیا بھی تین مرتبہ واقع ہوا ہے اور اس آیت میں مطلقاً دو موت اور

دو حیات پر کفایت کرنی کس طرح درست بیٹھی جواب اس کا یہ ہے کہ عادت میں دو موت اور دو حیات سے زیادہ نہیں اور اس جگہ مذکور اُن نعمتوں اور تصرفات کا ہے کہ موافق عادت کے کثیر الوقوع ہیں اور اہل اور نااہل میں پائی جاتی ہیں اور موت اور حیات زیادہ دو بار سے خاص بعض افراد اور بعض جماعات میں ہے کلیہ نہیں اور باوجود اس کے علم ساتھ موت اور حیات کے زیادہ دو بار سے مخاطبین کو حاصل نہ تھا اس واسطے کہ یہ لوگ اُوپر قصوں پہلی اُمتوں کے خبردار نہ تھے پس اُن کے خطاب میں ذکر زائد کا بے وجہ تھا اس

بیان علم عقائد کا مع دلائل

جگہ جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں بڑے مقاصد عمدہ علم عقائد کے دلیلوں کے ساتھ مذکور ہیں سامع کو چاہیئے کہ ان مقاصد کو مع دلیلوں کے معلوم کرے مقصد پہلا یہ کہ عالم کا پیدا کرنے والا ہے دانا اور توانا اور زندہ اور سُننے والا اور دیکھنے والا اور غیر محتاج ماسوائے اپنے کا اور انھیں مقاصد سے ہے کہ قدرت جلانے اور مارنے کی غیر اُس کو حاصل نہیں اور انھیں مقاصد سے ہے کہ حشر اور نشر حق ہے اس واسطے کہ دوسری بار کام کرنا پہلی دفعہ سے آسان ہوتا ہے اور انھیں مقاصد سے ہے کہ حق تعالےٰ نے بندوں اپنے کو ساتھ امر اور نہی کے تکلیف دی ہے اور اسباب خوف اور رجا کا عالم آخرت میں اُن کے واسطے تیار کیا ہے اور انھیں مقاصد سے ہے کہ دُنیا میں زہد اور بے رغبتی اختیار کی جائے اس واسطے کہ بعد اس زندگی کے موت درپیش ہے اور یہ زندگی ساتھ موت کے مبدل ہوگی اور جو شئے کہ اس حالت میں ہے خواہ مال خواہ اولاد خواہ گھر اور باغ کہ واسطے نفع اس زندگی کے ہیں تمام اُس سے دُور کئے جائیں گے یہاں تک کہ بعد موت کے مالک کسی چیز کا نہ رہے گا اور دُنیا میں کوئی اثر اور نشان اُس سے نہ چھوڑیں گے مدت دراز لحد میں گذار دے گا کہ ہر چند اُس کو آواز دیتے ہیں جواب نہیں دیتا ہے اور ہر چند اُس سے پوچھتے ہیں بات نہیں کرتا ہے اور ساتھ اس مرتبہ کے دلوں سے محو ہو جاتا ہے

کہ اقربا کو پروا زیارت اُس کی کی نہیں رہتی ہے اور کہنے والے اُس کو مطلق فراموش کرتے ہیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے **بیت**۔

دو بیتم جگر کردو زے کباب — کہ میگفت گوئندہ باریاب
دریغا کہ بے ما بسے روزگار — بباید گل دبشگفد نو بہار
بسا تیر و دی ماہ واردی بہشت — بباید کہ خاک باشیم وخشت

اور جبکہ حالت اس حیات کی ایسی ہے پس قابل اس کے نہیں کہ دل اس کے ساتھ باندھا جائے اور اُس کو اوپر زندگی ہمیشگی کے کہ آگے آتی ہے اختیار کیا جائے اور اگر کافر کہیں کہ ہر چند خدائے تعالیٰ جلانے والا اور مارنے والا ہمارا ہوا لیکن کسی طرح کا حق اُس کا اوپر ہمارے ثابت نہیں تاکہ ہم کو کفران نعمت اُس کی کا اور التجا طرف غیر اُس کے کے مضر ہو اس واسطے کہ زندگی اور موت ہماری اُس کی طرف سے قصد پیدا کرنے ہمارے سے نہیں بلکہ اسباب وجود ہمارے کے اُس سے صادر ہوتے اور وہ اسباب رفتہ رفتہ اس نہج پر بہم ہو گئے کہ ہم موجود ہو گئے ابتداءً اللہ تعالیٰ کو قصد پیدا کرنے ہمارے کا نہ تھا تاکہ ہمارے اوپر منت اُس کی ہوتی ہم کہتے ہیں یہ اعتقاد تمہارا غلط ہے اس واسطے کہ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ یعنی وہ ذات پاک وہ ہے کہ مقدر کیا واسطے تمہارے پیدائش

بیان ان چیزوں کا کہ سب انسان کے کام آتی ہیں

تمہاری مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا یعنی وہ چیز کہ بیچ زمین کے ہے تمام جیسا کہ غذائیں ستھری اور خوشبوئیں پاکیزہ اور آوازیں دل پسند اور صورتیں زیبا اور لذت کی چیزیں موافق خواہشوں کے اور بعضی زمین کی چیزوں کو کہ وسیلہ تکلیفوں کے دُور کرنے کا اور آرام اور قرار حاصل ہونے کا کیا جیسے کہ مکان اور خیمہ واسطے دُور کرنے گرمی اور سردی کے جیسا کہ تیر اور کمان اور جال اور شست شکار کے واسطے لکڑی اور لوہا اور بیل اور رستی کھیتی کے واسطے اور درختوں کے بونے کے واسطے اور دوا واسطے بیماری دور کرنے کے واسطے اور بعض چیزوں کو واسطے حاصل ہونے عبرت اور سوچ سمجھ کے پیدا کیا مانند موت اور بیماری کے اور مشقت اور درد کے

اور موت میں فائدہ دوسرا بھی ہے کہ اگر پہلے لوگ نہ مرتے اور پچھلے پیدا ہوتے جاتے زمین واسطے معاش اس جماعت کثیر کے تنگ ہو جاتی اور لڑائی اور جھگڑے بے شمار واقع ہوتے اور پہلے لوگ ریاست اور مرتبہ غالب پر قائم رہتے اور پچھلے لذت ریاست حکمرانی سے محروم رہتے اور ایسے ہی مشقتوں اور تکلیفوں میں بھی فائدے ہیں اور عمدہ فائدہ اُن میں سے یہ ہے کہ اگر مشقت نہ ہوتی کارخانہ اسباب دفع کرنے اُس مشقت کا اور سرانجام کرنیوالے اُن اسباب کا معطل رہتا مثلاً اگر چور نہ ہوتا چوکیدار کیا کام کرتا اور خوف غنیم کا نہ ہوتا قلعہ اور قلعہ بان بیکار رہتے اور ایسے ہی اگر مشقت سردی کی نہ ہوتی شال بننے والے معطل رہتے اور اگر شدید گرمی نہ ہوتی خس خانہ اور پنکھا کھینچنے والے بیکار رہتے اور اگر بھوک نہ ہوتی باورچی کیا کام کرتا اور اگر پیاس نہ ہوتی آبدار اور سقہ بیکار رہتا اور ایسے ہی اگر مرض نہ ہوتا دوا اور طبیب اور عطار اور فصاد اور جراح سب رائیگاں ہوتے اور بعضی چیزوں کو اسباب حاصل کرنے کمالات کا کیا ہے مانند حواس باطن کے اور حواس ظاہر کے اور ممد اور معاون ان امور کے جیسا کہ دوات اور قلم اور کاغذ اور سیاہی اور استاد اور معلم اور بعضی چیزوں کو واسطے ثابت کرنے عذر تقصیرات کے پیدا کیا ہے مثل نسیان اور خطا کے حاصل یہ ہے جو کچھ کہ جہان میں ہے تمام آدمیوں کے کام میں صرف ہوتا ہے یہاں تک کہ زہر قاتل وہ بھی بعضی دواؤں کے کام آتا ہے اور پہلی پیدائش آدمی کی سے ان چیزوں کو مقدر کرنا دلیل صریح ہے اوپر اس بات کے کہ آخر کام میں ایک مخلوق کو پیدا کریں گے کہ ان چیزوں کو کام میں لائے گی اور صرف کرے گی جیسا کہ پیدائش آدمی کی اور محتاج کرنا اُس کا طرف ان تمام چیزوں کے دلیل صریح ہے اوپر اس بات کے کہ آدمی میں اسرار ان سب چیزوں کے سونپے گئے ہیں ورنہ تصرف اُس کا ان چیزوں میں اور استعمال کرنا اُن چیزوں کو اُوپر وجہ مناسب حکمت کے متصور نہ ہوتا اور جب یہ چیزیں کہ مقدر ہیں خود بخود زمین سے ظاہر نہیں ہوسکتیں اس واسطے کہ زمین قابل محض سے کوئی چیز بالفعل نہیں ہوتی ہے واسطے کامل کرنے منفعت تمہاری کے عنایت دوسری فرمائی ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ یعنی پھر متوجہ ہوا طرف پیدائش آسمان کے

اس واسطے کہ آسمان متضمن ہے اسباب حاصل کرنے اُن چیزوں کا کہ زمین میں ہیں فَسَوّٰھُنَّ پس ٹھیک کیا اُن آسمانوں کو اس طرح سے کہ کہیں سوراخ یا شگاف اور ٹیڑھا پن اُس میں نہ رہا اور اعتدال کلّی حاصل ہوا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ یعنی سات آسمان تاکہ کواکب سیارہ اُن میں حرکت کریں اور حرکتوں اُن کی سے طرح طرح کے اوضاع ظاہر ہوویں اور ان اوضاع سے جو چیزیں کہ زمین میں مخفی ہوں ظہور کریں مثل ریزش مینہ کے اور پکنا میووں اور دانوں اور غلّوں اور گھاس کے ساتھ آفتاب کے اور رنگت دینے اور مزہ اور خواص ساتھ مہتاب کے اور ستاروں کے اور تبدل چاروں فصلوں کا ساتھ قرب اور بُعد آفتاب کے اور ایسے ہی غلّے اور میوے ہر موسم کے اور احتیاج طرف سامان درُست کرنے ہر موسم کے کہ تکلیفات اُس کی دفع ہوں جیسا کہ عمارتیں مضبوط بارش کے وقت اور لباس گرم سردی کے موسم میں وعلیٰ ہذا القیاس اور روشنی ہر حال میں بسبب ستاروں آسمانی کے ہے اس واسطے کہ جوہر چمکدار زمین کی چیزوں میں بجز آگ کے دُوسری شے نہیں اور آگ کو اگر ہمیشہ پاس رکھو نقصان پہنچاتی ہے اور آسمان کے ستارے ایسے نہیں اور علاوہ اس کے آگ کی روشنی ہر وقت باقی نہیں رہتی بلکہ حاجت لکڑیوں وغیرہ کی دم بدم پڑتی رہتی ہے کہ اُس سبب سے جلتی رہے اور آدمی میں جیسا کہ اسرار تمام زمین کی چیزوں کے رکھے ہیں اور بسبب اُس کے تمام چیزوں زمین کی سے نفع اٹھاتا ہے ایسا ہی اسرار تمام آسمان کی چیزوں کے اُس کے اندر رکھ دیئے ہیں تاکہ آسمان کی چیزوں سے بھی نفع اٹھائے اور ایک قسم نفع کی کہ سب فائدوں سے عمدہ ہے اور بھی ہے اور کل چیزوں سے وہ نفع حاصل ہوسکتا ہے خواہ مخلوقات سفلی ہوں خواہ مخلوقات علوی مگر یہ نفع خاص نوع انسان کے واسطے ہے اور وہ خاص نفع یہ ہے کہ انسان دلیل پکڑے ساتھ نشانیوں قدرت اور دلیلوں الوہیت اللہ تعالیٰ کے جیسا کہ طرف اُس نفع کے اشارہ فرمایا ہے بیچ آیت سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتےٰ یتبیّن لھم انّہ الحق یعنی اب ہم دکھاویں گے اُن کو اپنے نمونے دُنیا میں اور اُنکی جانوں میں تاکہ کھل جائے اُن پر کہ یہ بات ٹھیک ہے اور ایک اور نفع کہ وہ بھی خاص انسان کے واسطے ہے یہ ہے کہ لذتیں کھانے

اور پینے اور میووں اور نکاح اور سواریوں کی کر دیکھتا ہے اور سنتا ہے قیاس کرتا ہے
بہشت کی نعمتوں کو اور اسباب وحشت اور تکلیفات کے جیسا کہ غم اور خوف اور بجلی
اور آگ اور پھاڑنے والے جانور اور طوق اور زنجیر اور سانپ اور بچھو دیکھ کر اور سن کر
دوزخ کے عذاب کو اس پر قیاس کرتا ہے اور تخصیص سات آسمان کی کہ اس مقام میں
مذکور ہے اس واسطے ہے کہ آثار سفلی کہ نوع انسانی کو اکثر درکار ہیں بسبب انھیں
سات آسمانوں کے اور ستاروں اُن کے ہے والا اصلیں ان سب چیزوں کی ارواح
مدبرہ عرش اور کرسی کے سے پیدا ہوتی ہیں اور بڑا نفع انسان کا بلکہ ہر مخلوق کا
انھیں سے ہے لیکن ہرگاہ کہ ارتباط موجودات سفلی کا اُن کے ساتھ ظاہر میں لوگوں
کی نظر سے پوشیدہ ہے ذکر عرش اور کرسی بلکہ لوح اور قلم کا بھی اس مقام میں
نہیں فرمایا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو زمین اور آسمانوں کی چیزوں سے نفع دینا اور ان
چیزوں کو اس کے کام کے واسطے پیدا کرنا دلیل صریح ہے اوپر اس کے کہ وجود اور
حیات اور موت اُس کی بسبب عنایت خاص جناب الٰہی کے ہوئی اُس قبیل سے نہیں کہ
بسبب پیدائش اور چیزوں کے تبعاً اس کی بھی پیدائش ہوگئی بغیر اس بات کے کہ
مقصود بالذات ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ربط دینے تمام چیزوں کے اُن کے اسباب
کے ساتھ دانا ہے وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ یعنی اور وہ ساتھ ہر چیز کے دانا ہے
پس جو چیزیں کہ زمین اور آسمان میں ہیں جانتا ہے اور اسرار ان سب چیزوں کے آدمی
کے اندر رکھ دینے کی طاقت رکھتا ہے اور ایسے ہی بعد موت کے مردہ کے تمام اجزا
کو جانتا ہے پس جمع کرنا اجزا مردہ کا . واسطے دوبارہ پیدا کرنے کے اُس کے نزدیک
ایک آسان کام ہے اور بھی ہادیہ کہ مقتضائے ہر عمل کا ہے کہ جزا اس کی اچھی ہے یا بری
اس کو بھی جانتا ہے اور شکر کرنے ان نعمتوں کے سے جو چیز لازم ہے اُس کو بھی جانتا ہے
پس معلوم کرنا آدمی کا ان سب چیزوں کو خواہ مخواہ اس کی طرف لاتا ہے کہ ناشکری اس
کی نہ کرے اور انکار احکام منزلہ اُس کے کا اُس سے سرزد نہ ہو اس جگہ دو سوال ہیں
کہ جواب اُن کا چاہیئے اول یہ کہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً اس پر دلالت کرتا ہے

کہ جو کچھ زمین میں ہے ہر کسی کے واسطے نفع لینا اس کا مباح ہے جیسا کہ مذہب اباحتیوں کا ہے اور حال یہ ہے کہ حرام چیزوں کی حرمت سب شریعتوں میں قطعاً ثابت ہوئی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ پیدائش تمام چیزوں کی واسطے انتفاع سب آدمیوں کے تقاضا اس بات کا کرتی ہے کہ ہر چیز سے ہر شخص نفع اٹھائے بلکہ اس آیت میں کہ مقابلہ جمیع مافی الارض کا ساتھ تمام بنی آدم کے ہے اس کا تقاضا کرتا ہے کہ افراد اوّل کو اوپر افراد دوسری کے منقسم ہوں گے یعنی کسی شے سے کوئی نفع اٹھائے اور کسی سے کوئی پس جو چیز کہ غیر کا حق اُس میں متعین ہو اور کسی سبب سے اس کی ملکیت میں آئے نفع پکڑنا اُس سے دوسرے کو بغیر اجازت صاحب حق کے روا نہ ہو اور ایسے ہی نفع پانا بنی آدم کا جمیع مافی الارض سے اس بات کا بھی تقاضا نہیں کرتا ہے کہ ہر کسی کو ہر چیز سے ہر قسم کا نفع لینا روا ہو بلکہ ایک شے کے نفع کئی طرح کے ہوتے ہیں اور ہر ایک طریق نفع اٹھانے میں شرع کی طرف رجوع کرنا چاہیئے مثلاً جو انتفاع کہ زوجہ سے ہے ولی کے ساتھ ہے اور انتفاع ماں اور بہن کی طرف سے باعتبار مشقت اور امداد کے ہے اور انتفاع پانی سے ساتھ پینے کے ہے اور انتفاع آگ سے ساتھ پکانے کے ہے بلکہ لکم کے لام کا نفع اُس میں موجود ہے دلیل صریح اس بات پر ہے کہ ان سب چیزوں کا نفع اپنے استعمال میں لاؤ نہ ضرر اپنے میں یعنی جس وجہ سے شئے نافع ہو اُس وجہ سے استعمال میں لاؤ اور جس وجہ سے ضرر دینی یا دنیوی اُس میں ہو اُس سے بچو اور ضرر دو قسم ہے دنیوی اور دینی ضرر دنیوی کو اہل تجربہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور ضرر دینی سوائے تعلیم انبیاؑ کے معلوم نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ وقت ظہور ضرر دینی کا آخرت ہے اور وہ وقت کسی نے اب تک نہیں دیکھا تا کہ تجربہ اس ضرر کا اُس کو ہوتا پس طریق معرفت ضرر کا بجز اس کے نہیں کہ پیغمبروں سے سُنا جائے اور یقین کیا جائے اور اسی سبب سے ہے کہ تحریم محرمات کی سب شریعتوں میں موجود ہے۔ اگر کوئی کہے کہ بعضی چیزیں زمین کی ایسی ہیں کہ شرع میں نفع اُس کا باطل ہے اور مال متقوم کی جنس سے نکال دیا ہے جیسا کہ خمر اور خنزیر پس ایسی چیزوں سے نفع کیونکر متصور ہو

ہم جواب دیتے ہیں جیسا کہ زمین کی چیزیں بعض اس قسم کی پیدا کی ہیں کہ بے قدر محض ہیں ایسے ہی بنی آدم میں ایک ایسا فرقہ پیدا کیا ہے کہ عند اللہ بے قدر محض ہیں وہ فرقہ ساتھ اُن چیزوں بے قدر کے منتفع ہوتا ہے مثل مشہور ہے ہر گندہ پری راگندہ خوری است اور زیرکیاں اہل عقل اور شرع کے جس وقت کہ اُس جماعت بے قدر کو ان چیزوں کے ساتھ نفع اٹھاتے دیکھیں اور نفس ان کا بھی تقاضا اُس انتفاع کو کرے اور وہ لوگ اپنے تئیں موافق حکم شرع کے اُس سے باز رہیں تو بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے کہ صبر کے ثواب کے مستحق ہوں گے وانما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب یعنی دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ثواب اُن کا بے شمار دوسرے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش اُس چیز کی کہ بیچ زمین کے ہے مقدم اوپر پیدائش آسمانوں کے ہے اور یہی مضمون سورۃ حم السجدہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے اور وہ کہ سورۃ والنازعات میں مذکور ہے کہ والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ وجود زمین کا یعنی چوڑا کرنا اور بچھانا اس کا بعد پیدائش آسمان کے اور برابر کرنے اُس کے کے بلکہ بعد حرکتوں ستاروں اُس کے کے ہے اور بعد موجود ہونے دن اور رات کے اور یہ ظاہر ہے کہ پیدائش زمین اور اُس چیز کی کہ زمین میں ہے بجز پھیلانے زمین کے ممکن نہیں پس دونوں آیتوں کے مضمون میں تعارض اور تناقض ہوا اور باوجود اس کے یہ بھی خلل ہے کہ خلق لکم ما فی الارض کم سے کم دلالت اوپر اس کے کرتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے ابتدا پیدائش اُس کی سے خطاب تک مقدم اوپر تسویہ آسمانوں کے ہے اس واسطے کہ ثم استویٰ الی السماء بعد خلق لکم ما فی الارض کے مذکور ہے اور اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی پیدائش پیچھے ہوئی اور یہ بات مخالف حس اور بداہت کے ہے قطع نظر اس سے کہ معارض دوسری آیت کے ساتھ ہو جواب اس کا یہ ہے کہ خلق لکم ما فی الارض بمعنی قدر لکم کے سمجھنا چاہیئے اور ایسے ہی سورۃ سجدہ میں وجعل فیھا رواسی من فوقھا و بارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا اس واسطے کہ پیدائش

جمیع ما فی الارض کی بدون حرکتوں آسمانی کے واقع نہیں پس تسویہ آسمانوں کا متاخر نہیں ہو سکتا ہے اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ دحو زمین کا متاخر پیدائش آسمان کی سے ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ تسویہ آسمان کا زمین کی پیدائش سے پیچھے ہے اور یہ اقوال مفسرین کے بسبب غفلت کرنے عموم ما فی الارض جمیعا کی سے ناشی ہیں اور اس آیت کے مضمون سے بھی غفلت ہے رفع سمکها فسویها واغطش لیلها واخرج ضحٰها والارض بعد ذٰلك دحٰها البتہ یہ احتمال ہے کہ اوّل زمین کو نہایت چھوٹا سا پیدا کیا ہو اُس میں اصول پہاڑوں کے اور برکت نہروں اور چشموں کی رکھ دی ہو اور قوت حیوانوں کی اُس میں مقدر کی ہو بعد اُس کے طرف آسمان کے متوجہ ہو کر اور اُس کو سات آسمان بنا کر گردش میں لا کر نور اور ظلمت رات دن کی ظاہر کر کے پھر زمین کو بچھا کر چوڑا اور فراخ کیا ہو اور اس احتمال کے سب آیتیں مطابق ہوتی ہیں مگر ما فی الارض جمیعاً کو مخصوص اصول معادن اور اصول نباتات کے ساتھ کرنا ضروری یعنی مادے معادن اور نباتات کے پیدا کئے اور اگر تمام چیزیں زمین کی مراد لیں وہی شکل لازم آئے گا کہ آسمان کی پیدائش سے پہلے زمین کی چیزیں پیدا ہو جاویں اور یہ بعید ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے تائید اسی احتمال کی منقول ہے کہ فرمایا ہے خلق الله الارض فی موضع البيت كهياة الفهن عليها دخان ملتزق بها ثم اصعد الدخان وخلق منه السمٰوات وامسك الفهن فی موضعه وبسطمنه الارض نذلك قوله كانتا رتقا یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے زمین کو ست کی جگہ میں مانند ایک غولہ پتھر کے کہ اوپر اس کے دھواں لپٹا ہوا تھا پھر بلند کیا دھویں کو اور پیدا کئے اس سے سب آسمان اور ٹھیرا رکھا اُس کو اپنی جگہ اور پھیلائی اُس سے زمین پس یہی ہے مضمون قول اُسکے کا کانتا رتقا

فائدے بیچ پیدائش آسمان اور زمین کے

یعنی تھے آسمان اور زمین منہ بندھے یعنی ایک چیز تھے اس جگہ میں کتنے فائدے جاننے چاہئیں اوّل یہ کہ ساتھ روایت سدی کے ابن عباس سے اور گروہ صحابہ کرامؓ سے

ایسا منقول ہے کہ پہلے پیدائش آسمان اور زمین سے دو چیزیں موجود تھیں عرش اور پانی جب ارادہ الٰہی ساتھ پیدائش آسمان اور زمین کے متعلق ہوا پانی سے ایک دھواں اُٹھا اور سبب اس دھویں اُٹھنے کا بعضی روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ ہوا کو اُس کے اُوپر مسلط کیا اور بسبب اس ہوا کے پانی میں موج اور جنبش پیدا ہوئی اور بسبب سختی حرکت کے گرمی پانی میں موجود ہوئی اور اس سبب سے دھواں پیدا ہوا اور اس دھویں نے اوپر کی طرف صعود کیا اور وہی دھواں مادہ آسمان کا ہوا کہ دوسری آیت میں اُس کی طرف اشارہ ہے ثم استوٰی الی السماء وھی دخان پھر تھوڑے سے پانی میں خشکی اور تحجر پیدا ہوا اور وہ مادہ زمین کی پیدائش کا ہوا پس پہلے اُس زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات زمینیں بنائیں بعد اُس کے طرف مادہ آسمان کے متوجہ ہوا اور اُس کے سات آسمان بنائے اور ان روایتوں میں پیدائش زمین کی چار دن میں اس تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہے کہ یک شنبہ کے دن ابتدا پیدائش دھویں کی کہ مادہ آسمان کا ہے اور پیدائش کیچڑ جمی ہوئی کہ مادہ زمین کا ہے وقوع میں آئی اور دوشنبہ کے دن زمین کو سات ٹکڑے بنایا اور سہ شنبہ کے دن پہاڑوں کو زمین پر قائم کیا اور نہروں کو جاری کیا اور چہارشنبہ کے دن درختوں کو اُگایا اور قوت جانوروں کی کہ دانہ اور گھاس ہے اس میں پیدا کیا اور پنجشنبہ کے دن آسمان کے مادہ کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان اُس کو کئے اور جمعہ کے دن ہر آسمان میں ستارے پیدا کئے اور گردش ہر ستارے کی مقرر فرمائی اور فرشتوں کو واسطے کاروبار ہر ایک آسمان کے قائم کیا پس تمام پیدائش جہان کی چھ دن میں اس تفصیل کے ساتھ پائی گئی جیسا کہ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں اس تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا لیکن ایک اشکال اس جگہ آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وجود رات دن کا آفتاب کے طلوع اور غروب پر موقوف ہے پس پہلے پیدائش آسمان اور زمین سے رات دن کا ہونا کیونکر ہوتے بعضے عالموں نے جواب اس اشکال کا ایسا دیا ہے کہ مراد ان دنوں سے حقیقت دنوں کی مراد نہیں بلکہ اتنی مدت مراد ہے یعنی تمام پیدائش جہان کی اتنی مدت میں واقع ہوئی کہ اگر اس مدت کو اُوپر

مدت رات دن کے قیاس کریں چھ دن حساب میں ہوں اور بعضے علماء نے ایسا کہا
ہے کہ رات دن جیسا کہ طلوع اور غروب آفتاب کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی
حرکتوں اور حوادثات سے بھی متصور ہے پس احتمال ہے کہ پہلی پیدائش آسمان اور زمین
کی سے نور عرش کا کسی وقت میں پھیل جاتا ہو اور اُس وقت کو دن کہیں اور کسی وقت
میں چھپ جاتا ہو اور اُس وقت کو رات قرار دیں جیسا کہ اب بھی بعضے مقاموں میں رات
دن اس حساب سے نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ارض تسعین میں رات دن اور ہی طرح سے
ہے کہ چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن شمار میں آتا ہے پس اول حمل سے آخر سنبلہ تک
اس کو دن کہتے ہیں اور اول میزان سے آخر حوت تک اُس کو رات ٹھیراتے ہیں۔
اسی قیاس پر جبکہ آفتاب موجود نہ تھا اور حرکتوں اور حوادث کے ساتھ تعیین رات
اور دن کی ہوئی ہو اور اسی حساب سے پیدائش تمام جہان کی چھ دن کی مدت میں
ہوئی اور محققین اس کے اوپر ہیں جیسا کہ رات اور دن بسبب حرکات سابقہ کے متعین
ہوتے ہیں ایسے ہی بسبب حرکات لاحقہ کے بھی متعین ہو سکتے ہیں پس جس جس مدت
میں پیدائش تمام جہان میں آسمان اور زمین کی ہے اس مدت کا نام دن رکھ دیا اور
پیدائش اُس کی اُسی کے ساتھ محدود اور مشخص ہوئی جب ایک کام کیا ایک دن ہو گیا
دوسرا کام کیا دوسرا دن ہوا پس دنوں کے معنی دفعات کے ہیں یعنی چھ بار توجہ اُس
کی ہوئی دو بار توجہ طرف آسمان کے ہوئی ایک بار واسطے جُدا کرنے مادہ اُسکے کے
ہیولیٰ مشترکہ سے اُس کو پانی کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے اور دوسری بار توجہ اُسکی طرف واسطے
ڈالنے صورتوں اُس کی کے ہوئی کہ وجود ستاروں کا اور ترتیب سات آسمانوں کا اور صادر
ہونا حرکتوں خاص خاص تمام آسمانوں کا بطفیل انھیں صورتوں کے ہے اور چار دفعہ
توجہ طرف زمین کے پائی گئی ایک بار واسطے جُدا کرنے مادۂ سفلیات کے اور دوسری
بار واسطے پیدا کرنے صور بسیط کے اور تیسری بار واسطے افاضۂ صور معدنیہ کے اور
چوتھی بار واسطے القائے صور نباتیہ کے کہ اکثر قوت حیوانات کی اُس سے حاصل ہوتی
ہے اب یہاں بیان کرتے ہیں کہ صحیح مُسلم اور تاریخ بخاری اور صحیح نسائی اور دوسری

گا اور حدیث میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ
اُس کا پکڑا اور اُوپر انگلیوں اُس کی کے شمار کیا اور فرمایا خلق اللہ التربة یوم السبت
وخلق فیه الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق
المکروہ یوم الثلثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیه الدواب
یوم الخمیس وخلق آدم یوم الجمعة بعد العصر یعنی پیدا کیا اللہ نے
زمین کو ہفتہ کے دن اور پیدا کئے اُس میں پہاڑ یک شنبہ کے دن اور پیدا کئے درخت
دوشنبہ کے دن اور پیدا کیں مکروہ چیزیں سہ شنبہ کے دن اور پیدا کیا نور چہار شنبہ
کے دن اور پھیلائے بیچ اُس کے چوپائے پنج شنبہ کے دن اور پیدا کیا آدم کو
دن جمعہ کے بعد عصر کے اور اس روایت اور پہلی روایت میں بظاہر میں تعارض اور
تناقض ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان ابتدا پیدائش آسمان اور
زمین کا نہیں بلکہ پیدائش زمین کی چیزوں کا بیان ہے گو یہ پیدائش برابر نہ ہو کر

مادۂ آسمان کا بیان

اُس کی پیدائش میں آپس میں فاصلہ معلوم ہوا ہو گا امر دوسرا یہ کہ آسمانوں کی قسمیں ہوں
جو یہ اُن کے مغایر جوہر جنس کے ہیں پس وہ کچھ روایتوں میں بیچ ہیں اُن میں اور سلمان
فارسی اور کعب احبار سے واقع ہوا ہے کہ آسمان دنیا کا ایک موج ہے معلق کھڑی ہوئی
اور آسمان دوسرا چاندی سفید کا ہے اور آسمان تیسرا لوہے کا ہے اور چوتھا آسمان تانبے
کا اور پانچواں سونے کا اور چھٹا زمرد کا اور ساتواں یاقوت سرخ کا اور دوسری روایتوں
میں بھی مانند اس کے ہے اس سب کی بنا اوپر تشبیہ کے ہے یعنی ان جواہر کو اگر دنیا کے
جواہر پر قیاس کریں تو یہ تشبیہ دے سکتے ہیں اور اسی واسطے ان روایتوں میں اختلاف

ہیئت آسمان کا بیان

ہیئت [illegible] ہے اس بات کی کہ کلام کی بنا اوپر تشبیہ کے ہے [illegible]
یہ کہ اہل حکمت نے بعضے حرکتوں معلوم ہونے کے [illegible] ہے کہ [illegible] وسطے
ہیں جیسے آسمان کو [illegible] سے فلک [illegible] فلک کہتے ہیں اور [illegible]
طلوع [illegible] غروب آفتاب [illegible] کا کہ [illegible] اور [illegible] جانتے ہیں [illegible]
نسبت کرتے ہیں اور سات آسمان دوسرے ہیں کہ سات ستارہ [illegible] ایک ایک ستا!

ہر ایک آسمان میں علی الترتیب ثابت کرتے ہیں اور وہ ترتیب یہ ہے بیت
قمر است و عطارد و زہرہ　　　شمس مریخ و مشتری و زحل
اور ہر گاہ کہ دلیلیں نقلیہ تمام دلالت اس کے اوپر کرتی ہیں کہ عدد آسمان کے سات ہیں
پس واسطے تطبیق کے درمیان معلومات اپنی کے اور ادلہ نقلیہ کے کہتے ہیں کہ اُن دو
آسمان کو عرش اور کُرسی کہتے ہیں لیکن یہ سب مبنی اوپر تکلفات کے ہیں جیسا کہ پوشیدہ
نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ان ساتوں آسمانوں کا ایک فرشتہ مدبر ساتھ حرکت
یومیہ کے سب کو حرکت دیتا ہو اور تمام ستارے ثوابت آسمان زحل کی پشت کے اوپر
گڑے ہوتے ہوں اور زحل آسمان کے مٹاپے میں ثابت ہوں پس سات آسمان سے
زیادہ ثابت نہ ہوں گے اور وہ کہ عرش اور کرسی کے اوصاف میں بیچ روایات شرعیہ کے
جو آیا منطبق اوپر اُن دو آسمانوں کے کہ حکماء قرار دیتے ہیں نہیں ہو سکتا پس بہتر یہ ہے
کہ عدد آسمانوں کے سات اعتقاد کرنے چاہئیں اور عرش اور کرسی سوائے اُن کے ثابت
ہوں ابوالشیخ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ نام
آسمان دنیا کا رقیع ہے اور نام ساتویں آسمان کا براح اور ابن المنذر نے ابن عباس
سے روایت کی ہے کہ سید السموات التی فیہ العرش و سید الارضین
التی انتم علیھا اور ابن ابی حاتم نے وحیہ کلبی سے روایت کی ہے کہ سمعت
علیا ذات یوم یحلف والذی خلق السماء من دخان وماءٍ
بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تفکروا
فی کل شئ ولا تفکروا فی ذات اللہ فان بین السماء السابعۃ الی
کرسیہ سبعۃ الاف نور وھو فوق ذالک یعنی فکر کرو تم بیچ ہر شے
کے اور نہ فکر کرو تم بیچ ذات اللہ کے اس واسطے کہ درمیان ساتویں آسمان کے
کرسی تک سات ہزار نور ہیں اور وہ فوق اس کے ہے اور اس جگہ میں جاننا چاہئے
کہ تعدد عرش اور کرسی کا یعنی جُدا جدا ہونا اُن کا اب تک دلیل سے ثابت نہیں بلکہ
بہت دلیلوں سے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بہت فاصلہ سے

انوار بے شمار موجود ہیں ایک جسم نورانی ہے کہ اُسی جسم کا کبھی عرش نام فرمایا ہے اور
کبھی کرسی اور وہ جسم تمام آسمانوں اور زمین کو گھیرنے والا ہے جیسا کہ بیچ اس آیت
وسع کرسیه السموات والارض کے بھی اس طرف اشارہ کیا واللہ اعلم حاصل
یہ ہے کہ آدمی کو کہ ساتھ ایسی شرافت کے ممتاز فرمایا اور تمام ما فی الارض کو اُس کے
واسطے پیدا کیا اور ساتوں آسمان کو واسطے کاروبار اُس کے کے درست کیا اس
سبب سے ہے کہ وہ جمع کرنے والا دونوں اسرار یعنی اسرار خدائی اور اسرار عالم کا اور
قابل اللہ تعالیٰ کی خلافت کے ہے اوپر تمام عالم کے رہنے والوں کے اس واسطے
کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوقات طرح طرح کی پیدا کی ہیں بعضی علوی اور بعضی سفلی اور
وہ باوجود خالق ہونے اور مالک ہونے کے بے احتیاج ایسا ہے کہ کسی شے کے ساتھ
آپ نفع نہیں اُٹھاتا اور کچھ اس کو غرض نہیں اس واسطے کہ اگر وہ بھی کسی چیز کے ساتھ
نفع اُٹھاوے احتیاج اُس کو لازم ہو اور محتاج ہونا منافی صمدیت اُس کی کے ہے پس
ضروری ہوا کہ کوئی مخلوقات اُس کی کے ایسی مخلوق ہو کہ ساتھ اخلاق الٰہی کے متخلق اور
ساتھ اوصاف اُس کے کے متصف ہو اور تنفیذ اور جاری کرنا اوامر اور نواہی اُس
کی کا اور سیاست مخلوقات کی اور تدبیرات کاموں اُنکے کی اور نگاہ رکھنا انتظام
خلق کا اور مشغول کرنا ان کا ساتھ بندگی خدائے تعالیٰ کے اُس سے ہو سکے والا یہ کہ تمام
مخلوقات طرح طرح کی معطل اور بیکار ہیں اور یہ حکمت کے خلاف ہے پس اس تدبیر
سے گویا اس خلیفہ کے سبب سے تمام چیزوں کے فائدے اور منافع اُس نے ظاہر کئے
جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے بیت

سرمہ کہ عندلیب ست بہوائے زر ندارد　　　یارش گل است و گل را یک مشت زر ضرورت

اور جب ایسا ہوا پس خلیفہ کے حق میں یہ بات ضروری ہوئی کہ بعد پیدائش تمام انواع
کے پیدا ہوتا کہ نفع اُٹھانا تمام مخلوقات سے اُس کو حاصل ہو اور دوسری چیزیں جہاں
کی مانند مصالح اور اسباب خانہ داری کے کہ گھر والے کو اُن سے گریز نہیں پہلے موجود ہوئے
اُس کے سے تیار ہو کر ساتھ زبان استعداد اُن کی کے خلیفہ کے خواستگار ہوں اور

زبان حال اُن کی اس کلام کے ساتھ بولنے والی ہو کر مصرع حتی ترکب الناقۃ المثنیٰ اور وہ شخص کہ قابل ان امور کے ہو بجز انسان کے نہیں اس واسطے کہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے جن چیزوں کو شعور اور ارادہ دیا ہے دو قسم سے زیادہ موجود نہ تھیں فرشتے اور جن اور فرشتے اس بات کے لائق نہیں ہیں کہ تمام اشیاء علوی اور سفلی سے نفع اُٹھائیں اس واسطے کہ بہت حاجتوں سے وہ بری ہیں۔ عورت اور فرزند اور کھانا اور پہننا اور جو چیزیں اُن کے لوازم سے ہیں اُن کو درکار نہیں کہ شہوت اور غضب نہیں رکھتے ہیں اور جن ہر چند کہ شہوت اور غضب رکھتے ہیں لیکن قوت خیالیہ اوپر قوت عقلیہ اُن کی کے غالب ہے یہاں تک کہ جس چیز کو خیال کرتے ہیں اُس کو واقعی جانتے ہیں مانند لڑکوں کے کہ بانس کے اوپر سوار ہو کر اپنے تئیں حقیقت میں سوار گھوڑے کا جانتے ہیں اور لکڑی کی سواری کو گھوڑا سچا سمجھتے ہیں پس جو اگر تمام مخلوقات کو اُن کے نفع میں خرچ کیا جاتے بجز تخیل کے منافع کا سرانجام اُن سے نہ ہوگا اور منظور یہ ہے کہ حقیقۃ میں منفعتیں اُن چیزوں کی بے کم وکاست ظہور پکڑیں اور علاوہ اس کے جن ایک حال پر قائم اور باقی نہیں رہتے ہیں اور اُن کے حرکات اور سکنات بسبب غلبہ خیال اور رنگ برنگ ہونے قولوں اور فعلوں اُن کے کے بدلتے رہتے ہیں پس آثار دائمی کہ ثبات اور بقا اُن میں پایا جاوے اُن کے اندر ممکن نہیں جیسا کہ کہا ہے شعر

فما ندوم علی حال تکون بھا　　کما تلون لعثوابھا العول

بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ظاہر ہو کر رتبہ جنوں کا بہ نسبت رتبہ آدمیوں کے ایسا ہے جیسا کہ رتبہ نقالوں اور بہروپیوں کا بہ نسبت اُن لوگوں کے جن کی نقلیں قولوں اور فعلوں اور شکلوں اور لباسوں کی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ؏ لیس التکحل فی العینین کالکحل اور یہ کہ جنوں کو بسبب لطافت بدنی اور قدرت فرار اور نفوذ کرنے کی تنگ جگہوں اور مسام باریک میں اور بسبب غلبہ ناریت کے اوپر مزاج روحوں اُن کی کے متصف ہونا ساتھ تمام اخلاق الٰہی کے مثل صبر کے اور حلم کے اور متانت نفس کے اور مانند اُسکے کے ممکن نہیں اور اکثر چیزوں کی طرف جیسا کہ قلعہ اور حویلی اور عمارتیں اور ہتھیار اور

مانند اُن کے حاجت اُن کو نہیں اور نہ ایسی چیزوں سے اُن کو انتفاع ہے پس یہ فرقہ بھی
مانند فرشتوں کے منافع تمام مخلوقات کے اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا جیسا متصف
ہونا ساتھ تمام صفات ربانیہ اور متخلق ہونا ساتھ تمام اخلاق الٰہیہ کے اُن کے تئیں میسّر
نہیں پس تمام مخلوقات میں سے آدمی کو لیاقت اس منصب کی ہوئی اور اگر کوئی انکار
اس امر کا کرے اُس کے رُوبرو قصہ حضرت آدمؑ کا یاد دلاؤ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ یعنے اور
یاد دلا اس وقت کو کہ فرمایا پروردگار تیرے نے واسطے ظاہر کرنے فضیلت آدم کی پہلے
پیدائش اُس کی سے تاکہ بعد پیدا ہونے اُس کے کوئی اُس کو نظر حقارت کی سے
نہ دیکھے اور تابعداری حکم اس کے سے عار نہ کرے لِلْمَلٰٓئِكَةِ یعنی فرشتوں کو اس واسطے
کہ منافع تمام مخلوقات کے حقیقت میں فرشتوں کے ہاتھ میں بسبب اس کے کہ محافظت
ہر مخلوق کی اور ظاہر ہونا خواص اُن کے کا اللہ تعالےٰ نے انھیں کے سپرد کیا ہے لہٰذا
گردش آسمانوں کی بھی حوالے اُن کے ہے پس تمام جہان بمنزلہ ایک آباد شہر کے ہے
کہ فرشتوں کے ہاتھ میں سونپ رکھا ہے اور اُس کے عامل اور کارکن انھیں کو مقرر کیا گیا
اور جب تک یہ فرشتے اطاعت خلیفہ حق کی نہ کریں تصرف اس خلیفہ کا کسی چیز میں جاری
نہ ہو مثلاً انسان تخم اگر زمین میں بوئے جب تک کہ وہ فرشتے کہ اس کے اُگانے پر تعین
ہیں اطاعت اُس کی نہ کریں کھیتی اور درخت زمین سے نہ نکلے اور معنی خلافت کے متحقق
نہ ہوں اور کیا نہ کیا اُس کا برابر ہو جاوے اور جس وقت یہ فرقہ تابعداری اور اطاعت
قبول کرے پھر کسی چیز سے نافرمانی اور سرکشی متصور نہ ہو اس واسطے کہ زمام اختیار کی
انھیں کے ہاتھ میں ہے اور حیوانات اور جن ہر چند کہ کچھ ارادہ اور اختیار رکھتے ہیں لیکن
فرشتوں کی تسخیر کے مقابلہ میں وہ ارادہ اور اختیار اُن کا بالکل باطل اور لغو ہو جاتا ہے
جیسا کہ جن وقت حاضر ہونے موکلوں کے لاچار ہوتے ہیں اور جانور سائیسوں کے ہاتھ
میں عاجز ہوتے ہیں پس جس وقت کہ قبول کروانا خلافت حضرت آدم علیہ السلام کا
تمام جہان کے رہنے والوں سے منظور نہ تھا اول فرشتوں کو اس کی طرف جھکایا اور
تابعدار کیا تاکہ اور چیزیں چار و ناچار اس کی طرف جھکیں اسی واسطے جس وقت

خلافت آدمیوں کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں اپنے کمال کو پہنچی جن اور
ہوا اور مخلوقات سب سرکوفرشتوں نے چاروناچار فرمانبردار کیا تھا کہ حکم اوپر ان مخلوقات
کے چلایا گیا بلکہ بیچ شروع عہد حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بھی جانوروں سے
اسی طرح کی تسخیر ظاہر ہوئی تھی جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے اور اسی واسطے سب
موجودات میں سے خطاب خاص فرشتوں کی طرف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی تحقیق بنانیوالا ہوں زمین میں ایک خلیفہ
کہ خلافت میری کرے اور زمین کی چیزوں میں بغیر تصرف کرنے اسباب اُن کے میں
کہ آسمان سے اُن کا ربط بخلاف متعلق نہیں پس ہر چند وہ خلیفہ عناصر زمین کے سے پیدا
ہوا اور کون اور فساد کی جگہ ٹھہرایا گیا اُس میں رُوح آسمانی بھی ہم پھونکیں گے کہ بسبب
اس رُوح کے آسمان کے رہنے والوں اور ستاروں کے موکلوں پر حکم چلاوے اور
ان کو اپنے کام میں مصروف کرے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے بیت

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں　　کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

اور طریق خلافت قرار دینے کا اُس خلیفہ کو یہ تھا کہ رُوح اس کی کہ نمونہ صفات اپنی
کا عطا فرمایا یعنی علم اور حکمت کہ اُس میں رکھ دیا کہ مراد دریافت کرنے کلیات اور
قاعدوں کے سے ہے اور ارادہ اور اختیار دیا کہ بسبب ارادہ کلیہ کے برانگیختہ ہوتا ہے
اور قصد کرتا ہے کہ نظامات کلیہ جہان میں ظاہر ہوں اور مدتوں تک باقی رہیں اور
سمع اور بصر اور کلام عنایت کیا بیچ پورا کرنے اس مراد کے اور سرانجام پہنچانے اس
مہم کے صرف ہوتے ہیں پھر اس کو قدرت دی کہ نمونہ قدرت اُس کی کا ہے ساتھ اس
طرح کے کہ جیسا قدرت کاملہ الٰہی سبب ہے موجود ہونے چیزوں کی کہ جن کے آثار
واقع میں ثابت اور قائم ہیں ایسے ہی قدرت اس خلیفہ کی سے بسبب جمع اور تفریق
اور تحلیل اور ترکیب وغیرہ کے بہت چیزیں بن جاتی ہیں اور اس وجہ سے وہ مصنوعات
مختلفۃ الآثار موجود ہوتے ہیں کہ مدتوں تک باقی رہتے ہیں پس بیچ تمام صفتوں اور
آثاروں کے نمونہ صفات الٰہی کا ہوا اور معنی خلافت کے متحقق ہوتے اور علم اور حکمت

اس مرتبہ کو پہنچا کر قواعد کلیہ ہر نظام کے دریافت کئے اور علم کیمیا کا اور علم کیمیا اور معدنی
کانوں کی چیزوں کا اور سوا اس کے استخراج کیا گویا محافظت انتظام بدنوں انسانی اور
حیوانی اور نباتی اور معدنی کو اپنے قابو میں لیا بلکہ نظام اصلاح نفس اور ترقی اور پہنچنے
رُوح آسمانی کے پست درجہ سے طرف بلند درجہ کے اور طے کرنا مراتب سلوک کا بھی لگ
ہوا اور بسبب اُس علم شریف کے ملکوت آسمان میں بھی تصرف کرنا پکڑا اور طریق
مسخر کرنے ستاروں کی قوتوں کا اور تابعدار کرنا موکلوں کا بھی جانا اور اس مرتبہ کی
قدرت کو پہنچا کر مختلف چیزوں کو جمع کر کے ایک شے مرکب بنائی جیسا کہ شہد اور سرکہ
سے سکنجبین درست ہو جاتی ہے اور شورہ اور گندھک سے باروت اور قند اور ہلیلہ سے
شربت اور تفریق اجزا چیزوں کی بھی کر لیتا ہے یعنے بعضے جزو جدا ہو جائیں بعضوں سے
جیسا کہ جدا کرنا سمیت اور جنبیت کا مار انجبن سے اور جدا کرنا سمیت کا زہر دار چیزوں کی
کشتہ کر کے اور بعضے اجزاء اشیاء کی تحلیل بھی کر سکتا ہے جیسا کہ گلاب اور عرقیات
کے کھینچنے سے اور جدا جدا ادویہ کو اس طرح ترکیب کر لیتا ہے کہ نیا مزاج ان پر آجاتا
ہے جیسا کہ تریاق فاروق اور مترودیطوس اور بعضی چیزوں میں تصرف اپنا کر کے صورتیں
نئی ڈالتا ہے جیسا کہ برتن اور اقسام زیور کے کہ کانوں کی چیزوں سے بناتے ہیں اور توپ
اور بندوق کو انھیں چیزوں سے تیار کرتے ہیں اور مثل اس کے صنعتیں اور خواص نئے
نئے کہ زیادہ حد سے ظہور میں آتے ہیں اور سمع اور بصر میں ایسی گنجائش پیدا کی کہ آلات
رصدیہ کی استعانت سے آسمان کے اوپر ستاروں کو شمار کر لیا اور مقداریں حرکتیں
جسموں علویہ کی یہاں تک کہ دقیقے اور ثانیہ اور ثالثہ دیکھنے شروع کئے اور ساتھ استعانت
آلات موسیقی کے مسموعات بے حد حاصل کئے اور اُن مسموعات سے کہ مراد نغموں مختلف
سے ہے لذتیں اور کیفیتیں جدا جدا پیدا ہوئیں کہ قوت سامعہ آدمی کی اس سے بہرہ مند
ہوئی اور کلام میں بھی ایسی وسعت اور تعمق رکھتا ہے کہ نہایت اُس کی ظاہر نہیں طرح
طرح کے مضمون کوئی ہجو کا اور کوئی مدح کا اور کوئی معشوق کے حسن کا بیان کرنے
لگا اور نمونہ قدرت الٰہی کا کہ طرح طرح کی چیزوں میں باعتبار جمع اور تفریق اور تحلیل

اور ترکیب اور حکایت اور تصویر کے ظاہر کرتا تھا بعینہٖ لفظ اور معنی میں جاری کر کے کارخانہ درست کیا کہ ایسا طریق بجز انسان کے اور مخلوقات کے خیال میں نہیں گنجائش رکھتا ہے عالم لفظ اور معنی کا ایک نمونہ عالم اجسام اور ارواح کا کیا پھر واسطے محافظت الفاظ غیر قارہ کے کہ ان کو وجود کو قیام نہیں ایسی تدبیر سوچی کہ ساتھ استعانت قلم اور کاغذ کے اُن امور غیر قارہ کو ثبات اور دوام دیا اور اُن الفاظ کے نقشوں کو قائم مقام اُن کے کیا اور اس امر میں ایسا سحر کیا کہ حرف منقوط اور غیر منقوط اور متحرک اور ساکن بلکہ اظہار اور اخفا کا اور دقائق خفیہ سب کی شکلیں محفوظ رکھیں تاکہ جو شخص کہ دور ہے وہ بھی معلوم کرلے اور ہرگاہ کہ مدار اس خلافت کا دو چیزوں پر تھا اول علم ساتھ قواعد اور کلیات ہر نظام کے نظامات الٰہیہ سے دوسرے متوجہ کرنا قصد اور اختیار کا موافق اُس نظام کے تاکہ حکایت اُس نظام کی کرے یا محافظت اور باقی رکھنے اُس کے میں کوشش کرے مگر فرشتوں کو یہ بات حاصل ہونی ممکن نہیں اس واسطے کہ اولاً ان کو علم قواعد اور کلیات ہر نظام کا حاصل نہیں ہو سکتا ہے غایت کمال اُن فرشتوں کا یہی ہے کہ جن خدمات اور نظامات کے واسطے مقرر ہیں اُنھیں کے قواعد اور کلیات کو پہچانتے ہیں دوسرے نظام کا ان کو علم نہیں مثل قوت بصریہ کے کہ آدمی کے بدن میں ہے نظام اصوات اور متعلقات اُس کے سے بے خبر محض ہے یا قوت سمعیہ کہ نظام رنگتوں کی سے مطلق غافل ہے اور اوپر اسی قیاس کے تمام قوتیں اور حواس کہ ہر ایک ایک کام کے ساتھ مشغول ہے اگر دوسرے کار کے ساتھ مشغول ہو سلسلہ اُس کام کا برہم ہو جاتے اور ثانیاً قصد اور اختیار موافق معلومات اپنی کے بھی اُن کو ممکن نہیں اس واسطے کہ اُن کو اختیار موافق طور اُن کے کے نہیں دیا ہے بلکہ موقوف اپنی مرضی پر رکھا ہے اور تابع حکم اپنے کا کیا ہے مانتنزل الا بامر ربك یعنی نہیں اُترتے ہیں ہم مگر ساتھ حکم رب تیرے کے لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون یعنی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اللہ کی اُس چیز میں کہ امر کیا ان کو اللہ نے اور کرتے ہیں وہ چیز جس کا حکم کئے جاتے ہیں اور قابل اس منصب کے وہ ہی کہ اختیار اس کا بطور اُس کے چھوڑیں بلکہ ارادہ اپنا تابع ارادہ

اُس کے کا کریں یہاں تک کہ جس چیز کا ارادہ کرے خود سر انجام اُس کا فرماکر اُس کے حوالہ کریں اور نافرمانی اور مخالفت حکم اُس کے کی بھی اُس سے متصور ہو اور اسی واسطے قوتیں اور حواس انسان کے قابل خلافت اُن کی کے نہیں ہیں لیکن فرشتوں نے انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ سے سمجھا کہ جب یہ خلیفہ زمین میں پیدا ہو اور عناصر مختلفہ زمین کے سے نفع اٹھاتے ضروری ہے کہ خواہش لذات سفلیہ کی جبلت اس کی بیچ رکھی جائے کہ مادہ اس کا بھی اس خواہش کو چاہتا ہے اور یہی غرض کہ خلافت اُسکی سے منظور ہے یعنی انتفاع لینا زمین کی چیزوں سے بجز اس خواہش کے سر انجام نہیں ہوتا ہے پس اس میں قوت شہویہ زور شور کے ساتھ ہوگی اور قوت غضبیہ بھی واسطے دفع کرنے مزاحم اور معارض کے جوش کرے گی کہ تقاضا یعنے جزوں اُس کے کا بلکہ تقاضا صورت جامعہ اُس کے کا ہے اور یہ دونوں قوتیں ایسی ہیں کہ بسبب اُن کے برہم ہونا نظامات صالحہ کا ہوگا اسی واسطے بطریق استفسار اور دریافت کے جناب الٰہی میں قَالُوْٓا یعنی عرض کی فرشتوں نے کہ پیدا کرنا خلیفہ کا زمین میں اگر محض اس واسطے ہے کہ زمین کو آباد کرے اور اصلاح اس کی کرے پس یہ امر بغیر محتاج ہونے اُس کے کے طرف اشیاؤں زمین کے ممکن نہیں اور جس وقت اُس کو احتیاج سفلی لذات کی طرف پڑیگی قوت شہویہ جوش میں آئیگی اور جس وقت دوسرا شخص نفع اور لذت لینے سے ان چیزوں کے مزاحمت کرے پس قوت شہویہ اُس وقت غضب کی صورت میں نمودار ہوگی اور نوبت قتل اور جنگ اور جدال کی پہنچے گی پس پیدا کرنا اس قسم کا خلیفہ واسطے عمارت اور اصلاح زمین کے بیچ نظر ہماری کے موافق حکمت تیری کے نہیں دکھلائی دیتا ہے اَتَجْعَلُ فِیْهَا یعنی آیا متصرف کرے تو اُس زمین میں مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا یعنی اُس جو کو کہ فساد کرے اُس زمین میں اس واسطے کہ وجود اُس کا عناصر مختلفہ سے کہ داعی طرف لذات سفلیہ کی ہیں وقوع میں آئے گا اور ہرگاہ کہ نمونہ صفات کاملہ تیری کا اُس کی رُوح میں تجلی فرمائے گا اُن سب کو بیچ لذتوں سفلیہ کے صرف کرے گا اور پیروی شہوت کی کرکے اُن صفات پاک کو ساتھ کدورت کے ملوث کرے گا مثلاً علم اور حکمت اُس کا بیچ لذتوں نفسانی کے ساتھ طرح طرح

کے حیلوں اور تدبیروں شیطانی کے خرچ ہوگا اور قدرت اُس کی بیچ تمام ماکولات اور مشروبات اور مساکن محرمہ کے خرچ ہوگی اور ارادہ اور اختیار اس کا ساتھ گناہوں اور قبائح کے متعلق ہوگا اور سمع اور بصر اُس کی بیچ سُننے باجوں اور غیبت اور چغل خوری اور مسخراپن کے اور دیکھنے لڑکوں اور عورتوں کے رائگاں ہوگی اور کلام اُس کا بیچ تعریف اور خوشامد متکبروں کی اور ہجو اور مذمت نیکوں کی اور بُرا کہنے اور گالیاں دینے اور لعن اور طعن کے خرچ ہوگا پس ایسی مخلوق کو کہ بندہ شہوت اور غضب کا ہو نمونہ اپنی صفات کا بخشنا ایسی مثال ہے کہ قلادہ جواہر اور مروارید کا کُتے کے گلے میں ڈالنا اور یہ مخلوق ساتھ تقاضائے نہایت اپنی کے کہ اس کے بدن میں ہے اوپر اسی قدر کے کفایت نہ کریگا بلکہ جس وقت کوئی ہم جنس اُس کا واسطے حاصل کرنے لذتوں اپنی کے اس کے ساتھ مزاحمت کرے گا آگ غصہ اس کے کی روشن ہوگی اور واسطے جنگ اور قتال کے مستعد ہوگا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ یعنی اور کرے گا بہت سے خون جانوروں چرنے والوں واسطے گوشت کھانے اور پوستین لینے اُن کے کے مارے گا اور جانوروں اُڑنے والوں کو بلکہ دریائی مچھلیوں کو واسطے بازی اور شکار کے ہلاک کرے گا اور اپنے ہم جنسوں کو واسطے ملک اور مال کے مارے گا کہ میرے شریک نہ ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ سب مخلوقات زمین سے بہتر ذی رُوح ہیں اور حیوان کے تمام جزوں سے بہتر خون ہے کہ جز و قریب بدنوں کے واسطے یہی ہے اور جب کہ ایسی جنس عزیز اور شریف کو ساتھ اس بے باکی کے ضائع کرے تو توقع اصلاح کی اُس سے کیا رکھنی چاہیئے اور اگر پیدا کرنے خلیفہ کے سے منظور یہ ہے کہ پروردگار اپنے کو ساتھ کمالات اُس کے کے پہچانے اور نقصان اور قصور سے اُس کو پاک جانے اور کمالات اور پاکی اُس کی زبان سے ظاہر کرے پس ہم اس کام میں کیا قصور رکھتے ہیں وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ یعنی ہم سب تسبیح کرتے ہیں ذات پاک کی ملی ہوئی ساتھ حمد تیری کے کہ اوپر کمالات ذات تیری کے ہو پس حق ذات اور صفات تیری کا ادا کرتے ہیں اور ادا کرنا حق ذات کا ساتھ تسبیح کے ادائے حق صفات کا ساتھ حمد کے وَنُقَدِّسُ لَكَ یعنی اور بھی پاک

جانتے ہیں ہم اضافہ تیرے کو اس بات سے کہ خلاف حکمت کا اور عبث اور سفہ اس میں
ماہ پاتے اور یہ تسبیح اور تقدیس اور حمد اور کمالات ذاتیہ تیری کے ہم سے صادر ہوتی؟
لَكَ یعنی محض تیرے واسطے ہے دوسرے کو اس میں شرکت نہیں برخلاف اس مخلوق ارضی
کے کہ جس وقت کہ بندہ حرص اور ہوا اپنی کا ہوگا جس طرف سے حاصل ہونا مطلب اپنے
کا سوجے گا تسبیح اور تقدیس اور حمد اور شکر اپنا اُسی طرف مصروف کرے گا اور اس
بات کی فکر میں ایسا مشغول ہوگا کہ سب سے غافل ہوگا پس ہماری نظر میں پیدا کرنا ایسی
مخلوق کا اور دینا اس کو منصب خلافت کا کسی وجہ سے موافق حکمت کے نہیں دکھلائی
دیتا ہے حق تعالیٰ نے بیچ جواب اس عرض ملائکہ کے قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ یعنی فرمایا البتہ
جانتا ہوں میں قصور تسبیح اور تقدیس تمھاری کا اور قابل نہ ہونا تمھارا واسطے خلافت
کبیری کے اوپر تمام عالم کے اور واسطے ظہور مقتضائے اسمائے لطیفیہ اور قہریہ میری
کے مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی وہ کہ تم نہیں جانتے ہو اس واسطے کہ معنی خلافت الہیہ
تجلی اوصاف ربانیہ کی خواص ہیئات اجتماعیہ ترکیبیہ کی سی ہے پس ایسی ترکیب چاہئے
کہ جمع کرنے والی دونوں عالم کی ہو اور شہوت اور غضب کا ہونا جو اس میں ضروری ہے
کہ تعلق رُوح کا بدن کے ساتھ بدون ان دونوں کے باقی نہیں رہتا اور قوت عقلیہ
کا ہونا اس میں لابُد ہے کہ کائنات کی چیزوں کی حکایت اور صورت نظام کل کی اس
میں متصور ہو اور تیجے ان تینوں قوتوں کی ترکیب کے ظہور میں آویں اور ظاہر ہے کہ ہرایک
طبقہ ملائکہ کے تئیں اوپر کمالات اپنے کے اطلاع ہے پس حمد ان کی انھیں کمالات کے
مقابلہ میں ہوگی نہ مقابلہ ان کمالات کے کہ اوپر پانچے اُن کے ہوں اور ایسی ہی تسبیح
اور تقدیس بھی وقوع میں نہ آوے گی مگر ساتھ انھیں نقصانوں کے ساتھ کہ ضد اُن
کمالات کی ہیں اور دوسرے نقصانوں سے تقدیس نہ کریں گی پس دستور کرنا خلیفہ جامع
کا ملائکہ کی تقریروں سے کہ بیچ وقت مشورہ کے انھوں نے ظاہر کیں مثال اس کی ایسی
ہے کہ قوی اور جوارح کسی شخص کے عرض کریں کہ حاجت پرورش غلام کی نہیں ہم سب
کفایت کرتے ہیں یہ نہ سمجھے کہ غلام تربیت یافتہ منتظم ہر ایک کاروبار مالک اور مربی؟

کا ہوگا اور قویٰ اور جوارح اُس کے فقط ایک ایک شان ظاہر کر سکتے ہیں پس وجود اُن کے سے ہیچ حصول ہیئت جامعہ کے کفایت نہیں ہو سکتی اور فرشتوں نے فساد اور بُرائیاں قوت شہوت اور غضب انسان کی ذکر کیں مگر ان دونوں قوتوں میں جو دو چیز نفع کی تھیں اُن سے غفلت قبول کی یعنی اُن کو نہ سوچا اول یہ کہ جب شہوت اُس کی کارخانۂ حق میں صرف ہووے جانبازی اور شہادت اور جہاد اور غیرت دین کی وقوع میں آوے دوسرے یہ کہ اگر جہان میں بُرائیاں اور قباحتیں موجود نہ ہوں معنی تکلیف اور بعثت رسولوں کے اور اُتارنا کتابوں کا اور کارخانۂ وحی اور امر و نہی اور ترغیب اور ترہیب اور وعدہ اور وعید کا تمام برہم ہو اور صورت مجازات کی آخرت میں اور آبادی دار الثواب اور عتاب کی متحقق نہ ہو اور یہ تمام شیونُ الٰہیہ بیچ پردوں پوشیدگی کے اور معطل رہیں جیسا کہ کسی ملا نے کہا ہے بیت

درکار خانۂ عشق از کفر ناگزیر ست دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اور یہ بھی کہا ہے بیت

قاتلش غازی و مقتولش بود صاحب شہید ہیچ کافر اور درین دُنیا بچشم کم مبیں

باقی رہے فائدے کئی کہ اطلاع کرنی اوپر اُن کے ضروری ہے اول یہ کہ جب ارادہ الٰہی نے واسطے پیدا کرنے اس مخلوق کے اور دینے منصب خلافت کے اس کے تئیں تعلق پکڑا پس ظاہر کرنا اس غرض کا کہ فرشتوں سے کس وجہ سے تھا اور اس امر کی فرشتوں کو خبر کرنے سے کیا حاصل تھا اور اُن سے بطور مشورہ کرنے کے خبر کرنی کیا ضروری تھی اور حقیقت مشورہ کی مدد چاہنی غیر کی عقل سے ہے اور حق تعالیٰ ہر چیز میں دوسروں سے بے پروا ہے کس واسطے ساتھ کسی کے مشورہ کرے جواب اس کا یہ ہے حقیقت خلافت کی جیسا کہ تفسیر میں مذکور ہوئی یہ ہے کہ نفع اٹھانا جہان کی چیزوں سے اور تصرف کرنا اُن میں ہے اور منافع تمام جہان کے فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں جیسا کہ گذرا پس عامل اور کارکن اس آبادی کے فرشتے ہیں اور دُوسری چیزیں مانند آلات اور اسباب کے ہیں پس پہلے قائم کرنے خلیفہ کے سے کہ جس کی اطاعت فرشتوں پر واجب ہوئی اُن کو

اطلاع دینی اور واسطے اطاعت حکم اُس کے مسوز کرنا ضروری تھا اس واسطے کہ اگر
بلا اطلاع کے ان کے اُوپر خلیفہ بنایا جاتا استحقاق خلافت اُس کی میں قدح کرتے اور سلسلہ
اطاعت کا کما ینبغی سرانجام نہ ہوتا اور ہرگاہ کہ پہلی پیدائش اُس کی سے شبہ ان کا دُور
کیا بعد اطاعت میں ساتھ کمال رغبت کے رجوع ہوں گے اور بعضے مفسرین نے کہا
ہے اس معاملہ میں منظور یہ ہے کہ بندے اس بات کو جان لیویں کہ عمدہ کاموں میں مشورہ
کرنا اُن کام والوں سے ضروری ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے باوجود بے احتیاجی کے
مشورہ کیا اور خطاب کو ساتھ صورت مشورہ کے القا فرمایا پس بندے کہ بہ سبب نقصان
عقل کے اور نہ علم ہونے ساتھ انجام کاموں کے بالکل محتاج طرف مشورہ کے ہیں ہرگز
مشورہ ترک نہ کریں اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے ماخاب من
استخار ولاندم من استشار یعنی بے بہرہ اور ناکام نہ ہوا وہ شخص جس نے
استخارہ کیا اور پشیمان نہ ہوا وہ شخص جس نے مشورت کی اور بعضے صوفیا نے کہا ہے
کہ جو چیز جہان میں حادث ہوتی ہے اُس کی ایک صورت ہے پہلے پیدا ہونے اُس کے
سے بیچ عالم قضا کے پھر لوح محفوظ میں پھر لوح محو اور اثبات میں کہ اُس کو اکثر استعمال
شرع میں تعبیر ساتھ سماء دُنیا کے بھی فرماتے ہیں پس لفظ قال ربك للملٰئكة کا کنایہ
ہے نزول صورت اس ارادہ کے سے بیچ ان مراتب کے بے اس کے کہ کلام اور اظہار
اور مشورہ درمیان میں آوے جیسا کہ آدمی کو اپنے حال میں تامل کرنا طرف بھید ان مرتبوں
کے پہنچاتا ہے اس واسطے کہ جو چیز اوپر اعضاء اور جوارح آدمی کے کہ عالم کون اور
شہادت اُس کی ہیں خواہ قول خواہ فعل ظاہر ہوتے ہیں اوّل اس کا وجود مرتبہ رُوح
میں آتا ہے کہ ماورا غیب الغیب اُس کا ہے پھر قلب اُس کے میں کہ غیب الغیب اُس کا
پھر قوائے نفسانیہ اُس کے میں کہ غیب ادنےٰ اور سماء دُنیا اُس کا ہے پھر اوپر جوارح
اور اعضا کے ظاہر ہوتا ہے فائدہ دوسرا بلکہ حقیقت میں فرشتہ کہ اُس کو لُغت
عربی میں ملک کہتے ہیں آدمیوں کو باوجود اتفاق ہونے کے اُوپر ثابت ہونے اُس کے
اسکی حقیقت میں اختلاف بہت ہے اکثر مسلمان اور یہود اور نصاریٰ اس طرف گئے ہیں

کہ فرشتے اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو قدرت بخشی ہے کہ بسبب اس کے طاقت رکھتے ہیں کہ جس شکل میں چاہیں اپنے تئیں ظاہر کریں اور مجاہدے کرنے والے کشف کی راہ سے اُن صورتوں کے اوپر مطلع ہوتے ہیں اور بعضے اوقات حاجتوں اور مزدوروں والوں کو بھی عجیب عجیب شکلیں اور آثار اور ان کے واسطے حل مشکلوں کے اور کفایت کرنے مہموں کے ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ بیچ تواریخ حکما کے لکھا ہوا ہے کہ جالینوس کو ایک دفعہ درد جگر لاحق ہوا ہر چند کہ معالجے طرح طرح کے کئے اچھا نہ ہوا ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص نورانی شکل اُس کو فرماتا ہے کہ فصد اُس رگ کی کر اوپر پُشت داہنے ہاتھ تیرے کے ہے درمیان انگوٹھے اور انگشت شہادت کے اس بیماری میں مفید ہوگی نیند سے اُٹھا اُس رگ کو ڈھونڈ کر فصد کرلی اور اچھا ہوا اور شریعت میں تواتر کے راستہ سے ثابت ہوا ہے کہ کثرت فرشتوں کی اس حد کے ساتھ ہے کہ اوپر کثرت دوسری مخلوقات کے اُس کو قیاس نہ کرنا چاہیئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ بولتا ہے اور چرچراہٹ کرتا ہے آسمان اور لائق ہے اُس کو کہ آواز کرے اس واسطے کہ آسمان میں کسی جگہ ایک قدم کی جگہ نہیں کہ اُس جگہ فرشتہ نہ ہو مشغول ہے وہ فرشتہ ساتھ سجدہ کے یا رکوع کے اور جو کچھ حال خدمتوں اس گروہ کا احادیث صحیحہ سے ثبوت کو پہنچا ہے یہ ہے کہ بعضے اُن میں سے عرش کے اُٹھانے والے ہیں اور بعضے اُن سے بڑے فرشتے ہیں کہ کام عمدہ ان کی تدبیر کے ساتھ متعلق ہیں مانند حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہ صاحب علم وحی کے ہیں اور حضرت میکائیل کہ صاحب رزق اور غذا کے ہیں اور حضرت اسرافیل صاحب لوح محفوظ اور صاحب نفخ صور کے ہیں اور حضرت عزرائیل کہ ملک الموت ہیں اور بعض اُن میں سے خازن بہشت کے ہیں اور بعض اُن میں سے دوزخ کے اوپر موکل ہیں اور بعضے اُن سے محافظت کرنے والے بنی آدم کے ہیں آفتوں اور بلاؤں سے اور بعضے اُن میں سے اعمال بنی آدم کے لکھنے والے ہیں اور بعضے اُن سے موکل ہیں واسطے محافظت اس جہان کے جیسا کہ ملک الجبال اور ملک البحار

بیان معصومیت فرشتوں کا

اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ جمہور علمائے دین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ فرشتے

ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ اور معصوم ہیں اللہ آیتیں صریح اس مضمون پر گواہ ہیں جیسا
کہ قول اللہ تعالیٰ کا بل عبادٌ مکرمون لایسبقونہٗ بالقول وھم بامرہٖ
یعملون یعنی بلکہ بندے ہیں عزت دیئے گئے نہیں پیش دستی کرتے ہیں بات میں اور
وہ ساتھ حکم اس کے کام کرتے ہیں اور دوسری آیتیں اس جنس کی بہت ہیں اور
اس قصہ میں یعنی حضرت آدمؑ کے قصہ میں خلاف اس عقیدہ۔ یعنی معصوم ہونے فرشتوں
کے تمام گناہوں سے کئی وجہ سے ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ فرقہ حشویہ نے اسی قصہ
کے ساتھ دلیل پکڑ کر عصمت فرشتوں کا انکار کیا ہے منجملہ ان وجوہ کے یہ ہے کہ
فرشتوں نے یہ لفظ کہا اتجعل فیھا من یفسد فیھا اور یہ طریق اعتراض کا ہے
اور اعتراض کرنا اوپر خدا کے گناہ ہے بہت بڑا اور انھیں میں سے یہ ہے کہ بنی آدم
کو منسوب قتل اور فساد کی طرف کیا ہے اور یہ غیبت کی قسم سے ہے اور غیبت کبائر سے
ہے اور انھیں میں سے یہ ہے کہ اپنی تعریف میں طول کلامی کی کہ نحن نسبح بحمدك
ونقدس لك کہا اور یہ بات دلالت اوپر عجب اور خود پسندی کے کرتی ہے اور انھیں
میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ ان کنتم صٰدقین یعنی اگر ہو تم
سچے پس معلوم ہوا کہ وہ جھوٹے تھے اور انھیں میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے
الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض یعنی آیا نہ کہا تھا تم سے
کہ میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے
کہ فرشتوں کو اس بات میں شک اور شبہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو علم تمام چیزوں کا ہے اور
انھیں میں سے یہ ہے کہ قول فرشتوں کا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا یعنی تسبیح
کرتے ہیں تیری نہیں علم واسطے ہمارے مگر اُس قدر کہ سکھلایا تو نے اُوپر بیان عذر
اور توبہ کے دلالت کرتا ہے اور عذر اور توبہ گناہ کی ہے اور جمہور علماء نے ان وجوہ کا
جواب دیا ہے کہ غرض اُن کی کہنے اس قول کے سے کہ اتجعل فیھا من یفسد
فیھا یہ نہ تھی کہ اعتراض اوپر خدائے تعالیٰ کے کریں بلکہ بیان اس بات کا ہے کہ ہمارے
تئیں وجہ حکمت کی اس ارادہ میں معلوم نہیں ہوتی ہے تشفی ہماری فرمانی چاہیئے اور اشکال

بیان کرنا یعنی جو شبہ دل میں آوے اُس کو ظاہر کرنا واسطے جواب معلوم کرنے اُس کے
کے بے ادبی نہیں ہے جیسا کہ شاگردوں کا اُستادوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہتا ہے
اور قاعدہ ہر عاقل کا ہے کہ جو کسی کے حق میں حکمت کاملہ کا اعتقاد رکھتا ہے اور اُس سے
کوئی ایسا فعل معلوم کرے کہ وجہ حکمت کی اُس کو معلوم نہ ہو بے اختیار تعجب کی راہ سے
اُس سے دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھید پوشیدہ اس محل میں کیا ہے اور غیبت
بنی آدم کی اس سوال میں پائی گئی محض شبہ جو دل میں آیا تھا اُس کے بیان کرنے کے لئے
سرزد ہوئی حقارت اور اہانت کے ارادے سے نہیں اور قسم غیبت کی حلال ہے جیسا کہ استفتا
کے وقت اور واسطے بیان کرنے صورت مسئلہ کے حال بیان کرنا کسی شخص کا درست ہے
ومنه ما ورد فی الحدیث الصحیح وهو ان زوجة ابی سفیان
قالت لحضرة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ابا سفیان رجل
شحیح ای بخیل مسك فلم یمنعها رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن هذه الغیبة یعنی اسی قسم سے ہے وہ کہ آیا ہے بیچ حدیث صحیح کے
کہ تحقیق بی بی ابی سفیان کی نے کہا روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تحقیق ابا سفیان
مرد شحیح ہے یعنی بخیل ممسک ہے اور نہ منع کیا اس کو آں حضرت صلعم نے اس غیبت سے
اور تعریف اپنی کی کہ فرشتوں نے بیان کی خود پسندی کی راہ سے نہ تھی بلکہ واسطے بیان
کرنے عذر اس سوال کے حال اپنا بیان کر دیا یعنی یہ سوال ہمارا اس وجہ سے نہیں کہ
تیری پاکی اور کمال حکمت میں ہم کو کچھ شک اور شبہ ہو اس واسطے کہ ہم ہمیشہ ساتھ تسبیح
اور تقدیس اور حمد اور شکر تیری کے مشغول ہیں بلکہ سوال ہمارا محض واسطے طلب کرنے
وجہ حکمت کے ہے کہ یہ بھید پوشیدہ ہم پر ظاہر ہو جاوے اور فرمانا حق تعالیٰ کا ان کے
تئیں ان کنتم صٰدقین دلالت اوپر جھوٹے ہونے ان کے کے صراحتاً نہیں کرتا
ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تم تسبیح اور تقدیس اپنی کے تئیں اور حمد اور شکر اپنے کو کامل جانتے ہو
اور ایسا نہیں اور اگر کسی شے خلاف واقعی کو اپنی غلط فہمی سے کوئی شخص مطابق واقع
کے جان کر خبر دے اس کو ایسا جھوٹ کہ کہنے والے کی مذمت اس کے سبب سے کی جا سکے.....

نہیں کہیں گے بلکہ ایسی صورت میں اگر اُس خبر کو قسم کے ساتھ بھی تاکید کرے جب بھی وہ شخص ماخوذ نہ ہوگا جیسا کہ بیچ تفسیر آیۂ لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم کے آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور ایسے ہی فرمانا اللہ تعالیٰ کا اُن کو الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوات والارض اوپر شک ملائکہ کے اُن کے دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ اوپر یاد دلانے اُن کے کے اُس چیز کو کہ پہلے جانتے تھے اور سوال کے وقت اُس سے غافل ہوئے تھے اور ایسے ہی کہنا ان کا سبحانک لاعلم لنا کہ اعتذار اور توبہ ہے دلالت اس پر نہیں کرتا ہے کہ صدور گناہ کا اُن سے ہو بلکہ دلالت اوپر وقوع ترک اولیٰ کے کرتا ہے اس واسطے کہ سوال کرنا اور پوچھنا اللہ تعالیٰ کے فعلوں کی حکمتیں اہل کمال کی شان سے نہیں ایمان اجمالی ان کا حکمت الٰہی کے ساتھ مقتضی ہے کہ ایسے سوالات ذکر یں کہ ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کی بھید اور حکمتیں ہیں انہیں دریافت کریں۔

فائدہ تیسرا یہ ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور اس طرح ارشاد فرمایا اور اس طرح نہ فرمایا کہ خالق فی الارض خلیفۃ اور حال یہ ہے کہ خلق لکم ما فی الارض کے مناسب یہی لفظ تھا کہ جاعل کی جگہ خالق فرمائے جیسا کہ اور کئی جگہ اس قسم کا ارشاد ہوا ہے کہ انی خالق بشرا من طین جواب یہ ہے کہ منظور اس جگہ بیان بنی آدم کو خلافت دینے کا ہے اور خلافت کے معنی بغیر دو چیزوں کے موجود نہیں ایک جسم عنصری کہ عالم خلق سے ہے دوسرے رُوح آسمانی کہ عالم امر سے ہے پس لفظ خالق اس مقام میں مناسب نہ تھا کہ وہ ایک ہی چیز کے اوپر دلالت کرتا ہے اور اور مقاموں میں منظور بیان خلافت کا نہیں بلکہ محض بیان خلقت اُس کی کا ہے اسی واسطے اُن مقاموں میں لفظ خالق کا مناسب ہوا چوتھا فائدہ خلیفہ وہ ہے کہ سجادہ نشین کسی شخص کا ہو اور حکایت قولوں اور فعلوں اُس کے کی کرے یہاں وہ کون ہے کہ جس کا خلیفہ ہونا قرار دیا ہے جواب محققین کے نزدیک وہ ذات پاک حق تعالیٰ کی ہے اور انسان خلیفہ اُس کا زمین میں ہے جیسا کہ بعضے آدمیوں کی صراحت کلام الٰہی سے خلافت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس

بالحق یعنی اے داؤد بنایا ہم نے تجھ کو خلیفہ زمین میں پس حکم کر تو آدمیوں میں ساتھ حق کے اور
نزدیک بعضے مفسرین کے خلافت سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ جنوں کے ہوئے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش
سے پہلے کئی ہزار برس زمین میں قابض اور متصرف تھے اور زمین کے منافع کو اپنی حاجتوں میں
خرچ کرتے تھے اور روایتوں میں ابن عباس اور دوسرے صحابہ مفسرین سے بھی یہ قصہ جنوں کے
تصرف کا اور اُن کے فتنہ اور فساد کا آپس میں مشہور اور منقول ہے جیسا کہ حاکم نے اُس کو صحیح کہا ہے۔
فائدہ پانچواں یہ کہ خلافت الٰہی منحصر حضرت آدم علیہ السلام پر نہیں بلکہ تمام نوع انسان کے
واسطے ثابت ہے اور اسی واسطے ایسا نہیں کہ تمام نوع بنی آدم کی فاسد ہو جاوے اور طریق حق
سے باہر نکلے جیسا کہ خلافت پیغمبر علیہ السلام کی مجموع اس امت میں من حیث المجموع کے واسطے
ثابت ہے اور اسی واسطے اجماع اس اُمت کا خطا سے محفوظ ہے اور حضرت آدم کی خصوصیت
اس واسطے کہ اُس وقت میں انسان کا وجود منحصر انھیں کی ذاتِ شریف میں تھا بعد اُس کے
اس کمال نے کثرت اور شیوع پیدا کیا کہ خلافت منحصر ایک شخص پر نہ رہی لیکن باوجود کثرت کے یہ ضروری
نہیں کہ ہر شخص انسانی کو رتبہ خلافت کا حاصل ہو بلکہ مجموع من حیث المجموع میں پایا جاتا ہے اور
اس تقدیر پر بسبب وجود کفار اور فساق کے اور بدوضعی ان کی کے بیچ معنی خلافت مجموع کے کسی طرح
کا اشکال نہیں آتا ہے اور اگر ہر فرد کے واسطے خلافت الٰہی ثابت کی جائے تو صحیح نہیں اس واسطے
کہ خلافت عبارت ہے تمام منافع جہان کے حاصل کرنے سے اور استخراج حقائق صناعیہ کے
سے مع خواص اور آثار اُن کے کے اور یہ معنی ہر فرد انسانی میں ثابت نہیں اور یہ ظاہر ہے پس
ہر فرد خلیفہ اُس کا نہیں ہو سکتا ہے اور لفظ خلیفہ کا کہ مفرد واقع ہوا ہے مشعر اس بات پر ہے
ماننا اور ثابت کرنا خلافت کا ہے کہ وہ حقیقت وحدانیہ مشترک تمام افرادوں اس نوع کی میں ہے
اور نہیں تو لفظ جمع کا فرماتے فائدہ چھٹا یہ ہے کہ علماء کا اختلاف اوپر اس بات کے ہے کہ فرشتوں
نے کہاں سے جانا کہ یہ خلیفہ فساد اور خون ریزی کرے گا۔ بعضے علماء نے کہا ہے کہ فرشتوں نے
حال آدمیوں کا اوپر حال جنوں کے قیاس کیا اور ان امور کی آدمیوں کی طرف نسبت کی جیسا
کہ ابن عباس اور کلبیؒ سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فرشتوں سے
فرمایا کہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ انھوں نے عرض کیا کہ ربنا وم

یکون الخلیفۃ یعنی اے رب ہمارے اور کیسا ہوگا خلیفہ حق تعالیٰ نے فرمایا یکون
لہ ذریۃ یفسدون فی الارض ویتحاسدون ویقتل بعضھم بعضا
یعنی ہوگی واسطے اُس کے اولاد کہ فساد کریں گی زمین میں اور حسد کریں گی آپس میں بعد اُس کے
فرشتوں نے عرض کی اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء
اور یہ توجیہ ابن مسعود سے اور صحابہؓ سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ خاص فرشتوں
کو اوپر لوح محفوظ کے اطلاع تھی اور عام فرشتوں نے اپنے سرداروں سے بعضی چیزوں لوح
محفوظ کی لکھی ہوئی کو سیکھ لیا اس سبب سے پیدائش خلیفہ کی یعنی انسان اور افعال شنیعہ اُس کے
بھی معلوم ہوئے بلکہ بعض روایتوں میں ایسا وارد ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا،
فرشتوں کو اُس کے دیکھنے سے بہت خوف آیا عرض کیا کہ یہ شے کس واسطے پیدا کی ہے
حق تعالیٰ نے فرمایا واسطے گناہگاروں کے اور نافرمانبرداروں کے اور اُس وقت میں سوائے
فرشتوں کے کوئی مخلوق صاحب شعور اور صاحب ارادہ موجود نہ تھی جب ارشاد ہوا کہ انی
جاعلٌ فی الارض خلیفۃ اس سے انھوں نے جان لیا کہ معصیت اور نافرمانی اسی
مخلوق سے سرزد ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ جب کہ خلیفہ نائب خدا کا ہو اپنے احکام جاری
کرنے کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاج حاکم کی نہیں ہوتی مگر وقت تنازع اور تظالم
کے پس لفظ خلیفہ کے سے التزاماً معلوم ہوا کہ فساد اور شر موجود ہوگا اور تفسیر آیت میں وجہ ورکی
اس کی کہ فرشتوں نے کیونکر یہ حال معلوم کیا ہے یاد کرنی چاہئے فائدہ ساتواں اس آیت سے
معلوم ہوا کہ خون ریزی اور فساد زمین میں خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے اور فرشتوں کے
نزدیک بھی اور اسی واسطے اس گناہ کو خلیفہ کی بُرائی اور خباثت ذکر کرنے سے اللہ کی جناب
میں عرض کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود نقصان عقل کے وجوہات حکمت فعلوں الٰہی کی تفصیلاً
دریافت کرنی ایک قسم کی بے ادبی ہے فائدہ آٹھواں اس مقام پر تتمہ اس قصے کا محذوف ہے
اور حذف اس واسطے کیا کہ کچھ غرض اُس کے تمام کرنے میں متعلق نہ تھی بلکہ جس شے سے لیاقت
خلافت کی معلوم ہوتی تھی اس کو دخل اس امر میں تھا تمام قصہ میں سے اُس کا بیان کیا اور تمام
قصہ یہ ہے کہ ابوالشیخ اور اور محدثین نے آں حضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب

حق تعالیٰ نے چاہا کہ آدم کو پیدا کرے جبرئیل کو بھیجا اور فرمایا کہ تمام روئے زمین سے خواہ سفید ہو خواہ سیاہ خواہ سرخ ہو خواہ شور خواہ شیریں خواہ نرم خواہ سخت ایک مٹھی خاک کی اٹھالا اس مشت خاک سے ایک مخلوق پیدا کروں گا جس وقت جبرئیل زمین کے پاس گیا اور چاہا کہ ایک مشت خاک اٹھاوے زمین نے پوچھا کہ کس واسطے مجھ سے تو اتنی مٹی کم کرتا ہے جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ خلافت زمین کی اُس کو بخشے گا اور وہ ایسا ایسا کرے گا اور ثواب اور عقاب میں وہ پڑے گا زمین نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت کے ساتھ پناہ پکڑتی ہوں اس بات سے کہ ایک مشت مجھ سے اٹھاوے تو کہ کچھ اس سے جہنم میں چلے۔ جبرئیل پھرا اور عرض کی کہ بارخدایا زمین نے ساتھ عزت تیری کے پناہ پکڑا میں تیرے نام اور عزت کے ادب سے مٹی نہ اٹھا سکا اور خالی پھر آیا حق تعالیٰ نے میکائیل کو بھیجا میکائیل بھی اسی طرح پھر آئے پھر اسرافیل کو بھیجا وہ بھی اسی طرح پھرے پھر ملک الموت کو بھیجا ملک الموت نے زاری زمین کی نہ سنی اور نہ عاجزی سنی اور کہا کہ میں تابعدار اللہ کے حکم کا ہوں تیرے زاری کرنے سے اطاعت اللہ کے حکم کی نہیں چھوڑتا ہوں حق تعالیٰ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی واسطے اُس کو سونپا اور فرمایا کہ اس مشت خاک کو جس جگہ کہ خانہ کعبہ فی الحال موجود ہے جمع کرو بعد اس کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اس خاک کا گارا بنائیں اور چالیس دن اُس خاک پر مینہ برسا، اُنتالیس دن تو غم اور رنج کا مینہ برسا اور ایک دن خوشی کا مینہ اور اسی سبب سے ہے کہ آدمی کو غم اور الم بہت رہتے ہیں اور خوشی کم ہوتی ہے بعد اس کے اس گارے کو خشک کیا جیسے کمہار کا کچا برتن خشک ہوتا ہے اور ہوا کے چلنے سے آواز کرنے لگے جابجا اور جگہ اُس کو فرمایا ہے صلصال کالفخار بعد اس کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اُس خشک گارے کو درمیان مکہ اور طائف کے وادی نعمان میں کہ متصل عرفات کے ہے لے جا کر ڈالیں اور حق تعالیٰ نے دست قدرت اپنے سے اس گارے سے قالب آدمی کا بنایا اور صورت اس کی تیار کی فرشتوں نے کبھی ایسی صورت نہ دیکھی تھی تعجب سے آس پاس اس کے پھرتے تھے اور خوبصورتی اُس کی سے حیران ہوتے تھے۔ ابلیس بھی اُس قالب کو دیکھنے کے واسطے آیا اور گرداگرد اُس کے پھرا اور کہا کہ اس قالب

کیا تعجب کرتے ہو کہ ایک جسم ہے کہ اندر سے خالی ہے اور جگہ جگہ اندر اس کے خلل ہیں،
بغیر پُر کرنے کے اندر سے اُس کا سیر نہیں ہو سکتا اور بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے
اور اگر سیر ہو جاوے تو پیچھے اُس کے کھنچنے لگیں اور چلنے پھرنے میں سُستی پیدا ہووے،
پس اس قالب خاکی سے اس حال میں کچھ کام نہ ہوگا مگر سینہ اُس کے میں بائیں طرف ایک حجرہ
ہے بغیر دروازے کا اُس کو میں نہیں جانتا ہوں اور کیا چیز اُس میں پوشیدہ ہے شاید
کہ وہی مقام لطیفہ ربانی کا ہو کر بسبب اُس کے استحقاق خلافت کا حاصل کرے بعد اس
کے حکم روح کو ہوا کہ اس قالب میں آوے اور اُس کے گڑھوں میں بھر جاوے جب روح
قالب کے پاس پہنچی اور دیکھا کہ جگہ تنگ اور تاریک ہے اُس کے اندر جانے سے ٹھہر گئی۔
اُس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبراً قالب میں داخل کیا اب تک رُوح سر میں آئی تھی کہ حضرت
آدم کو چھینک آئی اور الہام سے کلمہ الحمد للہ کا زبان سے نکلا حق تعالیٰ نے جواب
میں فرمایا یرحمک اللہ جیسا کہ روایت کیا اس کو حاکم نے اور صحیح کیا اُس کو ابن عباس سے
اور بیہقی نے روایت کی کتاب الاسماء والصفات میں ابن مسعود سے اور محدثین نے
دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے کہ جب رُوح حضرت آدم کی کمر تک پہنچی تھی کود کر
اُٹھے چونکہ نیچے کے دھڑ میں ابھی تک نہ آئی تھی اس واسطے زمین پر گر پڑے حق تعالیٰ نے
فرمایا کہ خلق الانسان من عجل یعنے پیدا کیا گیا انسان شتابی سے بعد اس کے جب روح تمام
بدن میں پھیل گئی حکم ہوا کہ فرشتوں کے پاس جا اور اُن کے اُوپر سلام علیک کر اور دیکھ
کہ تجھ کو کیا جواب دیتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کی طرف گزرے اور کہا السلام علیکم
فرشتوں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ حکم ہوا کہ یہ کلمات تحیت تیری اور تحیت اولاد
تیری کے مقرر کئے ہم نے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا میری ذریت کیا
ہے فرمایا کہ ذریت تیری دونوں ہاتھوں میرے میں ہے ان دونوں ہاتھوں میں سے
جس کو تو چاہے اُس میں سے پہلے تجھ کو دکھلاؤں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا
کہ اول میں نے داہنا ہاتھ پروردگار اپنے کا اختیار کیا اور دونوں ہاتھ پروردگار میرے کے
سیدھے ہیں تو حق تعالیٰ نے پہلے داہنا ہاتھ اپنا حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت پر پھیرا اور پُشت

اُن کی سے جس قدر نیک بخت قیامت تک پیدا ہوں گے اُن کی صورتیں حضرت آدمؑ کو دکھائیں پھر دوسرا ہاتھ حضرت کی پشت پر پھرایا اور بدبختوں کو نکالا اور صورتیں اُن کی دکھائیں جب حضرت آدم علیہ السلام نے سورتیں اولاد اپنی کی دیکھیں کہ بڑا فرق ان میں ہے بعضے خوبصورت ہیں اور بعضے بدشکل اور بعضے تونگر اور بعضے مفلس اور بعضے لمبے قد کے اور بعضے چھوٹے اور بعضے صحیح الاعضاء اور بعضے اندھے اور بعضے لولے وغیرہ عرض کیا کہ بارخدایا یہ سب بندے تیرے ہیں، سب کو یکساں کس واسطے پیدا نہ کیا تو نے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کو یکساں بناتا میں تو کوئی شکر میرا نہ کرتا اور اب کہ ان میں تفاوت واقع ہوا ہر کوئی اُس نعمت کو جو اس کے واسطے حاصل ہے پہچانے گا اور شکر میرا کرے گا بعد اُس کے نبیوں کو دیکھا کہ بسبب زیادتی نور کے کہ ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا سب کے درمیان میں ممتاز تھے اور بہ نسبت اور پیغمبروں کے حضرت داؤد کی پیشانی کا نور زیادہ چمکتا تھا۔ حضرت آدم کو بہت خوش معلوم ہوا اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام سب نبیوں میں سے ایک خطا میں گرفتار ہوئے تھے اور تدارک اُس کا توبہ اور استغفار سے اس قدر کیا کہ کسی بشر سے ویسا تدارک ممکن نہیں پس نور نبوت ان کی کا نور توبہ اور ندامت کے ساتھ مل کر زیادہ تر روشن ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ایسا ہی حال درپیش ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گرفتار ہوئے اور انھوں نے بھی اس کا تدارک توبہ اور ندامت اور استغفار اور گریہ اور زاری سے قرار واقعی کیا اس واسطے نور داؤدی کو ساتھ نور حضرت آدم کے کمال مناسبت زیادہ تھی اور محبت بھی کامل تھی اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد کا نور دیکھ کر عرض کیا کہ بار خدایا یہ بندہ تیرا کون ہے اور کیا نام اس کا ہے ارشاد ہوا کہ یہ بیٹا تیرا داؤد ہے عرض کی کہ عمر اس کی کتنی ہے ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس کی عرض کیا کہ عمر میری کس قدر ہے فرمایا کہ ہزار برس کی عرض کیا کہ میری عمر میں سے چالیس برس کم کر کے اس کی عمر میں زیادہ کر دے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر میں چالیس برس باقی رہے ملک الموت اور ہمراہی ان کے روبرو آ کر حاضر ہوئے اور کہا کہ وقت مرنے تمہارے کا آ پہنچا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ ابھی عمر میری میں چالیس برس باقی ہیں فرشتوں نے کہا کہ وہ چالیس برس تم نے اپنے بیٹے داؤد کو دیئے ہیں حضرت آدمؑ

نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں کہ کسی کو میں نے اپنی عمر دی ہو اور کوئی شخص کسی کو عمر اپنی نہیں دیا کرتا
ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم نے معاملہ لین دین کا فراموش کیا
اور منکر ہوتے یہی رسم اُن کی اولاد میں بھی باقی ہے اور اُسی وقت سے حکم ہوا کہ جو کوئی کسی
کو کوئی چیز دیوے چاہیے کہ ہبہ نامہ لکھے اور شاہدی اور گواہی کرے تاکہ عندالحاجت کار میں
آوے اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ
نے حضرت آدم کو اولاد اُن کی دکھلائی فرشتوں نے عرض کیا کہ بار خدایا اس جماعت کثیر کی
زمین میں گنجائش نہ ہوگی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے واسطے کم کرنے اُن کے ایک چیز
ٹھیرا رکھی ہے اور وہ موت ہے فرشتوں نے عرض کیا کہ اگر موت اپنی کو یہ دیکھیں گے تو ہرگز
زندگانی ان کو گوارا نہ ہوگی اور بسبب یاد کرنے موت کے عیش ان کا بالکل تلخ ہوگا اور رنج و
غم رات دن گذرے گا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے غافل کرنے کے واسطے طول امل اور اُمیدیں
بڑی بڑی اُن کے دل میں ڈال دوں گا کہ بسبب اُس کے موت سے غافل رہیں گے اور صحاح ستہ میں
اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک قسم کی مٹی سے
پیدا کیا ہے اور اسی جہت سے آدمی رنگ میں مختلف ہوتے ہیں کوئی سُرخ کوئی سفید اور
کوئی سیاہ اور طبیعت اور خلق میں بھی جدا جدا کوئی نرم کوئی سخت کوئی نیک کوئی بد کوئی
خبیث کوئی طیب اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن مسعود سے روایت کی ہے
کہ فرشتے اس خلیفہ کے پیدا ہونے سے نہایت ڈرتے تھے کہ جب یہ خلیفہ ہمارے اوپر حکم
چلاوے گا ساتھ اس کے کیا معاملہ ہوگا اور کس طرح کیا جاتے گا ابلیس آیا اور حضرت آدم کے
پتلے کو دیکھا اور ہر ایک عضو کو علیحدہ علیحدہ نظر میں لایا کہا کہ لا ترھبوا من ھذا فان
ربکم صمد وھذا اجوف لئن سلطت علیہ لاھلکنہ یعنی نہ ڈرو تم اس
سے اس واسطے کہ رب تمہارا بے پروا ہے اور یہ اندر سے خالی ہے اگر میں مسلط کیا جاؤں باوپر
اس کے البتہ ہلاک کروں میں اس کو اور دیلمی نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ہوا اور
بلا اور شہوت کو چالیس دن تک حضرت آدم کی مٹی میں خمیر کیا ہے اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح
میں مروی ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بہتر سب دنوں میں دن جمعہ کا ہے اس لیے

اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے اور اسی دن بہشت میں ان کو داخل کیا ہے اور
اسی دن بہشت سے نکال کر زمین پر ڈالا ہے اور اسی دن حضرت آدمؑ نے وفات پائی ہے اور
اسی دن قیامت ہوگی اور اور روایت میں امام احمد اور طبرانی اور محدثین کی آیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشتی جس وقت کہ بہشت میں آویں گے بغیر ڈاڑھی کے ہوں گے
اور بدن پر بھی بال نہ ہوں گے اور رنگ اُن کا سُرخ اور سفید اور سر کے بال پیچ دار اور آنکھیں
اُن کی سُرمگیں گویا کہ تینتیس برس کے ہیں اور سب آدمی حضرت آدم کی صورت پر ہوں گے اور قد
اُن کا ساٹھ ہاتھ کا اور عرض بھی مناسب اسی طول کے ہوگا اور ابن سعید اور ابن جریر اور ابی حاتم
اور ابن عساکر اپنی تاریخ میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ
کو تمام روئے زمین سے پیدا کیا ہے خواہ شور ہو خواہ شیریں جس میں شیریں جُز کو غلبہ ہے وہ
آخر کو نیک بختی کی طرف جھکے گا اگرچہ ماں اور باپ اس کے کافر ہوں اور جس کسی میں اولاد اُنکی
سے شور جزو غالب ہوگا وہ آخر میں بدبختی کی طرف جھکے گا اگرچہ نبی کا بیٹا ہو اور جب منظور پیدا
کرنے حضرت آدم سے خلافت کے تھی تو خلافت کو دو چیزیں لازمی ہیں اوّل جاننا صفات اور
افعال اُسکے کا جس کی طرف سے خلیفہ ہے تاکہ موافق ان صفات اور افعال کے اپنی طرف سے
سرانجام کرے دوسرے جاننا اُن چیزوں کا کہ زیر حکم خلافت اُس کی کے داخل ہیں تاکہ ہر چیز کے
ساتھ وہ معاملہ کرے کہ اُس کے واسطے مناسب ہے جیسا کہ کلاہ کو پیر میں اور کفش کو سر پر استعمال
نہیں کرتے ہیں پس حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء الٰہی اور اسماء مخلوقات کی ضروری ہوئی کہ ساتھ
اسماء الٰہی کے بیچ حقائق کائنات کے تصرف کرے اور اسی واسطے حق تعالیٰ نے پیدائش حضرت
آدمؑ کے وقت پر اس علم کو اُن کے دل میں ڈالا تاکہ اُس کے کلمات اور کلام اور صوت اور حرف
درمیان میں ہوں وعلم آدم یعنی تعلیم فرمایا آدم علیہ السلام کو اس طرح پر کہ اُن کے دل میں
ڈالا کہ فلاں چیز کا فلانا نام ہے اور فلانی چیز کا فلانا نام اور بعضے علماء اس مقام میں شبہ کرتے
ہیں کہ تعلیم اسماء کی موقوف اوپر جاننے بعض نکتوں کے ہے اس واسطے کہ تعلیم عبارت اس سے
ہے کہ بتلادیں فلانی چیز کا فلانا نام اور فلانی کا یہ نام ہے اور سمجھنا اس کلام کا بغیر جاننے معانی
مفردات اس جملہ کے ممکن نہیں پس چاہیئے کہ حضرت آدم کی تعلیم میں دور لازم آئے اس واسطے

کہ تعلیم اسماء کی موقوف اور چاہنے جیسے اصول کے سبب اور جاننا ان چیزوں کا موقوف اوپر
تعلیم کے اور اس شبہ کے جواب میں یہ کہنا ہے کہ تعلیم اسماء کی حضرت آدم کو ساتھ دو وجہ کے تھی قدر
مشروع اُس سے کہ جس کے سبب خطاب اُن سے کیا جاتا اور الفاظ اور استفادہ اس پر موقوف ہو
بلا واسطہ حرف اور صوت کے اور بغیر کلام کے اُن کے دل میں ڈالے اور باقی الفاظ واسطوں کے
واسطے سے الہام کیا اور اس جواب میں آخرالکلام قول سے یہ کہنا چاہیے کہ یہ تعلیم واسطہ
الفاظ کے نہ تھی بلکہ بطریق القاء قلب کے اور اس وضع کی تعلیم جیسے الفاظ کی اگرچہ وقت
پیدائش کے نہیں تھی کہ ابھی تک روح ان کے بیچ کے دھڑ میں نہ آئی تھی کہ چھینک کے بعد شکر میں
الحمد للہ کہا اور اس کے جواب میں یرحمك ربك سنا لیکن بعد پیدائش ان کے
تعلیم عام اور شامل ہوئی **الاسماء کلھا** یعنی نام سب چیزوں کے جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا
ہے **علمه اسم کل شئ حتی القصعة والقصیعة** یعنی سکھایا اس کو
نام ہر شے کا پیالہ اور چھوٹے پیالے اور پیالی کا اور سعید بن جبیر نے کہا ہے **حتی البعیر و البقرة والشاة** یعنی یہاں تک کہ اونٹ اور بیل اور بکری اور تعلیم نام جو دیا اس لئے
کی تھی کہ نام عبارت اُس لفظ سے ہے کہ دلالت کرے اوپر حقیقت کے اور منظور فائدہ دینا
علم حقائق کا تھا تا کام خلافت کا سر انجام کر سکے اور نام کثر ان چیزوں میں سے ہے جن کے
سبب سے امتیاز اُن کا ہوتا ہے اور یہ بھی منظور تھا کہ خواص تمام چیزوں کے اور نفع اور نقصان
اُن کے کہ مصلحت باہمی اور طریق استعمال اُن خواص کا جس اور مقدمہ اس تعلیم کا یعنی وہ چیز کہ تعلیم
اُس پر موقوف ہے کہ اول اس کو نام ہر ہر چیز کا تعلیم کریں تا کہ وقت بیان کرنے اس بات کے کہ فلانا
چیز فلانی ماہیت رکھتی ہے اور فلانا نفع اُس سے لینا چاہیے اور فلانا ضرر اُس سے دُور کرنا چاہیے
آسانی سے معلوم ہو سکے اور زیادہ طوالت کی ضرورت نہ پڑے اس مقام میں جاننا چاہیے
کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان میں باب الامتیاز کہ جس کے سبب فرشتے پر فوقیت حاصل کی فقط
تعلیم اسماء اور معرفت حقیقتوں اشیاء اور خواص اور منافع اور مضرت اُن کے کے نہیں اس واسطے
کہ اکثر سبب ہے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کے فرشتوں کو جس خطاب الٰہی ہوتا تھا کہ
فلانی چیز ... کرو جیسا کہ اس قصہ میں گذرا کہ پہلے جبرئیل علیہ السلام کو واسطے لینے ایک مشت

مٹی کے رُوئے زمین پر بھیجا اور بعد اُس کے دوسرے فرشتوں کو بس اگر فرشتوں کو علم حقیقتوں اور اسموں ان حقیقتوں کا حاصل نہ ہوتا حکم الٰہی کہ مخلوقات کے حق میں صدور پاتا کیونکر بجا لاسکتے بلکہ امتیاز آدم کا فرشتوں کے ساتھ دو وجہ سے ہے اوّل یہ ہے کہ پہلے پیدائش حضرت آدمؑ کی سے فرشتوں کو علم ہر چیزوں کے ناموں کا حاصل تھا بلکہ علم ان کا منحصر تھا بعضی چیزوں میں کہ تعلق اُن کی خدمتوں سے رکھتی تھیں دوسری حقیقتوں اور اسموں سے کچھ کار اُن کا متعلق نہ تھا اور اطلاع بھی اور ان امور کی نہ تھی بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے کہ ان کو بسبب خلیفہ بنانے کے تعلیم تمام کی گئی تاکہ منفعت ہر حقیقت اور معرفت اثر کی سے آگاہ ہوں جیسا کہ حاکم نے اور ابن عساکر نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسما کی تعلیم میں ہزار حرفتیں طرح طرح کی حرفتوں میں سے تعلیم فرمائیں اور ارشاد کیا کہ اولادُ اپنی کو کہہ اے آدم کہ اگر تم صبر نہ کرسکو دُنیا سے پس دنیا کو ان حرفتوں کے ساتھ طلب کرو اور دُنیا کو دین کے ساتھ طلب نہ کرو اس واسطے کہ دین خالص میرے واسطے ہے اور وائے اوپر اس شخص کے کہ دنیا کو ساتھ دین کے طلب کرے اور دیلمی نے ابو نافع سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مثلت لی امتی فی الماء والطین یعنی تصویریں اُمّت میری کی پانی اور مٹی میں بناکر مجھ کو دکھلائیں وعلمت الاسماء کلھا کما علم آدم الاسماء کلھا اور سکھلائے مجھ کو تمام چیزوں کے نام جیسا کہ سکھلائے آدم کو نام سب چیزوں کے اور اس آیت میں کہ لفظ کلّھا کہ واسطے تاکید عموم اسما کے زیادہ کیا ہے اسی نکتہ کے واسطے ہے کہ امتیاز آدم علیہ السلام کا فرشتوں سے بسبب تعلیم عام کے تھا نہ بسبب فقط تعلیم اسما کے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تعلیم عام بھی ابتداءً خاص ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے تھی اور بعد اس کے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو ہر چیز کے ناموں سے خبر دی اور فرشتوں نے استعمال ہر چیز کا حضرت آدم اور اُن کی اولاد سے سُنا بعضے فرشتوں نے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بڑے بڑے فرشتے اُنھوں نے نام ہر چیز کے معلوم کرلئے اس واسطے کہ قطعاً یہ بات شریعتوں سے ثابت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اور دوسرے فرشتے بڑے بڑے رُوبرو انبیاؤں کے آتے تھے اور ہر چیز میں بحث اور تفتیش کرتے تھے اور امور مختلفہ کا ذکر آتا تھا اور کسی وقت افادہ اور استفادہ

اور کہنے سمجھنے سے عاجز نہیں ہوتے اور اس بات کو نہیں پوچھا کہ فلانا کس چیز کا نام ہے اور اس لفظ کے کیا معنی ہیں اور حقیقت فلانی چیز کی کیا ہے البتہ یہ تعلیم ابتداءً خاص حضرت آدم کو ہوئی تاکہ زیادتی علم اُن کی فرشتوں کے اُوپر خصوصاً اُس علم کی کہ تعلق ساتھ سیاست اور خلافت کے رکھتا ہے ظاہر ہووے اسی واسطے اوپر محض تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کے کفایت نہ ہوئی بلکہ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ یعنی پیش کیا حق تعالیٰ نے اُن ناموں کو اوپر فرشتوں کے ساتھ اس طریق کے کہ تصویریں اُن چیزوں کی کہ نام ان کے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے تھے فرشتوں کو دکھلائیں فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ یعنی پس فرمایا کہ خبر دو تم مجھ کو اے فرشتو ساتھ ناموں ان چیزوں کے اس واسطے کہ ادنیٰ ان چیزوں کی وہ چیز ہے جو تمیز دینے والی ہے نام سے اور واسطے استحقاق خلافت کے معرفت حقائق کی اور امتیاز کرنا ان میں شرط ہے اگر تمہارے تئیں ناموں اُن چیزوں کے سے خبر ہوگی دعویٰ استحقاق خلافت کا تم سے ممکن ہوگا اور اگر تم ان چیزوں کے ناموں سے بے خبر ہو تو خلافت کہ عبارت ہے تصرف کرنے سے تمام چیزوں میں تو تم سے کس طرح سرانجام اس کا نہ ہوگا اور ہر چند کہ تم نے ظاہر میں استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا ہے لیکن تمہارے کلام سے دعویٰ لازم آیا پس شرطیں اس دعوے کی ثابت کردیں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے بیچ کلام اپنے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کس واسطے کہ معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ تسبیح اور تقدیس ہماری کمال کے رتبہ کو پہنچی اور شکر ہمارا نہایت کے مرتبہ کو ملا اور ظاہر ہے کہ کمال تسبیح اور تقدیس کا یہ ہے کہ ساتھ تمام اسمار الٰہی کے ہو اور ایسے ہی نہایت حمد اور شکر کی یہ ہے کہ مقابل ہر کمال اور ہر نعمت الٰہی کے ہو اور اس امر کو علم تمام اسمار الٰہی کا اور تمام اسمار کونی کا لازم ہے تمام کمالات اور نعمتوں الٰہی کا درکار ہے اور یہ علم بدون جاننے تمام حقیقتوں جہان کے تفصیلاً متصور نہیں اور درمیان حقیقتوں کے امتیاز بہت وجوہ سے ہے ادنیٰ اُن کا یہ ہے کہ نام اُن کا جان لے اگر اس قدر بھی امتیاز تم کو حاصل نہیں ہوا پس دعویٰ تسبیح اور تقدیس کامل علی الاطلاق کا اور حمد کامل کا تم سے کیونکر درست ہوا باقی یہاں کئی بحثیں ہیں کہ مفسرین اُن بحثوں کو اس مقام میں ذکر کرتے ہیں اوّل تو یہ کہ اکثر عالموں نے اس آیت سے دلیل پکڑی:-

اوپر اس کے کہ مقرر کرنا الفاظ کا معانی کے واسطے خدا کی طرف سے ہے اس واسطے کہ اس
آیت میں فرمایا ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلہا اور اگر واضع الفاظ معانی کے واسطے
آدم یا اولاد آدم کے ہوتے تعلیم اسماء میں اللہ کی طرف سے گنجائش نہ تھی لیکن اس آیت سے
معلوم ہوتا ہے کہ وضع لغات کے وقت پیدائش آدم علیہ السلام کی نہ تھی بلکہ بہت پہلے اس سے
تھی اور واقع میں اسی طرح سے ہے اس واسطے کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی سے
اور نام فرشتوں کے اور اور چیزوں کے بھی کہ جن چیزوں کے سرانجام کے واسطے فرشتوں کو
خطاب ہوتا تھا موجود تھے اور کلام کرنے فرشتوں کے آپس میں اور سمجھنا مضمون احکام الٰہیہ کا
واسطے الفاظ کے موجود تھا قطعاً پہلے حضرت آدم کی پیدائش سے تھا اور جو لوگ کہ وضع لغات
کے ساتھ اصطلاح آدم اور آدمیوں کی جانتے ہیں فرشتوں کے کلاموں سے کہ آپس میں کرتے ہیں
شاید وہ غافل ہیں اور یہ کہنا ان کا کہ معنی تعلیم اسماء کی حضرت آدم کے تئیں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
نے ان کے دل میں خواہش ڈالدی کہ متوجہ طرف وضع الفاظ کے ہوں پھر طریق وضع کا ان کو
سکھلا دیا جیسا کہ معنی وعلمنٰہ صنعۃ لبوس لکم کے بھی یہی ہیں یعنی سکھلا دیا ہم
نے ان کو پیشہ زرہ بنانے کا واسطے تمہارے یعنی پہلے دل میں زرہ بنانے کا داعیہ ڈالا پھر طریق
اس کے بنانے کا تعلیم کیا فساد اس کا ظاہر ہے اس واسطے کہ تکلیف دینی فرشتوں کو ساتھ اس
کے کہ الفاظ اور معانی اصطلاحیہ آدمیوں کے سے از قبیل تکلیف مالایطاق کے سے ہوگی
باوجود اس کے کچھ حاصل بھی نہیں اس واسطے کہ اگر کوئی کسی کی اصطلاح سے واقف نہ
ہو اس کے علم میں کیا قصور اور اس دوسرے کو اس پر کیا فوقیت واالا عرب کے عالموں پر بسبب
جاننے اصطلاح ترکوں کے قصور لازم آوے اور ترکوں کو ان کے اوپر فوقیت ہو البتہ بسبب
نہ جاننے علم لغات اور اسماء کے کہ علم الٰہی میں واسطے معانی مخصوصہ کے مقرر تھے علامت قصور
کی ہے اور جاننا اس کا دلیل ترجیح اور فوقیت کی ہے اس واسطے کہ جس قدر احاطہ مسلمات الٰہی
کا زیادہ ہوگا اسی قدر مناسبت اور تشبیہ جناب باری کے ساتھ بہت ہوگی اور زیادہ تشبیہ
جناب الٰہی کے ساتھ سبب کمال فوقیت مخلوق کا ہے دوسرے یہ کہ ضمیر ثم عرضہم کی ظاہر
اس طرح ہے کہ رجوع طرف اسماء کے کرے باعتبار مسمیات کے اور مسمیات اسماء کی ذوی العقول

اور غیر ذوی العقول دونوں ہیں اس ضمیر کو کہ خاص مذکر ذوی العقول کے ساتھ ہے۔
کس واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ عرض کرنا مسمیات کا فرشتوں پر باعتبار جسامت ظاہری
کے نہ تھا کہ محل ظاہر ہونے تذکیر اور تانیث اور عقل اور غیر عقل کا ہے بلکہ باعتبار وجود روحانی
اور ملکوتی کے تھا کہ تمام مخلوقات باعتبار اُس وجود کے عاقل اور مدرک اور مبرا تذکیر اور
تانیث سے ہیں البتہ بسبب نہ ہونے تانیث کے الفاظ اور صیغے تذکیر کے ان کے واسطے بولے
جاتے ہیں جیسا کہ فرشتوں کے حق میں بھی اسی اعتبار سے الفاظ تذکیر کے استعمال کئے گئے ہیں
تیسرے یہ کہ صیغہ امر کا یعنی انبئونی کے واسطے عاجز کرنے اور الزام دینے کے ہے نہ واسطے تکلیف
اور حکم کرنے کے پس جن شخصوں نے بسبب اس صیغے کے تکلیف مالایطاق جائز رکھی ہے انھوں نے
خطا کی ہے اور اسی واسطے فرشتوں نے بمجرد سننے اس امر اور خطاب کے عاجزی اپنی شروع
کی اس طریق سے کہ قالوا سبحٰنک یعنی کہا انھوں نے پاک جانتے ہیں ہم تجھ کو اے پروردگار
ہمارے اس بات سے کہ تیرے علم میں کچھ قصور ہو یا تیرے فعل میں کوئی بات عبث واقع ہو۔
اور خلاف حکمت کے وقوع میں آوے اور سوال ہمارا فقط واسطے طلب ہدایت اور ارشاد
کے تھا اس واسطے کہ لاعلم لنا الا ما علمتنا یعنی کوئی علم حاصل نہیں ہوتا ہے
ہم کو مگر اسی قدر کہ تو نے تعلیم فرمایا ہم کو اور اسی سبب سے ہم نے وجہ حکمت پیدا کرنے اس
خلیفہ کی نہ جانی اور تسبیح اور تقدیس اور حمد اور شکر اپنے کو کامل جانا اور معرفت حقیقتوں اشیا
کی تفصیلاً اور نہ میزات ان کی ہم کو حاصل ہوئی اور نام بھی ان چیزوں کے کہ منجملہ میزات
کے ہیں ہم نے نہ جانا اور ہم کو جناب تیری سے ابتداءً یہ علوم حاصل نہ ہوئے اس لئے ہمارا اعتراض
کچھ نہیں اس واسطے کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ یعنی بتحقیق تو نہایت دانا ہے اور تو جانتا ہے ان
کی حقیقتیں ہماری ایسی نہیں کہ یہ علم بلاواسطہ تیرے معلوم کریں اسی واسطے اس مخلوق کو
خلیفہ اپنا کیا تو نے اور قدرت اوپر طرح طرح کے فعلوں کے دی تو نے اور ہم کو واسطے
پورا کرنے مُرادوں اور خدمتوں اس کی کے مامور کیا تاکہ ہم بھی واسطے اس خلیفہ کے اور
خدمت اُس کی کے اوپر اُن فعلوں اور حقیقتوں کے مطلع ہوں اس واسطے کہ تو الْحَكِيْمُ

یعنی صاحب حکمت کامل کا ہے ساتھ اس تدبیر کے کہ ہماری حقیقتوں کو بھی ان علموں سے بہرہ مند کریگا جب حق تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ عجز اور زاری اور اقرار کرنا اُن کا ساتھ علم اور حکمت اپنی کے پسند کیا قَالَ يَآ اٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ یعنی فرمایا کہ اے آدم خبر دے ان فرشتوں کو اگر چہ خالی ہونے علاقوں جسمانی کے تواُن سے بہت کم ہے اور مقرب ہے کہ جس قدر مجرد زیادہ ہوئے اطلاع حقیقتوں کے اوپر بھی زیادہ ہو بِاَسْمَآئِهِمْ یعنی ساتھ ناموں اُن چیزوں کے کہ فرشتوں کو بتلائے ہم نے اس واسطے کہ ان چیزوں کا علم ساتھ خواص اور نفعوں اور ضرروں اُنکے کے حاصل نہیں ہو سکتا مگر ساتھ عقل کے کہ وہم اور شہوت اور غضب کے ساتھ مل ہوئی ہے اور یہ بات خاص تیرے ہی میں پائی جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب یہ حکم سُنا بیان ان حقیقتوں اور اسموں اور صفتوں ان کی کا رُوبرو فرشتوں کے شروع کیا اور نام ہر چیز کا ساتھ تمام خواص اور تاثیرات کے اُن پر ظاہر کئے فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ یعنی جب بتلائیے حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو نام اُن کے باوجودیکہ وہ چیزیں بے شمار اور بے انتہا تھیں اور اس بیان کرنے میں کچھ غلطی نہیں ہوئی فرشتے کمال علم آدم علیہ السلام کے سے حیران ہوتے اور اس وقت پھر قَالَ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے واسطے تاکید کرنے امر خلافت آدم علیہ السلام کے فرشتوں سے اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ آیا نہ کہا تھا میں نے تم کو پہلے پیدائش اس مخلوق کی سے کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ یعنی تحقیق جانتا ہوں میں اُن چیزوں کو کہ تم نہیں جانتے اور غرض میری اس کلام سے یہ ہے کہ میں جانتا ہوں غَيْبَ السَّمٰوٰتِ یعنی اُن چیزوں کو جو عالم علوی میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ احوال اور چال ڈھال ستاروں کی اور حرکتیں آسمانوں کی مع تمام آثار اور خواص اُن کے کے باوجودیکہ تم فرشتے عالم علوی کے رہنے والے ہو ہرگز ان باتوں کو نہیں جانتے ہو اور یہ شخص باوجودیکہ عالم سفلی کی مخلوقات میں سے ہے اُن سب کو جانتا ہے اور قرانات صغریٰ اور کبریٰ اور وسطیٰ اور عظمیٰ اور کسوف اور خسوف اور دورے اور طالع ستاروں کے کہ انکے پیدا ہونے سے ہزاروں برس پہلے تھے یہ جانتا ہے اور ہر ایک کے نام بیان کرتا ہے اور احکام ان اوضاع کے خواہ باعتبار انفراد کے خواہ باعتبار اجتماع کے نکالتا ہو [illegible] یعنی اور بھی جانتا ہوں میں وہ چیز کہ پوشیدہ ہے عالم سفلی میں ہر چند کہ عالم سفلی جس کے نزدیک بہت ظاہر ہے

اسلوبی ہرگز طریق پیدا ہونے نباتات کا اور بدل ڈالنا معدنیات کا اور طریق پیدائش حیوانوں
عجیب شکل کا اور فائدے تفصیل اور تنقیح کے اور بنالینا کاریگری سے نئے مرکب کا جیسا کہ گاڑی
بیلوں کی کہ ایک حقیقت مرکب ہے انسان اور لکڑی اور حیوان اور لوہے سے معلوم نہیں
اور یہ شخص اس قسم کی چیزیں پوشیدہ بہت جانتا ہے اور ایسی چیزیں بنا سکتا ہے کہ علم تمہارا
اُن کے نام کو بھی نہیں پہنچتا ہے باوجودیکہ تعلقات سفلی سے کہ عقل اور ادراک کی مانع ہیں بالکل
تم پاک ہو وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ یعنی اور جانتا ہوں میں اس چیز کو کہ تم ظاہر کرتے تھے
یعنی تسبیح اور تقدیس اور معرفت اسماء الٰہی کی جس قدر کہ استعداد اور حوصلہ تمہارا ہے وَمَا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ یعنی اور وہ چیز کہ تم اس کو پوشیدہ رکھتے تھے یعنی بہت کام اور قوتیں تمہاری
ایسی تھیں کہ ہرگز تم کو اطلاع نہ تھی کہ اُن قوتوں اور فعلوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر رکھ
چھوڑا ہے جیسا کہ آدمیوں کی صورت بنانی رحم میں اور خدمت مسجدوں کی اور اُنس پکڑنا
ساتھ ذکر الٰہی کے اور حاضر ہونا بیچ مکانوں متبرک صلحا کے اور اعانت اور مدد کرنی غازیوں
اور حاجیوں کی اور تماشا مظہر اسم قہار اور غفار اور اسماء الٰہی کا اور پہنچانا ثواب اور تحفوں
کا زندوں کی طرف سے مردوں کو اور پہنچانا نیک عملوں کا اور ترقی دینی خدا کے رستے چلنے والوں
کو اور خدمت کرنی تجلیات شہودی کی بیچ عالم مثال کے کہ واسطے کاملوں کے اس خلیفہ کی اولاد
میں سے جلوہ گر ہیں اور آثار نازل اور کتابوں الٰہیہ کا اور قائم کرنا شریعتوں اور دینوں اور [illegible]
اور طریقوں اور مذہبوں کا اور اسی قسم کی چیزیں اور حال یہ ہے کہ سب چیزیں بالقوۃ تمہارے
اندر موجود نہیں اور ظہور ان چیزوں کا موقوف اوپر وجود اس خلیفہ کے ہونے رکھا تھا کہ واسطے
اس خلیفہ کے تم اُن چیزوں پر خبردار ہوا اور تم بسبب اس خلیفہ کے اُن کمالات بالقوۃ کو اپنے قدرت
میں لاؤ گے اب یہ خلیفہ پیدا ہوا اور اس نے تم کو آن کر خبر دی اور تم نے جانا کہ ہم نے کیا کیا
چیزیں تمہارے اندر رکھیں پس یہ حق خلیفہ کا تمہاری گردن پر بہت بڑا ہے کہ تم کو حقیقت
اپنی سے آگاہ کیا اور باعث زیادہ نزدیکی تمہاری کا جناب الٰہی میں ہوا لازم یہ ہے کہ تم اس خلیفہ
کو مانند استاد اور مرشد کے سجدہ کرو آداب تعظیم اس کے بجالاؤ اب اس جگہ کئی بحثیں ہیں اول
یہ کہ جب ملائکہ کو اشیاء کی حقیقتوں کا علم بطفیل حضرت آدم علیہ السلام کے حاصل ہوا اپنی [illegible]

علیھم نہ فرمایا اور انبئھم کہا جیساکہ انبئونی کہا تھا جواب اس کا یہ ہے کہ کسب اور حاصل
کرنا علم کا اور مشق کرنا اُس کا اُستاد سے یہ خاصیت انسان کی ہے فرشتوں کو یہ ترقی ممکن نہیں
اس واسطے کہ سب کمالات فرشتوں کے اُن کے وجود کے ساتھ پائے جاتے ہیں البتہ حضرت آدم
علیہ السلام کے طفیل سے ہر قسم کے فرشتوں کو اُن کی جنس مدرکات میں سے بہت چیزوں کا ادراک
کہ پہلے حاصل نہ تھا حاصل ہوا لیکن یہ کثرت معلومات کی سبب ترقی مرتبہ علم کا نہیں ہوتی ہے
جیساکہ قوت بصری آدمی میں بسبب کثرت بینائی کی مرتبہ اُس کا تام میں زیادتی نہیں قبول کرتا ہے
بلکہ باوجود کثرت بینائی کے اُس کو ممکن نہیں کہ سوائے دیکھنے کی شے کے اور چیزوں کو قبول کرے
ایسے ہی حال فرشتوں کا بیچ زیادہ ہونے معلومات اپنی کے طفیل حضرت آدم ؑ کے ہوا اور واسطے
اسی نکتے کے انبئھم باسمائھم فرمایا اور علمتھم باسمائھم نہ فرمایا دوسری
بحث یہ ہے کہ یہ آیت اور یہ قصہ دلیل ظاہر ہے اوپر فضیلت اور شرف علم کے اس واسطے کہ جو
درمیان عالم امکان کے اگر اور کوئی چیز سوائے علم کے اس حد کی شرافت رکھتی البتہ بیچ مقام بیان
کرنے فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر فرشتوں کے اسی چیز کو پیش کرتے اور تیسری
اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ملائکہ باوجود اس کے کہ رہنے والے مکان قدس کے ہیں اور عبادت اور
اخلاص ان کا زیادہ عبادت اور اخلاص آدمیوں کی سے ہے اور طہارت اور عصمت اُن کی جوہر
ذات کو لازم ہے اور ہر امر میں لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون
ما یؤمرون یعنی نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی اُس چیز میں حکم کیا اُن کو اللہ نے وہ کرتے ہیں
اُس چیز کو کہ امر کئے گئے شان اُن کی ہے اور بے رغبتی کھانے اور پینے اور نکاح اور سواری اور
حوائج سفلانی اور علاقوں جسمانی سے خاص انہیں کے ساتھ ہے اور جو قدرت کہ بڑے بڑے
کاموں میں رکھتے ہیں آدمی کے واسطے عشر عشیر اُس کا نہیں نصیب نہیں اور رفع بلاد کا اور نماز
تجلیات الٰہی کا اور سماعت کرنا خطاب الٰہی کا بلا واسطہ اور قرب اور مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر اُن
کو حاصل ہے آدمیوں کو حاصل نہیں اور باوجود ان سب باتوں کے استحقاق خلافت اُن کو حاصل
نہیں ہوا اس واسطے کہ علم ساتھ حقائق کونیہ کے نہیں رکھتے ہیں اور سیاست رعایا کی عالم کون
و فساد میں نہیں کر سکتے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ عصمت اور طہارت یا کمال درجہ ولایت کا یا ظاہر

ہونا خوارق اور کرامات کا یا کثرت عبادت یا زہد کا یا حاصل ہونا فنا اور بقا کا اور مشرف ہونا
ساتھ تجلیات الٰہی کے اور دیکھنا علم غیب کا اور سننا غیب کی آوازوں کا خلافت کی شرط لازمی
نہیں فقط خلافت کی یہی فضیلت ہے کہ علم تینوں قسم کی سیاستوں کا حاصل ہو یعنی منزلی حکمیہ
ملکی میں دخل بہت زیادہ رکھے اور خوب طرح تجربہ ان سیاستوں میں رکھتا ہو اور یہی مذہب اہلسنت

بیان فضیلتوں علم کا

و جماعت کا کہ مدار استحقاق خلافت کا اس علم کی فضیلت پر ہے علماء اور حکماء نے علم کی فضیلت
پر بہت کچھ کہا ہے چنانچہ ابو اللیث سمرقندی نے کہا ہے کہ حاضر ہونا بیچ مجلس عالم کے بغیر اس
بات کے کچھ اس سے لاشعاً حفظاً یاد رکھے موجب سات کرامتوں کا ہوتا ہے اول یہ کہ
متعلموں کے زمرہ میں گنا جاتا ہے اور جس ثواب کا واسطے طالب علموں کے وعدہ کیا گیا ہے
اس میں شریک ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جب تک اس مجلس میں بیٹھا ہے گناہوں سے بند رہتا
ہے تیسرے یہ کہ جس وقت اپنے گھر سے بہ نیت طلب علم کے نکلتا ہے جو ثواب کہ واسطے طالب علموں
کے وعدہ کیا گیا ہے اس میں یہ بھی داخل ہوتا ہے چوتھے یہ کہ بیچ حلقہ علم کے وقت نازل ہونے
رحمت کے شریک ہوتا ہے پانچویں یہ کہ جب تک ذکر علم کا سنتا ہے عبادت میں ہے چھٹے یہ کہ جس وقت
سنتا ہے مشکل کو بسبب عقل کے بالکل نہیں سمجھتا ہے اور دل تنگ ہوتا ہے اور خاطر اس کی ٹوٹتی ہے
پس بیچ جماعت منکسرۃ القلوب کے شمار کیا جاتا ہے ساتویں یہ کہ عزت علم کی اور ذلت کی فسق اور
جہل کی اس کی خاطر میں بیٹھتی ہے اور جاہلوں اور فاسقوں سے اس کو نفرت پیدا ہوتی ہے
یہ حال اس شخص کا ہے کہ مجلس علماء کی سے اس کو بہرہ نہیں پہنچتا ہے اور حال اس شخص کا کہ فائدہ
بے شمار دین کا اور دنیا کا صحبت ان کی سے اٹھاتا ہے اسی سے قیاس کرنا چاہیئے حضرت امیر المومنین
علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ علم کو مال کے اوپر سات وجہ سے فضیلت ہے اول:
یہ کہ علم میراث پیغمبروں کی ہے اور مال میراث فرعون اور ہامان کی اور شداد اور نمرود کی دوسرے
یہ کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہوتا ہے اور مال بسبب خرچ کرنے کے کم ہوتا ہے
تیسرے یہ کہ مال کو حاجت نگہبانوں کی ہے اور علم خود آدمی کا نگہبان ہے چوتھے جب آدمی مرتا
ہے مال کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور علم ساتھ اس کے قبر میں جاتا ہے پانچویں یہ کہ مال ایسی نعمت
ہے کہ مومن اور کافر کو بھی مل جاتا ہے اور منفعت علم کی ایماندار کو حاصل ہوتی ہے چھٹے

یہ کہ کوئی فرقہ آدمیوں کا ایسا نہیں کہ اُس کو حاجت عالم کی نہ ہو بیچ امر دین اپنے کے اور بہت فرقے ایسے ہیں کہ مالداروں کی طرف ان کو حاجت نہیں۔ ساتویں یہ کہ دن قیامت کے علم پُل صراط پر گزرنے کی قوت دے گا اور مال موجب ضعف کا ہوگا بعضے حکماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے سات چیزوں کو فرمایا ہے کہ آپس میں برابر نہیں بلکہ ایک دوسری سے بہتر ہے اول هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون یعنی آیا کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ علم رکھتے ہیں اور جو بے علم ہیں دوسرے قل لا يستوى الخبيث والطيب یعنی کہہ تو کہ برابر نہیں ہے خبیث اور طیب تیسرے لا يستوى اصحب النار واصحب الجنة یعنی نہیں برابر ہیں صاحب دوزخ کے اور صاحب جنت کے چوتھے اور پانچویں اور چھٹے اور ساتویں لا يستوى الاعمى والبصير ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما يستوى الاحيا والاموات یعنی نہیں برابر اندھا اور آنکھوں والا اور نہ اندھیری اور نہ روشنی اور نہ سردی اور نہ گرمی اور نہیں برابر ہیں زندے اور مُردے اور رجوع ہونا ان ساتوں چیزوں کا عالم کی فضیلت اوپر جاہل کے ہے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ جو فضیلت ہے رجوع اس تفضیل عالم کا جاہل کی طرف ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں عالم کو اوپر عابد کے بار بار ساتھ عبارتوں مختلف کے ترجیح دی ہے اور حق تعالیٰ بھی بیچ مقام تفضیل بعضے نبیوں کے اوپر دوسروں کے باسی صفت اور شاخوں اس کی کے ترجیح فرماتا ہے خصوصاً سات آدمیوں کو نبیوں میں بسبب علم کے صراحۃً تفضیل دی ہے حضرت آدم علیہ السلام کو بسبب علم لغت کے فرمایا وعلم ادم الاسماء كلها اور حضرت خضرؑ کو ساتھ علم فراست کے کہ وعلمنه من لدنا علما اور حضرت یوسفؑ کو ساتھ علم تعبیر کے کہ وعلمتنى من تاويل الاحاديث اور حضرت داؤدؑ کو ساتھ علم صنعت کے وعلمنه صنعة لبوس لكم اور حضرت سلیمانؑ کو بسبب جاننے زبان جانوروں کی کہ علمنا منطق الطير اور حضرت عیسیٰؑ کو ساتھ علم توریت اور انجیل کے کہ ويعلمه الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ علم فراست وعلم اسرار کے کہ وعلمك ما لم تكن تعلم علماء نے کہا ہے کہ ان

سات علم نے بیچ حق ان سات پیغمبروں کے عجیب معجزے ظاہر کئے ہیں حضرت آدمؑ کو اُن کے علم نے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور حضرت خضر کو اُن کی علم سے اُستادی حضرت موسیٰؑ جیسے پیغمبر کی عنایت ہوئی اور حضرت یوسفؑ کو اُن کے علم نے بادشاہی زمین مصر کی دلوائی اور حضرت سلیمانؑ کو ان کے علم نے بلقیس جیسی عورت مال دار اور صاحب مرتبہ اور ملک اور لشکر کی بخشی اور حضرت داؤدؑ کو اُن کے علم نے طرف ریاست اور بادشاہت کے پہنچایا اور حضرت عیسیٰؑ کو اُن کے علم نے تہمت اُن کی ماں سے دُور کرائی اور حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کے علم نے ساتھ خلافت اور شفاعت عظمےٰ کے سرفراز کیا اہل نکات نے کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کو نام مخلوقات کے جاننے سے مسجود فرشتوں کا کیا پروردگار کے ناموں اور صفات کا جاننا کس حد کو پہنچاوے گا اور حضرت خضرؑ کو فراست نے ساتھ صحبت موسیٰؑ کے مشرف کیا امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علم حقیقت اور علم شریعت اور طریقت کا اگر بیچ صحبت انبیاء کے پہنچاوے کیا بعید ہے اولٰٓئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين یعنی وہ لوگ ساتھ ان شخصوں کے ہیں جن کے اوپر انعام کیا اللہ نے کہ وہ انبیاؑ ہیں حضرت یوسفؑ کو جاننے تاویل خواب کی نے دنیا کی قید سے نجات بخشی اگر علم دیں اس امت کو تاویل کتاب اللہ کی بندیخانہ جہول اور بندیخانہ آخرت کے سے نجات بخشے کیا بعید ہے

حکایت

حکایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی بڑے ذریعے سے ملازمت بادشاہ کی حاصل کی اور بادشاہ سے چاہا کہ موافق دستور اور خواصوں کے مجھ کو بھی خدمت حضور کی عنایت ہو بادشاہ نے فرمایا کہ اوّل علم حاصل کر تاکہ قابل بسری حضور کے ہووے تو وہ شخص حضرت امام محمد غزالیؒ کے پاس آیا اور تحصیل علم کی شروع کی بعد اس کے لذت علم کی اس کو حاصل ہوئی اور آفتیں بادشاہوں کی صحبت کی جانیں بادشاہ نے اس کو بلایا اور امتحان کیا اور بعد امتحان کے کہا کہ اب قابل خدمت میری کے ہوا تو طلب علم سے ہٹ کر اور میری خدمت میں مشغول ہو اس شخص نے عرض کیا کہ جس وقت لائق تمھاری خدمت کے تھا تم نے قبول نہ کیا اور اب میں لائق خدمت خدا کے ہوا تم کو نہیں قبول کرتا ہوں کہ بات کر فضیلت علم کے واسطے یہی بس ہے کہ کتے تعلیم یافتہ کا شکار حلال ہے محض برکت تعلیم سے یہ بات حاصل ہوئی باوجود اس کے کہ کتا اصل میں نجس ہے پس جو شخص ضعیف کو حق تعالیٰ نے ایسے

بڑے مرتبہ والا ہے ساتھ برکت ایک نکتہ علم کے اُس قدر پسند کیا کہ اُس نکتہ کو زبان اُس کی سے پیچ کلام اپنے کے نقل فرمایا اور تمام سورۃ کی نسبت طرف اسی چیونٹی کے کی اور سورۃ النمل نام رکھا اور وہ نکتہ یہ ہے کہ لشکر انبیاؤں کے دیدہ و دانستہ اور چیونٹی ضعیف کے بھی ظلم نہیں کرتے ہیں جیسا کہ زبان اس کی سے نقل فرمایا لایحطمنکم سلیمان وجنودہٗ و ھم لایشعرون یعنی نہ پیس ڈالے پاؤں میں تم کو سلیمان اور لشکر اُس کا اور اُن کو خبر نہ ہو یعنی بے خبری میں اُن کے پیروں کے نیچے آجاؤ والاجان کر یہ امر نہیں کریں گے۔ پس قدر صحبت انبیاؤں کی جاننی چاہیئے کہ صحبت سرسری اُن کی کہ لشکریوں کو میسر ہوتی ہے اس قدر دکشی کرنے باطن اُن کے میں تاثیر کرتی ہے اور ظلم نہ کرنے میں موثر ہے کہ دیدہ و دانستہ

بیان ان زرقوں کا کہ اصحاب پیغمبر کو ظالم جانتے ہیں

چیونٹی ضعیف پر بھی ظلم نہیں کرتے ہیں پس واسطے اوپر حال اُن لوگوں کے کہ مصاحبوں قدیمی پیغمبر کو ظالم اور غاصب حقوق خاندان پیغمبر اپنے کا بیان کرتے ہیں عقل اُن بے وقوفوں کی اُس چیونٹی کی عقل سے بھی کم ہے اور اعتقاد ان نفاق پیشوں کا بیچ حق پیغمبر اپنے کے ہزاروں درجہ سُست اعتقاد مثل اس چیونٹی سے ہیں کہ بیچ سلیمان کے رکھتی تھی ہے اور رجوع آیتیں قرآن کی کہ علم اور عالموں کی فضیلت میں آئی ہیں بہت ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے مقام میں بیان کیا جاوے گا اور جو کچھ لائق اس مقام کے ہے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے خوف اور ڈر اپنا خاص نصیب عالموں کے کیا ہے اور فرمایا ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی سوا اس کے نہیں ڈرتے ہیں اللہ سے بندوں اُس کے سے علماء اور دوسری جگہ بہشت کو حصہ ڈرنے والوں کا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ذٰلک لمن خشی ربہٗ یعنی جنت واسطے اُن

بیان تفضیلوں عالموں کا

لوگوں کے ہے کہ ڈرتے ہیں رب اپنے سے پس تمام ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ بہشت خاص حصہ عالموں کا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ علماء کو حق تعالیٰ نے اپنے خوف کے ساتھ خاص کیا ہے اور جو شخص کسی چیز کو نہ جانے محال ہے کہ وہ شخص اس سے ڈرے مگر واقفیت اُس شے کی سبب خوف اُس چیز کا نہیں ہوتا ہے بلکہ تین چیزیں اور بھی ہمراہ جاننے ذات اُسکی کے ضروری ہیں تاکہ خوف اور ڈر حاصل ہو۔ اوّل یہ کہ اس کو قادر اور توانا جانے اس واسطے کہ ہر ایک بادشاہ جانتا ہے کہ رعیت میری اوپر افعال قبیحہ میرے کے مطلع ہے اور اُن فعلوں

کو مکروہ اور معیوب جانتی ہے لیکن بادشاہ اپنی رعیت سے ڈرتا نہیں اس واسطے کہ جانتا ہے اُن کو قدرت مقابلہ اور باز رکھنے میرے کی نہیں دوسرے یہ بھی جانے کہ میرے حال سے آگاہ ہے اس واسطے کہ اگر کوئی چور بادشاہ کے خزانہ میں سے کچھ چُراتے اس کو یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ مجھ کو سزا دے سکتا ہے لیکن جانتا ہے کہ بادشاہ کو میرے حال سے خبر نہیں اس جہت سے نہیں ڈرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اُس کو یہ بھی سمجھے کہ حکمت اور دانائی سے کام کرتا ہے اور اپنی قدر اور منزلت کا اُس کو پاس ہے اس واسطے کہ مسخرے آدمی بادشاہوں کے سامنے بُری بُری باتیں کرتے ہیں اور خود بادشاہ اور امیروں کو گالیاں دیتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ بادشاہ اور امیر ہماری باتوں کو جانتے ہیں اور منع اور تنبیہ کرنے پر بھی ان کو قدرت ہے لیکن بسبب ہلکا پن اور کم ظرفی کے بُری باتوں اور گالیوں سے راضی اور خوش رہتے ہیں اس واسطے ہرگز نہیں ڈرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ ڈرنا بندہ کا خدا سے نہیں ہوتا ہے جب تک کہ یہ نہ جانے کہ خدا ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر چیز پر اُس کو قدرت ہے اور حکمت والا ہے اور سفیہ نہیں کہ ہمارے بُرے کاموں کو پسند کرے حاصل یہ ہے کہ پہلے پہلے جہان میں علم کی فضیلت ظاہر ہوئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو منصب اُستادی فرشتوں کا سبب اُسی فضیلت کے حاصل ہوا اور حق تعالیٰ نے حق اُستادی کا فرشتوں سے ادا کروایا اور نہایت درجہ کی تعظیم ان فرشتوں سے کروائی جیسا کہ واسطے بیان اس بات کے فرمایا ہے وَاِذْ قُلْنَا یعنی اور یاد دلایا ان کافروں کو کہ باوجود عاجز ہونے کے تتبع اس کلام سے فرماں بردار نہیں ہوتے ہیں اور خشوع اور خضوع سے رجوع نہیں لاتے اور ٹیڑھی راہ چلتے ہیں یاد کرو اس وقت کو کہ کہا ہم نے بعد اس کے کہ فرشتے بیان کرنے ناموں اشیاء کے سے عاجز ہوئے اور آدمؑ نے سب کے نام رُوبرو اُن کے بتلائیے اور خلافت اُس کی بلا واسطہ جناب الٰہی کی طرف سے ثابت ہوئی جیسا کہ بسبب عاجز ہونے ان کافروں کے تتبع اس قرآن کی سے نبوت تیری اور تعلیم قرآن کی بلاشبہ ثابت ہوئی لِلْمَلٰٓئِکَۃِ یعنی فرشتوں علوی اور سفلی کو اس واسطے کہ خلافت اور فضیلت آدم کی ثابت ہوئی پس ملائکہ سے خاص سفلی مراد لینی بلاوجہ خلاف روایتوں کے ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ضمرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا سمعت من یذکر ان اول

الملٰٓئکۃ خر ساجداللّٰہ حین امرت الملٰٓئکۃ بالسجود لاٰدم اسرافیل فاثابہ اللّٰہ بذالک ان کتب قرآن فی جبھتہ یعنی سنا میں نے اس شخص کو کہ بیان کرتا تھا تحقیق پہلا فرشتوں سے کہ سجدہ میں گرا واسطے اللہ کے جس وقت حکم ہوا فرشتوں کو سجدہ کرنے کے واسطے وہ اسرافیل تھا پس اجر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کو بسبب جلدی کے یہ کہ لکھا گیا قرآن بیچ پیشانی اس کی کے اور ابن عساکر نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کے سجدہ کا حکم فرمایا پہلے جس نے کہ سجدہ کیا اسرائیل تھا حق تعالیٰ نے اس کو بدلے اس عبادت کے یہ مرتبہ بخشا کہ تمام قرآن کو اس کی پیشانی پر لکھ دیا باوجودیکہ دوسری آیت قرآن میں ہے کہ فسجد الملٰٓئکۃ کلھم اجمعون اس قدر عموم اور استغراق میں صریح ہے کہ تخصیص اسکی حد تعریف کو پہنچتی ہے اور امر واقعی ہے جیسا کہ فرشتوں سفلی کو وجود اس خلیفہ کے سے وسعت کمالات کی حاصل ہوئی فرشتوں علوی کو بھی کمالات عالیہ نصیب ہوئے کارخانہ بعثت نبیوں کا اور آثار نا وحی کا اور قائم کرنا شریعتوں کا اور عذاب اور انتقام دنیوی متکبروں اور سرکشوں سے لینا اور کارخانہ مجازات اخروی کا قبر سے لے کر بہشت اور دوزخ تک اور کارخانہ سلوک الی اللہ کا توبہ اور انابت سے لے کر فنا تک اور کارخانہ تجلیات اور تدلیات کا اور قائم کرنا شعائر اللہ کا یہ تمام امور تحت خدمت علویوں کے ہیں جیسا کہ سفلی خادم اس خلیفہ کے ہیں اسی طرح علویوں نے بھی خدمت اس خلیفہ کی سے حظ کامل اٹھایا ہے اور یہ خلیفہ نسبت اُن کے بھی قبلہ تقرب الی اللہ کا ہوا اور حکم کعبہ کا اس نے پیدا کیا اور اسی واسطے تمام فرشتے خواہ علوی ہوں خواہ سفلی مخاطب ساتھ اس خطاب کے ہوئے کہ اسجدوا لاٰدم یعنی سجدہ کرو تم آدم کو ساتھ اس طرح کے کہ اس کو قبلہ سجدہ اپنے کا مقرر کرو تاکہ دلیل ہو اوپر اطاعت کرنے تمہاری کے احکام ہمارے کی کہ بیچ حق اس خلیفہ کے فرماویں گے گویا اول سے بسبب اس سجدہ کے تم کو استعداد تابعداری امر الٰہی کی کہ واسطے خدمتوں اس خلیفہ کی ہر وقت علیحدہ علیحدہ اترے گی حاصل ہوئے جیسا کہ بادشاہ جب کسی کو اپنی جگہ پر ولی عہد یا خلیفہ کرتا ہے ملک کے سرداروں کو حکم کرتا ہے کہ نذریں اس کو دیویں اور تعظیم بجالاویں تاکہ دلیل ہو اوپر اس کے کہ فرمانبرداری اُن کی اور

امور میں ہو لیکن اس طرح کا قبلہ بنانا مخلوقات کا واسطے بعضی مخلوقات کے حکمت الٰہی میں مشروط
ساتھ دو چیزوں کے ہے اوّل یہ کہ ہم جنس اپنا نہ ہو بلکہ غیر جنس اپنا ہو اس واسطے جس صورت
میں کہ قبلہ ہم جنس اپنا ہوا کما ینبغی تعظیم اس کی نہ ہو گی اور توہم شرکت اور اعتقاد استقلال
کا پیدا ہو جاوے گا مانند سجدہ کے واسطے تصویروں خاکی کے، کہ آدمیوں اور جنوں کی جنس
سے گزرے ہیں اور آدمی اور جن اس امر میں ایک جنس ہیں اس واسطے کہ احکام تکلیفی میں
دونوں شریک ہیں دوسرے یہ کہ قبلہ بنانا ساتھ امر الٰہی کے ہو نہ ساتھ استحسان عقل کے یعنی
عقل جس کو پسند کرے اُس کو قبلہ بنالے اس واسطے کہ کسی چیز کو وسیلہ تقرب الی اللہ کا ٹھیرانا
موقوف اوپر ظاہر ہونے شان الٰہی کے ہے کہ اس وقت میں شان خدا کی فلانے طور پر ہے
اور یہ ایسی شے نہیں کہ عقل کسی مخلوق کی خود بخود اس کو دریافت کرے پس جس جگہ یہ دونوں
شرطیں متحقق ہوں اُس کو قبلہ توجہ کا کرنا شرع میں جائز بلکہ واجب ہے جیسا کہ کعبہ معظمہ اور
صخرہ بیت المقدس کا جنّوں اور انسانوں کے حق میں اور مثل حضرت آدم علیہ السلام کے بیچ
حق فرشتوں کے کہ فرشتے جنس آدمی کی سے نہیں ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ قبلہ
افضل ہو اس شخص سے کہ جو قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس واسطے کہ قطعاً معلوم ہے کہ کعبہ
معظمہ جناب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہ تھا باوجود اس کے قبلہ ان کا تھا پس جو
لوگ کہ محض قبلہ بنانے حضرت آدم علیہ السلام کے سے واسطے فرشتوں کے دلیل اوپر افضلیت
حضرت آدم کے اوپر سب فرشتوں کے پکڑتے ہیں راہ صواب کی نہیں چلے اور جبکہ فرشتوں علویوں
اور سفلیوں کو واسطے اطاعت اور فرمانبرداری اور اعزاز اور اکرام اس خلیفہ کے حکم ہوا کہ جن
اس وقت میں فرشتوں کے گروہ میں داخل تھے خصوصاً ابلیس کہ بسبب کمال مخالطت فرشتوں کے
ہوا تھا بالا والی اس حکم میں داخل ہوا فَسَجَدُوْا یعنی پس سجدہ کیا سب فرشتوں نے
اور جنوں نے کہ شعور اور ادراک اور فہم اور خطاب میں فرشتوں کی مانند تھے اِلَّآ اِبْلِیْسَ یعنی
مگر ابلیس کہ اصل میں جنّوں کے فرقہ میں تھا اور بسبب کمال اختلاط کے اُن میں داخل تھا اور بسبب
باز رہنے اُس کے کا حضرت آدم کے سجدہ سے وہ تھا کہ کئی ہزار برس پہلے پیدائش حضرت آدمؑ
کی سے اولاد جان کی زمین میں قابض اور متصرف تھی اور حیوانات اور نباتات زمین کی سے

بقدر استعداد اپنی کے نفع اٹھاتے تھے اور آسمان پر بھی چلتے پھرتے تھے جبکہ جنوں کے گروہ میں فتنہ اور فساد اور خونریزی بہت ہوئی آسمان سے دُنیا کے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ جنوں کو زمین کے اُوپر سے دُور کرو تاکہ زمین ان کی آلودگی سے پاک ہو آسمان سے دُنیا کے فرشتوں نے زمین پر آ کر بہت سے جن مار ڈالے اور بہت سے بھاگ کر جزیروں اور پہاڑوں میں چھپ گئے ابلیس بھی انھیں میں سے تھا اور اس کا نام عزازیل تھا اور بباعث کثرت علم اور عبادت کے سب جنوں سے ممتاز تھا ہمراہ فرشتوں کے آسمان پر گیا اور عذر اپنا بیان کیا کہ میں اس خونریزی میں جان کی اولاد کے ساتھ شریک نہیں ہوا حق تعالیٰ نے اُس کو بسبب شفاعت آسمان کے فرشتوں کے نکالنے اور مارنے سے محفوظ رکھا اُس نے بسبب اس طمع کے کہ جب تمام جنوں کو نکالا گیا پس فقط میں ان کی جگہ کل زمین پر قابض اور متصرف رہوں گا زیادہ کوشش عبادت میں شروع کی اور جس وقت آسمان سے دُنیا کے فرشتوں کو کوئی حکم جناب الٰہی کی طرف سے پہنچا تھا کہ فلانی مہم میں ایسا اور ایسا کام کرو یہ لعین سب سے آگے اور زیادہ اُس مہم میں دوڑتا تھا اور سرانجام کرتا تھا یہاں تک کہ آسمان دُنیا کے فرشتوں میں اُس کو قدر اور منزلت حاصل ہوئی اور اپنے دل میں امیدوار منصب خلافت کا رہتا تھا کہ حکم الٰہی فرشتوں کو پہنچا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اس وقت سے اُس نے جانا کہ یہ منصب مجھ کو نہ دیویں گے اور وہ سب بندگی اور عبادت کہ ریا سے کرتا تھا برباد ہوگئی اس واسطے رگ حسد اور رشک اُس کے نے جوش کیا کہ وہ توڑنے قدر اُس خلیفہ کی رہتا تھا جب حکم سجدہ کا سُنا بے پردہ مخالفت کی یہاں تک کہ اَبٰی یعنی ہٹ رہا سجدہ کرنے سے واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے اور یہ انکار اس راہ سے نہ تھا کہ حکمت طلب کرے یا شاگرد بنے بلکہ اپنے تئیں حضرت آدم سے بہتر جانتا تھا وَاسْتَکْبَرَ یعنی تکبر کا اظہار کیا اور آپ کو بڑا سمجھا اس بات سے کہ مجھ کو باوجود اس کے کہ آگ روشن سے پیدا ہوا ہوں اور سالہا سال عبادت اور بندگی میں مشغول رہا اور بیچ سرانجام کرنے احکام کے بہت کوششیں بجالایا حکم کریں کہ ایسی مخلوق کو کہ میلی مٹی سے قالب اُس کا میرے سامنے قید کیا اور ابھی تک کوئی کام بڑا اور مہم شائستہ اس سے وقوع میں نہیں آئی اور کھوٹا کھرا ہونا اس کا بندگی میں امتحان نہ ہوا میں سجدہ کروں اور تابعداری اُس کی

میں اختیار کروں صریح خلاف حکمت اور ناقدر دانی اور ضائع کرنا حق خدمت میری کا اس سے
وقوع میں نہیں آئی اور کھوٹا کھرا ہونا اُس کا حکم الٰہی کو خلاف حکمت کے کہنا پڑا اور انکار بہتر ہونے
اس امر کا کیا وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اور ہوا وہ انکار کرنے والوں سے خدا کے ساتھ
اس واسطے کہ انکار حقیقت امتثال امر قطعی الٰہی سے کا کیا اور جو کوئی انکار امر الٰہی کا کرے اس
وجہ سے کہ ماننا اور بجالانا اس کا واجب نہیں وہ شخص کافر ہے جیسا کہ انکار وجوب نماز اور زکوٰۃ
وغیرہ کا بس منکروں اس قرآن کے کو تو سمجھا کہ جب ایک حکم قطعی کے انکار سے ابلیس کافر اور
ملعون ہوا تم کہ انکار تمام قرآن کا کرتے ہو باوجودیکہ اس معارضہ میں عاجز بھی ہوگئے اور یقیناً
جان چکے کہ کلام الٰہی ہے کس حد کے کفر اور ملعونیت کو پہنچو گے باقی رہیں اس جگہ بحثیں کتنی کہ
اس مقام کی تفسیر سے علاقہ رکھتی ہیں اول یہ کہ ان آیتوں سے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ حکم سجدہ
کا بعد پیدائش حضرت آدمؑ اور تعلیم اسماء کے اور بعد ظہور عجز بیان کے فرشتوں کی اُن کے ہوا اور
دوسری آیتوں سے کہ حضرت آدمؑ کے قصہ میں اور سورتوں میں آئی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ پہلے پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی سے فرشتوں کو فرمایا تھا فاذا سویتہ ونفخت
فیہ من روحی فقعوا لہٗ ساجدین یعنی پس جب وقت درست کر لوں میں اُس کو
اور پھونکوں اُس میں روح اپنی پس گر پڑو اس کے واسطے سجدہ میں اور بھی ان آیتوں کا ساتھ
آیتوں دوسری کے سجدہ کے وقت میں تعارض ہے اس واسطے کہ اُن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ بمجرد پھونکنے رُوح کے فرشتوں کو حکم کیا تھا کہ سجدہ کرو اور اس جگہ سے ثابت ہوتا ہے
کہ سجدہ کا حکم بہت پیچھے اس سے ہوا تھا جواب پہلے تعارض کا یہ ہے کہ پیدائش حضرت آدمؑ کی
سے بھی حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم کو بعد پیدائش کے سجدہ کریں لیکن وجوب ادائے سجدہ کا دوسرے
امر سے ثابت ہوا جیسا کہ لڑکے نو آموز کو پہلے آفتاب کے پھرنے سے کہتے ہیں کہ جب آفتاب
پھرے وضو کر اور نماز ادا کر اور بعد پھرنے آفتاب کے پھر اس کو تعقید کریں کہ اب وقت
نماز کا پہنچا وضو کر اور نماز پڑھ نیز دفع تعارض دوسرے کا یہ ہے کہ مراد نفخ رُوح سے ظاہر
ہونا آثار اس نفخ کا ہے بیچ عقلوں فرشتوں کے اور اثر نفخ خاص رُوح الٰہی کا کہ گھیر لینے
والی شانوں الٰہی کی ہوگی اور اُسی رُوح کے سبب سے قابلیت خلافت کی آدمؑ کو حاصل ہوئی

اُن کے نزدیک اُس وقت میں پایا گیا کہ تعلیم اسمار کی جو حضرت آدمؑ کے واسطے حاصل ہوئی تھی، ملاحظہ کی اور اپنے اندر یہ جمعیت اور استیعاب پایا اور باوجود اس کے بیچ اس مقام کے تصریح اس امر کی نہیں کہ قصہ سجدہ کا بعد قصہ تعلیم اسماء اور عاجز ہونے فرشتوں کے ہوا ہو البتہ ترتیب بیان قصوں کی کہ ساتھ پیدائش آدمؑ کے تعلق رکھتی ہے اس امر کو تقاضا کرتی ہے اور احتمال ہے کہ قصہ پہلے کو ترتیب بیانی میں متاخر لاتے ہوں بحث دوسری یہ ہے کہ حقیقت سجدہ کی پہنچانا پیشانی کا اوپر زمین کے ہے اور یہ معنی شرع میں واسطے غیر خدا کے جائز نہیں اور اس جگہ میں فرشتوں کو ساتھ ادا کرنے اس فعل کے واسطے حضرت آدمؑ کے امر فرمایا ہے وجہ اس امر کی کیا ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ پیشانی کو زمین پر پہنچانا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ واسطے ادا کرنے حق عبودیت کے ہو اور یہ قسم سب دینوں میں اور سب ملتوں میں واسطے غیر خدا کے حرام اور ممنوع ہے اور کبھی نہیں ہوئی اس واسطے کہ محرمات عقلی سے ہے اور محرمات عقلی ساتھ بدلنے دینوں اور ملتوں کے نہیں بدلتے ہیں اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ اس قسم کی تعظیم نہایت تذلل کے اوپر دلالت کرتی ہے اور نہایت تذلل صرف اسی کے واسطے لائق ہے کہ نہایت بڑائی میں ہو اور نہایت بڑائی یہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمت ذاتی خاص خدا کے واسطے ہے اور کسی مخلوق میں پائی نہیں جاتی ہے دوسرے یہ کہ واسطے تکریم اور تحیت کے ہو مانند سلام کے اور سر جھکانے کے اور یہ سجدہ بسبب اختلاف رسموں اور عادتوں اور تبدل قرنوں کے مختلف ہے کبھی جائز ہے اور کبھی حرام پہلی اُمتوں میں جائز تھا جیسا کہ بیچ قصہ حضرت یوسفؑ اور بھائیوں اُن کے کے وقوع میں آیا کہ خروالہٗ سجدا یعنے گرے واسطے اُس کے سجدہ کرنے والے اور ہماری شریعت میں یہ طریق درمیان مخلوقات کے کہ آپس میں کیا جاوے حرام اور ممنوع ہے ساتھ دلیل حدیثوں متواترہ کے کہ اس امر میں وارد ہوئی ہیں اور سجدہ فرشتوں کا واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے، اسی طریق کا تھا اس واسطے کہ بسبب تعلیم اسمار کے حضرت آدمؑ کا احسان اور فوقیت اُن کی اوپر فرشتوں کے حاصل ہوئی تھی اور فرشتوں کی طرف سے پہلے اُن کی پیدائش سے بے ادبی ہوئی تھی واسطے مکافات اس احسان اور کفارے اُس بے ادبی کے ملائکہ کو حکم اس نوع کی تعظیم اور تکریم کا کیا بحث تیسری یہ ہے کہ بعضے مفسروں ظاہر بین نے ابلیس کو فرشتوں میں گنا ہے

ساتھ اس دلیل کے کہ وہ اگر فرشتوں سے نہ ہوتا حکم سجدہ کا اس کو شامل نہ ہوتا اور بیچ
ترک کرنے سجدہ کے ملامت اور عتاب بھی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتا اس واسطے کہ حکم سجدہ
کا خاص ساتھ فرشتوں کے تھا اور یہ کہ استثنا اس کا ملائکہ سے کہ بیچ فسجدوا الا ابلیس
کے وارد ہے متصل نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ استثنا غیر جنس کا متصل نہیں ہوتا ہے اور اصل
استثنا میں اتصال ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہ تھا جیسا کہ تفسیر میں گزرا اور بیچ
سورۃ کہف کے اُس کے حق میں صریح فرمایا ہے کان من الجن اور سورۃ سبا میں بھی قریب
صریح کے ہے کہ ویوم نحشرھم جمیعا ثم نقول للملئکۃ اھؤلاء ایاکم
کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا
یعبدون الجن اور یہ کہ قرآن مجید میں ابلیس کے واسطے ذریت ثابت فرمائی ہے کہ
افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی اور فرشتوں کے واسطے ذریت نہیں
اس واسطے کہ ذریت بمعنی اولاد کے ہے اور اولاد نر اور مادہ کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے اور
فرشتوں میں مادہ یعنی مونث موجود نہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے بیچ مقام انکار کے فرمایا ہے کہ
وجعلوا الملئکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا یعنی اور مقرر کیا انھوں
نے فرشتوں کو کہ وہ بندے رحمٰن کے ہیں عورتیں اور علاوہ اس کے فرشتوں کو جا بجا ساتھ عصمت
اور طہارت کے وصف فرمایا ہے اور حال ابلیس کا سراسر مخالف ان دونوں صفتوں کے ہے
اور یہ بات اُن کی کہ حکم سجدہ کا خاص واسطے فرشتوں کے تھا پس یہ صحیح ہے لیکن اصالتاً حکم یہ
فرشتوں کو تھا اور جن خصوصاً ابلیس بطریق تبعیت کے اُس حکم میں داخل ہوتے تھے جیسا کہ بادشاہ
سپاہیوں کے اوپر کوئی حکم فرماتا ہے اُن کے شمول میں حکم سائیسوں اور فراشوں اور دربانوں پر
بھی ہو جاتا ہے اور واسطے تبعیت کے استثنا ابلیس کا فرشتوں سے بطریق اتصال کے صحیح ہوتا ہے
بحث چوتھی یہ ہے کہ ایک جماعت مفسرین نے اس قصہ سے دلیل پکڑی ہے اوپر اس بات کے
کہ حضرت آدمؑ تمام فرشتوں سے خواہ علوی ہوں خواہ سفلی افضل تھے اس واسطے کہ حکم کرنا
فرشتوں کو واسطے سجدہ حضرت آدم کے بغیر اس کے کہ حضرت آدم کو اوپر ان کے فضیلت ہووے
خلاف حکمت کے ہے لیکن یہ استدلال اُس وقت صحیح ہوتا ہے کہ سجدہ حقیقۃً طرف حضرت آدمؑ

کے ہوئے اور غرض سجدہ حضرت آدم کے سے قبلہ بنانا اُن کا تھا پس یہ استدلال صحیح نہیں
اس واسطے کہ قبلہ کو یہ بات لازم نہیں کہ مستقبل سے افضل ہو ورنہ لازم آتا ہے کہ کعبہ پیغمبر
سے افضل ہو وھو خلاف الاجماع یعنی یہ خلاف اجماع کے ہے بحث پانچویں یہ ہے
کہ اس قصہ میں دلیل واضح ہے اوپر فضیلت سجدہ کے اور جتنے کام تعظیم کے واسطے مقرر
ہیں اُن میں سے سجدہ کی شان اور رتبہ بڑا ہے اس واسطے کہ ترک ایک سجدہ کے سے کہ بندہ کے
واسطے اُس کا حکم کیا تھا ابلیس کو اس حد کو پہنچایا کہ مستحق لعنت ہمیشگی کا ہوا پس ترک کرنا بابت
سے سجدوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے مقرر کئے ہیں کس حد کو پہنچاوے گا پیچ روایتوں کے
آیا ہے کہ جس وقت دوزخ کو عرصات قیامت میں حاضر کریں گے اور آگ اُس کی بھڑکے
اُس وقت پُر ہول میں واسطے فرق کے درمیان مسلمان اور کافر اور مخلص اور منافق کے حکم سجدہ
کا ہوگا خاص مسلمانوں کو سجدہ میسر ہوگا اور کافر اور منافق جب چاہیں کہ سجدہ میں گریں،
پشت اُن کی مانند تختہ لوہے کے ہو جاوے گی یعنی نیچے کو نہ جھکے گی اور حکم پہنچے گا کہ وامتازوا
الیوم ایھا المجرمون پس معلوم ہوا کہ یہی سجدہ ہے کہ واسطے امتحان دوست اور
دشمن اور کافر اور منافق کے مقرر ہوا ابتدا میں بھی اسی کیساتھ امتحان فرمایا اور آخر میں بھی اسی کے ساتھ
امتحان فرماویں گے اور حدیث شریف میں وارد ہے جب مرد مسلمان خدا کے واسطے سجدہ میں
جاتا ہے شیطان خاک اپنے سر پر ڈالتا ہے اور واویلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس آدمی کو خدا
نے سجدہ کا حکم کیا اور بجالایا پس اُس کو بہشت نصیب ہوا اور مجھ کو سجدہ کے واسطے فرمایا
اور میں نے انکار کیا پس مجھ کو دوزخ ملا اور اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ غیر کے واسطے سجدہ
کرنا علامت کفر کی ہے اس واسطے کہ آدمی زاد کی شرافت یہی ہے کہ فرزند آدم کا ہے اور
آدم کو یہ شرافت حاصل ہوئی کہ اُس کے سجدہ نہ کرنے سے ابلیس ملعون ہوا اگر یہ فرزند
ناخلف اس فعل کو واسطے دوسرے کے بجالائے شرافت پدری اپنے کو برباد کرے ابن ابی

آنا ابلیس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس

الدنیا مکائد الشیطان میں ابن عمرؓ سے روایت لائے ہیں کہ ابلیس نے حضرت موسیٰ سے التجا
کی اور کہا کہ اے موسیٰ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اپنی رسالت کے واسطے پسند کیا اور ساتھ تیرے
ہمکلام ہوا اور میں چاہتا ہوں کہ توبہ کروں میں شفاعت میری کرتا کہ حق تعالیٰ توبہ میری

قبول کرے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ البتہ جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ توبہ تیری قبول کرے حضرت موسیٰ دعا میں مشغول ہوتے جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ حق تعالیٰ نے توبہ اُس کی بسبب شفاعت تیری کے قبول کی مگر یہ کہہ کہ حضرت آدم کی قبر کی طرف سجدہ کرے تاکہ عفو تقصیر تیری کا ہو حضرت موسیٰ نے یہ بات ابلیس سے کہی اُس نے جواب میں کہا کہ جب آدم زندہ تھا سجدہ اس کو نہیں کیا اب مردہ کو کیونکر سجدہ کروں پھر ابلیس نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میرے اوپر تمھارا حق ثابت ہو گیا کہ تم نے میری شفاعت کی میں بھی تم کو ایک فائدے کی بات بتاتا ہوں امت اپنی کو سمجھا دو کہ میری شرارت سے تین حالتوں میں بہت خبردار رہیں کہ انھیں تینوں میں سے آدمی کو خراب کرتا ہوں اول بیچ حالت غصے کے کہ اُس وقت آدمی کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہوں اور آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ پاؤں آدمی کو اُس کے اختیار سے باہر نکالتا ہوں اور جو چاہتا ہوں اس سے کراتا ہوں دوسرے بیچ حالت جہاد اور لڑائی کے کافروں کے ساتھ میں کہ اس وقت خیال گھر بار اور عورت اور فرزند کا دل میں ڈالتا ہوں اور اُس کو ایسے ایسے خیال دلا کر لڑائی کے میدان سے بھگاتا ہوں تیسرے وقت خلوت کے نامحرم عورت کے ساتھ اس وقت کٹناپن زنگ برنگ کا ظاہر کرتا ہوں اور دونوں کے دلوں میں طرح طرح کے فریب ڈالتا ہوں کہ ارادہ گناہ کا یہ دونوں کریں اور ابن المنذر نے عبادہ بن امیہ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلا گناہ جو جہان میں ہوا ہے حسد ہے ابلیس کو حسد آدم علیہ السلام سے نے ایسا تباہ کیا کہ نافرمانی اللہ کے حکم کی کی اور ملعون ہوا خلاصہ یہ ہے کہ بعد اس قصے کے حضرت آدم علیہ السلام تنہا زمین میں پھرتے تھے اور ہر جانور کو غیر جنس اپنا دیکھ کر اُس سے گھبراتے تھے اور یہ آرزو اپنے دل میں کرتے تھے کہ کاش کوئی شخص ہم جنس میرا پیدا ہو کہ اُس کی صحبت سے انس پکڑوں میں حق تعالیٰ نے یہ خواہش دیکھ کر رحمت فرمائی اور

بیان پیدائش حضرت حوا کا

دوسرے جمعہ کو کہ حضرت آدم اُس وقت سوتے تھے فرشتوں کو فرمایا کہ بائیں پسلی ان کی چاک کر دو اور اس جگہ سے ایک عورت خوبصورت نکالو کہ ایک لحظہ میں قد اور قامت اس کا درست ہوا پھر اُس پسلی چیری ہوئی کو ملا دیا اور اس چیرنے سے کچھ درد اور تکلیف حضرت آدم کو معلوم نہیں ہوئی جب حضرت آدم جاگے دیکھا کہ ہم جنس میرا دوسرا شخص برابر میرے بیٹھا ہے پوچھا

کر تو کون ہے حکم الٰہی پہنچا کہ یہ لونڈی ہماری ہے نام اسکا حوا ہے تیرے اُنس اور دل لگی کو ہم نے پیدا کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے چاہا کہ اپنا ہاتھ ان پر ڈالیں حکم ہوا کہ ہاتھ اُس کے اُوپر نہ پہنچا جب تک کہ مہر اُس کا ادا نہ کرے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ مہر اس کا کیا ہے حکم ہوا کہ مہر اس کا یہ ہے کہ اوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اوپر آل اس کی کے دس مرتبہ درود بھیجے تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ محمد کون ہے حکم ہوا کہ خاتم النبیین اولاد تیری میں سے ہے اور اگر اس کی پیدائش منظور نہ ہوتی تجھ کو پیدا نہ کرتا میں حضرت آدم علیہ السلام نے دس بار اوپر محمد اور آل اُن کی کے درود بھیجا اور فرشتے گواہ ہوئے اور عقد نکاح ان کے درمیان میں منعقد ہوا بعد اس کے پچھلے پہر اسی جمعہ کے حق تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ حضرت آدم کو اور حضرت حوا کو ساتھ زیوروں گوناگوں کے کہ بازو بند اور کمر بند اور خلخال سنہری اور دستانے یاقوت کے اور مروارید کے جڑے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے لباسوں کے ساتھ آراستہ اور سنوار کر ایک سنہری تخت پر بٹھا کر بادشاہوں کی مانند اُٹھا کر بہشت میں داخل کریں وَقُلْنَا یٰاٰدَمُ یعنی اور کہا ہم نے اے آدم ہر چند کہ ہم نے تجھ کو واسطے خلافت زمین اور عمارت اُسکی کے پیدا کیا لیکن تجھ کو وضع خلافت کی اور طریق عمارت کا معلوم نہیں ہو سکتا ہے مگر جب کافی مدت بہشت میں رہے اور وہاں کی چیزوں کو ملاحظہ کرے تو نے ان چیزوں کے زمین میں تیار کئے اور آبادی زمین کی یعنے تخموں اور بعض آلات کے اوپر بھی موقوف ہے اور یہ چیزیں بہشت میں موجود ہیں اور دوسری جگہ نہیں پائی جاتی ہیں پس تجھ کو چاہیئے کہ مانند باغبان کے کہ اُس کو واسطے کشت کار زمین افتادہ کے یا باغ لگانے کے قرار دیا جائے اور باغبان جب تک سیر باغوں اور چمنوں کی نہ کرے اور وضع درخت لگانے اور تخم بونے اور جاری کرنے نہروں اور نالیوں کے اور طریق پیوند وغیرہ کے نہ دیکھے کبھی اس سے سرانجام اس مہم کا ممکن نہیں یا مانند میر عمارت کے مقرر کیا جاوے کہ اُس کو مالک واسطے تعمیر قلعہ اور حویلی کے کسی جگہ میں حکم فرماوے اور جب تک وہ میر عمارت نقشہ قلعوں اور مکانات خاوند اپنے کا ملاحظہ نہ کرے بنوانا قلعہ کا اور رکھنا برجوں وغیرہ کا اُس میں ممکن نہ ہو جب تک قصد بہشت کے جانے کا نہ کرے تو اور فقط چلنے پھرنے پر کفایت نہیں بلکہ چند مدت بطریق وطن بنانے کے اُسْكُنْ اَنْتَ یعنی سکونت اختیار

کہ اُس جگہ کی تاکہ کیفیت تعمیر کی اور سرانجام کام باغ کا اور جاری کرنا پانی کا اور نہروں اور چشموں کا دیکھے تو اور یہ کام محض تجھ سے سرانجام نہ ہوگا بلکہ وزوجك الجنّة یعنی اور عورت تیری بھی سکونت کرے بہشت میں واسطے دو سبب کے ایک یہ کہ جو چیز رہائش زمین میں عورتوں کے ذمہ پر ہے مثل آرائش مکان اور زیب زینت اور طریق استعمال زیور اور پوشاک وغیرہ کے بہشت کی چیزیں دیکھ کر سیکھ لے اور موافق اُس کے زمین پر عمل کرے اور آبادی دونوں طرح کی خواہ مردوں کی وضع کی یا عورتوں کی ہو متحقق ہووے اور اگر عورت تیری ان چیزوں کو نہ جانے گی تمام زمین ایسی ہو جاوے گی جیسا کہ عورتیں گھر میں نہ ہوں یا اگر ہو ویں تو پھوہڑ ہوں اس واسطے کہ مردوں سے عورتوں کے کام سرانجام نہیں ہو سکتے دوسرے یہ کہ اگر عورت تیری ہمراہ تیرے بہشت میں نہ ہو خاطر تیری اُس کی طرف لگی رہے گی اور دل جمعی سے رہنا تیرا بہشت میں نہ ہوگا اسی وجہ سے گویا تو بہشت میں نہ ہوگا علاوہ اس کے کہ آدمی وطن اپنا اُسی جگہ کو جانتا ہے جس جگہ عورت اور فرزند اس کے ہوں اور بغیر دل جمعی کے رہنے میں . معلوم کرنا حقیقتوں اس جگہ کا ممکن نہ ہوگا اور تم دونوں کو چاہیئے کہ بہشت کے رہنے میں فقط میووں کے دیکھنے پر کفایت نہ کرو اس واسطے کہ حقیقت ماکولات اور مشروبات کی سوائے کھانے اور پینے اور دریافت کرنے مزے اور خوشبوؤں کے اور خواص اور نفع اور ضرر بغیر تجربہ کے حاصل نہیں ہوتے ہیں بلکہ چاہیئے کہ تم اس جگہ کے میووں میں تصرف کرو تاکہ کیفیتیں اُن میووں کی یاد رکھو تم وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا یعنی اور کھاؤ تم اس بہشت سے کھانا بہت فراغت سے اس واسطے کہ فقط چکھنے ماکولات اور مشروبات کے ست جب تک کہ سیری اُن سے نہ ہو اچھی طرح خواص اور نفع اور ضرر اُن کے دریافت نہیں ہوتے اور جبکہ ہر طبقہ بہشت کا آب ہوا دوسری طرح کی رکھے اور مکانات اور حویلیاں اور محل ہر طبقہ کے رنگ برنگ اور جدا جدا ہوں تو تم دونوں کو چاہیئے کہ فقط اوپر سکونت ایک طبقہ اور کھانے میووں ایک قطعہ کے اُس میں سے کفایت نہ کرو بلکہ حَيْثُ شِئْتُمَا یعنی جس جگہ چاہو تم سکونت کرو اور اس کے میووں میں تصرف کرو تاکہ تمام طبقے بہشت کے مع تمام چیزوں کے کہ ان کے اندر ہیں تمہارے خیال میں یاد رہیں اور جس وقت زمین پر جاؤ نمونہ اُس کا کہ تمہارے خیال میں بیٹھا ہوا ہے ظاہر کرو اور معنی خلافت داخلی اور خارجی اور منزلی کے

بسبب اجتماع اور مشورہ مرد و عورت کے پائے جاویں لیکن تم کو باوجود اس اجازت عام اور وسعت تام کے واسطے آزمائش تکلیف قبول کرنے اور بچنے منہیات کے کہ جوہر حیات تمھاری کا ہے اور ظہور اس کا وقت ظاہر ہونے خلافت تمھاری کے زمین میں پایا جاوے گا منع کرنا بعضی چیزوں بہشت کا بھی ضروری ہوا تاکہ اباحت عامہ کے ساتھ خوگر نہ ہو جاؤ اور پرہیز کرنا لذتوں نفسانی اور مرغوبات طبعی سے تمھارے اوپر شاق نہ ہو اور وہ چیز منع کی ہوئی ایسی نہ ہو کہ قبح عقلی اور طبعی اس میں ہو بلکہ اُس جنس سے ہو کہ قبح عقلی اور طبعی اس میں نہ پایا جاوے الا اجتناب قبائح عقلی اور طبعی سے جبلت انسانی کا تقاضا ہے احکام شرعی کی فرمانبرداری اس میں نہیں معلوم ہوتی ہے اس واسطے تم کو کہتا ہوں کہ اس درخت کو بہشت کے بے انتہا درختوں میں سے اپنے اوپر حرام جانو اور بے تحقیق کرنے وجہ مزا اُس درخت کی بچنا اُس سے لازم سمجھو وَلَا تَقْرَبَا یعنی اور نزدیک نہ ہو تم اس کے چہ جائیکہ اُس سے کچھ توڑ کر کھاؤ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی اس درخت کی طرف اور کسی درخت کی طرف بہشت کے درختوں میں اشارہ نہ فرمایا اور تعیین کرنی اُس درخت کی کہ گیہوں کا درخت یا انگور کا درخت یا سوا اُس کے ہے جیسا کہ روایتیں ان سب کی آتی ہیں ضروری نہیں اکثر روایتوں میں یہ ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا اور ابن عباس اور دوسرے صحابہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وہب بن منبہ نے ایسا کہا ہے کہ ہر ہر دانہ اُس گیہوں کا بیل کے گردہ کے برابر تھا اور مسکہ سے نرم اور شہد سے میٹھا تھا اور ابن مسعود اور جعدہ بن ہبیرہ سے منقول ہے کہ وہ درخت انگور کا تھا اور کہا ہے انھوں نے کہ اُسی درخت کے پھل سے بڑی بڑی نشہ کی چیزیں بناتے ہیں اور دنیا میں باعث فتنہ اور فساد کا ہوتا ہے اور موجب بے عقلی اور بے حیائی اور ظاہر ہونے ستر عورت کا ہوتا ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ درخت انجیر کا تھا اور ابوالشیخ نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے روایت کی ہے کہ وہ درخت ترنج کا تھا اور ابن ابی حاتم نے اور ابوالشیخ نے ابی العالیہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایسا درخت تھا کہ جو کوئی اُس سے کھاوے حاجت پاخانہ کی اس کو ہووے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وجہ حکمت حرام کرنے اُس کی دریافت کی جاوے اور کچھ فائدہ اسکا نہیں بلکہ حصول غرض کے واسطے مضر ہے اس واسطے کہ منظور اس تحریم سے عادت کروانی حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی اُنکی کی تھی۔

تاکہ زمین میں وقت تکلیف اور حرام کرنے مشتبہات اور مرغوبات کے کہ مضر عقلی اور طبعی اُن کا معلوم نہ ہو اُن چیزوں کے چھوڑنے میں حیلہ اور توقف نہ کریں اور فرمانبرداری حکم الٰہی کی کریں اور اگر وجہ حکمت حرام کرنے کی معلوم کرلیں اور نزدیک اُن کے اور اولاد اُنکی کے حرمت عقلی اور طبعی محرمات کی ظاہر ہو پس یہ ترک کرنا اُن کا فقط واسطے فرمانبرداری حکم شرعی کے نہ ہوا بلکہ حسن اور قبح عقلی اور طبعی بھی اُس کے ساتھ مل گیا کہ عقل اور طبع بھی اُن کی مانع آئی اور اسی واسطے سزا اُس میوے کھانے کی کوئی وجہ مضر عقلی یا طبعی بیان نہیں فرمائی بلکہ یوں ارشاد ہوا کہ تم اس درخت کے پاس جاؤگے یا اس میں سے کھاؤگے برخلافی میرے حکم کی تم سے سرزد ہوگی فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پس ہو جاؤگے ظلم کرنے والوں میں سے اس واسطے کہ ظلم نام حق تلفی کا ہے اور حق مالک کا یہ ہے کہ مملوک اس کے کہنے سے سر مو تجاوز نہ کرے اور ایسا مالک کہ پردۂ ہیچ کے سے تم کو وجود میں لایا اور پھر تم کو نام ہر چیزوں کے سکھلائے اور جو سب سے بہتر مخلوق کہ فرشتے ہیں اُن کے اُوپر تم کو فوقیت دی کہ قبلہ عبادت اُن کی کا تم کو بنایا پھر واسطے سکھلانے آئین خلافت زمین کے حرم خاص اپنے میں کہ وہ بہشت ہے تم کو سکونت دی اور وہاں کی چیزوں سے نفع لینے میں اجازت عام دی اور فقط ایک قسم کے درخت سے منع فرمایا اور اگر تم اس سے اجتناب نہ کروگے اور بغیر مرضی ہماری کے اُس کو کھاؤگے کس قدر اُس کے حقوق تلف کروگے اور جب شیطان نے معلوم کیا کہ اس وقت تک اُن کو کسی طرح کی تکلیف شاق نہ دی تھی اور ہر طرف سے ہر چیز کی اجازت تھی مکر اور فریب میرا پیش نہیں جاتا تھا اس واسطے کہ صدور گناہ کا اور ذلت کا اُس وقت ہوتا ہے کہ شرع کی طرف سے کچھ قید ہو اور ان کو کوئی چیز منع نہیں اب اُن کو تھوڑی سی تنگی آگئے آئی ہے کہ ایک چیز بہشت کی سے اُنکو منع کیا ہے سو میرا قابو اُن پر ہوگیا پس فکر بہکانے اُن کے کا اب شروع کیا حضرت آدم اور حوا کے رُوبرو گیا اور کہا کہ کچھ تم جانتے ہو انجام کار تمھارا کیا ہوگا اور بسبب اس تعظیم اور تکریم کے فریفتہ مت ہو آخر کار واسطے تمھارے موت ہے حضرت آدم نے پوچھا کہ موت کیا ہے شیطان نے اپنے تئیں مردہ جانور کی صورت بنا کر اُن کے روبرو ڈال دیا اور جس طور سے کہ جانکنی کے وقت حالت غرغرہ کی اور ہاتھ پاؤں مارنے کی اور روح نکلنے کی ہوتی ہے ان کو دکھلا دی

بجرد دیکھنے اس حالت کے ہول اور خوف حضرت آدم پر غالب ہوا پوچھا کہ اس حالت سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیا ہے شیطان نے کہا کہ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى
یعنی میں نشان دیتا ہوں تم کو ایک درخت کا کہ جو کوئی اس سے کچھ کھائے ہرگز مردہ نہ ہوگا اور بادشاہت اُس کی فنا نہ ہوگی انھوں نے کہا کہ وہ درخت کونسا ہے شیطان نے اُسی درخت کو بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو منع کیا تھا کہ وہ یہی درخت ہے انھوں نے کہا کہ یہ درخت تو فنا کا ہے ہمیشگی کا نہیں ہے اور یہ درخت سبب زوال ملک کا ہے سبب دوام کا نہیں بلکہ سبب رُسوائی اور باعث دور کرنے کا خدا کی جناب سے ہے اور موجب قرب اور وجاہت کا نہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس درخت کے نزدیک جانے سے منع فرمایا ہے اگر اس درخت میں یہ فائدے ہوتے ہم کو اُس کے پاس جانے سے کیوں منع فرماتا کہ وہ ارحم الراحمین ہے شیطان نے کہا کہ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ یعنی حق تعالیٰ نے تم کو اس درخت سے اس واسطے منع نہیں فرمایا ہے کہ اس کے میوہ کھانے سے کچھ تم کو ضرر پہنچے گا بلکہ اس واسطے منع فرمایا ہے کہ تم اس درخت کے میوہ کھانے سے فرشتوں کی مانند ہو جاؤ گے کہ ہرگز خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے ہیں اور کھانے پینے اور عورت اور بچوں کی فکر میں نہیں رہتے ہیں اور اگر تم کو یہ حالت حاصل ہو زمین کی خلافت کا تم سے انجام نہ ہو سکے گا اسی واسطے اللہ چاہتا ہے کہ تم کو کھانے پینے اور زن و فرزند کی فکر میں مشغول رکھے اور ایک مدت یاد اپنی سے تم کو غافل کرے تاکہ تم سے کام خلافت کا پورے پس حقیقت میں ارادہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم اُس سے دُور جا پڑو اور کھانا اس درخت کے میوے کا سبب قرب اور اتصال الٰہی کا ہے پس اس منع کرنے کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ کسی شخص کو اگر کہیں بھیجتا ہے تو وہ شخص خدمت حضور سے دُور رہتا ہے یا اس واسطے منع فرمایا ہے کہ بسبب کھانے میوہ اس درخت کے بہشت سے نکلنا تمھارا نہ ہو سکے گا اور بہشت میں موت نہیں ہے اور ارادہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم کو وضع اور آئین خلافت بہشت کے رہنے سے یاد دلا کر دُنیا کی طرف بھیجے اور اُس جگہ موت اور فوت تم کو لاحق ہو وے تاکہ ہر طرح کے گروہ تمھاری نسل سے زمین پر ظاہر ہو دیں اور یہ قرب کہ اب جناب باری

کے ساتھ تم کو میسر ہے جاتا رہے حاصل کلام یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی اور ارشادی ہے مخالفت اس نہی کی واسطے حاصل کرنے مرتبہ کے کہ جو اعلیٰ امتثال نہی کے مرتبہ سے ہو مضائقہ نہیں حضرت آدم اور حوا کو بسبب ایسی باتوں فریب آمیز کے دل میں تردد پیدا ہوا اور اُس وقت شیطان نے قسمیں بہت سی کھائیں کہ میں محض ارادہ خیر خواہی تمہاری کا رکھتا ہوں اس واسطے کہ ایک بے ادبی مجھ سے تمہاری جناب میں ہوئی ہے کہ میں نے سجدہ نہیں کیا اور بسبب اُس کے ملعون ہوا۔ اب چاہتا ہوں کہ آلودگی اس بے ادبی کی اپنے سے دھوؤں میں اور تم کو ایسے مرتبہ کی طرف پہنچاؤں کہ تمام عمر شکر گزاری میری کرتے رہو حضرت آدم کے دل میں آیا کہ مخلوق کو جرأت نہیں کہ جھوٹی قسم اللہ تعالیٰ کی تاکید سے کھاوے البتہ اس شخص نے سچ کہا ہو فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا یعنی پس بھلا دیا اُن دونوں کو شیطان نے اُس درخت کے بچنے سے اس طرح پر کہ پہلے مور کے آگے گیا اور اس کو کہا کہ بہشت میں جا کر اپنے تئیں رُوبرو آدم اور حوا کے آراستہ کر کے رقص کرے جب وہ دونوں تماشے میں فریفتہ ہوئے آہستہ آہستہ اُن کے پاس سے ہٹ کر اپنے تئیں بہشت کی دیوار تک پہنچایا جس وقت دونوں بہشت کی دیوار کے پاس پہنچے سانپ کے پاس جا کر اُس کے منہ میں بیٹھا اور کہا کہ مجھ کو بہشت کی دیوار پر پہنچا دے دیوار پر چڑھ کر حضرت آدم اور حوا سے ملاقات کی اور جس درخت سے منع فرمایا تھا اس کے کھانے کی رغبت دلائی اور وسوسہ شروع کیا اور یہ حیلہ شیطان نے ان دونوں کی ملاقات کے لئے اس واسطے کیا تھا کہ بعد انکار سجدہ کے حق تعالیٰ نے اس کو بہشت سے نکال دیا تھا اور بہشت کے دربانوں کو حکم تھا کہ اندر بہشت کے نہ آنے دیویں اس تدبیر سے چاہا کہ آدم اور حوا کو بھی اس مکان سے باہر نکالے۔۔ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پس نکالا اس نے ان دونوں کو اس چیز سے کہ وہ اس میں میوے نفیس کھاتے تھے اور لذتیں مرغوب اور خوش ہوائیں اور سایہ باغوں کا اور نہریں جاری، اور نعمتیں طرح طرح کی میسر تھیں اور کیفیت نکالنے حضرت آدم اور حوا کی بہشت سے اور کھانا اس درخت سے اور برہنہ ہو جانا اُن کا لباس بہشتی سے اور حیران اور سرگرداں ہونا ان کا اس عریانی سے اور ڈھونڈنا درختوں کے پتوں کا واسطے پوشش شرمگاہ کے کلام اللہ کی اور سورتوں میں مذکور ہے اس سورۃ میں واسطے ظاہر کرنے بُرائی گناہ کے اس قدر فرمایا کہ

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا یعنی اور کہا ہم نے آدم اور حوا کو اور اولاد ان کی کو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی نسل میں مقدر کر دیا تھا اور شیطان کو کہ اترو تم بہشت سے اس واسطے کہ بہشت گناہ کی جگہ نہیں لائق تم سے گنہگاروں کے دارالتکلیف ہے یعنی دنیا کہ سراسر جگہ رنج اور مشقت کی ہے اور ادنیٰ رنج اور مشقت کے مرتبوں میں عداوت آپس کی ہے کہ دُنیا میں بھی مضرت اُس کی ہے اور دین میں بھی مضرت اُس کی ہے اور یہ امر تم کو پیش آنیوالا ہے اس واسطے کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ یعنی بعضا تمھارا بعض کا دشمن ہے جیسا کہ شیطان ہمیشہ بسبب عداوت کے درپے گمراہ کرنے آدمی کے ہے اور آدمی ہمیشہ درپے ذلیل کرنے شیطان کے پس درمیان ان دونوں کے دشمنی دینی اور شرعی ہے جیسا کہ آدمی اور سانپ اور طاؤس میں دشمنی طبیعی ہے اور اولاد آدم کو ہر چند کہ آپس میں یگانگت اور اتحاد جنسی ہے لیکن بعضے ان میں سے بسبب تعلیم شیطان کے راہ شیطنت کی اختیار کرتے ہیں اور اُن کی طبیعت میں ایذا رسانی ہم جنس اپنے کی ہوتی ہے اور اُس کی عادت کرتے ہیں اور دشمن بنتے ہیں اور بعضے اُن میں سے سانپ کی طبیعت قبول کرتے ہیں اور قوت سبعیہ اور غضبیہ اُن کی ہیجان کرتی ہے اور عادت نیش زنی خلقِ خدا کی اُن کے اندر ہو جاتی ہے اور بعضے ان میں سے طاؤس کی طبیعت کرتے ہیں کہ شہوت پرستی اور آرائش اپنی اور خود پسندی اور پندار ان کے اندر سماتا ہے اور اپنی ہم چشموں کا حسد اور کینہ اور بغض کا شیوہ اختیار کرتے ہیں اور اسی واسطے ان کو بعد نکالنے کے بہشت سے جلدی رجوع اس کی طرف ممکن نہیں اس واسطے کہ بہشت جگہ بغض اور عداوت اور دشمنوں کے جمع ہونے کی نہیں بلکہ بود و باش تمھاری زمین میں ہے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ یعنی اور تمھارے واسطے ہے زمین میں ٹھیرنا ایک مدت دراز اور بسبب اس استقرار کے اُمید تمھاری بڑھ جاوے گی اور دروازہ حرص کا کھل جاوے گا ہر ایک اپنی زندگی بڑی خیال کر کے دوسرے سے لڑے گا اور اسباب دُشمنی کے آپس میں موجود ہوں گے وَمَتَاعٌ یعنی اور نفع لینا ہے زمین کی چیزوں سے اور وہ نفع پکڑنا طرح طرح کی خواہشوں نفسانی میں تم کو پھنسوا دیگا اور فکر پھر بہشت میں جانے کا بالکل تمھارے دل سے بھلا دے گا لیکن یہ قرار پکڑنا اور نفع اٹھانا ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ منقطع ہو جاتے گا۔ اِلٰى حِيْنٍ یعنی ایک وقت معین تک کہ وہ وقت موت کا ہے ہر ہر شخص کے حق میں اور وقت

قیامت کا ہے بہ نسبت تمام شریکوں کے اور جب حضرت آدم نے یہ خطاب عتاب کا سُنا اور بہشت سے نکلنے کی ندامت اور شرمندگی بہت اُن کو حاصل ہوئی اور گریہ وزاری کرتے تھے کہ رحمت الٰہی اُن کو پہنچے فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ یعنی پس سیکھا آدم نے مِنْ رَّبِّهٖ یعنی الہام پروردگار اپنے سے كَلِمٰتٍ یعنی کئی کلمے سبب قبولیت توبہ اُن کی کے ہوئے اور وہ کلمے یہ ہیں کہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخسرين اور طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم اور ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا توبہ قبول ہونے میں حیران تھے کرتے میں اُن کو یاد آیا کہ جس وقت خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا تھا اور رُوح خاص سے کہ اندر پھونکی تھی اُس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا اُس جگہ لکھا دیکھا لا الٰه الا الله محمد رسول الله یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدر کسی شخص کی اللہ کے نزدیک برابر قدر اُس شخص کے نہیں کہ نام اُس کا اپنے نام کے ساتھ برابر لکھا ہے تدبیر یہ ہے کہ بحق اُس شخص کے سوال مغفرت کا کروں میں پس دعا میں کہا اسئلك بحق محمد ان تغفرلي۔۔۔ حق تعالیٰ نے اُن کی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمد کو کہاں سے جانا تو نے اُنھوں نے تمام ماجرا عرض کیا حکم پہنچا کہ اے آدم محمد سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے اولاد تیری میں سے

بیان لفظ بحق فلاں کا

اور اگر وہ نہ ہوتا تجھ کو پیدا نہ کرتا ہمیں اس جگہ سے جاننا چاہیئے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ دُعا کرنے میں لفظ بحق فلاں کا لانا مکروہ ہے اس واسطے کہ کسی کا اوپر خدا کے حق نہیں ہوتا ہے اور تفصیل مقام کی یہ ہے کہ سنت لوگوں کے نزدیک کہ بندوں کو ان کے فعلوں میں مالک سمجھتے ہیں جدا اُن فعلوں کی حقیقۃً حق بندوں کا ہے اور پر مذہب اہل سنت وجماعت کے افعال بندوں کے مخلوق خدا کے ہیں پس بندوں کو بسبب ان فعلوں کے کوئی حق حقیقۃً ثابت نہیں بلکہ باعتبار وعدہ اور رحمت کہ اپنی طرف سے مقرر کیا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مَنْ اٰمَنَ بالله ورسوله واقام الصلوٰة وصام رمضان كان حقا على الله ان يدخله الجنة هاجر في سبيل الله اوجلس في ارضه التي ولد فيها

یعنی جو شخص ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور رسول اُس کے اور ادا کیا اُس نے نماز کو اور روزے رمضان کے ہو گیا حق اُس کا اللہ کے اوپر یہ کہ داخل کرے اُس کو بہشت میں خواہ وہ ہجرت کرے اللہ کے راستے میں یا بیٹھا رہے بیچ زمین اپنی کے جس پر کہ پیدا ہوا ہے اور بھی حدیث صحیح میں معاذ بن جبل سے آیا ہے هل تدری ما حق العباد علی الله الی اخرہ۔۔۔ پس جو روایت حضرت آدمؑ کی توبہ میں لفظ حق کا آیا ہے محمول اُوپر اُسی حق جعلی اور تفضیلی کے ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے تقرر کر دیا نہ یہ کہ حقیقۃً حق ہے اور وہ کہ فقہ کی کتابوں میں جس سے منع کیا ہے حق تحقیقی ہے اور زمانہ سابق میں مذہب معتزلہ کی کثرت تھی اور استعمال اس لفظ کے سے وہم اُن کے مذہب کا جاتا تھا فقہا نے مطلقاً استعمال اس لفظ کے سے منع فرمایا ہے تاکہ خیال کسی کا اُس مذہب کی طرف نجاوے یہ تقریر موافق قرارداد علماء ظاہر کے ہے اور اہل تحقیق نے ایسا کہا ہے کہ ہر ایک واسطے کاملین بنی آدم سے ایک اسم ہے اسماء الٰہی سے کہ تربیت اُس کی فرماتا ہے پس سوال کرنا ساتھ حق کامل کے اشارہ اُسی اسم کی طرف ہے اگر کوئی شخص وقت استعمال اس لفظ کے اس معنی

بیان دعاؤں حضرت آدمؑ کا

کا لحاظ کرے لائق ملامت اور عتاب کے نہیں اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آں حضرت نے فرمایا ہے کہ جب وقت توبہ حضرت آدمؑ کا پہنچا حضرت آدم سامنے کعبہ کے کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ساتھ الہام الٰہی کے یہ دعا ان کی زبان سے جاری ہوئی اللّٰهمّ انت تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنبی اللّٰهمّ انی اسألك ایمانا یباشر قلبی ویقیناً صادقاً حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی وارضنی بما قسمت لی حق تعالےٰ نے طرف ان کے وحی بھیجی کہ توبہ تیری قبول ہوئی اور دعا تیری مستجاب ہوئی اور جو کوئی تیری اولاد میں سے ساتھ اس دعا کے توسل پکڑے گا مدعا اس کا حاصل ہوگا اور اس حدیث کو ارزقی نے بیچ تاریخ مکہ اور جندی نے بیچ فضائل مکہ کے اور بیہقی نے بیچ کتاب الدعوات اپنی کے بریدہ اسلمی سے ساتھ اسنادوں متعددہ کے روایت کی ہے اور عبد بن حمید

ساتھ روایت ضحاک ابن عباس کے لایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دو سو برس تک قرابتی کی فکر میں گریہ وزاری کرتے رہے ایک روز کف دست اپنا پیشانی پر رکھ کر اور سر زانو پر ڈال کر مشغول رونے میں تھے کہ ناگاہ جبرئیل نازل ہوئے اور اس قدر گریہ وزاری حضرت آدم علیہ السلام نے اُن میں تاثیر کی کہ اُن کو بھی رونا آگیا اور پوچھا کہ اس قدر گریہ وزاری تمھاری کس واسطے ہے حضرت آدم نے کہا کہ میں تضرع اور زاری کس طرح نہ کروں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو بسبب شامت اس گناہ کے بلندی آسمان سے زمین کی پستی میں ڈال دیا اور دار المقامت سے دار الفنا میں گرایا اور نعمتوں کے گھر سے باہر کر کے رنج اور بلا کے گھر میں پہنچایا اور مقام جاوید اور ہمیشگی سے بیچ محل فنا کے لایا اے جبرئیل اگر شمار اس مصیبت کے شمار کرنا چاہوں پس یہ بات میرے امکان سے باہر ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ حقیقت عرض کی حکم ہوا کہ تم آدم کے پاس جا اور کہہ کہ میری نعمتوں کو کہ کس قدر تجھ کو عطا کیں یاد کر کہ اول دست قدرت اپنے سے تجھ کو پیدا کیا پھر تیرے قالب میں رُوح خاص اپنی کر پھونکا پھر اپنے فرشتوں سے تجھ کو سجدہ کروایا اور تو نے ان نعمتوں میری کی قدر نہ جانی اور حکم میرے کی پامالی کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی الٰہی اے میرے پروردگار مجھ سے یہ تقصیر سرزد ہوئی حکم پہنچا کہ رحمت میری غصہ میرے پر غالب ہے آواز تیری کشش میں نے اور تضرع اور زاری تیری قبول کیا میں نے اور تقصیر تیری سے درگزر کی ان کلموں کو کہہ لا الٰه الاّ انت سبحانک وبحمدک عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی ذنوبی انک انت خیر الغافرین لا الٰه الا انت سبحانک وبحمدک عملت سوء وظلمت نفسی فارحمنی انک انت خیر الراحمین لا الٰه الاّ انت سبحانک وبحمدک عملت سوء وظلمت نفسی وتب علیّ انک انت التوّاب الرحیم اور ساتھ روایت ابن المنذر کے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے یہ الفاظ اس زیادتی کے اللّٰھمّ اسئلک بجاہ من عبدک وکرامتہ علیک ان تغفرلی خطیئتی وارد ہوئے ہیں اور ابتدا میں لا الٰه الاّ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ھو علیٰ کلّ شئ قدیر تک بھی وارد ہوا ساتھ روایت ابن مسعودؓ کے خطیب اور

ابن عساکر مرفوعاً ایسا لائے ہیں جب حضرت آدم علیہ السلام شامت اس گناہ سے نکل کر زمین

بیان روزوں ایام بیض کا

پر پڑے رنگ اُن کا سیاہ ہو گیا تھا جب وقت توبہ انکی کا پہنچا حکم ہوا کہ تیرھویں تاریخ چاند کی روزہ رکھو انھوں نے اُس دن روزہ رکھا اور تیسرا حصہ ان کے بدن کا حالت اصلی پر آیا پھر فرمایا کہ تاریخ چودھویں کو بھی روزہ رکھو اس دن بھی روزہ رکھا اور ایک تہائی حصہ کا رنگ اور درست ہوا پھر تاریخ پندرھویں کو بھی حکم ہوا کہ اس دن بھی روزہ رکھا اور تمام بدن رنگ اصلی پر آیا بعد اس کے یہ تینوں روزے اوپر اُن کے اور اولاد اُن کی کے فرض ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک لیکن ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں روزے واسطے کامل کرنے توبہ کے ہوں گے اس واسطے کہ صحیح روایتوں میں آیا ہے کہ قبول ہونے توبہ اُن کی کا اتوار کا دن ہے اور ابن عساکر نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بعد اس کے کہ بہشت سے نکلے اور زمین پر گرے اس قدر گریہ اور زاری کی کہ اگر گریہ اور زاری تمام بنی آدم کی اور گریہ کرنا حضرت داؤد علیہ السلام کا ساتھ اس کے برابر کریں گریہ اور زاری حضرت آدم علیہ السلام کی زیادہ ہو گا اور بیہقی نے شعب الایمان میں بریدہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ لو وزن دموع آدم بجمیع دموع ولدہ لرجح دموعہ علی جمیع دموع ولدہ یعنی اگر برابر کئے جاویں اشک آدم کے ساتھ تمام اشک اولاد اُس کی کے البتہ ہو دیں زیادہ اشک آدم کے اوپر تمام اشک اولاد اُس کی کے اور امام احمد کتاب الزہد میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لائے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے اس گناہ ہونے سے یہ حالت تھی کہ موت اُن کی روبرو آنکھوں کے رہتی تھی اور امید اُن کی پس پشت جبکہ یہ گناہ صادر ہوا امید اُن کی آنکھ کے روبرو ہوئی اور اجل کو پس پشت ڈالا اور ابن عساکر مجاہد سے روایت لایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو حکم نکلنے کا ہوا حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام آئے اور تاج کو سر ان کے سے اُٹھایا اور کمر بند یعنی پٹکہ اُن کی کمر سے کھولا اور اُن کو برہنہ کیا اور عربی زبان اُن سے موقوف کرادی اور بجائے اُس کے زبان سریانی جاری کی بعد قبولیت توبہ سے پھر حکم ہوا کہ عربی زبان میں باتیں کرتے رہیں حاصل کلام یہ کہ بعد کد و کاوش بہت کے دُعا حضرت آدم علیہ السلام کی جناب الٰہی میں مستجاب ہوئی فَتَابَ عَلَيْهِ یعنی پس رجوع رحمت کے ساتھ حق تعالیٰ نے طرف اُسکے کی

اور توبہ اس کی قبول فرمائی آئندہ کو گناہوں سے معصوم کیا اور یہ بسبب کمال رحمت اور عنایت
اُس کی ہے اس واسطے کہ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ توبہ قبول
کرنے والا توبہ بندوں کی ہے اور بے شمار مہربان کہ بار بار گناہ اُن کے بخشتا ہے اور باوجود کمال
رحمت اور عنایت کے کہ اوپر کل بندوں اپنے کے رکھتا ہے اور خصوصاً حضرت آدم کے اوپر اُن کو
باوجود قبول کرنے توبہ کے فوراً بہشت کے اندر نہ لایا بلکہ قُلْنَا اهْبِطُوْا یعنی کہا ہم نے
کہ ابھی اسی جگہ رہو جہاں تم کو اُتارا ہے مِنْهَا یعنی بہشت سے دُور پڑے ہوئے جَمِيْعًا
یعنی سب کے سب اور اگر تم کو اس وقت میں طرف بہشت کے اُٹھا دیں تمھاری اولاد میں تفرقہ
لازم آئے اس واسطے کہ نیک لوگ پیروی حضرت آدم علیہ السلام کی کر کے مستحق بہشت کے
ہو جاویں اور بہشت میں ان کو پہنچایا جائے اور بدوں کو کہ برخلاف حضرت آدم کے طریقہ اختیار
کیا دُنیا میں چھوڑا جائے یا دوزخ میں ڈالا جائے اور یہ تفرقہ منافی اس غرض کے ہے کہ پیچھے اُن کے
میں تھی اس واسطے کہ مقصود زمین میں لانے سے تکلیف احکام کی اور امتحان کرنا ساتھ امر اور نہی کے
فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى یعنی پس اگر ثابت ہو لے یہ امر کہ آئے تمھارے پاس میری
طرف سے ہدایت کہ دلائل عقلیہ اور معجزے اور فعلیے میری طرف سے ہونا اس کا یقینی ہو،
فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ پس جو کوئی تابعداری کرے اس ہدایت کی میری ہدایت جان کر
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ یعنی پس ڈر اور پریشان کے نہیں اس بات کا کہ وہ ہدایت فریب دیتا ہو میری
طرف سے یا کام شیطان کے سے ہو بسبب اوضاع سماویہ اور استعداد اور فیہ صحت پکڑی؟
یعنی اُن کی ہدایت کو ایسے احتمالوں سے کچھ حال نہیں پہنچے گا بلکہ اس حال پر مضبوط رہیں گے اس
واسطے کہ نتیجے علوم عادیہ کے اس قسم کے احتمالات ضرر نہیں کرتے ہیں وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اور
وہ غمناک ہوں گے اوپر فوت ہونے سکونت بہشت کے اور لذتوں اُس کی کے کہ اُن کے ہاتھ
سے نکل گئی اس واسطے کہ پھر ان کو بعد مفارقت بدن کے رجوع بہشت کی طرف میسر ہوگا،
اور خوشی اور لذتیں پوری پوری ان کو ہمیشہ کے واسطے میسر ہوں گی وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی اور
وہ لوگ کہ جنھوں نے انکار کیا اس ہدایت میری کا اور احتمالات بعیدہ کو اپنے دل میں راہ دی اور
وجوہات باطلہ اپنے ذہن میں محکم کئے وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ یعنی اور نسبت جھوٹ کی کے طرف

علامتوں اور نشانیوں بھیجی ہوئی ہماری کے کہ بسبب اُن نشانیوں کے صدق یقین ہوتا ہے بس وہ محروم ہوئے اس بات سے کہ پھر بہشت کو دیکھیں اور مقام نزول اپنے سے کہ وہ زمین ہے ترقی کریں بلکہ اس مقام سے بھی اُن کو نیچے ڈالا جاوے اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یعنی وہ گروہ یار دوزخ کے ہیں کہ ہرگز صحبت اُس کی سے جدا نہ ہوں گے اور اُس جگہ سے انتقال نہ کریں گے بلکہ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اس واسطے کہ امتحان تمام نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ وعدہ عذاب ہمیشگی کے اس واسطے کہ عذاب موقوف ہو جانے کو وہم خاطر میں نہیں لاتا ہے اور اس سے نہیں ڈرتا ہے اور جبکہ وعدہ عذاب ہمیشگی کا وقوع میں آیا پھر پورا کرنا اس وعدہ کا لازم ہوا کہ خلاف وعدہ کا کرنا نقصان اور عیب ہے اور جناب الٰہی نقصان اور عیب سے پاک اور مبرا ہے باقی رہیں اور اس حصہ میں چند بحثیں کہ بیان کرنا ان کا ضروری ہے اول یہ کہ حق تعالیٰ نے سکونت بہشت کی اصالۃً حضرت آدم کے حق میں فرمائی اور زوجہ اُن کی کو کہ حضرت حوا تھیں تابع اُن کے کیا کہ اسکن انت و زوجك اور بیچ کھانے میووں کے دونوں کو بالاصالۃ خطاب فرمایا کہ کلا منها رغدا حيث شئتما اور ایسے ہی منع کرنے میں نزدیکی درخت ممنوع کے سے دونوں کو شریک کیا نکتہ اس بیان میں یہ ہے کہ مقرر کرنا مکان سکونت بہشت کا اختیار میں ہوتا ہے عورت کو اُس میں دخل نہیں جس جگہ چاہے اس کو لے جاوے اور کھانے اور پینے اور منہیات کے بچنے میں دونوں برابر ہیں کوئی تابع دوسرے کا نہیں دوسرے یہ کہ زوجك معطوف اور ضمیر اسکن کے ہے پس چاہیے کہ اسکن طرف زوجك کے بھی مسند ہوا ہو حالانکہ صیغہ امر حاضر کی اسناد طرف اسم ظاہر کے جائز نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ عطف سبب شراکت کا اصل نسبت میں ہوتا ہے کیفیت نسبت میں نہیں ہوتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ جاء نی زید لا عمرو درست ہے باوجودیکہ معطوف علیہ میں نسبت ثبوتی ہے اور معطوف میں نفی ہے اور ایسے ہی قامت ہند و زید معطوف علیہ کا عامل صیغہ مونث کا ہے اور معطوف ہے مذکر عامل اُس کا صیغہ مونث کا نہیں ہو سکتا ہے اس طرح جائز نہیں کہ قامت زید کہا جاوے اس جگہ بھی اسکن انت ولتسکن زوجك کے سمجھنا چاہیے تیسرے یہ کہ جو بہشت کہ حضرت آدم کو اُس میں داخل کیا تھا وہی بہشت ہے کہ دن قیامت کے بہشتیوں کو اُس میں داخل کیا جاوے گا

یا کوئی اور جگہ ہے زمین میں کہ مانند بہشت کے اُس میں درخت میوہ دار اور چشمے اور نہریں تھیں صحیح یہ ہے کہ وہی بہشت ہے کہ قیامت کے دن ہوگی اور بہت احادیث اور آثار اسی کے اوپر دلالت کرتی ہیں اور وہ کہ بعضوں نے کہا ہے کہ پیدائش حضرت آدم کی زمین میں تھی اگر اُس بہشت میں سے جاتے البتہ اس قصہ میں یہ بھی ذکر ہوتا کہ آسمان کی طرف ان کو درجہ بدرجہ لے گئے اور یہ کہیں ذکر نہیں پس جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ فقط منازل اس سفر کے ذکر کرنے کی نہیں مُدعا اور مطلب ذکر مقصد کا ہے کہ وہ بہشت ہے اسی واسطے اوپر ذکر مقصد کے کفایت کی بخلاف سفر معراج محمدی کے علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کہ اُس سفر میں ہر منزل میں وقائع عجیبہ اور ملاقات نبیوں کی روحوں سے اور پھر آسمان کے فرشتوں سے تھی اس جہت سے معراج کی حدیثوں میں تفصیل اُن منزلوں کی مذکور ہوئی چوتھی یہ کہ اس سورۃ میں وکلا منہا رغداً حرف واؤ کے ساتھ مذکور ہے اور سورۂ اعراف میں اسی قصہ میں فکلا حرف فا کے ساتھ وجہ اس فرق کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ سب نبیوں کے قصے جابجا کلام اللہ میں مناسب ہر جگہ کے مکرر ہوئے ہیں اور بیان کرنے اس قصہ میں مقتضا اس مقام کے رعایت فرمائی ہے اس سورۃ میں قصہ حضرت آدمؑ کا باعتبار خلافت ان کے زمین میں مذکور ہوا اور خلافت بسبب سکونت زمین کے ہے اور واسطے تعلیم کرنے طریقہ سکونت زمین کے اور نفع لینے اُس کی چیزوں کے سکونت بہشت کی جابجا مذکور ہوئی پس سکونت مقصود اولیٰ ہے وسیلہ اکل اور شرب کا نہیں اگر اس جگہ میں فکلا فرماتے معلوم ہوتا کہ سکونت واسطے کھانے میووں کے تھی اور یہی مقصود بالذات تھا اور سورۂ اعراف میں سابق اور لاحق سے ذکر تیار کر دینے اسباب معیشت کا آدمیوں کے واسطے ہے اور اکثر یہ امر کھانے اور پینے سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ پیشتر اس قصہ سے بھی وجعلنا لکم فیہا معایش فرمایا ہے اور بعد اس کے بھی کلوا واشربوا ولا تسرفوا ارشاد ہوا اور حلال کرنا طیبات رزق کا بیان کیا پس اُس جگہ قصہ حضرت آدم کا باعتبار تجدت معاش اور خوبی کھانے اور پینے کے مذکور ہوا اور اسی واسطے اُتار لینا لباس بہشتی کا حضرت آدمؑ سے اور عوض اس کے الہام کرنا طریق لباس دُنیاوی کا تفصیلاً وارد فرمایا پس مقصود بالذات کھانا اور پینا ہے فراخی کھانے کی اس جگہ میں ذکر نہیں فرمائی اور اوپر اسی قدر کے کفایت کی کہ فکلا

من حیث شئتما اور اس جگہ میں کہ کھانا مقصود تھا فراخی کھانے کے ساتھ ذکر رغداً کا منظور ہوا اس واسطے کہ جو چیز مقصود ہوتی ہے خود بخود فراخی اور کثرت اس کی لازم آتی ہے حاجت تاکید کی نہیں ہوتی پانچویں یہ کہ لاتقربا صیغہ نہی کا ہے اور نہی اللہ کی طرف سے دو طرح سے وارد ہوتی ہے اوّل بطریق تحریم شرعی کے کہ اُس کے کرنے میں ضرر دینی ہوتا ہے اور اس کا کرنا خدا سے ڈر ڈالتا ہے دوسرے اس طرح پر کہ اُس کے کرنے میں مضرت دنیوی ہوتی ہے اُس سے بچانے کے واسطے نہی کی ہو جیسا کہ بیع و لا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً الی اجلہ یعنی کاہلی نہ کرو اُس کے لکھنے سے چھوٹا ہو یا بڑا اُس کے وعدہ تک اور مثالیں اس کی اور بھی ہیں پس پہلے طریق میں خلاف اُس نہی کا کرنا باعث گناہ کا ہوتا ہے اور کرنے والے کو حاجت توبہ اور استغفار کی ہوتی ہے اور نہی دوسری میں ان چیزوں کے کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا ہے بلکہ ترک اولے اور خلاف مصلحت کا لازم ہوتا ہے اور علمائے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ نہی کونسے قبیل سے تھی ایک گروہ اس کی طرف گیا ہے کہ دوسرے قبیل سے تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلی قسم سے تھی اس واسطے کہ لاتقربا دلالت کرتا ہے اوپر منع نزدیک ہونے اس درخت کے سے اور کھانا تو بڑی چیز ہے اور اس قدر تاکید اُس کے بچنے میں نہیں ہوتی ہے جو کہ واسطے احتیاط مضرت دنیوی کے ہو اور اسی واسطے یہ صیغہ محرمات شدیدہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لاتقربوا الزنا اور ولاتقربوا مال الیتیم اور ولاتقربواھن حتّٰی یطھرن اور لفظ فتکونا من الظّلمین کا بھی موید اس کا ہے اور نکالنا بہشت سے اس گناہ کے سبب سے اور گریہ اور زاری حضرت آدم علیہ السلام کی خوف اُسکے سے اور تلقین توبہ کی اور لفظ فتاب علیہ اور ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین کا سب دلیلیں ترجیح اس قول کی ہیں چھٹے یہ کہ جب کھانا درخت ممنوع کا موافق قول صحیح کے معصیت ہوا پس حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کا ہونا لازم آیا اور یہ خلاف قاعدہ عصمت انبیاً سے ہے بعضے مفسروں نے جواب اس شبہ کا ایسا کہا ہے کہ یہ گناہ ان سے نبوت سے پہلے ہوا تھا اس واسطے کہ مرتبہ نبوت کا بعد اُترنے کے زمین میں حاصل ہوا لیکن یہ جواب قوی نہیں اس واسطے کہ مرتبہ نبوت کا اُن کو

بمجرد پیدائش کے حاصل تھا اور دلیل اُس کی تعلیم کرنا اسمار کا بلا واسطہ اور حکم کرنا فرشتوں کو واسطے سجدہ اُن کے کے ہے اور سجدہ کرنا تمام فرشتوں کا واسطے غیر نبی کے بہت بعید ہے اور طبرانی اور ابوالشیخ اور ابن ابی شیبہ نے ابوذر سے روایت کی ہے قلت یارسول اللہ ارایت آدم کان نبیا قال نعم کان نبیا رسولا کلمۃ اللہ قبلا قال لہ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ یعنی کہا میں نے یارسول اللہ کیا آدم تھے نبی فرمایا ہاں تھے نبی اور رسول اور کلمۃ اللہ اس سے پہلے کہا تھا اللہ نے واسطے اس کے اے آدم رہ تو اور بی بی تیری بہشت میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری سے روایت کی کہ قال موسیٰ رب کیف یستطیع آدم ان یودی شکر ما صنعتہ خلقتہ بیدک و نفخت فیہ من روحک و اسکنتہ جنتک و امرت الملئکۃ فسجدوا لہ فقال یا موسیٰ علم ان ذٰلک منی فحمد نی علیہ فکان ذلک شکر الما صنعت الیہ یعنی کہا موسیٰ نے اے رب میرے کس طرح طاقت رکھے آدم کہ ادا کرے شکر اُس چیز کا کیا تو نے ساتھ اس کے پیدا کیا تو نے اُس کو ساتھ ہاتھ اپنے کے اور پھونکی تو نے اس میں رُوح اپنی اور رکھا تو نے اُس کو اپنی بہشت میں اور حکم کیا تو نے فرشتوں کو پس سجدہ کیا انھوں نے اس کو پس فرمایا اللہ نے اے موسیٰ جانا آدم نے کہ یہ سب باتیں میری طرف سے ہیں پس کی اُنے حمد میری بس یہی ہے شکر اس چیز کا کہ میں نے ساتھ اُس کے کی ادا اسی واسطے اکثر محققین اس طرح کہہ گئے ہیں کہ صادر ہونا اس گناہ کا حضرت آدم سے بطریق زلت کے تھا اور معنی زلت کے یہ ہیں کہ کوئی شخص امر مباح کا یا بندگی کا ارادہ کرے اور بسبب غفلت اور بے احتیاطی کے اُس امر مباح یا مستحب میں اس سے خلاف شرع کوئی امر ظہور میں آوے پس صورت اس عمل کی صورت گناہ کی ہے اور حقیقت میں طاعت یا مباح ہے حضرت آدم علیہ السلام کو بسبب قسم کھانے ابلیس کے اور تقریر اور قول اُس کے سے ایسا معلوم ہوا کہ جبکہ اس درخت کے کھانے سے واسطے خلافت زمین کے منع فرمایا ہے اور اگر اس درخت سے کچھ کھالوں گا تو اجر مرتبہ خلافت زمین کی سے زیادہ مجھ کو حاصل ہوگا اس واسطے جرأت اُس کے کھانے پر کی اور جس وقت لباس اور زیور بہشت کا اُن سے

چھین گیا تب جاکر یہ سمجھا کہ میری فہم خطا پر تھی اور کھانا درخت ممنوع سے سبب ناراضمندی خداتعالی کا ہوا اس واسطے توبہ اور استغفار میں کوشش کی اور یہی ہے شان کامل لوگوں کی کہ تھوڑے گناہ کو بہت جانتے ہیں اور اوپر ترک اولی یا بے احتیاطی کے جزع اور فزع کرتے ہیں ساتویں یہ کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے کہ شیطان نے جس وقت حضرت آدم کے سجدہ سے انکار کیا بہشت سے اُس کو فوراً نکال دیا تھا اور حضرت آدم بہشت میں رہتے تھے پس شیطان نے کیونکر حضرت آدم کے دل میں وسوسہ ڈال دیا اور درخت ممنوع کے کھانے پر دلیر کیا جواب اس کا یہ ہے کہ پیشتر تفسیر آیت میں گزرا کہ بہ سبب طاؤس اور سانپ کے اُس ابلیس نے سرانجام اس کام کا کیا اور اہل اسرار نے بیچ تخصیص ان دو جانوروں کے کہ شیطان نے انھیں دونوں کے واسطے کس واسطے یہ کام کیا اس کی یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ شیطان ہر چند سعی اور کوشش کرے کہ آدمی کو نیکی کے راستے سے دُور ڈالے اور گمراہی کے راستہ میں چلاوے مگر یہ مطلب ایسا ہرگز حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ اُس کی اپنے قابو میں نہیں کر لیتا ہے اس واسطے کہ یہ دونوں قوتیں آدمی کے نفس پر غالب ہیں اور طاؤس مظہر قوت شہویہ کا ہے اور سانپ مظہر قوت غضبیہ کا کہ جیسا کہ شیطان مظہر قوت وہمیہ کا ہے اور اکثر تسلط اور اکثر تغلط شہوتوں کا خارج بدن سے ہے اور تسلط غضب کا داخل بدن سے پس صورت وسوسہ شیطان نے اس طرح سے ظہور کیا کہ طاؤس کو اس نے بھیجا اور سانپ کو وسیلہ بہشت کی دیوار پر آنے کا کیا تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ قوت غضبیہ ساتھ مکان روح اور دل کے زیادہ تر نزدیک ہے بہ نسبت قوت شہویہ کے آٹھویں یہ کہ اھبطوا صیغہ جمع کا ہے اور بہشت میں سوائے حضرت آدم اور حوا کے دوسرا قابل نکالنے کے نہ تھا پس چاہیئے تھا کہ اھبطا[1] فرماتے جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ خطاب تمام نوع آدمیوں کے واسطے تھا اور یہ دونوں اصل اس نوع کے تھے پس بیچ خطاب ان دونوں سے صیغہ جمع کا لاتے تاکہ دلالت کرے اوپر اس بات کے کہ منظور نکالنا تمام نوع تمہاری کا ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس اور سانپ اور طاؤس بھی اس خطاب میں شریک ہیں نویں یہ کہ اس قصہ میں عجیب عبرت ہے اور بڑی نصیحت ہے بنی آدم کے واسطے بیچ پرہیز کرنے گناہوں کے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے۔ بیت

---

[1] یعنی صیغہ تثنیہ کا

یا ناظرا ید نوا العین راقد ومشاهد الامر غیر مشاهد
تصل الذنوب الی الذنوب و ترتجی درك الجنان و نَیْلُ اجر العابد
أنسیت ان اللہ اخرج آدما منها الی الدنیا بذنب واحد

خلاصہ ان شعروں کا یہ ہے کہ اے شخص آنکھیں تیری غفلت کی نیند میں بھری ہوئی ہیں اور جو شے لائق دیکھنے کے نہیں اُس کو دیکھتا ہے تو اور گناہوں کو گناہوں کے ساتھ ملاتا چلا جاتا ہے اور پھر اُمید رکھتا ہے کہ درجے بہت سے مجھ کو ملیں اور ثواب عبادت کرنے والوں کا حاصل ہو آیا بھول گیا تو کہ اللہ تعالیٰ نے نکال دیا آدم کو بہشت سے طرف دُنیا کے بسبب ایک گناہ کے دسویں یہ کہ ایک بار قلنا اهبطوا فرمایا اور مطلب اس سے خارج کرنا بہشت سے تھا اور وہ معلوم ہوا دوسری بار ذکر کرنے کی کیا حاجت تھی کہ قلنا اهبطوا منها جمیعاً ارشاد ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی بار یہ حکم واسطے نکالنے کے بہشت سے تھا اور دوسری بار واسطے مقیم ہونے کے زمین میں اور منع کرنے توقع شتابی رجوع کرنے کی طرف بہشت کے تاکہ بسبب قبول ہونے توبہ کے یہ آرزو نہ کریں کہ پھر بہشت میں آجادیں اور اس جگہ کی نعمتوں سے لذت اٹھاویں گیارھویں یہ کہ اِمّا حرف شک کا ہے اور نون تاکید ثقیلہ کہ یأتینکم میں موجود ہے دلالت اوپر تعین کے کرتا ہے جمع کرنا درمیان شک اور یقین کے ہے کس طرح ہو تطبیق جواب اس کا یہ ہے کہ آنا ہدایت کا اللہ کی طرف سے کہ یقینی ہے بہ نسبت سُننے والوں کے مشکوک تھا اس واسطے حرف شک کا لائے پس گویا اوپر ایقان تیقن کے داخل ہوا یعنے اگر نزدیک تمہارے محقق ہو آنا ہدایت کا میری طرف سے اور اس صورت میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا ہے اس واسطے کہ متعلق شک کا اتیان متحقق ہے اور متعلق تیقن کا اتیان محض پس تاکید فعل کے ساتھ نون ثقیلہ کی اس لئے بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ آنا ہدایت کا اللہ کے نزدیک تیقن ہے اور سننے والوں کے نزدیک مشکوک تھا اور قاعدہ علم معانی کا ہے کہ اس بات میں جزم اور عدم جزم سامع کا بھی معتبر ہے پس تاکید فعل کے ساتھ نون ثقیلہ کی اس جہت سے ہے کہ وقوع فعل کا نزدیک سامع کے مشکوک ہے پس شک باعتبار سامع کے ہوا اور یقین باعتبار متکلم کے اور جمع ہونا شک اور یقین کا ایک شخص کی نسبت سے خالی ہے بہ نسبت دو شخصوں کے بارھویں یہ کہ حقیقت توبہ کی تین چیزوں سے مرکب ہے

اوّل علم اور دوسرے الم اور تیسرے عمل اُن پر علم پس جاننا ضرر گناہ کا ہے اور اس بات کا کہ گناہ درمیان بندہ اور درمیان رحمتِ الٰہی کے حجاب واقع ہوا اور جبکہ یہ بات ذہن نشین ہوئی پس اُس کے دل میں طپش اور بے قراری بسبب فوت ہونے محبوب کے پہنچی ہے اور تاسف اوپر اس کام کے آتا ہے جس کے باعث یہ چیز اُس کو حاصل نہ ہوئی اور یہ تاسف ایک حال ہے دل کے احوالات

بیان ترکیب حقیقت توبہ کا

سے کہ اُس کو راحت کہتے ہیں اور اس حالت کا تعلق ساتھ تینوں زمانوں کے ہے تعلق اُس کا ساتھ زمانہ ماضی کے اس طرح ہے کہ تلافی مافات کی جائے اور کفارہ اور قضا ادا کرے اگر قابل کفارہ اور قضا کے ہو اور تعلق اُس کا زمانہ حال کے ساتھ اس طرح ہے کہ ترک کیا جاوے اس فعل کو فی الفور اور تعلق اس کا ساتھ زمانہ آیندہ کے اس طرح ہے کہ پختہ ارادہ کرلے اس بات کا کہ یہ کام ہرگز پھر نہ کروں پس مجموع ان امور کا آدمی کو حاصل نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ توفیق خدا تعالیٰ کے اور مہربانی اُس کی کے اور اسی واسطے لفظ حصر کا فرمایا انّہٗ ھو التّوّاب الرّحیم یعنی تحقیق وہی ہے بہت قبول کرنے والا توبہ کا مہربان اور معنی تاکید کے تواب میں یہ ہیں کہ آدمی کی طبیعت باربار قبول کرنے عذر کے سے رُکتی ہے بخلاف خدائے تعالیٰ کے کہ ہر وقت دروازہ توبہ کا اُس کی جناب میں کھلا ہوا ہے اور یہ کہ آدمی کثرت گناہگاروں کی سے عاجز ہو جاتا ہے اور جواب دیتا ہے بخلاف جناب باری کے کہ جس قدر گناہگار زیادہ ہوں جوشش رحمت اُس کی کا زیادہ تر ہوتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ حقیقت توبہ کی کیا ہے کہا توبہ چھ چیزوں سے مرکب ہے اوّل ندامت اوپر گناہوں گزرے ہوتے کے دوسرے ارادہ محکم کرنا کہ زمانہ آیندہ میں اس گناہ کو نہیں کرنے کا تیسرے ادا کرنا ہر فرض کا جو فوت ہوا ہو۔ چوتھے ادا کرنے حقوق مخلوقات کے خواہ حقوق مالی ہوں یا جانی یا حقوق ناموسی پانچویں گلا دینا گوشت اور خون کا جو مال حرام سے پیدا ہوا چھٹے کھانا اپنے تئیں تلخی بندگیوں کی جیسا کہ حلاوت گناہ

بیان فرق الم اور حزن کا

کی چکھی تھی ساتویں یہ کہ معنی خوف کی ایک الم ہے کہ نفس آدمی کہ وہ بات کی توقع سے حاصل ہوتی ہے یعنی آدمی کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے کہ فلانی سختی مجھ کو پہنچے گی اور معنی حزن کے ایک الم ہے کہ نفس آدمی کو بسبب گم کرنے مرغوب شے کے یا فوت ہونے کسی مطالب کے لاحق ہوتا ہے اور اس آیت میں نفی خوف کی مقدم اوپر نفی حزن کے فرمائی اس واسطے کہ معنی نفی خوف کے سلامت رہنا

تمام آفتوں سے ہے اور معنی نفی حزن کے پچھلا تو مراد ملنے کا اور دُور ہونا آفتوں کا مراد کے حاصل ہونے
سے پہلے چاہیئے اور اوپر ہر تقدیر کے یہ شبہ دل میں آتا ہے کہ بوجود اتباع ہدایت کے خوف اور
حزن بالکل کیونکر جاتا ہے اس واسطے کہ باوجود اتباع ہدایت کے ابھی تک خوف باقی ہے کہ شاید تقدیر
کی تحریر غالب آوے اور سعادت اس کی ساتھ شقاوت کے بدل جاوے جب تک قُل نہ جاوے گھاٹی سے
کہ موت اور قبر اور اُٹھنا بعد مرنے کے اور کھڑا ہونا موقف کا اور ظاہر ہونا اعمال ناموں کا اور
قیام میزان وغیرہ کا ہے اور جب تک پل صراط پر سے نہ گزرے اطمینان اور امن حاصل ہونا محال ہے اور
اسی واسطے ہول روز قیامت کا کافروں اور فاسقوں اور مسلمانوں بلکہ انبیاء اور مرسلین کو بھی ہوگا،
اور دلیل اس کی قول اللہ تعالیٰ کا ہے کہ تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع
کل ذات حمل حملها وترى الناس سكارى وما هم بسكارى یعنی جس
دن اُس کو دیکھو گے بھول جاوے گی ہر دودھ پلانے والی اپنی پلائی کو اور ڈال دے گی ہر
پیٹ والی اپنا پیٹ اور دیکھے تو ان پر نشہ اور نہیں ہیں وہ نشہ میں پر عذاب اللہ کا سخت ہے
فكيف تتقون ان كفرتم يوما يجعل الولدان شيبا یعنی پھر کیونکر بچوگے اگر
منکر ہوگئے اس دن سے کہ جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا یعنی اتنا بڑا دن ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہو جاویں
گے اگرچہ وہاں جیسے تھے ویسے ہی رہیں گے يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم
یعنی جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا فلنسئلن الذين
ارسل اليهم ولنسئلن المرسلين یعنی پس البتہ پوچھیں گے ہم اُن سے جن کے پاس
رسُول بھیجے تھے اور البتہ پوچھیں گے رسُولوں سے بلکہ اکثر علماء نے لکھا ہے کہ اہل بہشت کو باوجود
داخل ہونے بہشت کے بھی خوف جلال الٰہی اور عظمت اُس کی کا باقی رہے گا جواب اس کا یہ ہے
کہ خوف اور حزن آخرت میں نہ ہوگا اور اتباع ہدایت کا دم واپسیں تک موجب بشارت اجمالی
کا ہوتا ہے اس طرح پر کہ ہر طرح ہر معاملہ میں آسانی ان کے ساتھ کی جاوے گی اور اپنے مطلبوں
اور مرادوں کو پہنچیں جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے ان الذين قالوا ربنا الله
ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا
بالجنة التى كنتم توعدون یعنی تحقیق جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اُسی پر

ٹھہرے رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو وعدہ تھا اور لاحق ہونا خوف آلام کا آخرت میں واسطے دہشت سختیوں قیامت کے ہوگا اور قیامت کی دہشت ایسی ہوگی کہ بسبب اس کے جو کہ بشارت اجمالی حاصل ہوئی تھی وہ بھی فراموش ہو جائے گی لیکن ہرگاہ کہ وہ خوف سریع الزوال ہے گویا کہ خوف نہیں ہے لا یحزنہم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون یعنی نہ غم ہوگا اُن کو اُس بڑی گھبراہٹ میں اور کہنے آویں گے ان کو فرشتے آج دن تمہارا ہے جس کا تم سے وعدہ تھا اور دہشت جلال الٰہی کے تئیں خوف نہ رکھنا چاہیئے اور نہ وہ موجب غم اور اندوہ کا ہے پس باقی رہنا دہشت جلال الٰہی کا بہشت کے اندر منافی خوف کے نہیں اور کیا اچھا ہے وہ کہ کہا گیا نظم

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت　　زو در اں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست　　گفت ما را جلوہ معشوق بر ایں کار داشت

اور اسی واسطے اہل تدقیق نے کہا ہے کہ خوف کو جس وقت ساتھ لفظ علی کے استعمال کرتے ہیں معنی الم اور ضرر کے اس میں رعایت کئے جاتے ہیں اور جو لوگ کہ اتباع ہدایت کا کرتے ہیں ان کو اس قسم کا خوف نہ ہوگا اگر ان کو خوف ہے وہ بھی اُن کے نفع کے واسطے ہے کہ اس خوف سے ترقی درجوں کی اور زیادہ ہونا ثواب اُن کے کا ہے یعنی خاف مقام ربہ جنتان اور اسی واسطے لاخوف لھم ارشاد نہ کیا بلکہ لاخوف علیھم فرمایا اور ایسے ہی خوف خدا جمال الٰہی کا بھی اس خوف میں داخل نہ کرنا چاہیئے کہ خوف جلال الٰہی کا باعث ضرر اور تعجب نہیں جیسا کہ خوف باپ اور استاد اور پیر کا کہ بالطبع برانگیختہ کرنے والا اوپر ادب کے ہے اور نیام اُس کی اوپر توقع یا فوت ہونے کسی منفعت کے نہیں اور مناسب اس مقام کے ہے جو کہ شیخ ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ نے ایک قاعدہ کلیہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ کہ تمام چیزوں میں خواہ سعادت خواہ شقاوت خواہ ایمان خواہ کفر خواہ ہدایت خواہ ضلالت اعتماد خاتمہ پر کیا ہے پس کافر اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ موت اس کی کفر پر ہو اور مومن وہ ہے کہ جو ساتھ ایمان کے اس جہان سے جاوے پس تابع ہدایت کا اس آیت میں وہی ہے کہ ختم اُس کا اوپر ہدایت کے ہوا نہ وہ شخص کہ بالفعل اُس

نے راہ نیک اختیار کی اور خاتمہ اس کا مستور ہے چودھویں یہ کہ متعلقات اس قصہ کے موافق حدیثوں کے کئی چیزیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ اوّل حضرت حوا نے فریب شیطان کا کھایا اور بعد اُن کے اُن کے مشورے سے حضرت آدم نے اس خطا کو اختیار کیا جیسا کہ حاکم اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قال اللہ یا آدم ما حملك على ان اكلت من الشجرة التى نهيتك عنها قال يا رب زينته لى حواء قال فانى اعقبتها ان لا تحمل الا كرها ولا تضع الا كرها ودميتها فى كل شهر مرتين فرنت حواء عند ذلك فقيل لها عليك الرنة وعلى بناتك یعنی کہا اللہ نے آدم سے کیا شے باعث ہوئی اوپر اس بات کے کہ کھایا تونے اس درخت سے کہ منع کیا تھا میں نے تجھ کو اس کے کھانے سے کہا اے رب رغبت دلائی اس کی مجھ کو حوا نے کہا پس چیخ ماری اس وقت حوا نے کہا پس کہا گیا واسطے اُس کے اُوپر تیرے چیخنا اور اوپر لڑکیوں تیری کے اور دار قطنی نے کتاب الافراد میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے عن رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم قال ان اللہ بعث جبريل الى حواء حين دميت فنادت ربها جاء منى دم لا اعرفه فناداها لادمينك وذريتك ولاجعلنه كفارة وطهورا یعنی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ کہا انھوں نے تحقیق اللہ تعالیٰ نے بھیجا جبرئیل کو طرف حوا کے جب وقت خون آیا اُس کو پس پکارا اُس نے رب اپنے کو کہ آیا مجھ کو خون نہیں پہچانتی ہوں میں اُس کو پس پکارا اللہ نے اُس کو البتہ خون جاری کروں گا تیرا اور اولاد تیری کا اور البتہ مقرر کروں گا واسطے تیرے کفارہ اور پاک کرنا گناہوں سے اور صحاح ستہ میں ساتھ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ لولا بنو اسرائيل لم يخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثى زوجها الدهر یعنی اگر نہ ہوتے بنی اسرائیل نہ سڑتا گوشت اور اگر نہ ہوتی حوا نہ خیانت کرتی کوئی عورت خاوند اپنے کی تمام وقت اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور خطیب نے بیچ تاریخ کے ساتھ روایت ابن عمر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے کہ فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فضلت على آدم بخصلتان كان شيطانى مسلما وشيطانه كافرا وازواجى عونا لى على دينى وزوجته عونا له على خطيئته یعنی فضیلت دیا گیا میں اوپر آدم کے ساتھ

دو فضیلتوں کے ہو گیا شیطان میرا مسلمان اور شیطان اُس کا کافر رہا اور عورتیں میری مددگار میری ہیں اور پروین میرے کے اور عورت اس کی مددگار ہوئی اُوپر خطا اُس کی کے اور منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ جگہ اُترنے حضرت آدم کی موافق اکثر روایتوں کے زمین ہے ملک ہند میں سے کہ اُس کو دجنا کہتے ہیں اور حاکم اور بیہقی ساتھ روایت ابن عباس کے لاتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کچھ جانتے ہو تم کہ زمین ہند کی خوشبویات کی زمینوں سے کس واسطے خاص ہے اور قسم قسم کی خوشبوئیں جیسا کہ عود اور جوز اور قرنفل خاص اسی زمین کے ساتھ کیوں ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جب حضرت آدم اس زمین میں اُترے بہشت کے درختوں کے پتے اُن کے بدن پر تھے ہوا نے اُن پتوں کو منتشر کر دیا جس درخت پر کہ کوئی پتا اُن پتوں میں سے پہنچا اور اس درخت سے چمٹ گیا خوشبو اُس میں پیدا ہو گئی اور حضرت حوا موافق اکثر روایتوں کے جدہ میں گریں اور ابلیس بیچ جنگل ملیسان کے کہ کئی کوس بصرہ سے ہے اور سانپ اُس جگہ کہ اصفہان بالفعل آباد ہے جب حضرت آدم نے واسطے توبہ کے حج خانہ کعبہ کا فرمایا اور وہ حج سے فارغ ہوئے حضرت حوا سے ملاقات ہوئی اور توالد و تناسل جاری ہوا اور انھیں میں سے یہ ہے جب حضرت آدم کو بہشت سے زمین پر بھیجا تیس قسم کے میوے جنت کے ہمراہ ان کے کر دیئے کہ وہ زمین میں نہ تھے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اھبط ادم بثلثین صنفا من فاکھۃ الجنۃ منھا مایوکل داخلہ وخارجہ ومنھا مایوکل داخلہ ویطرح خارجہ ومنھا مایوکل خارجہ ویطرح داخلہ یعنی اُتارے گئے آدم ساتھ تیس قسموں کے میووں جنت کے سے بعضے اُن میں سے وہ تھے کہ کھایا جاتا ہے اندر اُن کا اور باہر اُن کا بھی اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ کھایا جاتا ہے اندر اُن کا اور پھینکا جاتا ہے باہر اُن کا اور بعضے اُن میں سے وہ ہیں کہ کھایا جاتا ہے باہر اُس کا اور پھینکا جاتا ہے اندر اُس کا اور بعضی روایتوں میں تعیین ان میووں کی بھی آئی ہے کہ عجوہ اور ترنج اور موز اُن میں سے تھا اور یہ کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے تاریخ اپنی میں ساتھ سند صحیح کے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادم اُھبط بالھند ومعہ السندان والکلبتان والمطرقۃ واھبطت

بیان اترنے حضرت آدم اور حوّا اور ابلیس اور سانپ اور طاؤس کا زمین میں

حواء بجدۃ یعنی فرمایا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آدم اتارے گئے ہند میں اور ہمراہ اُن کے تین اوزار لوہار کے تھے یعنی آہرن اور جس سے لوہے کو پکڑتے ہیں اور ہتھوڑا اور اُتاری گئی حوا بیچ جدہ کے اور ساتھ روایت ابن جریر کے وارد ہوا ہے کہ حجر اسود بھی ہمراہ حضرت آدم کے بہشت سے آیا ہے اور عصا موسٰی علیہ السلام کا ہمراہ اُن کے بہشت سے آیا اور وہ عصا آس کے درخت کا تھا کہ یہ بھی بہشت کے درختوں میں سے تھا طول اُس کا دس گز تھا موافق قد حضرت موسٰی علیہ السلام کے اور جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے حج خانہ کعبہ کا ادا کیا حجر اسود کو اوپر پہاڑ ابو قبیس کے رکھا اور وہ پتھر اندھیری راتوں میں چاند کی مانند چمکتا تھا جہاں تک شعاع اس کی پڑی حد حرم کی مقرر ہو گئی اور طبرانی اور ابو نعیم اور ابن عساکر ساتھ روایت ابوہریرہؓ کے لائے ہیں کہ جب حضرت آدم بہشت سے نکل کر زمین پر پڑے کمال دہشت ان کو تھی۔ حضرت جبرئیل نے آکر آواز بلند سے اذان کہی جبکہ اس کلمہ پر پہنچے کہ اشهد ان محمدا رسول اللہ حضرت آدم کو بسبب سُننے اس نام کے اُنس اور اطمینان حاصل ہوا اور دہشت دُور ہوئی اور انھیں میں سے یہ ہے کہ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت آدم نے وقت اُترنے کے دُنیا میں بہشت سے دونوں ہاتھ اوپر دونوں زانو اپنے کے رکھے تھے اور سر اپنا درمیان دونوں زانو کے رکھ کر شرمندہ کی مانند گردن نیچی ڈالی تھی اور ابلیس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کو پنجہ بنا کر ان دونوں کو اپنی کوکھ پر رکھا تھا اور سر اپنا آسمان کی طرف بلند کر کے شکل حیرت زدوں کے کہ متکبر ہوتے ہیں نیچے اُترا تھا اور ابن ابی شیبہ نے بیچ تصنیف اپنی کے حمید بن بلال سے روایت کی ہے کہ ہاتھ اپنا تہی گاہ پر رکھنا نماز میں اسی سبب سے مکروہ ہے کہ ابلیس بیچ وقت زمین کے آنے کے اسی شکل پر آیا تھا اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم بہشت سے نکلے ہمراہ اُن کے تخم طرح طرح کے دیئے لیکن حضرت آدم بعد اُترنے کے اُن تخموں کو بسبب غم اور الم گناہ کے اور توبہ کی فکر میں بھول گئے کہ کون کون سے درخت کے تھے ابلیس نے اُس وقت میں فرصت پا کر ہاتھ اپنا اُن تخموں پر پہنچایا جس تخم کو ہاتھ اُس کا لگا بے منفعت ہو گیا اور سمیت پیدا ہو گئی اور جو اس کے ہاتھ سے محفوظ رہا منفعت اُس کی برقرار رہی اور اُنھیں میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم کو بہشت میں کبھی حاجت پیاز کی نہ ہوئی تھی جب زمین پر آئے اول اول میوہ یہی کا کھایا

اور ان کو حاجت پاخانہ کی شکم میں ہوئی نہایت حیران ہوتے دائیں بائیں دوڑتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ کیونکر یہ حاجت رفع ہووے جبرئیل آتے اور ان کو طریق قضائے حاجت کا تعلیم کیا۔ جب آپ نے براز میں بدبو سونگھی گریہ اور زاری اُن پر غالب ہوئی ستر دن اسی غم میں رہتے

کذا رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب البکاء عن امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ واخرج ابن عساکر من طریق جعفر بن محمّد عن ابیہ عن جدہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ان اللہ لما خلق الدنیا لم یخلق الدنیا ذھبا ولا فضۃ فلما اھبط اٰدم وحواء انزل معھما ذھبا و فضۃ فسلکہ ینابیع فی الارض منفعۃ لاولادھما من بعدھما یعنی جیسا کہ

روایت کیا ہے اس کو ابن ابی الدنیا نے بیچ کتاب بکا کے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور نکالا ہے ابن عساکر نے طریق جعفر بن محمد سے کہ روایت کی اُس نے باپ اپنے سے اور باپ اُس کے نے دادا اُس کے سے کہ کہا اُس نے فرمایا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب پیدا کیا دُنیا کو نہ پیدا کیا تھا اُس میں سونا اور نہ چاندی پس جب کہ اُتارے گئے آدم اور حوّا اُتارا ساتھ اُن کے سونا اور چاندی پس جاری کئے اُس کے چشمے زمین بیچ ۔ سطے

بیان پیشہ پیغمبروں کا

فائدے اولاد ان دونوں کے کہ بعد اُن کے ہوں گے اور دیلمی نے مسند فردوس میں ساتھ روایت انس بن مالک کے آں حضرتؐ سے نقل کی ہے کہ اوّل من حاك اٰدم یعنے پہلے پہلے کام بُننے کا حضرت آدم نے شروع کیا اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور ابن عساکر نے بھی کہ کان اٰدم حراثا یعنی حضرت آدم کاشتکاری کرتے تھے اور معاش اپنی اسی پیشہ سے حاصل کرتے تھے اور حضرت نوح علیٰ نبینا بڑھئی تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام درزی تھے اور حضرت ہود اور حضرت صالح دونوں تجارت کرتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ بھی زراعت کرتے تھے اور حضرت شعیبؑ صاحب مواشی تھے اور اولاد مواشی کی سے اور دُودھ سے اور پشم اُن کی سے معاش اپنی کرتے تھے اور حضرت لوط بھی زراعت کرتے تھے اور حضرت موسیٰؑ نے کچھ مدت تک بکریاں چرائیں اور حضرت داؤد زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام خواص تھے اور خواص وہ ہے کہ درخت کے پتوں سے کوئی چیز بُنے مثل زنبیل اور بوریا اور پنکھے کے اور

باوجود اس کے کہ اُن کو بادشاہت تمام زمین کی تھی مگر سوائے کسب ہاتھ اپنے کے نہیں کھاتے تھے
اور ہر مہینے میں نو دن روزہ رکھتے تھے تین روز اوّل چاند کے اور تین روز درمیان سے اور
تین اخیر چاند کے اور باوجود اس زہد کے اُن کے تئیں قوت بشری اس مرتبہ کی تھی کہ سات سو
کنیزیں اور تین سو عورتیں منکوحہ ان کے گھر میں تھیں اور حضرت عیسیٰؑ سیاحی کرتے تھے اور کسی
طرح کا پیشہ نہیں کرتے اور کہتے تھے کہ جس نے کھانا چاشت کا مجھ کو کھلایا ہے وہی کھانا شام
کو بھی کھلاوے گا اور جو کھانا شام کو کھلاتا ہے کھانا چاشت کا بھی کھلاوے گا اور باوجود
اس تمام سیر اور سفر کے تمام رات جاگتے اور دن کو روزہ رکھتے اور حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشہ جہاد کا تھا۔ حق تعالےٰ نے آخر عمر میں رزق اُن کا نیچے سایہ نیزہ اُن کے
کے کیا تھا اور اُن سب میں سے یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مقبول التوبہ ہوئے حضرت
جبرئیل علیہ السلام آئے اور پکار کر کہا کہ اے جانورو زمین کے حق تعالےٰ نے تمہارے اوپر خلیفہ کو
بھیجا ہے پس اطاعت اور فرمانبرداری اس کی کرو جانوروں دریا کے نے سر اپنا اٹھایا اور اطاعت
اور فرمانبرداری ظاہر کی اور جانور جنگل کے تمام گرداگرد حضرت آدم کے آکر کھڑے ہوئے حضرت
آدم علیہ السلام ہر ہر جانور کو آگے اپنے بلاتے تھے اور اوپر سر اور پیٹھ اُس کی کے ہاتھ پھیرتے
تھے جو جانور جنگل کا پاس حضرت آدم علیہ السلام کے آیا اور ہاتھ اُن کا اُس جانور پر پہنچا اہل
اور خانگی ہوا کہ معاش اس کی آدمیوں میں ہے جیسا کہ گھوڑا اور اونٹ اور بیل اور بکری اور
کُتا اور بلی اور جس کسی نے اپنے تئیں کھچا ہوا رکھا اور پاس حضرت آدم علیہ السلام کے نہ آیا اور
برکت ہاتھ اُن کے کی نہ پائی وحشی رہا کہ بنی آدم سے نفرت کرتا ہے جیسا نیل گاؤ اور گورخر اور

دعا حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے اولاد اپنی کے

ہرن اور سوائے اُس کے اور اُن میں سے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بعد توبہ کے
جناب الٰہی میں عرض کی کہ بارخدایا یہ بندہ تیرا کہ ابلیس ہے درمیان میرے اور اُس کے عداوت
مستحکم ہوئی اگر تو اعانت میری اور اولاد میری کی نہ کرے تو ہم کو قدرت مقابلہ اُسکے کی نہ ہوگی'
حق تعالےٰ نے فرمایا کہ جو شخص اولاد تیری میں سے پیدا ہوگا اُس کے ساتھ ایک فرشتہ اپنے فرشتوں
میں سے مقرر کریں گے تا اُس کو وسوسہ اس دُشمن کے سے منع کرے حضرت آدم علیہ السلام نے عرض
کی کہ بارخدایا اس سے بھی زیادہ اعانت چاہتا ہوں میں حق تعالےٰ نے فرمایا کہ دروازہ توبہ کا

واسطے اولاد تیری کے کھلا ہوا رکھیں گے جب تک کہ روح بدن میں ہے توبہ مقبول ہے حضرت
دعا ابلیس کی واسطے اولاد کے
آدم علیہ السلام نے کہا کہ اب مجھ کو کفایت ہوئی جب ابلیس نے یہ معاملہ دیکھا ساتھ کمال تضرع
اور زاری کے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا اس بندہ اپنے کی کہ دشمن میرا ہے اس قدر اعانت
کی اب کس طرح مجھ کو قدرت اس کے بہکانے پر ہو گی میری بھی مدد فرما حق تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو
قدرت دی اور تیری اولاد کو ہمراہ ہر ایک شخص کے اس کی اولاد میں سے تیرا بھی ایک فرزند پیدا
ہو گا کہ تمام عمر اس کے گمراہ کرنے میں مصروف رہے گا۔ ابلیس نے عرض کی کہ بار خدایا اس سے بھی
زیادہ مدد اپنی چاہتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا پوست بنی آدم میں پھیلیں اور سینہ اور دلوں ان کے
میں اپنا گھر بنا لیویں ابلیس نے عرض کی کہ اس سے بھی زیادہ امداد چاہتا ہوں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ
کو قدرت دی اوپر ہر شخص کے میں نے آدمیوں میں تمام فوج اور لشکر اپنا خواہ سوار خواہ پیادہ
جمع کرے تو ہر طرف سے دوڑا اوپر اس کے ہجوم کرے اور بیچ مالوں اور اولاد ان کی کے شریک ہووے
كذا رواه ابن ابی الدنیا فی مکائد الشیطان وابن المنذر عن جابر
بن عبد الله رضی الله عنه یعنی جیسا کہ روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا نے بیچ
مکائد الشیطان کے اور ابن المنذر نے روایت کیا جابر بن عبداللہ سے اور انھیں ۔ سے یہ ہے
کہ امام احمد اور بیہقی نے سلمان فارسی سے اور ابن عساکر نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے کہ حضرت آدم کو بعد توبہ کے وحی ہوئی کہ چار باتوں کو یاد رکھ اور ہر ایک کو اپنی اولاد
میں سے پہنچا ایک ان چار میں سے ایک حق میرا ذمہ تیرے ہے اور دوسرا حق تیرا جو میرے ذمہ ہے
اور تیسرا معاملہ کہ درمیان میرے اور درمیان تیرے ہے اور چوتھا معاملہ کہ درمیان تیرے اور
درمیان خلق کے ہے حق میرا ذمہ تیرے بس یہ ہے کہ تو عبادت کرے اور ساتھ میرے کسی کو شریک
نہ کرے اور جو کہ حق تیرا میرے ذمہ ہے پس وہ یہ ہے کہ جزا عملوں تیرے کی تمام اور کمال تیرے
تئیں پہنچاؤں میں اور کسی طرح کا ظلم اور نقصان اس جزا میں نہ کروں اور وہ معاملہ کہ درمیان
میرے اور تیرے جاری ہے پس وہ یہ ہے کہ تیری طرف سے سوال اور دعا اور میری طرف سے
قبولیت اور عطا اور وہ معاملہ کہ درمیان تیرے اور درمیان خلق کے ہے پس وہ یہ ہے
کہ جو چیز اپنے اوپر نہ پسند کرے تو دوسروں کے اوپر بھی مت پسند کر اور جو چیز کہ چاہے تو کہ

آدمی مہینے ساتھ کریں تو بھی ویسا ہی آدمیوں کے ساتھ کر اور انھیں میں سے یہ ہے کہ خطیب اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت آدم آخر عمر میں جبکہ اولاد اور اولاد کی اولاد اُن کی چالیس ہزار تک نوبت پہنچی خاموشی اختیار کی اور قلت کلام کا التزام کیا اس واسطے تمام اولاد ان کے پاس جمع ہوئی اور عرض کی کہ اے باپ ہمارے تمہارے تئیں کیا ہے کہ ہمارے ساتھ کلام نہیں کرتے ہو اگر ہم سے بہ نسبت تمہارے کچھ تقصیر اور گناہ صادر ہوا ہو اُس کی اطلاع کرو تاکہ ہم توبہ اُس سے کریں حضرت آدم نے اُس وقت میں کلام کیا اور کہا کہ اے بیٹو میرے حق تعالیٰ نے مجھ کو بہ سبب شامت گناہ میرے کے بہشت سے نکال کر زمین پر ڈال دیا تمام عمر میری اسی تپ و تاب میں گزری کہ ساتھ کسی حیلہ کے اپنے تئیں پھر اسی مکان میں پہنچاؤں اُس وقت مجھ کو وحی آئی کہ اقل الکلام حتّٰی ترجع الی اجوادی یعنی باتیں کم کر تاکہ پھر طرف ہمسائیگی میری کے پہنچے تو اور ابن صلاح نے بیچ امالی اپنی کے محمد بن نضیر سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا میں چاہتا ہوں کہ تمام دم عمر میری کے تیری حمد اور تسبیح میں گزریں لیکن تو نے کھیتی اور حرفت میں ایسا مشغول کیا کہ اُس سے فرصت نہیں پس مجھ کو ایسی چیز تعلیم کر کہ تسبیح اور حمد تمام خلق کی اس میں جمع ہو حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ وقت صبح اور شام کے ان کلموں کو تین بار کہہ الحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہ و یکافی مزیدکرمہ اس واسطے کہ یہ کلمات شامل سب قسم کی حمد اور تسبیح کو ہیں ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے تمام عمر مدینہ کا

بیان ابتدا بنانے اشرفی اور روپیہ کا

پانی پیا زمین کا پانی ہرگز نہ پیا اور ابن ابی شیبہ نے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ اول روپیہ اور اشرفی حضرت آدم نے بنایا تھا اور سونے اور چاندی کو چیزوں کی قیمت میں رواج دیا اور ابن سعد اور حاکم اور دوسرے محدثین نے ابی ابن کعب سے اور انھوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب وفات حضرت آدم کی نزدیک پہنچی اُس وقت خواہش بہشت کے میوے کھانے کی غالب ہوئی خود بسبب ضعف اور نہ ہونے قوت کے حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ بیٹوں اپنوں کو کہا کہ جاؤ تم اور میرے واسطے خدا سے میوے بہشت کے مانگو اور اس وقت میں آدمیوں کی عادت یہ تھی کہ جو مطلب خدا سے مانگتے تھے کعبۂ معظمہ کی زمین پر آتے تھے اور دعا

جاکر دعا کرتے تھے حاجت روا ہو جاتی تھی حضرت آدم کے بیٹے اس قصد پر نکلے حضرت جبرئیل اور
اور فرشتے ان سے ملے اور مطلب دریافت کیا انھوں نے حضرت آدم کی فرمائش کا حال بیان

ذکر وفات حضرت آدم علیہ السلام کا

کیا فرشتوں نے کہا کہ ہمراہ ہمارے پھر آؤ کہ ہم خود بخود مطلب تمہارا لاتے ہیں جب پاس حضرت
آدم علیہ السلام کے پہنچے حضرت حوا موت کے فرشتوں کو دیکھ کر ڈریں اور حضرت آدم کے پاس کو
ہونے لگیں حضرت آدم نے اُن کو ترش روئی سے کہا کہ اس وقت میں مجھ سے دُور ہو کر جو کچھ پہنچا
تیرے سبب سے پہنچا میرے درمیان میں اور درمیان بھیجے ہوؤں پروردگار میرے کے حائل مت ہو
فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کی اور کہا اے بیٹو آدم کے دیکھو تم کہ ہم ساتھ باپ
تمھارے کے کیا کرتے ہیں ویسے ہی تم بھی اپنے مُردوں کے ساتھ کرتے رہو۔ حضرت جبرئیل خوشبو کہ
کی بہشت کی خوشبوؤں سے مانند ارگجہ کے اور کفن بہشت کے کپڑوں سے اور سیر کے پتوں بہشت کی
بیریوں میں سے لائے اور حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور حنوط ملا اور بعد اُس کے
اُن کو اُٹھا کر کعبہ میں لے گئے اور اوپر ان کے نماز پڑھی اور متصل مسجد خیف کے دفن کیا اور دار قطنی
نے بیچ سنن اپنی کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صلی جبریل علی آدم
وکبر علیہ اربعا صلے جبریل بالملٰئکۃ یومئذ فی مسجد الخیف و
اخذہ من قبل القبلۃ و لحد لہٗ وسنم قبرہ یعنی حضرت جبرئیل نے اوپر جنازہ
حضرت آدم علیہ السلام کے امام ہو کر نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اُس دن بیچ مسجد خیف کے
اور بدن ان کا قبلہ کی طرف سے قبر میں لائے اور قبر اُن کی لحلی کی اور بعد دفن کرنے کے قبر انکی
کو ڈھلوان کوہان اونٹ کی شکل پر بنایا اور ابن عباس نے ابی بن کعب سے مرفوعاً روایت کی
ہے کہ واسطے حضرت آدم علیہ السلام کے قبر لحلی بنائی اور باعتبار عدد طاق کے ان کو غسل دیا اور
ابن عساکر عطا خراسانی سے لایا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام نے سات روز تک اوپر حضرت آدم
علیہ السلام کے ماتم کیا اور گریہ اور زاری کرتی تھیں اور ابو الشیخ اور ابن عدی نے جابر
بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ کوئی آدمی اہل بہشت سے نہ ہوگا مگر کہ اُس کو اُس جگہ اُس کے نام
کے ساتھ بُلاویں گے مگر حضرت آدم علیہ السلام کو کہ اُن کو اُن کی کنیت سے اُس جگہ بُلاویں گے اور کہیں گے
کہ ابا محمدؐ اور کسی بہشتی کے منہ پر داڑھی اور مونچھیں نہ ہوں گی مگر حضرت آدم علیہ السلام کو انکی

داڑھی لمبی ناف تک ہوگی اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت امیرالمومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہٗ
سے روایت کی ہے کہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اھل الجنۃ
لیست کنی الاٰدم فانہ یکنی ابا محمّد تعظیما و توقیرا یعنی کہا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اہل جنت کے واسطے کنیتیں نہ ہوں گی مگر آدم پس تحقیق ان کی کنیت ابو محمد ہوگی
واسطے تعظیم اور توقیر کے اور ابوالشیخ نے اسی مضمون کو بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی ہے
اور ابن عساکر غالب بن عبداللہ عقیلی سے لائے ہیں کہ کنیت آدم کی ابوالبشر ہے دُنیا میں اور ابو محمد
ہے جنت میں اور ابوالشیخ نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ اُترنا حضرت آدم علیہ السلام
کا ہند میں تھا اور بعد مرنے کے اُن کو اُٹھا کر خازن کعبہ کے پاس لائے تھے اور ڈیڑھ سو آدمی اُن کی
اولاد میں سے نوبت بنوبت اٹھانے کی خدمت میں مقرر تھے اور ابوالشیخ نے مجاہد سے روایت کی
ہے کہ قبر حضرت آدم علیہ السلام کی منیٰ میں ہے بیچ مقام مسجد خیف کے اور قبر حضرت حوا علیہا السلام
کی جدہ میں ہے اور انہیں میں سے یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ فامّا
یاتینکم منّی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون
ابلیس نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا آدم کو وعدہ کرامت کا فرمایا تو نے اور واسطے اولاد

بیان کتاب اور قرآن اور رسول اور مسجد ابلیس کا

اُس کی کے کتاب اور رسول اور علم اور جگہ رہنے اُنکے کی اور کھانا اور پینا اور شراب اور آواز خوش
عنایت فرمائی تو نے مجھ کو ذرا کہ ان چیزوں میں سے کیا دیا تو نے مجھ کو خدا نے فرمایا کہ کتاب تیری
وسم ہے یعنی نیلا کرنا بدن کا ساتھ سوئی کے اور قرآن تیرا شعر ہے اور رسول تیرا کاہن اور برہمن
اور اکشیش اور برہم خوان تھا اور علم تیرا سحر ہے اور کھانا تیرا ہر مردار کہ اس کے ذبح کرنے کے وقت
نام خدا کا نہ لیا گیا ہو اور پینے تیرے کی چیز جو چیز مست کرنے والی ہے جیسا کہ بھنگ کا پانی اور ریت
کا پانی اور شراب اور مانند اس کے اور جگہ رہنے تیرے کی حمام ہے اور باتیں تیری جھوٹے قصے اور
موذن تیرا مزامیر اور بربط اور مسجد تیری بازار ہے اور آواز تیری آواز گھنٹے کی اور جال شکار
تیرے کا عورتیں ہیں ابلیس نے کہا کہ اے رب میرے یہ سب باتیں کافی شافی ہیں اپنی معاش میں
مجھ کو اور منجملہ ان چیزوں کے یہ نقل ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام قرب الٰہی سے دُور ہوئے اُن کو
بسبب اس کے کمال وحشت حاصل ہوئی حق سبحانہٗ نے اُن کو حکم فرمایا کہ جس جگہ اب کعبہ ہے ایک گھر

تیار کرو مانند بیت المعمور کے کہ آسمان میں کعبہ فرشتوں کا ہے اور گرد اس کے طواف کرو جیسا کہ
فرشتے گرد بیت المعمور کے طواف کرتے ہیں حضرت آدم جیسا کہ فرشتوں کو انھوں نے طواف کرتے
ہوئے دیکھا تھا اسی طرح طواف خانہ کعبہ کا کرتے تھے اور نماز اُس کی طرف پڑھتے تھے جیسا کہ
فرشتے بیت المعمور کی طرف پڑھتے تھے روایت کیا اس کو طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے اور بیہقی
نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم نے ہندوستان کی زمین سے
چالیس حج پاپیادہ کئے ہیں اور منجملہ اُن چیزوں کے یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری و مسلم اور باقی صحاح ستہ
میں اصل اس قصہ کا مذکور ہے اور بیہقی کتاب اسماء و صفات میں اور واحدی نے کتاب الشریعۃ اور
ابو داؤد نے ایسا ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

اعتراض کرنا حضرت موسیٰ کا حضرت آدم پر

ارشاد کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا حضرت آدم سے میری
ملاقات کروادے تاکہ ان سے دریافت کروں کہ انھوں نے ہم کو اور اپنے تئیں بہشت سے کس واسطے
نکلوایا اور محنت اور بلاؤں میں دُنیا کے اندر پھنسایا حق تعالیٰ نے اُن کو اُن سے ملوادیا حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے بطور اعتراض کے حضرت آدمؑ سے کہا کہ تم وہی آدم ہو کہ حق تعالیٰ نے روح
خاص اپنی تمھارے اندر ڈالی اور ہر چیز کے نام تم کو سکھلادیئے اور فرشتوں سے تم کو سجدہ
کروایا اور بہشت اپنی میں تمھاری سکونت مقرر کی حضرت آدم نے کہا کہ ہاں میں وہی آدم ہوں
حضرت موسیٰ نے کہا پس کیا سبب ہوا کہ بہشت سے تم نکلے اور ہم کو بھی نکالا اور زمین پر پڑے
حضرت آدم نے جب یہ اعتراض سُنا اُن سے فرمایا کہ تو کون ہے اُنھوں نے کہا میں موسیٰ ہوں حضرت
آدم نے کہا وہی موسیٰ ہے کہ خدا کے ساتھ تو نے باتیں کیں اور تجھ کو پیغمبر برگزیدہ اپنا کیا ہے اور
رتبہ مناجات کا تجھ کو عطا کیا اور توریت عنایت کی حضرت موسیٰ نے کہا کہ ہاں میں وہی موسیٰ ہوں
حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پس سچ کہہ کہ توریت میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے لکھی گئی تھی
حضرت موسیٰ نے کہا کہ دو ہزار برس پہلے تم سے لکھی گئی تھی پھر حضرت آدم نے کہا کہ آیا توریت
میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ وعصیٰ اٰدم ربہ یعنی نافرمانی کی آدم نے رب اپنے کی حضرت
موسیٰ نے کہا کہ البتہ موجود ہے حضرت آدم نے کہا پس کس واسطے مجھ کو ملامت کرتا ہے اور اس
امر کے کہ میری پیدائش سے دو ہزار برس پہلے اُس کو لکھ دیا اور مقدر کر دیا گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بعد نقل کرنے اس قصہ کے فرمایا کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہوئے اور حضرت موسیٰ خاموش ہوئے اور اس قصہ میں عوام لوگوں کو ایک بڑا اعتراض ہاتھ لگا کہ اگر ایسی گفتگو صحیح ہو لازم آتا ہے کہ ہر شخص بدکار جس کو نصیحت کیلئے ایسی ہی باتیں کرنے لگے اور اپنے نصیحت کرنے والے کو خاموش کر دے اور باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بالکل مسدود ہو جاتے۔ اس واسطے کہ وہ بدکار کہنے لگے کہ نیکی اور بدی پہلے سے ہی ہماری تقدیر میں لکھی گئی اور جو تقدیر میں ہو چکا اس کا کرنا ہم کو خواہ مخواہ پڑے گا بلکہ تقدیر میں وہی چیز لکھی گئی ہے جو ہم کریں گے خواہ اختیار سے خواہ بغیر اختیار کے اور جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی غرض یہ نہ تھی کہ بسبب اس تقصیر کے حضرت آدم کے اوپر انکار کیا ہو اس واسطے کہ انکار گناہ کا وقت تکلیف کے ہوتا ہے اور حضرت آدم اس وقت مکلف نہ تھے اس واسطے کہ بعد مرنے کے آدمی مکلف نہیں رہتا ہے اور گنہگار اس وقت لائق سرزنش کے ہوتا ہے کہ قصد جرأت گناہ کے اوپر کرے یا راضی گناہ پر ہو اور حضرت آدم سے یہ گناہ اپنے ارادہ اور رضامندی سے صادر نہ ہوا تھا بلکہ اتفاقاً سرزد ہو گیا بلکہ غرض حضرت موسیٰ کی سوال کرنے سے یہ تھی کہ تم سے یہ گناہ کس سبب سے صادر ہوا تھا پس حضرت آدمؑ نے تقدیر کے حوالے کر دیا اور طریقہ شریعت کا یہی ہے کہ جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کر چکے سرزنش اور طعن اس کو نہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ وہ خود نادم اپنے گناہ پر ہے لائق سرزنش اور طعن کے وہی گنہگار ہے کہ اپنے گناہ پر نادم نہ ہو پھر ارادہ گناہ کرنے کا رکھے اگر قدرت پاوے اور ایک عارف کی زبانی سنا گیا کہ لغزش انبیاؤں کی اگرچہ گناہ کی شکل میں ہوتی ہے لیکن اس کے اندر بھید اور حکمتیں ہوتی ہیں پس طعن کرنا اس شخص کا کام ہے جو بے خبر ہو اور اسرار اور حکمتوں سے واقف نہ ہو اور حضرت موسیٰ ایسے شخص نہ تھے کہ ناواقف ہوں اس واسطے حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰ کی بہت سی تعریف کر کے الزام دیا کہ اتلوموننی علی امر قد قدر علی قبل ان اخلق ایام پس ملامت کرتا ہے تو مجھ کو اوپر ایسی شے کے کہ مقدر ہو چکی پہلے پیدائش میری سے پس حاصل کلام حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم سے باوجود اس کے کہ عارف کامل ہو یہ بات بعید ہے کہ اس لغزش میری میں کہ اسرار حکمت ہے میری طرف نسبت کرو اور حکیم کی حکمتوں

کہ اُس کے اندر اُس نے رکھ دی تھیں غافل ہو جاؤ اور اس بات کو جانو تم کہ اس واسطے اس نے مجھ کو پیدا کیا کہ خلافت زمین کی مجھ کو عنایت کرے اور احکام تکلیفیہ میری اولاد میں جاری ہوں اگر وہ گناہ مجھ سے سرزد نہ ہوتا یہ کارخانہ کس طرح سے ہوتا اور کیا اچھا کہنے والے نے کہا ہے بیت

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور حضرت موسیٰ کے اس قسم کے اعتراض بہت ہیں کہ اپنے کمال کی راہ سے کئے تھے اور کچھ نقصان کی بات اُن کے حق میں نہ تھی منجملہ اُن کے حضرت خضر کے قصہ میں تین باتوں کا اتفاق پڑا تھا۔ چنانچہ وہ حکایتیں سورہ کہف کے آخر میں مذکور ہیں واللہ اعلم اور جبکہ ان باتوں سے فراغت ہوئی یعنی اثبات نبوت کا بسبب عاجز ہونے کفار کے بنانے مثل قرآن کے سے پھر یاد دلانا حال ابلیس کا کہ باوجود ثابت ہونے خلافت حضرت آدم کی نص صریح سے اور عاجز ہونے تمام فرشتوں کے روبرو حضرت آدم کے بیان کرنے نام چیزوں کے سے فرمانبرداری اس نے قبول نہ کی اور انکار اور تکبر کیا پھر یاد دلانا اُس عہد کا کہ حضرت آدم اور اولاد اُن کی سے بعد قبول

بیان عہد بنی اسرائیل کا

ہونے توبہ اُن کی کے زمین میں لیا تھا بعد اس کے یہ بھی ضروری ہوا کہ بنی اسرائیل کو وہ عہد بھی یاد دلانے چاہئیں کہ اُن کے باپ دادوں نے خدا سے کئے تھے اور اس کی کئی وجہ سے ضرورت ہے اول یہ کہ بنی اسرائیل تمام آدمیوں سے ممتاز تھے نبیوں کے پہچاننے میں کہ یہ لوگ نبیوں کی علامتیں خوب جانتے تھے بسبب اس کے کہ حضرت یعقوب سے حضرت عیسیٰ تک چار ہزار پیغمبر ان میں ہوئے تھے اور بعضے پیغمبر بادشاہوں کی صورت میں گزرے ہیں جیسے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور بعضے عالموں اور مشائخوں کی صورت میں جیسے کہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور بعضے وزیروں اور مشیروں وغیرہ کی صورت میں جیسے کہ حضرت شموئیل اور بعضے زاہدوں اور راہبوں کی صورت میں جیسے کہ حضرت یونس پس ان باتوں سے ان کو چاہیے کہ نبوت کو منحصر ایک وضع اور ایک شکل میں نہ سمجھیں بلکہ یہ بات جانیں کہ انبیاء کئی وضع پر ہوتے ہیں اور پیغمبر آخر الزماں پر بھی نبی برحق سمجھ کر ایمان لاویں اور فرمانبردار ہوں تاکہ اُن کے ایمان لانے سے اور لوگ بھی کہ جن کو شناخت پیغمبروں کی نہیں ہے اس نبی پر ایمان لاویں اور برحق سمجھیں اور سوا اس کے

اُن کے پاس کتب الٰہی موجود ہیں اور سوائے اُس کے اور دلیلیں بھی ہیں کہ اُن سے برحق ہونا اس نبی کا معلوم ہوتا ہے اور جس وقت کہ مدعی اور مدعا علیہ محکمہ میں حاضر ہوں اور نوبت ادائے شہادت کی پہنچے گواہوں کے ذمہ گواہی دینی فرض ہوتی ہے پس فرقہ بنی اسرائیل تمام آدمیوں کے درمیان سے ایسے ہیں جیسے کہ دفتر کے متصدی ہوتے ہیں کہ ہر شخص کی خدمت اور عہدہ اور صحت اور سقم اُس کے سے واقف ہوتے ہیں اور اُن کی بات اظہر ہوتی ہے اور گواہی مقبول ہوتی ہے اگر ایسے لوگ حاجت کے وقت حق بات ظاہر نہ کریں تو وبال حق تلفی کا گو کہ اور آدمیوں سے بھی سرزد ہو اُن کی گردن پر ثابت ہوتا ہے اور اُن کے ساکت کرنے سے نا راستوں کو بھی شک پڑتا ہے اور گمان کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہوتا یہ آدمی کہ اُن کو حال خوب معلوم ہے اس کے سچے ہونے کی گواہی دیتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک بے شمار آدمی ہوتے ہیں لیکن ہر وقت بعضے اشخاص ان میں سے منتخب ہوتے رہے ہیں اول حضرت نوحؑ کے وقت میں کہ تمام آدمی شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس قدر اعتقاد ان کے محکم ہو گئے تھے کہ قریب ہزار سال کے حضرت نوح ان کو سمجھاتے رہے لیکن درستی پر نہ آئے اللہ تعالیٰ نے سب کو یک قلم محو کر کے خلاصہ اولاد حضرت نوح کو باقی رکھا اور اُن سب سے منتخب کیا دوسرے حضرت ابراہیمؑ کی وقت میں کہ پرستش ستاروں میں تمام آدمی گرفتار تھے اور پابند اس بات کے اس قدر ہو گئے تھے کہ مسبب حقیقی سے بالکل غافل ہو گئے تھے حضرت ابراہیمؑ کے تابعداروں کو کہ حنفا تھے ممتاز کیا اور واسطے اُن کے طریق خاص جیسے کہ ختنہ اور غسل جنابت کا اور اور قسم کی طہارتیں باقی اور حج خانہ کعبہ کا اور قربانی حیوانات کی اور عقیقہ اولاد کا اور اوریہیں اور عادتیں کہ ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ رہیں مال میں بھی اولاد میں بھی مقرر فرمائی پھر حضرت موسیٰ کے وقت میں بنی اسرائیل کو حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے منتخب کیا اور ان کو دفتر دار اپنا بنایا تاکہ کتابوں الٰہی اور احکام الٰہی کے محفوظ رہیں اور وحی کے فرشتوں کو بھی انھیں پر آمد و رفت رہے اور پیغمبر بھی اسی گروہ میں سے ہوتے رہے بعد اس کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ عنایت طرف فرقہ قریش کے بنی اسرائیل میں سے کہ یہ بھی حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہیں متوجہ ہوئی اور اُن کو منتخب کیا لیکن انتقال اس منصب کا بنی اسرائیل کو بہت شاق ہوا اور رگ حسد

اُن کی نے جنبش کی پس لازم ہوا کہ اوّل بنی اسرائیل کو اُن کے عیبوں پر مطلع کیا جاوے تا کہ اُن کو بھی یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اس گروہ کی استعداد بالکل جاتی رہی اور لائق منصب کے نہ رہے تا کہ ظاہر بینوں کی نظر میں یہ امر بلا وجہ نہ سمجھا جاوے بلکہ حکمت کی راہ سے جانیں تیسری وجہ یہ ہے کہ جب تک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے اکثر مناظرہ اور گفتگو قریش کے ساتھ رہتی تھی اس واسطے کہ اُس جگہ سوائے اُس گروہ کے کوئی نہیں رہتا تھا اور جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اکثر صحبت اور گفتگو بنی اسرائیل سے ہوئی اور تمام عرب اسی امر کے منتظر تھے اس واسطے کہ بنی اسرائیل کو اہل کتاب او واقف ان امور کے جانتے تھے اور جس وقت بنی اسرائیل اِس پیغمبر سے پھر گئے اور تابعداری قبول نہ کی اس سے گمان اس بات کا ہوا کہ آدمیوں کے دل میں شبہ اور شک آجاوے اس شبہ کے دفع کرنے کے واسطے بنی اسرائیل کی پہلی پچھلی بُرائیوں کا بیان ہوا تا کہ لوگوں کے نزدیک قول اور فعل اُن کے کا اعتبار نہ رہے اور یہ لوگ قابل استدلال کے نہ رہے چوتھی وجہ یہ ہے کہ تمام گروہوں میں سے بنی اسرائیل کو بڑا فخر تھا کہ ہم میں سے پیغمبر ہوتے چلے آتے ہیں اور جو کوئی فخر بسبب باپ دادوں اپنے کے کرے اُس کو چاہیے کہ اوّل اپنے نفس کو سنوارے اور بُرائیاں ظاہری اور باطنی اس کی دُور کرے تا کہ موافق اس قول کے کہ الولد سر لابیہ دلیل صحت نسب اور فخر اُن کے کی پائی جاوے والا حال اُس کا مخالف دعویٰ اس کے کا ہوگا اور خود اپنی زبان سے الزام کھاوے گا اس واسطے پہلے تمام آدمیوں کو خطاب فرمایا کہ یاایھا الناس اعبدوا اور جو نعمتیں کہ عام سب کے واسطے تھیں جیسا کہ پیدائش زمین اور آسمان سے لے کر پیدائش حضرت آدم علیہ السلام تک اور داخل کرنا ان کا بہشت میں اور خلیفہ کرنا اُن کا زمین میں یاد دلائیں بعد اُس کے خاص خطاب بنی اسرائیل کو کیا اور جو نعمتیں کہ خاص اُن کے بزرگوں کو عطا کی تھیں اور انھوں نے ناشکری کی اور اپنی وضع اور اطوار بدل ڈالے سب باتیں یاد دلائیں جیسا کہ فرماتے ہیں یَا بَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ یعنی اے بیٹو یعقوب کے کہ وہ بیٹا اسحٰق کا اور وہ اسحٰق بیٹا ابراہیمؑ کا ہے اور اسرائیل نام حضرت یعقوب کا ہے اور معنی اسرا کے عبرانی زبان میں بندہ کے ہیں اور ئیل بمعنی اللہ کے ہے پس معنی اس کلمہ کے عبد اللہ ہوئے اور عبد بن حمید نے ابو مجاز سے روایت کی ہے کہ اصلی نام اُن کا کہ حضرت اسحٰق نے رکھا تھا یعقوب تھا اس واسطے کہ

حضرت یعقوب اور حضرت عیص ایک حمل سے دونوں پیدا ہوتے تھے اور حضرت عیص اول پیدا ہوتے اور حضرت یعقوب پیچھے اس واسطے حضرت اسحٰق نے نام اُن کا یعقوب رکھا کہ عیص کے عقب میں پیدا ہوتے اور معنی یعقوب کے عبرانی زبان میں پیچھے آنے والے کے ہیں یعنی یہی نام ان کا باقی رہا کہ قریب جوانی کے پہنچے ایک دن حضرت اسحٰق خلوت خانے میں تھے اور ان کو خلوت خانے کے دروازے پر بٹھلا دیا تھا تاکہ کوئی نامحرم خاص وقت میں اندر نہ جاوے اور مناجات الٰہی میں تشویش نہ ڈالیں دفعتاً ایک فرشتہ مقرب فرشتوں میں سے آدمی کی صورت بن کر حضرت اسحٰق کی زیارت کے واسطے آیا اور چاہا کہ خلوت خانہ میں جاوے انھوں نے اُس کے ساتھ ہاتھا پائی کی اور آنے نہ دیا یہاں تک کہ حضرت اسحٰق باہر آئے اور جب یہ حال دیکھا کہ فرشتہ سے مقابلہ کرتے ہیں انھوں نے فرشتہ سے عذر کیا اُس فرشتہ نے حضرت یعقوب کو بہت سراہا اور آفرین کی کہ حق خدمت کا ایسا ہی بجالانا چاہیئے اور حضرت اسحٰق سے کہا کہ اس فرزند کا تمھارے کیا نام ہے انھوں نے کہا یعقوب فرشتہ نے کہا کہ میری طرف سے نام اس فرزند کا اسرائیل رکھو اس واسطے کہ ہماری زبان میں اسرا کے معنی برگزیدہ کے ہیں اور ئیل بمعنی خدا کے اور یہ فرزند تمھارا مرد خدا کا ہے کہ ہرگز پاس کسی کا نہیں کرتا ہے اس وقت سے نام ان کا اسرائیل مشہور ہوا اور اسی واسطے انکا نام فرشتوں کے نام کے ساتھ ملتا ہے جیسا کہ جبرائیل اور میکائیل اور خطاب کے وقت اس طرح نہ فرمایا کہ یا اولاد یعقوب تاکہ اشارہ اُس کی طرف ہو جاوے کہ اے بنی اسرائیل تم بیٹے اس مرد خدا کے ہو جو مقبول خدا کا تھا اور اپنے باپ کی فرمانبرداری کے واسطے کسی کی پروانہ کی اور پاس کسی چیز کا نہ کیا تم کو بھی چاہیئے کہ موافق الولد سر لابیہ کہ خدا کے عہد پورا کرنے میں بجالانے حکم اس کے میں پروا دُنیا کے چلے جانے کی نہ کرو اور زوال مرتبہ اور ریاست سے نہ ڈرو اگر اس کام میں تم قصور کروگے مخالفت طریق باپ اپنے کی کروگے اور صحت نسب اپنے میں خلل ڈالوگے اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انبیاءؑ جو ذکر کرنے میں آتے ہیں اور مشہور ہیں تمام بنی اسرائیل میں سے ہیں مگر دس پیغمبر حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور بھی نقل کی

کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس کے دو نام قرآن میں آتے ہیں مگر حضرت یعقوب اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کہ حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ کو مسیح بھی کہتے ہیں انتہٰی لیکن یہ تلاش ناقص ہے اس واسطے کہ حضرت یونس کو ذوالنون بھی فرمایا ہے مگر یہ کہا جاوے کہ ذوالنون

بیان اولاد حضرت یعقوبؑ کا

علامتوں اور لقبوں میں سے ہے نام نہیں اور بیان پھیلنے اولاد حضرت یعقوب کا یہ ہے کہ اُن کے باپ حضرت اسحاق نے حضرت لوط کی لڑکی سے نکاح کیا تھا اور اُس بی بی سے دو بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے تھے اور جب وفات حضرت اسحاق کی قریب پہنچی دونوں بیٹوں کو اپنی مسجد میں سجادہ نشین کیا اور مال اپنا بھی دونوں کو آدھا آدھا دے دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت عیص کو بہت چاہتے تھے اور بی بی اُن کی حضرت یعقوب کو بہت دوست رکھتی تھی ایک دن حضرت اسحاق نے آخر عمر اپنی میں حضرت عیص کو فرمایا کہ وقت خاص مسجد میں حاضر ہو اور پکار یو تاکہ واسطے تیرے دُعا کروں میں یہ بات اُن کی بی بی نے سُنی اور حضرت یعقوب کو لباس حضرت عیص کا پہناکر بھیجا اور کہا کہ آواز اپنی عیص کی آواز سے مشابہ کر کے پکار یو کہ میں حاضر ہوں جو وعدہ دعا کا میرے واسطے کیا ہے پورا کرو اور حضرت اسحاق کو اخیر عمر میں ضعف بصارت ہو گیا تھا جبکہ حضرت یعقوب اُسی شکل اور لباس میں رُوبرو حضرت اسحاق کے گئے حضرت اسحاق نے واسطے اُن کے دُعا کی اور مضمون دُعا کا یہ تھا کہ حق تعالیٰ نبوت تیری اولاد میں جاری رکھے اور بعد کتنی دیر کے حضرت عیص آتے اور اُنھوں نے دُعا کروانی چاہی حضرت اسحاق نے فرمایا کہ اس وقت خاص میں پیشتر تو آیا تھا اور میں نے دُعا کر دی ہے حضرت عیص نے کہا مجھ کو خبر نہیں بعد تحقیق کرنے کے معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام آکر برکت دُعا اُن کی لے گئے۔ حضرت اسحاق نے واسطے حضرت عیص علیہ السلام کے دُعا دوسری فرمائی کہ حق تعالیٰ تیری نسل سے بادشاہ کرتا رہے گا اور جب حضرت اسحاق کی وفات نزدیک پہنچی دونوں بیٹوں اپنے کو وصیتیں فرمائی لیکن مسجد اور سجادہ حوالہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے کیا اس سبب سے حضرت عیص کو حضرت یعقوب سے کدورت خاطر ہو گئی تھی بعد انتقال حضرت اسحاق کے تمام مال پر حضرت عیص متصرف ہوئے اور آدمیوں کا رجوع انھیں کی طرف ہوا اور حضرت یعقوب فقیر اور بے مایہ ہے حضرت یعقوب کی ماں نے جب حال اس وضع پر دیکھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اس جگہ بود و باش تمھاری مناسب نہیں بھائی میرا کہ نام اُس کا

لایان ہے اُس کے پاس جاؤ اُس کے گھر میں کئی لڑکیاں ہیں اور آدمی مالدار ہے ایک لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دے گا اور تم کو معاش کی طرف سے فراغت حاصل ہو گی جب حضرت یعقوب علیہ السلام لایان کے یعنی اپنے ماموں کے پاس پہنچے تو وہ اُن کے آنے سے بہت خوش ہوا اور حال اُن کی والدہ اور اُن کے بھائی کا دریافت کیا۔ تمام حقیقت انھوں نے بیان کی۔ لایان نے کہا کہ بدسلوکی بھائی کی سے اندیشہ مت کر کہ تو فرزند میرا ہے اور تمام امور اپنے گھر کے ان کے حوالے کئے اور بڑی بیٹی اپنی سے شادی اُن کی کر دی چار بیٹے اُس لڑکی سے پیدا ہوئے روبیل اور شمعون اور لاوی اور یہودا بعد اُس کے وہ لڑکی فوت ہوئی لایان نے اپنی دوسری لڑکی کا اُن کے ساتھ نکاح کر دیا، ان سے بھی دو بیٹے پیدا ہوتے اور یہ بھی مر گئیں لایان نے تیسری لڑکی کا اُن کے ساتھ نکاح کر دیا دو بیٹے اور ایک لڑکی اُن سے پیدا ہوئی اور وہ بھی مر گئیں لایان نے چوتھی لڑکی اپنی کہ اُس کا راحیل نام تھا اُن کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیا اور یہی لڑکی والدہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین کی تھی اور اُس وقت میں عمر حضرت یعقوبؑ کی چالیس برس کو پہنچی تھی اور طرف اُن کے وحی آئی کہ ہم نے تجھ کو پیغمبر کیا، تو اب سرزمین کنعان کی طرف جا اور وہاں کے آدمیوں کو دین آباء و اجداد اپنے کا تلقین کر یہ حقیقت لایان سے کہی لایان سجدہ شکر کا بجا لایا اور کہا ہر چند کہ جدائی تیری اور جدائی لڑکی کی میرے اوپر بہت شاق ہے لیکن رضامندی خدا کی مقدم اور پر رضامندی میری کے ہے اب جو کچھ چاہے تو میرے مال میں سے لے لے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو مال کی کچھ حاجت نہیں لیکن اہل و عیال میرے کو ہمراہ میرے رخصت کر لایان نے لڑکی اپنی کو مع فرزندوں کے رُخصت کیا اور پانسو بکریاں اور پانسو بیل اور پانسو اونٹ اور پانسو خچر اور غلام بہت سے واسطے خدمت اور نگاہ رکھنے جانوروں کے اور نقد اور پوشاک بہت اُن کو دی جب وہ متوجہ طرف کنعان کے ہوئے اور یہ خبر عیص کو پہنچی اول جوش و خروش بہت کیا اور مقابلہ اور لڑائی کے واسطے تیار ہوا آخر صلح کر لی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے اچھی طرح ملاقات کی اور کمال ادب سے اُن سے درخواست کی کہ حق تعالےٰ نے تم کو میرے اُوپر بزرگی دی ہے واسطے میرے دُعا کر کہ نسل میری سے بھی پیغمبر پیدا ہووے حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ تمہاری پُشت سے ایوب پیغمبر پیدا ہو گا اور ذوالقرنین بادشاہ کہ

نیک بخت کہ مالک مشرق اور مغرب کا پیدا ہوگا بعد اس کے حضرت عیصؑ اور حضرت یعقوبؑ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے شہر کنعان میں راحیل سے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام دو برس کے تھے کہ راحیل فوت ہوئی لایان نے یہ ماجرا سنا پانچویں لڑکی اپنی کہ چھوٹی تھی بہت جہیز کے ساتھ واسطے ان کے بھیجی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نے پرورش کیا اور تمام فرزند حضرت یوسف سمیت بارہ ہیں اور ہر ایک بیٹے سے بہت سی نسل چلی اور بنی اسرائیل تمام بارہ قبیلے ہیں اور اس خطاب میں اُن سب کو شریک کرکے فرماتے ہیں کہ اے اولاد یعقوب کی تقاضا کمال تابعداری آبا اور اجداد اپنے کا یہ ہے کہ کوئی لحظہ یاد میری سے غافل نہ رہو تم جیسا کہ اُمت مرحومہ مصطفویہ کو فرمایا ہم نے کہ یاایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا فاذکرونی اذکرکم اور اگر استعداد تمھاری اس حد کو نہ پہنچے کہ بے واسطہ یاد میری کرو بس اس قدر ضرور کرو کہ اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم یعنی یاد کرو تم نعمت میری وہ نعمت کہ انعام کیا میں نے تمھارے اوپر اور فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ جو نعمتیں کہ خاص نہ ہوں بلکہ عام ہوں کہ اُن کو اور اوروں کو بھی عطا ہوئی ہوں، زیادہ تر دل میں نہیں سماتی ہیں اور بسبب شرکت ادنیٰ اور اعلیٰ کے وہ نعمت بے قدر معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ بیچ مقام شکر کے ملاحظہ خاص نعمت کا اُن کو کروایا اور ہر چند کہ لفظ نعمت کا مفرد ہے لیکن مراد جنس نعمت کی ہے یعنی کوئی نعمت ہو اور تفصیل اس جنس کی اس سورہ میں مذکور ہوگی منجملہ ان نعمتوں کے نجات پانی فرعونیوں کے ہاتھ سے اور منجملہ اُن کے پھاڑنا دریا کا واسطے اُن کے اور پیدا کرنا سائبان ابر کا جنگل تیہ میں واسطے ان کے اور اُتارنا من و سلویٰ کا اور جاری کرنا بارہ چشموں کا ایک پتھر سے اور بھیجنا پیغمبروں کا اس فرقہ میں پے درپے اور اتارنا کتابوں کا اُن کی زبان میں اور اُن کے خاندان میں اور حمایت کرنا اُن کی ہر وقت دشمنوں سے اور خبردار کر دینا اُن کو سب تقصیروں اور غفلتوں سے اور غفلت میں نہ چھوڑنا پھر بھیجنا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو واسطے ہدایت اُن کی کے اور یہ نعمتیں عمدہ نعمتوں میں سے ہیں کہ خاص انھیں کے واسطے ہیں اور کسی فرقہ کے تئیں بنی آدم میں سے اس قسم کی خوارق عادات کثرت سے اور اس قسم کی تنبیہیں اور نصیحتیں اور تعلیمیں اللہ کی جناب سے عطا نہیں ہوئیں ہیں

گویا سب آدمیوں میں سے اس فرقہ کو امتیاز تمام دیا اور ہر چند کہ اکثر یہ نعمتیں اوپر بزرگوں اور باپ دادوں اُن کے کے تھیں لیکن جو نعمت کہ باپ دادوں کے اوپر ہوتی ہے بیٹوں کے حق میں بالاولیٰ ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر وہ نعمتیں نہ ہوتیں نسل اُن کی جاری نہ ہوتی اور بیٹے پیدا نہ ہوتے اور یہ بھی ہے کہ بیٹوں کو بسبب ایسے باپ دادوں کے کہ نعمتیں عمدہ ان کے حق میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عنایت ہوئی ہیں بڑا فخر ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ جس وقت بیٹے یہ جانیں کہ ہمارے باپ دادوں کو یہ نعمتیں بہ طفیل بجالانے حکم الٰہی کے اور صبر کرنے کے اوپر سختیوں کے اور روگردانی کرنے کفر سے حاصل ہوئی تھیں ان کو بھی رغبت ہوگی کہ ہم بھی طریقہ باپ دادوں کا اختیار کریں اور یہ امر مقرر ہے کہ ہر ایک بیٹے کی جبلت میں اتباع طریقہ باپ اپنے کا ہوتا ہے پس یاد کرنا ان نعمتوں کا کہ باپ دادوں اُن کے کو عطا ہوئی تھیں اُن کو بھی طمع ان نعمتوں کی میں ڈالتا ہے اور یہ طمع ظاہر کرے مخالفت حکم الٰہی کے سے اور توڑنے عہد کے سے منع کرے گی اور اسی واسطے کہا ہے کہ الانسان عبید الاحسان اور بیچ یاد دلانے ان نعمتوں کے فائدے دوسرے بھی منظور ہیں۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ بیان کرنا پیغمبر علیہ السلام کا ان نعمتوں کو دلیل نبوت اُس کی کے ہے کہ بغیر مطالعہ کسی کتاب کے اور مخالفت اہل کتاب کے ان نعمتوں کو بیان کرتا ہے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ جس قدر نعمتیں بہت ہوتی ہیں نافرمانی حکم کی سے اور گناہ سے زیادہ تر خوف اور ہیبت ہوتی ہے اور بُرائی مخالفت کی معلوم ہوتی ہے۔ اور کم وجہ یہ ہے کہ حیا کرنی مخالفت منعم کی سے ہر عاقل کی جبلت میں ہے اور سب فائدے ممد و معاون مدعا کے ہیں کہ وہ ثابت کرنا نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اصلاح کرنا فرقہ بنی اسرائیل کا ہے، اور یہ بھی کہ نعمتیں باعث بڑائی اور بزرگی کا ہیں جیسا کہ بزرگی حضرت آدم کی بسبب سجدہ فرشتوں اور سکونت بہشت کے حاصل ہوئی تھی مگر بزرگی حضرت آدم کی میں بسبب ادنیٰ گناہ کے کہ میوہ ایک درخت ممنوع کا کھا لیا تھا خلل آ گیا ان کی بزرگیوں کو بھی اگر ان سے کفران نعمت کا ہو گا دُور ہونے والی سمجھنا چاہیئے اور قطع نظر اس سے کہ یاد کرنا ان نعمتوں کا باعث مخالفت چھوڑنے کا ہو ہم نے تم سے عہد بھی اوپر ظاہر کرنے حق کے لیا ہے اور جو کوئی کسی کے ساتھ عہد کر لیتا ہے اگرچہ وہ منعم نہ ہو اور اُس کی طرف سے نعمت نہ پہنچی ہو پورا کرنا عہد کا ہر فرقہ بنی آدم

کے نزدیک واجب ہوتا ہے پس تم کو چاہیئے کہ اگر یاد کرلے ہماری نعمتوں کے سے غافل ہو
اُس عہد ہمارے کو یاد کرو وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ یعنی وفا کرو تم وہ عہد ہمارا کہ تم سے لیا
ہم نے اس واسطے کہ وہ عہد ہمارا مضبوطی میں کمتر اُس عہد سے نہیں کہ آدم سے بہشت کے اندر
کیا تھا کہ وہ درخت منع کئے ہوئے سے بچیو اور کمتر اُس عہد سے بھی نہیں کہ آدم سے بعد قبول
کرنے توبہ کے سکونت زمین کے لئے تھا کہ جس وقت ہدایت ہماری طرف سے آوے تابعداری اس
ہدایت کی لازم جانو اس واسطے کہ اگر تم میرا عہد پورا کروگے اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ یعنی میں بھی
پورا کروں گا وہ عہد کہ میں نے تم کو دیا ہے کہ خوف اور غم تم سے دُور کروں اور گناہ تمہارے بخشوں
اور نیکیاں تمہاری دوچند کروں اور تکلیفیں سخت تم سے دُور کروں اور بہشت کہ مسکن تمہارے
باپ کا تھا اور بسبب شامت گناہ کے اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا پھر تمہارے نصیب کروں اور
تفصیل اُس عہد کی جو بنی اسرائیل سے ہوا سورۃ مائدہ میں اس آیت کے اندر ہے کہ وَلَقَدْ
اَخذ اللّٰہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا اخیر تک کہ
یہ ہے ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار اور سورۃ اعراف
میں بھی ان آیتوں میں ہے جو فساکتبہا للذین یتقون سے شروع ہوتی ہیں الذین
یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی
التوریۃ والانجیل کے آخر پر ختم ہوتی ہیں اور اس آیت میں مراد اس عہد سے وہی عہد
ہے کہ وقت اُترنے حضرت آدم کے لیا ہے کہ فامّا یاتینکم منّی ھدی یا وہ عہد ہے
کہ ہر ایک نبی پہلے سے لیا کہ تائید اور نصرت پچھلے نبی کی کرے جیسا کہ بیچ سورۃ آل عمران کے
مذکور ہے واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ آخر
آیۃ تک یا وہ عہد مراد ہے کہ تمام عالموں سے لیا ہے جیسا کہ بیچ آخر سورۃ آل عمران کے مذکور
ہے کہ واذ اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس
ولا تکتمونہ اس واسطے کہ جو عہد کہ عام سے لیا جاتا ہے خاص کے اوپر بھی لازم ہوتا ہے
اور جو عہد کہ پیغمبر سے لیا جاتا ہے اُمّت کے اوپر بھی لازم ہوتا ہے اور اوپر ذمّہ بنی اسرائیل کے
چار عہد الٰہی واجب الوفا تھے اوّل وہ عہد کہ خاص انھیں سے لیا ہے اور ہر چند کہ اس عہد میں

یہ ذکر نہیں کہ خاص آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایمان لاویں بلکہ مضمون اس کا عام اور
شامل ہے کہ سب رسولوں کے ساتھ ایمان لاویں اور تائید اور تصدیق اُن کی کریں اور قائم کریں
نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو اور انفاقات مالی بجالاویں لیکن بالآخر حاصل یہ ہے اس واسطے
کہ آں حضرت محمدؐ پر ایمان لائیں کہ وہ بھی رسولوں کے زمرہ میں داخل ہیں اور انھیں باتوں کا حکم
فرماتے ہیں پس ایمان ساتھ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تقویت اور تائید اُن کی بھی بمقتضائے
اس عہد کے بنی اسرائیل کے ذمہ واجب ہوئی اور مذکور اس عہد کا سورۃ مائدہ کا اوّل میں ہے اور
دوسرے عہد کے خاص واسطے اتباع حضرت نبی اُمّی علیہ السلام کے لئے ہے اور مذکور اس کا سورۃ
اعراف میں ہے تیسرا وہ عہد کہ تمام انبیائے سابقین سے واسطے تائید اور تصدیق پچھلے نبیوں کے
ہے اور ہرگاہ کہ بنی اسرائیل کے گروہ میں بہت نبی گزرے ہیں اور بنی اسرائیل اپنے تئیں ان نبیوں
کے اُمت میں گنتے ہیں پس وہ کرات ومرات ان کے اُوپر لازم الوفا ہوا اور مذکور اس عہد کا بیچ
وسط سورۂ آل عمران کے ہے چوتھا عہد کہ علی العموم آدم کی اولاد سے لیا ہے جیسا کہ اس جگہ
مذکور ہوا یا سب علماء سے لیا ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران میں مذکور ہے کہ یہ عہد بھی بنی اسرائیل
کے فرقہ پر کہ اپنے تئیں حضرت آدم کی اولاد میں سے اور عالموں کے گروہ سے گنتے ہیں لازم الوفا
ہوا پس اسی جگہ بنی اسرائیل سے پورا کرنا ان چاروں عہدوں کا طلب کیا گیا اوّل اس تقریب سے
کہ دفع کرنا عہد کا تقاضا جبلت انسانی کا ہے۔ اگر اس میں قصور کروگے تو انسانیت کے دائرہ سے
خارج کئے جاؤگے اور ثانیاً اس طرح سے کہ ہر ہر عہد کے مقابلے میں میں نے بھی عہد دیا ہے اگر
تم کو طمع بیچ پورا کرنے ان عہدوں میرے کے ہو پس طریقہ اُس کے حاصل کرنے کا پُورا کرنا عہد
کا ہے پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ وفا کرنا عہد کا جوانمردی اور سخن پدری اپنی سے نہ کرو اور
طریقہ اور مقابلہ سوداگری کا نہ چھوڑو کہ اس طرف سے کچھ دینا اور اُس طرف سے دس گنا لینا ہے
اور اگر تمھارے دل میں یہ بات آوے کہ منفعتوں کا حاصل کرنا اگرچہ بہت بھلا اُس وقت خوب ہوتا
ہے کہ خوف ضرر کا نہ ہو اور ہم کو اُن عہدوں کے پُورا کرنے میں بہت ضرر معلوم ہوتے ہیں
ایک ضرر یہ ہے کہ مرتبہ اور ریاست ہماری برہم ہو جاوے اور یہ بھی ضرر ہے کہ نذر اور نیازیں
اور فتوح اور تحفے کہ ہم مذہب ہمارے ہم کو دیتے ہیں یک قلم موقوف ہو جاویں اور یہ بھی ضرر ہے کہ

اگر توریت اور انجیل کے احکام ہم موقوف کردیں معاملہ رشوت ستانی کا کہ ہم کرتے ہیں بالکل بند ہو جاوے اس واسطے کہ وہ صورت منسوخ ہونے ان دونوں کتابوں کے کوئی ہم سے اُن احکام کو کہ اُس میں مندرج ہیں دریافت نہ کرے گا اور یہ بھی ضرر ہے کہ ناخوشی قوم اور قبیلہ اور اقربا کی ہم سے ہوگی اور جدائی اور ترک کرنا ناصر اور مددگاری رشتہ داروں کی کہ بسبب قومیت کے اور قرابت کے ہے ظہور میں آوے گی اور اسی کی مانند اور ضرر بھی ہیں پس پہنچ پورا کرنے اُن عہدوں کے اگرچہ منفعتیں ہیں ان بڑے نقصانوں سے خوف کرتے ہیں اور عاقل کا کام یہی ہے کہ جس چیز میں نفع بھی ہو اور ضرر بھی ہو اُس سے بچے ہم کہتے ہیں جیسا کہ ان عہدوں کے پورا کرنے میں تھوڑے سے ضرروں کا اندیشہ کرتے ہو پس چاہیئے کہ جو مضرتیں نہ پورا کرنے عہد میں ہیں کہ وہ ہزاروں درجہ ان مضرتوں سے زیادہ ہیں اندیشہ کرو اس واسطے کہ بیچ صورت بیوفائی کے ہم تم سے ناخوش ہوں گے اور ناخوشی ہماری وبال دُنیا اور آخرت کا ہے پس ان دونوں قسموں کی مضرتوں کو آپس میں برابر کرو کہ اُن کے درمیان میں تفاوت آسمان اور زمین کا ہے بلکہ دُنیا کی مضرتوں سے نہ ڈرو کہ اس میں میری رضامندی ہوسکتی ہے وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ یعنی ناخوشی میری سے البتہ ڈرو اس واسطے کہ وہ منفعتیں دُنیا کی اُس کے عوض میں نہیں ہوسکتی ہیں جیسا کہ کہا ہے بیت:

كل شئ اذ فارقته عوض ولیس اللہ ان فارقت من عوض

اس جگہ جاننا چاہیئے کہ معنی رہبت کے لغت عرب میں ڈرنا ہے تقصیر کرنے سے اور نہ ادا ہونے کسی کے حق کے اور یہ ڈرنا عذاب اُس کے سے ہے اور یہ نصیب اہل ظاہر کا ہے یا ڈرنا جلال اُس کے سے اور وہ لائق اہل دل کے ہے اور خوف پہلا دُور ہوسکتا ہے اور خوف دُوسرا دُور نہیں ہوسکتا ہے یعنی خوف جلال اُس کے کا ہر وقت موجود رہتا ہے اور اسی واسطے وایای فارھبون فرمایا یعنی اس کلام میں خوف اپنے جلال کا بیان کیا اور اس طرح نہ کہا کہ من عقابی فارھبوا یعنی اور عذاب میرے سے ڈرو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اہل کتاب پہلے سے ساتھ رجوع خلائق کے مالوف تھے اور نذریں اور نیازیں اور تحفے آدمیوں سے علم اور تعلیم کے حیلے سے لیتے تھے۔

واسطے ہر شے کے کہ جس وقت جُدا ہو جاوے تو اُس سے عوض ہے اور نہیں ہے واسطے اللہ کے اگر تو جُدا ہووے کوئی عوض۔

ترک کرنا اُس دین کا اُن کے اوپر بہت شاق تھا اور صبر اوپر اس مشقت کے اور متابعت کرنی پیغمبر آخر الزماں کی کہ اُن سے پائی جاوے سبب زیادتی ثواب کا ہے اللہ کے نزدیک اور اسی واسطے بیچ حق مومنین اہل کتاب کے سورۃ قصص میں ارشاد ہوا کہ اولٰٓئک یوتون اجرھم مرتین بما صبروا یعنی یہ لوگ دیئے جاویں گے اجر اپنا دو بار بسبب صبر اُن کے کے اور

بیان ثواب تین آدمیوں کا

صحیحین میں ساتھ روایت ابوموسٰی اشعری رضی کے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں کو ثواب دوگنا جناب الٰہی سے عطا ہوگا۔ اوّل جو کوئی کہ اہل کتاب میں سے اسلام کے ساتھ مشرف ہو دُوسرا وہ شخص کہ لونڈی مدخولہ اپنی کو آزاد کر کے پھر اپنے نکاح میں لاوے تیسرا وہ غلام کہ بندگی خدا کی بھی بجالاوے اور اپنے مولیٰ کی خدمت میں بھی قصور نہ کرے پس فرقہ بنی اسرائیل کو جیسا کہ بیچ تابعداری نبی آخر الزماں کے مشقت بہت کھینچنی پڑے گی ویسی توقع ثواب کی بھی زیادہ رکھنی چاہیئے مصرعہ ہم بیشتر عنایت وہم بیشتر غنا

مشقت کو نظر میں لانا اور بڑی بڑی منفعتوں اور فائدوں سے چشم پوشی کرنی اور اخفا کرنا عالی ہمتوں کا کام نہیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے شعر

تہون علینا فی المعالی نفوسنا ومن خطب الحسنا لم یغلہ المہراد

اگر تم سے عہد نہ لیتا میں کہ ساتھ اس پیغمبر کے ایمان لاؤ اور اس کتاب کو سچا جانو پھر بھی تمھارے ذمہ واجب تھا کہ اس کتاب پر ایمان لاتے تم اس واسطے کہ جو موافق حق کے ہو البتہ حق ہے اور یہ کام عاقل کا نہیں کہ جس چیز کو حق جانے اور جو چیز اس کے موافق ہو اُس کا انکار کرے اس واسطے کہ اس صُورت میں انکار حق کا لازم آتا ہے پس تم اس پیغمبر کو برحق جانو وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ اور ایمان لاؤ تم ساتھ اُس کتاب کے کہ اُتاری میں نے اور تم کو یقیناً معلوم ہوا کہ میری اُتاری ہوئی ہے اس واسطے کہ معجزہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سراسر ہدایت ہے اس واسطے کہ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ یعنی موافق ہے اُس چیز کے کہ ہمراہ تمھارے ہے یعنی توریت اور انجیل اور زبور اور موافق ہے ساتھ صحیفوں پہلے نبیوں سے بیچ اعتقادات اور صفات اور احوال کے اور نبیوں کے قصّوں میں اور بہشت اور دوزخ کے ذکر میں اور توحید اور عبادت کے امر میں اور کبائر کی نہی میں اور جس چیز میں اس کو مخالفت کتابوں اپنی کے جانتے ہو یعنی منسوخ ہونا.

بعض حکموں توریت اور انجیل کے اپنے وقت کے میں حق تھے پس ایمان لانا ساتھ قرآن کے
تاکید تصدیق اس کی ہے اس واسطے کہ اس کتاب میں جابجا مذکور ہے کہ دین موسیٰ اور دین عیسیٰ
کا حق ہے اور احکام توریت اور انجیل کے اپنے وقت میں حق تھے پس ایمان لانا ساتھ قرآن کے
تاکید کرتا ہے ایمان لانے کو ساتھ توریت اور انجیل کے بیچ احکام منسوخہ اُن کے کے اور
ان کتابوں میں خوشخبری اس پیغمبر کے آنے کی اور اس کتاب کے اُترنے کی بھی موجود ہے اور
یہ بھی مذکور ہے کہ بسبب آنے اس پیغمبر کے اور نازل ہونے اس کتاب کے تکلیفات شاقہ اور
احکام بھاری تم سے دفع ہوں گے اگر یہ پیغمبر اور یہ کتاب اُن حکموں کو منسوخ نہ کرے تو وعدہ
خلافی اللہ تعالیٰ کی متصور ہوگی پس بسبب نسخ کرنے کے تصدیق اُن کتابوں کی کرتی ہے اور
واسطے اسی نکتہ کے صراحۃً اس طرح نہ فرمایا کہ اٰمنوا بالقرآن وبھٰذا الکتاب بلکہ طریق
کنایت کا اختیار کیا اس واسطے کہ کنایت میں مبالغہ زیادہ ہوتا ہے صریح سے اور اس کنایت
سے علۃ وجوب ایمان کی بھی سمجھی جاتی ہے اور اگر تم کو اس قرآن میں اور اس پیغمبر پر ایمان لانے
میں باوجود قائم ہونے دلیل عقل کے اور تمسک عہد کے کچھ شبہ باقی ہے تو ایسا نہ کرو کہ پہلی ہی مرتبہ
میں ساتھ انکار اور تکذیب کے پیش آؤ بلکہ سوائے ایمان لانے کے اپنی کتابوں کی طرف رجوع
کرو اور احوال اس قرآن اور اس پیغمبر کا جیسا کہ اُن کتابوں میں لکھا ہے مطابق کرو کہ شان
عقل والوں کی یہی ہے ولا تکونوا اول کافر بہٖ یعنی اور مت ہو تم ہو اول اُن آدمیوں
میں سے کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی اس کی کریں اس واسطے کہ دوسرے فرقے اہل کتاب کے
تابعداری تمہاری کرکے انکار اور تکذیب کریں گے اور وبال ان کا تمہاری گردن پر پڑے گا
اور اس وقت تک کہ مشرکین اور قریش مکہ نے کہ انکار اور تکذیب اس پیغمبر کی اور اس قرآن کی کی
ہے دیدہ دانستہ حق پوشی نہیں کی بلکہ بسبب جہل اور بے خبری اپنی کے اور جہالت اور نادانی کے
سبب سے پس لائق اس کے نہیں کہ کوئی پیروی اُن کی کرے بخلاف تمہارے کہ باوجود واقف ہونے
احوال اس پیغمبر کے سے اور اس قرآن کے سے چشم پوشی کرکے حق کو چھپاؤ گے تو حقیقت کفر کی کہ
حق پوشی ہے پہلے تم سے وقوع میں آوے گی گو کفر حکمی تم سے پہلے بھی اوروں سے سرزد ہوا ہے
اور سوا اس کے کفر اہل مکہ کا خاص اسی قرآن کے ساتھ نہ تھا بلکہ توحید اور معاد اور تمام پیغمبروں

اور تمام کتابوں کا اُن کو انکار تھا اور تم اپنے زعم میں ان سب چیزوں کو برحق سمجھ کر خاص
اسی قرآن کے منکر ہوتے ہو پس تم خاص انکار کرنے والوں قرآن کے سے اوّل شمار کئے جاؤ گے
اور یہ امر بہت بعید ہے اس واسطے کہ جو کچھ اس قرآن کے اندر توحید اور نبوت اور معاد اور خوبی
عبادت اور بُرائی گناہ کی سے ہے سب کو سچ اعتقاد کرکے پھر انکار اس کا کرتے ہو اور یہ دلیل
تعصب کی ہے اور مشرکین مکہ چونکہ سب چیزوں کے منکر تھے اگر قرآن میں ان چیزوں کا ذکر سُن کر
یقین نہ کریں اور انکار کے ساتھ پیش آویں چنداں بعید نہیں کہ انکار مضمونوں اس کتاب کے سے
انکار کتاب کا بھی لازم آتا ہے اور اگر تصدیق تمام مضمونوں کتاب کی کرکے پھر انکار کتاب کا کریں
دلیل تعصب اور عناد کی ہے اور اگر کہو تم کہ ہر چند یہ کتاب موافق وعدہ توریت اور انجیل کے
نازل ہوئی ہے اور آیتیں توریت اور انجیل کی کہ بیچ اُن کے وعدہ اس کتاب کا ہے ہمارے پاس
موجود ہیں لیکن اگر اُوپر ان آیتوں کے عمل کریں ریاست اور مرتبہ ہمارا بالکل فوت ہو جاوے بلکہ کارخانے
معاش ہماری کے درہم برہم ہوں گے پس واسطے اس ضرورت اور عموم بلوے کے اُن آیتوں کے
اُوپر ہم سے عمل نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ حرج کے سبب سے تکلیف ساقط ہوتی ہے جواب اس
کا یہ ہے کہ یہ سب اس واسطے ہے کہ دُنیا کے مزروں کو بہت بڑا سمجھتے ہو اور ان کا خوف کرتے
ہو اور ناخوشی ہماری سے نہیں ڈرتے اور دُنیا کے فائدوں کو سے افضل سمجھتے ہو اور یہ کام نہایت
قبیح ہے اور توریت اور انجیل میں مذمت اس کی وارد ہے پس اگر ایمان ساتھ توریت اور انجیل
کے رکھتے ہو اس کام سے دست بردار ہو وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی اور خرید نہ
کرو میری آیتوں کو دُنیا کی تھوڑی قیمت سے کہ بہ نسبت ثواب ان آیتوں کے کہ ان کے سوا کوئی چارہ نہیں اور
باوجود اس کے سب فانی ہے اور کوئی عاقل قلیل کو اوپر کثیر کے اور فانی کو اوپر باقی کے ترجیح نہیں
دیتا ہے وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ یعنی اور ناخوشی میری سے چاہیے کہ پرہیز کرو تم اور مرنے اور
ریاست کے چلے جانے کا اندیشہ نہ کرو اس واسطے کہ عوض اُس کا تم کو بسبب خوشنودی میری
کے حاصل ہو سکتا ہے اور میری خوشنودی سے ریاست اور مرتبہ بدل نہیں ہو سکتا ہے باقی اس جگہ
ایک سوال اور ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نہ خرید و تم بدلے آیتوں میری کے قیمت تھوڑی
پس خریدنا قیمت کا اس کے کیا معنی ہیں اس واسطے کہ عرف میں رائج اس طرح ہے کہ قیمت سے

اسباب خریدتے ہیں نہ کہ یہ اسباب دیویں اور قیمت کو خریدیں پس اگر آیتوں کو متاع ٹھیرایا جاوے اس طرح کہنا چاہیئے تھا کہ ولا تبیعوا اٰیاتی بثمن قلیل یعنی مت بیچو تم آیتوں ہماری کو ساتھ قیمت تھوڑی کے اور اگر آیتوں کو قیمت مقرر کریں پس اس طرح کہنا چاہیئے کہ ولا تشتروا باٰیاتی ثمنا قلیلا یعنی مت خرید و آیتیں ہماری دے کر متاع تھوڑی کو اور جو ترکیب اس جگہ مذکور ہے دونوں ترکیبوں سے علٰحدہ ہے تو جہ اس کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اصل مقصود بالذات آدمی کے واسطے حاصل ہونا فائدوں آخرت کا ہے کہ بسبب رضامندی خدا اور فرمانبرداری اُس کی کے میسر ہوتے ہیں پس حقیقت میں بیچے گئے فائدے آخرت کے ہیں کہ اہل کتاب ان کے بدلے میں رشوتیں اور تحفے اور ہدیے اور حصے مقرر کئے ہوئے اور کھیتیاں اور میوے اور اعانت اور نصرت اور دوستی اور قرابت کے فائدے لیتے ہیں اور فائدے دُنیا کے مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ یہ وسیلے آخرت کے حاصل کرنے کے ہیں جیسا کہ کہا ہے الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ یعنی دنیا کھیتی آخرت کی ہے پس حقیقت میں دُنیا اور جو چیزیں دُنیا کی ہیں بمنزلہ نقدی کے ہے کہ قیمت اور چیزوں کی جن سے نفع اٹھایا جاوے ہو سکتی ہیں اور خود نافع نہیں ہیں اور ہر گاہ کہ اہل کتاب نے فائدے آخرت کے برباد کر کے ان فائدوں فنا ہونیوالوں کو کہ مقصود بالذات نہ تھے اُس کے عوض میں لیا گویا انھوں نے معاملہ اُلٹا کر لیا کہ جس چیز کو دینا تھا اُس کو لیا اور جس چیز کو لینا تھا اُس کو دے دیا پس اللہ تعالےٰ نے موافق غلط فہمی اُن کی کے ایسی ترکیب ارشاد فرمائی کہ ولا تشتروا باٰیاتی ثمنا قلیلا اور اس سے اشارہ فرماتے ہیں کہ آیتیں میری ایسی نہ تھیں کہ اُن کو وسیلہ کسی چیز کے حاصل کرنے کا کرتے بلکہ مقصود بالذات تھیں اور اگر اُس کے عوض میں کوئی چیز ایسی بھی لیتے کہ قابل ذخیرہ اور بقا کے ہوتی تو بھی صورت معاملہ کی درست ہوتی لیکن تم نے اس کے عوض میں ایسی چیز لی کہ فانی اور چلی جانے والی ہے کہ حکم قیمت کا نہیں رکھتی ہے اور دے دینے کے لائق نہیں جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے :-

قد ادلع للناس فی الدنیا بارلعۃ اکل و شرب و ملبوس و نکاح،
و مرجع الکل ان نکرت فیہ الی روث و بول و مطروح و مفضوح

بیان ملامت کا

یہاں جاننا چاہیئے کہ ہرچند یہ آیت ظاہر میں نصیحت بنی اسرائیل کے واسطے ہے لیکن زجر واسطے چند فریق اس اُمّت کے بھی ہے کہ عوض آیتوں الٰہی کے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں اور وہ نعمت عظمٰے برباد کرتے ہیں فرقہ پہلا علماؤں کا کہ بسبب حرص نفسانی کے دنیاداروں اور ظالموں کے ساتھ خلط کرتے ہیں اور واسطے جائز کرنے اور درست کرنے ناجائز باتوں اُن کی کے روایتیں غیر معتبر و غیر مشہورہ نکالتے ہیں یہاں تک کہ اس حیلہ سے باعث اور رشوتوں اور لذتوں انکی کے ہوتے ہیں فرقہ دوسرا قاضیوں کا کہ رشوت کھاتے ہیں اور مفتیوں بے باک کا کہ حکم شرع کے بدلتے ہیں اور مدعی کو مدعا علیہ اور مدعا علیہ کو مدعی قرار دیتے ہیں۔ فرقہ تیسرا بادشاہوں اور سرداروں ظالم کا کہ داد مظلوموں کی نہیں دیتے ہیں اور اوپر احوال کارندوں اور متصدیوں اور کارپردازوں اپنے کے اطلاع اور تفتیش نہیں رکھتے ہیں اگرچہ رعایا پر تعدی کریں فرقہ چوتھا وزیروں اور متصدیوں دفتر کا کہ بیچ تحصیل کرنے مالوں کے اور خراج لینے رعایا سے خوف آخرت کا نہیں کرتے کہ موافق حکم خدا اور رسول کے لینا چاہیئے فرقہ پانچواں علم پڑھانے والوں اور وعظ کہنے والوں کا غرض اُن کی وہ سکھلانے احکام الٰہی سے حاصل کرنا دنیا کا مطلوب ہوا اور جس شخص سے امید فائدے کی ہو اُس کی طرف خوب متوجہ ہوں اور جس جگہ توقع نفع کی نہ ہو بے پرواہی اور بد خلقی کریں لیکن فرقہ تعلیم کرنے والے لڑکوں کا کہ لڑکوں کے پڑھانے کے واسطے نوکر ہوتے ہیں وہ اس گروہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ نوکری ان کی عوض تعلیم اُن کی کا نہیں ہے بلکہ وہ مشاہرہ اُجرت محنت اُن کی کا ہے کہ صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر اور اپنا کاروبار معاش کا چھوڑ کر لڑکوں بے ڈھنگوں کے اوپر جان نشانی کرتے ہیں اور جیسا کہ چرواہے اپنی بکریوں کو جگہ جگہ سے گھیر گھار کر اکٹھا کرتے ہیں ایسے ہی معلم لڑکوں کے بھی ان کو جمع کر کے احتیاط سے رکھتے ہیں البتہ یہ بات واقعی ہے کہ جو شخص فقط تعلیم قرآن اور حدیث اور فقہ کے اوپر بغیر مقرر کرنے مکان یا وقت کے اجرت طلب کرے اس فرقہ میں شمار کیا جائے گا اور بیچ اجرت امامت کے اور اذان اور خطبہ کے اختلاف عالموں کا ہے بعضے یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں عبادت میں ہیں اور اُجرت لینے سے عبادت کا ثواب جاتا رہتا ہے پس اس واسطے یہ اُجرت اُوپر اس عبادت کے نہیں بلکہ ادا

لڑکے پڑھانے والے کہ نوکر ہوتے ہیں لاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً میں داخل نہیں

کرنے اُس عبادت کے بیچ مکان خاص یا وقت خاص کے ہے اور یہ خصوصیت داخل عبادت نہیں پس اس واسطے وہ اجرت جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں امام اور خطیب اور موذن خالص خدا کے واسطے یہ کام اختیار کرتے تھے اور قاضی اور مفتی اور محتسب اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ کے جمع کرنے والے اسی نیت سے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے اور جس وقت اُس زمانے میں سلاطین عادل نے دیکھا کہ ان لوگوں نے اللہ کے واسطے ان کاموں کو اختیار رکھا ہے اُن کی معاش کے واسطے مسلمانوں کے مالوں سے مد خرچ مقرر کی جاوے اور اُجرت کے طور پر مقرر نہیں کرتے تھے رفتہ رفتہ کہ سستی اسلام کی ہوتی گئی ان کاموں کو بھی شغل اور پیشوں کے ایک صورت معاش کی مقرر کرلی اسی واسطے اس زمانہ میں یہ وجہ معاش کی مشکوک ہے بلکہ

بیان عدم جواز اجرت

قریب حرام کے ہے۔ حتی المقدور بچنا اس سے ضروری ہے۔ باقی رہا ایک اور مسئلہ کہ اُجرت لینی اُوپر تعویذ اور منتر کے کہ قرآن میں سے ہو اور یہ بالاجماع جائز ہے اور نص اس کے جواز پر آگئی ہے جیسا کہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم نے اُس کے جواز میں ذکر کیں اور کتابوں معتبرہ میں بھی اس کا ذکر ہے اور علماء محققین نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ بہت کام کا ہے انھوں نے کہا ہے کہ جو چیز بالکل عبادت ہے خواہ فرض عین ہو خواہ فرض کفایہ خواہ سنت موکدہ اُس کے اُوپر اجرت لینی جائز نہیں۔ جیسا کہ تعلیم قرآن اور حدیث اور فقہ کی اور قید اس کے ساتھ نہ ہو اور شل نماز اور روزہ اور تلاوت اور ذکر اور تسبیح کے اور جو چیز کہ کسی وجہ سے عبادت نہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے

بیان ان لوگوں کا کہ عمل سے باز رکھتے ہیں

کہ جیسا کہ اوپر عبادتوں اور بندگیوں کے اُجرت لینی روا نہیں ایسے ہی اوپر چھوٹنے گناہوں اور بچنے محرمات بسبب مقرر کرنے مدت کے یا تخصیص مکان کے مباح ہوتی ہیں اُن کے اوپر بھی اُجرت لینی جائز ہے جیسا کہ اوپر تعلیم قرآن کی لڑکوں کو کہ فقط تعلیم قرآن ہی نہیں بلکہ صبح سے شام تک گھر پر بیٹھنا اور خبرداری ان کی کرنی کہ دنگہ اور شرارت نہ کریں بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور یہ چیزیں عبادت نہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ اور عبادتوں اور بندگیوں کے اجرت لینی جائز نہیں اور یہ بھی اجرت کے حکم میں ہے کہ منصب کے واسطے محرمات سے بچے رہیں کہ اگر ہم محرمات سے نہ بچیں گے منصب ہم سے چھن جاوے گا۔ گو کہ ظاہر میں اُجرت نہیں دو تین آدمیوں کو ملاؤں میں سے دیکھا گیا کہ جب تک قضا اور افتا

کے عہدہ پر متعین تھے باجے اور مزامیر کے سُننے سے نہایت کنارہ کش تھے بلکہ لفظ سننے آواز مباح سے بھی اجتناب کرتے تھے جبکہ اس عہدہ سے معزول ہوئے تدارک مافات کا بخوبی عمل میں لائے باقی رہیں اس جگہ کئی بحثیں کہ مفسرین اس مقام میں بیان اُن کا کرتے ہیں اوّل یہ کہ بنی اسرائیل کو فرمایا کہ تم کافر پہلے ساتھ اس کتاب کے نہ ہو اور حال یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا پہلے کافر ہونا ممکن نہ تھا اور منع فعل کی جب ہوتے کہ ممکن ہو اس واسطے کہ آدمی کو نہیں کہہ سکتے کہ اُوپر آسمان کے مت اُڑ اور بنی اسرائیل کا اوّل کافر ہونا اس سبب سے نہیں کہ پہلے ان سے مکہ کے مشرکوں نے اور قریش نے دس برس تک کفر اختیار کیا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے جواب اس کا عین تفسیر میں گزرا کہ مراد کافر سے اس جگہ دیدہ و دانستہ حق بات کا چھپانے والا ہے اور یہ معنی سوائے اہل کتاب کے اوروں میں ممکن الحصول نہیں اور اہل کتاب میں سے پہلے دعوت اس دین کی اسی فرقہ بنی اسرائیل کی طرف پہنچی کہ جن سے خطاب اس کلام کا ہے اور دوسرے مفسّرین نے ایسا کہا ہے کہ اس جگہ لفظ مثل کا محذوف ہے اصل میں لا تکونوا مثل اوّل کافر بہ ہے یعنی نہ ہو تم مانند پہلے کافروں کے ساتھ اس کے ہو اور حاصل یہ ہے کہ تم باوجود جاننے نعت اس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور حقیقت قرآن کی مانند کفار کے نہ ہو تم بعضوں نے کہا ہے کہ من اھل الکتاب اس عبارت میں مقدر ہے اصل میں اس طرح تھا کہ ولا تکونوا اوّل کافر بہ من اھل الکتاب یعنی نہ ہو تم پہلے کافر اہل کتاب میں سے اس واسطے کہ بنی اسرائیل قرآن کے انکار کرنے میں سابق ہیں اور اہل کتاب سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضمیر بہ کی طرف ما معکم کے پھرتی ہے نہ طرف ما انزلت کے یعنی تم اوّل اُن لوگوں میں سے نہ ہو کہ ساتھ کتاب اپنی کے کہ کافر ہوں اس واسطے کہ کفر تمہارا ساتھ اس قرآن کے موجب کفر تمہارے کا ساتھ کتاب اپنی کے ہے اور اب تک جہاں میں کوئی ایسا نہیں گزرا ہے کہ اپنی کتاب سے کافر ہوا ہو پس اگر تم یہ کام کروگے اوّل مرتبہ میں کافر ہوگے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اوّل کافر سے وہ ہے کہ بمجرد سننے اس قرآن کے کفر قبول کریں بے اس کے کہ اس کے حال میں تامل اور غور کرے اور عقل اپنی سے سوچے دوسری بحث یہ ہے کہ لا تکونوا اوّل کافر بہ بطریق مفہوم مخالف کے سمجھا جاتا ہے کہ کافر ہونا اُن کا جائز ہے لیکن اوّل کافر نہ ہونا چاہیئے اور ایسا ہی ہے لا تشتروا بایاتی ثمناً قلیلا بھی اسی راہ سے دلالت کرتا ہے کہ اگر ثمن کثیر ہو تو مضائقہ نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا اس وقت میں اعتبار کرنا چاہیئے کہ منطق صریح اوپر خلاف اس کے کوئی نہ ہو

اور اس جگہ میں امنوا بما انزلت اور دوسری بہت آیتیں دلالت او پر حرمت کفر کے مطلقاً کرتی ہیں علاوہ اس کے دلالت مفہوم مخالف کی کلیہ بھی نہیں جیسا کہ درمیان لا تاکلوا الربوٰ اضعافا مضاعفۃ اور رفع السموات بغیر عمد ترونھا کے کہا ہے بحث میرئنہ یہ کہ پہلی آیت کو ختم کیا ساتھ فارھبون کے اور دوسری آیت کو ساتھ فاتقون کے اور حال یہ ہے کہ معنی رہبت اور اتقا کے ایک ہیں یعنی ڈرنا اور پرہیز کرنا تخصیص کرنے میں ایک لفظ کے ساتھ ایک آیت اور دوسرے لفظ کے ساتھ دوسری آیت کے کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ آیت پہلی میں اب تک بنی اسرائیل کو صریح خطاب ساتھ ایمان کے نہیں ہوا تھا پس گویا ابھی تک یہودیت اپنی پر باقی ہیں اور یہودیوں کی اصطلاح میں خدا سے ڈرنے کو رہبت اور رہبانیت کہتے ہیں اور خدا سے ڈرنے والے کو اُن کی اصطلاح میں راہب اور رہبان کہتے ہیں پس اُس آیت کے آخر میں خطاب ساتھ لفظ اصطلاحی اُن کے کے مناسب ہوا اور ہر گاہ کہ دوسری آیت میں ساتھ صریح ایمان کے مامور ہوئے اور مومنین کی عرف میں جو شخص کہ خدا سے ڈرتا ہے اُس کو متقی کہتے ہیں اور پرہیزگاری اور دین میں احتیاط کرنے کا نام تقوٰی رکھتے ہیں اسی واسطے اس آیت میں خطاب ساتھ لفظ تقوٰی کے مناسب زیادہ ہوا تاکہ اشارہ ہو طرف اس کے کہ جس شخص نے ایک دین لامذہب کا ترک کیا اور دوسرے مذہب میں داخل ہوا اُس کو چاہیئے کہ استعمال کرنے ان لفظوں کے سے کہ پہلے دین میں مروج تھے احتراز کرے اور جو الفاظ کہ مروج اپنے اس دین کے ہیں اُن کو برتے تاکہ التباس اور اشتباہ واقع نہ ہو اور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ اگرچہ رہبت اور اتقا دونوں بیچ معنی پرہیز اور احتراز کے آپس میں شریک ہیں لیکن رہبت اکثر اس جگہ استعمال کی جاتی ہے کہ جائز الوقوع ہو یعنی رہبت خوف ایسی شے کو کہتے ہیں کہ اس شے کا ہونا جائز ہو یقین اس کے ہونے کا ہو یا نہ ہو اور اتقاء اس جگہ بولا جاتا ہے جس شے کا ہونا یقینی ہو پس بیچ پہلی آیت کے کہ ان کو ساتھ ایمان اس کتاب کے امر نہ فرمایا تھا ان کے ذہن میں عذاب اوپر کفر کے جائز تھا یقینی نہ تھا اور دوسری آیت میں کہ ان کو ساتھ ایمان قرآن کے مامور فرمایا اور قرآن میں وعدہ ہو چکا

کہ کافروں کو یقیناً عذاب ہوگا بس وہ جواز یقین کے ساتھ بدل گیا اور ساتھ اتقاء کے مامور ہوا بحث چونکہ تھی تب کہ یہاں تک بنی اسرائیل کو اعتقادوں میں کامل ہونے کا امر فرمایا اور دو طریق سے راہ ہدایت کی کہ ایک پورا کرنا عہد کا ہے اور دوسرے اتباع دلیل کا اُن کو ابتدائی آب اُن سے فرماتے ہیں کہ جیسا اوپر تمہارے واجب ہے کہ اپنے تئیں گمراہی سے بچاؤ اور اوپر اس کتاب کے ایمان لاؤ اور عمل کرنے پر ان آیتوں کے کہ تمہاری کتابوں میں بیچ شان اس پیغمبر اور اس قرآن کے تیار ہو جاؤ سو موجود ہیں، بسبب خیال دُور ہونے مرتبہ اور ریاست کے ان کو نہ چھپاؤ اور ایسے ہی ذمہ تمہارے واجب ہے کہ دوسروں کو اغوا اور گمراہ نہ کرو اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے دو طریق ہیں کبھی وہ اور کبھی وہ اس واسطے کہ جس شخص نے دلیل ہدایت کی سُنی اُس کے گمراہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ اُس دلیل میں شبہ ڈالیں تاکہ نزدیک اُس شخص کے حق اور باطل رل مل جاوے اور اس کو تشویش ہو جاوے اور جس شخص نے اصل سے دلیل ہدایت کی نہ سُنی ہو پس اُس کے گمراہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ ہدایت کی دلیلیں اُس سے پوشیدہ کریں اور اُس کو دلیل تک پہنچنے بھی نہ دیں اور واسطے منع ان دونوں طریقوں کے فرماتے ہیں کہ وَلَا تَلْبِسُوا یعنی اور مشتبہ اور خلط عوام اپنے کے اوپر نہ کرو اَلْحَقَّ یعنی سچی بات کو اور وہ یہ ہے کہ عوام لوگ توریت اور انجیل اور دوسری کتابوں الٰہیہ کی آیتوں سے موافق عبارت اُن کے اور مطابق سیاق اور سباق کے مطلب سمجھتے ہیں اور اُن کے مضمونوں سے نبی آخر الزماں کا اور قرآن کا برحق ہونا اُن کے ذہن میں بیٹھتا ہے بِالْبَاطِلِ یعنی ساتھ تاویل باطل اپنی کے کہ اُس میں حاجت اضمار کی یا معنی غیر حقیقی کی طرف لے جانے کی یا مخالفت سیاق اور سباق کی پڑے جیسا کہ بہت فرقے گمراہ اس امت کے بھی مثل خارجیوں اور رافضیوں اور معتزلیوں اور قدریوں اور ملحدوں کے ایسی چیزیں قرآن کی نسبت کرتے ہیں کئی صورتیں اور مثالیں حق بات کی ملانے کی ساتھ باطل کے مع اور کئی کام آپس میں نہی اور منع میں داخل ہیں یعنی صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ کسی قصہ کی روایت میں اپنی طرف سے بڑھائیں جیسا کہ شیعوں نے یہ حرکت کی ہے کہ ساتھ حدیث جهزوا جيش اسامه کے لفظ لعن الله من تخلف عنه کا زیادہ کرلیا ہے اور بیچ حدیث من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه کے لفظ وانصر من نصره واخذل من خذله کا بڑھا لیا ہے اور انھیں صورتوں میں سے یہ ہے کہ کسی لفظ قریب المخرج کے ساتھ دوسرے لفظ کو بدل دیں جیسا کہ نواصب اور خوارج کے بیچ حدیث انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ کے لفظ

ہارون کو ساتھ قارون کے بدل دیا ہے اور انھیں صورتوں میں سے یہ ہے کہ حدیث یا قرآن میں
کوئی لفظ مبہم کو بے دلیل کے اپنی خواہش سے معین کرلیں جیسا کہ فرقہ شیعہ نے قرطاس کی حدیث
میں کہ قالوا اھجر استفھموہ آیا ہے قال عمر روایت کیا ہے اور نواصب اور خوارج نے
بیچ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے کہ وان آل ابی فلان لیسوا لی باولیاء انما اولیا
المتقون ہے لفظ آل ابی طالب کا روایت کیا ہے اور رافضیوں نے بیچ حدیث ما اظن
فلانا و فلانا یعرفان من امرنا شیئا کے ما اظن ابابکر و عمر روایت کیا ہے
اور تمام کلمے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہ کے کہ بیچ حق قریشیوں معاندین کے کہ باعث
اوپر جنگ جمل اور صفین کے تھے فرماتے تھے انہیں خلفائے ثلٰثہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی طرف
رجوع کرتے ہیں اور انھیں صورتوں سے یہ ہے کہ اشارہ کسی شے کی طرف ہوا ہو اور اس اشارہ کو
دوسری چیز پر منطبق کریں جیسا کہ رافضیوں نے بیچ اس حدیث کے کہ الا ان الفتنۃ ھھنا
من حیث یطلع قرنا الشیطان کہ اشارہ شرق کی طرف کرکے ارشاد کیا تھا اس اشارہ
کو طرف حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لے گئے وعلیٰ ہذا القیاس وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ یعنے اور
مت چھپاؤ حق کو اس طرح پر کہ جو نصوص توریت اور انجیل اور کتب الٰہیہ کی کہ اوپر اس پیغمبر اور
اس قرآن کے دلالت کرتی ہیں عام لوگوں سے پوشیدہ رکھو اور ان کو نہ سناؤ اور وقت تلاوت کے
اگر ان نصوص پر گذر ہو تو آہستہ پڑھتے ہو اور اگر اس کتاب کو دکھلاؤ گے پس جس صفحہ میں کہ وہ
نصوص موجود ہیں اگر وہ ظاہر ہوں اُن پر ہاتھ رکھ لیتے ہو جیسا کہ یہودیوں نے رجم کی آیت میں
یہی کام کیا تھا اور اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تم نے کوئی آیت توریت اور انجیل میں بیچ شان اس
کتاب اور اس پیغمبر کے دیکھی ہے یا سُنی ہے صاف کہہ دو گے کہ ہم نے نہیں دیکھی اور نہ سُنی یا ہم کو
یاد نہیں چنانچہ رافضیوں نے بیچ نصوص نہج البلاغت کے یہی کام کیا ہے کہ جو نص مدح اور تعریف
میں نزدیک اُن کے متواتر ہے عوام اپنے سے پوشیدہ کرتے ہیں اور حق کے چھپانے کی ایک اور صورت
یہ بھی ہے کہ متن کو مبہم کریں جیسا کہ جامع نہج البلاغۃ سید رضی نے للہ بلاد عمر کو للہ بلاد فلاں کرکے
نقل کیا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر ذمہ علماء کے واجب ہے کہ کوئی وجہ بہکانے اور گمراہ کرنے کی اپنے اندر
نہ رکھیں جیسا کہ ذمہ اُن کے واجب ہے کہ خود راہ پانے والے ہوں پس اے بنی اسرائیل تم کو بھی لازم ہے

کہ ان دونوں طریق اغوا کے سے پرہیز کرو وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ یعنی اور حال یہ ہے کہ تم
جانتے ہو کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے حق کو چھپانا نہ چاہیئے اور باطل کو ہم رنگ حق کے
کر کے ظاہر نہ کرنا چاہیئے اور یہ قید اس واسطے بڑھائی ہے کہ کبھی مشتبہ کرنا ساتھ باطل کے
اور پوشیدہ کرنا حق کا خطاء فہم کی راہ سے بھی کہ اُس کو بیچ عرف اصول والوں کے خطاء اجتہادی
کہتے ہیں ہوتا ہے اور یہ پوشیدہ کرنا حق کا عمل ایسا عذاب سخت کا نہیں کہ کفر کی طرف پہنچاوے
بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ اگر صاحب اُس خطا کے نے بیچ تلاش کرنے حق اور جمع کرنے اسباب
ہدایت کے کوشش کمال درجہ کی کی اور ذہن اُس کا طرف حق صرف کے نہ پہنچا معذور ہے بلکہ
اجر دیا جاوے گا اور اگر بیچ دریافت حق کے موافق مقدور اپنے کے کوشش نہ کی اور ساتھ فکر
سرسری کے قناعت کر کے خطا کی البتہ وہ مستحق عتاب اور ملامت کا ہے لیکن باوجود اس کے نوبت
طرف کفر کے نہیں پہنچے گی بخلاف اس صورت کے کہ حق پوشی اور فریب دیدہ و دانستہ کیا کرو
کفر کی طرف پہنچاوے گا اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ معنی وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کے یہ ہیں کہ
تم قباحت اس فعل کی جانتے ہو اور ہر چند حق پوشی اور تلبیس باوجود نہ جاننے قباحت اُس کی کے
بھی حرام ہے لیکن باعث جاننے کے نہایت قبیح ہوتی ہے جیسا کہ زہر کو جان کر کھانا بس یہ قید
واسطے بیان کرنے زیادتی قباحت اس فعل اُن کے کی ہے اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اکثر عوام جانتے
ہیں کہ تحصیل علم دینی کی ساتھ خوف اس مفسدہ کے مضر ہے اور جہل میں رہنا بہتر ہے اس واسطے
کہ عالم کے حق میں باوجود علم رکھنے کے احکام شرع کے کہ فلانی چیز واجب ہے اور فلانی حرام،
مخالفت ان حکموں کی کرنی زیادہ بُرائی ہے بہ نسبت جاہلوں کے کہ اُن سے مخالفت احکام شرع کی
نادانستہ ظاہر ہوتی ہے پس علم حاصل کرنے میں یہ وبال سخت اپنی گردن پر لینا ہے اور علم نہ
سیکھنے میں اس وبال سے امن میں ہیں اور واسطے تائید اس اعتقاد اپنے کے حدیث ابو الدرداء
اور ابن مسعود کی کہ بیچ مصنف ابن ابی شیبہ اور کتاب الزہد امام احمد کے موجود ہے لاتے ہیں کہ
قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ویل لمن لا یعلم مرۃ ولو شاء
اللّٰہ یعلمہ و ویل لمن یعلم ولا یعمل سبع مرات یعنی کہ فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلّم نے وبال ہے واسطے اُس شخص کے کہ نہیں علم رکھتا ہے اور آں حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلّم

نے اُس کے حق میں یہ لفظ ایک مرتبہ فرمایا پھر فرمایا اگر چاہے اللہ تعالیٰ البتہ عالم کرے اُس کو اور وبال ہے واسطے اُس شخص کے کہ عالم ہے اور عمل نہیں کرتا ہے اور اس کے واسطے سات بار فرمایا اور رفع اور دُور کرنا اس شبہ کا یہ ہے کہ حقیقت میں وبال جہل کا زیادہ ہے وبال علم بے عمل سے اس واسطے کہ جہل میں دو فرض ترک ہوتے ایک علم اور دوسرا عمل اور علم بے عمل میں ایک شئے فرض ترک ہوئی کہ وہ عمل ہے پس مواخذہ کہ اوپر ترک دو فرض کے کیا جاوے زیادہ سخت اور بُرا اس مواخذہ سے کہ اُوپر ترک ایک فرض کے کیا جائے نظر آتا ہے لیکن یہ بات ٹھیک ہے کہ باوجود علم کے عمل نہ کرنا عقل کے نزدیک بہت قبیح دکھلائی دیتا ہے اور آدمیوں کے نزدیک جاہل معذور ہوتا ہے لیکن اُس وقت کہ تحصیل اس علم کی ضروری نہ ہو اور اگر تحصیل اُس علم کی ضروری ہو پس آدمیوں کے نزدیک عالم بے عمل زیادہ تر مطعون اور ملامت کیا گیا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے باپ کو نہ پہچانے اور اس کے ساتھ معاملہ غلاموں کا کرے یا والدہ اپنی کو نہ پہچانے اور اُس کے ساتھ معاملہ لونڈیوں کا کرے اور حدیث شریف میں یہ جو جاہل کے حق میں ایک بار ویل آیا ہے اور عالم بے عمل کے حق میں سات بار پس یہ بات اوپر کم ہونے عذاب جاہل کے دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اوپر کثرت عتاب اور ملامت عالم بے عمل کے کرتی ہے کہ اُس کو ہر فعل میں ملامت ہو سکتی ہے اور جاہل کے اوپر فقط ملامت نہ حاصل کرنے علم کی ہے جیسا کہ کافر بسبب انکار کرنے دین کے نماز، روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور واجبات کے مواخذہ سے چھوٹ جاتا ہے مگر جو عذاب کہ ایمان لانے اُس کے پر مقرر ہے ہزاروں حصہ سخت اور زیادہ عذاب کرنے ترک واجبات اور محرمات کے سے ہے ایسے ہی اس جگہ سمجھنا چاہیے کہ ایک ویل جاہل کا زیادہ سخت ہے ہزار ویل عالم بے عمل کے سے اور ایک ظریف نے اس شبہ عوام کو ایک شخص سے سُن کر اُس کے جواب میں کہا کہ یہ بھی برکت علم کی سے ہے کہ وبال جاہل کا کثر وبال عالم بے عمل کے سے ہے اس حدیث سے سمجھ کر یہ شبہ دل میں آیا پس انکار کرنا فضیلت علم کے اس واسطے کہ اگر علم اس کے کا ساتھ اس حدیث کے حاصل نہ ہوتا تو یہ شک دل میں گزرتا اور اس حیلہ سے تخفیف عذاب اُس کے کی کب معلوم ہوتی اور ہرگز کا کہ بنی اسرائیل کو واسطے صحیح کرنے عقائد کے اور باز رہنے گمراہی اور گمراہ کرنے کا حکم فرمایا اب بیان فرماتے ہیں کہ اگر تم نے ساتھ لیکن اس کتاب کے اس پیغمبر کی تصدیق کرکے اور حق بات کے چھپانے سے اور خلط کرنے اُس کے سے

بھی باز رہے فقط اس قدر سے نجات تمہاری حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک احکام اس کتاب کے نہ مانو اور اس پیغمبر کی اطاعت نہ کرو اور اپنے تئیں اس کے گروہ میں داخل نہ کرو اس واسطے کہ عمل کرنا اس کتاب منسوخ پر اگرچہ کسی طرح کی تغیر اور تبدل نہ ہوا اور حق پوشی بھی اُس میں نہ ہو جائز بلکہ اوپر تمہارے لازم ہے کہ شریعت کی اصلوں میں پیروی اس کتاب اور اسی پیغمبر کی کرو تم وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی اور قائم رکھو تم نماز کو اور دو تم زکوٰۃ کو موافق حکم اس کتاب کے اور اس پیغمبر کے بلکہ فضائل اور مستحبات دین میں بھی پیروی اسی کتاب اور اسی پیغمبر کی کرو تم اس واسطے کہ بعضے فضائل اور مستحبات جو اُس جنس سے ہوتے ہیں گویا کہ شعار دین سے ہوتے ہیں اور ان کا کرنا علامت قبول کرنے اُس دین کے ہوتی ہے جیسا کہ جماعت ہیں اور اسی واسطے نماز کو تنہا نہ پڑھو وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ یعنی اور نماز ساتھ جماعت کے پڑھو ہمراہ اور نمازیوں کے اس واسطے کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں اور رکوع خاصہ اس اُمت کا ہے پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ نماز کو مسلمانوں کے طور پر پڑھو رکوع کے ساتھ اور رکوع اس خوبی کے ساتھ ادا کرو کہ ایسا معلوم ہو کہ مقصود بالذات رکوع ہے سب نماز کے فعلوں میں سے تاکہ تدین تمہارا ساتھ دین اسلام کے یقینی ہو اور اس آیت سے اکثر شافعیوں نے دلیل پکڑی ہے کہ کافروں کو کفر کی حالت میں جیسا کہ تکلیف ایمان کی ہے ایسی ہی تکلیف اور عبادتوں کی جیسا کہ نماز اور روزہ اور زکوٰۃ بھی ثابت ہے اور حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خطاب بعد خطاب ایمان کے ہے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ اوّل ایمان لاؤ، بعد اُس کے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو لیکن حرف واؤ کا واسطے مطلق جمع کے ہے اوپر اس تعقب اور ترتیب کے دلالت نہیں کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خطاب کفار کا ساتھ عبادت کے کہ ملا ہوا ساتھ خطاب کے ہو کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ خطاب ساتھ مجموع ایمان اور عبادت کے ہے نہ ساتھ صرف عبادت کے اور بعضے حنفیہ نے لفظ اقیموا الصلوٰۃ اور آتوا الزکوٰۃ اوپر قبول کرنے امر نماز اور زکوٰۃ اور اعتقاد فرضیت اُن کی کو حمل کیا ہے لیکن یہ معنے درست نہیں ہوتے ہیں اس واسطے کہ قبول کرنا نماز اور زکوٰۃ اور اعتقاد فرضیت اُن کی کا بیچ مضمون اٰمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم کے داخل ہے حاجت تکرار کی نہیں اور بعضے علماء ظاہر کے بسبب اقتضا اس آیت کے اس طرف گئے ہیں کہ

تنہا نماز پڑھنی جائز نہیں طلب کرنا جماعت کا نماز میں فرض ہے اور بعضے علماء نے واسطے
باطل کرنے تمسک اُن کے کے کہا ہے کہ قید مع الراکعین کی سے ثبوت جماعت کا نہیں
ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ ہمراہ مسلمانوں کے تم بھی بطور اُن کے نماز پڑھو کہ جس میں رکوع ہو نہ
یہ کہ تحریمہ اور ادا میں بھی موافق ہو جیسا کہ جماعت کے اندر ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ
مع کا دلالت اوپر واجب ہونے موافقت کے ساتھ مسلمانوں کے کرتا ہے خواہ ارکان اور ہیئت
نماز میں ہو خواہ بیچ ادا اور تحریمہ کے لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر امر واسطے وجوب کے نہیں پس لفظ
ارکعوا کا دلالت اوپر اسی قدر کے کرتا ہے کہ جماعت تم سے مطلوب ہے گو واجب نہ ہو خصوصاً جس
وقت دلیل دوسری عدم وجوب پر دلالت کرے امر کو اوپر وجوب کے حمل نہ چاہیے کرنا اور وہ دلیل
یہ ہے کہ قدرت اوپر جماعت کے دوسروں کے اوپر موقوف ہے کہ ایک شخص سے جماعت نہیں
ہو سکتی ہے اور بسبب غیر کے قدرت ہونی یعنی حقیقۃً قدرت اوپر جماعت کے متعلق ساتھ غیر کے ہے
اور قدرت بالغیر حقیقت میں قدرت نہیں پس جمعہ کی نماز میں کس واسطے تکلیف بے قدرت کے
ہوئی اور جواب اس کا یہ ہے کہ فرضیت نماز جمعہ کی اوپر تقدیر بہم پہنچنے جماعت کے ہے اور
بیچ صورت نہ منعقد ہونے جماعت کے جمعہ فرض نہیں ہوتا ہے اور بعد حاضر ہونے جماعت
کے امام کو اوپر امامت کے اور مقتدیوں کو اوپر اقتدا کے ذات اپنی سے قدرت حاصل ہے
پس تکلیف بغیر قدرت کے متحقق نہیں اور اسی واسطے جو اندھا کہ بغیر ہاتھ پکڑنے والے کے
مسجد تک نہیں پہنچ سکتا ہے نماز جمعہ کی اس سے ساقط ہے اس واسطے کہ قدرت اُس کی متعلق
ساتھ غیر کے ہے نہ اپنی ذات سے حاصل یہ ہے کہ جماعت نماز پنجگانہ میں ہر آدمی کے اوپر سنت
موکدہ ہے کہ بغیر عذر کے جیسا کہ بیماری یا سفر یا مینہ یا کیچڑ یا ہولنے سرد اور تیز ہرگز ترک نہ کرے
اور اوپر کل مسلمانوں کے فرض کفایہ ہے، اگر آدمی شہر کے سب کے سب جماعت کے چھوڑنے پر
اصرار کریں تو گنہگار ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہ سنت شعائر دین سے ہے جیسا کہ اذان اور جو چیز
کہ اس جنس سے ہوں چاہیے کہ کسی وقت بالکل متروک نہ ہوں والا امتیاز اور تفرق دین کا
اور دینوں سے کم ہوگا اور ہر گاہ کہ بنی اسرائیل کو بلکہ اکثر علمائے ظاہر بین کو شبہ اس مقام میں آتا
ہے اور کہتے ہیں کہ جس وقت تعلیم کرنے دین اور حکم الٰہی میں قصور نہ کریں اور حق پوشی بھی نہ کریں

پھر ہم کو حاجت نہیں کہ آپ بھی موافق اُن حکموں کے عمل کریں اس واسطے کہ ہمارے فرمانے اور
تعلیم ہماری سے بہت آدمی اُن حکموں پر عمل کرتے ہیں اور وہ سب اعمال ہمارے اعمالنامے میں
لکھے جاتے ہیں ساتھ حکم الدال علی الخیر کفاعلہ کہ راہ بتلانے والا اور نیک امر
کے مثل کرنے والے اسکے کے ہے مثل نماز سب نماز پڑھنے والوں کی کہ بسبب تعلیم ہماری کے
پڑھتے ہیں گویا نماز ہماری ہے اور اسی میں لکھی جاتی ہے اور ایسی ہی روزہ اور زکوٰۃ اور تلاوت
اور ذکر اور منشا اس غلط فہمی اُن کی کا یہ ہے کہ شرع کے کاموں کو اوپر امداد مالی اور خدمت بدنی
کے قیاس کرتے ہیں جیسا کہ کسی نے کسی کے کہنے سے کسی شخص کو کچھ مال دے دیا یا خدمت ہاتھ
پاؤں سے کردی نزدیک اس شخص کے یہ مدد اور خدمت اس کہنے والے کی ہوتی ہے اور اسی واسطے
شکرگزار اُس کا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے یہ کام کیا اور طفیل تیرے یہ نفع مجھ کو پہنچا مگر احکام
شرعیہ ایسے نہیں ہیں بلکہ تکلیفات شرعیہ کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ دوائیں اور پرہیز کرنا مضر
چیزوں سے کہ جب تک خود شخص بیمار استعمال دوا کا مفرد اور پرہیز نہ کرے اس کو کچھ فائدہ
نہیں ہوتا ہے اور صحت بدن کی بھی حاصل نہیں ہوتی ہے اگرچہ اُس کے فرمانے سے ہزاروں آدمی
اس دوا اور اس پرہیز سے آرام پا دیں جیسا کہ اپنی طبیعت کو اگر حاجت ہے تنقیہ اور مسہل کی ہے تو
اور بیماروں کے تنقیہ اور مسہل سے اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور بدن امتلاء اس کے سبب اختلاط
عارض ہوتا ہے پاک نہ ہوگا اور اسی واسطے دُور کرنے اس شبہ کے کہ سبب غلط فہمی کے آیا تھا بطریق

بیان عذاب واعظ بے عمل کا

عتاب کے فرماتے ہیں اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ یعنی آیا حکم کرتے ہو آدمیوں کو ساتھ نیکی
کے مثل ادا کرنے نماز اور دینے زکوٰۃ اور پورا کرنے عہد کے اور ظاہر کرنے حق کے وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَكُمْ یعنی اور بھلاتے ہو اپنے نفسوں کو نیکیوں کی طرف متوجہ نہیں کرتے ہو اور اصلاح انکی
میں مشغول نہیں ہوتے ہو اور اپنے نفسوں کے حال سے ایسے غافل ہو کہ جو چیز بھول گئے ہو ہرگز
اس کو یاد نہیں کرتے ہو اور غفلت میں گزارتے چلے جاتے ہو وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ
یعنی اور حال یہ ہے کہ تم ہمیشہ تلاوت کرتے ہو کتاب الٰہی کی اور دوسرے لوگ اُس کتاب کو تم
سے سُن کر اور مضمون اُس کے کے عمل کرتے ہیں پس حق تمہارا یہ ہے کہ سب سے زیادہ اور سب سے پہلے
بیچ عمل مضمون اُس کے کے کوشش کرو اور کتاب الٰہی میں بھی جا بجا پڑھتے ہو کہ جو کوئی برخلاف

حکم الٰہی کے عمل کرے اور قول اس کا مخالف عمل اُس کے کے ہو وہ شخص مستحق وبال اور عذاب کا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اسی امر کو تین مقام میں ارشاد فرمایا ہے اوّل بیچ اس آیت کے اور دوسرے بیچ آیت لم تقولون مالا تفعلون کے اور تیسرے بیچ آیت ما ارید ان اخالفکم الیٰ ما انھاکم عنہ کے اور عاقل سے بہت بعید ہے کہ بیچ اصلاح حال غیر کے کوشش کرے اور ہلاکت نفس اپنے کی سے چشم پوشی کرے اور ہمیشہ تلاوت کتاب الٰہی کی کرے اور ہرگز موافق اُس کے عمل نہ کرے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی آیا پس تم نہیں سمجھتے ہو معنی کتاب الٰہی کے اور برائی کام اپنے کی حال یہ ہے کہ صراحۃً عقل اوپر برائی اس کام کے دلالت کرتی ہے اس واسطے کہ مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وہ ہے کہ دوسرے لوگ مصلحت اپنی کو جانیں اور ضرر اپنے سے بچیں اور ظاہر ہے کہ مصلحت نفس اپنے کی سمجھنے اور دور کرنا مضرت اس کی کا جاننا زیادہ تر مطلوب ہے اوروں کی مصلحت سمجھانے اور مضرت دور کرنے سے پس جو کوئی اوروں کو نصیحت دے اور اپنے تئیں نصیحت کرنے والا نہ ہو وہ ایسی چیزوں کا اختیار کر رہا ہے کہ اس کو عقل صحیح قبول نہیں کرتی ہے اور بلکہ اسی قسم کی نصیحتیں دینا سبب دلیر کرنے اوروں کا ہے اوپر گناہ کے سننے والے کہیں گے کہ اگر ان چیزوں کی اس وعظ کرنے والے کے نزدیک کچھ اصل ہوتی اور یہ ڈرانا اور تاکید اس کی بیچ ہوتی تو آپ کس واسطے برخلاف اُس کے عمل کرتا پس معلوم ہوا کہ یہ سب نصائح اُس کی بے اصل ہیں اور یہ شبہ ان کا باعث ہلکا جاننے دین کے حکموں کا اور جرأت کرنے کا اوپر گناہوں کے ہوتا ہے اور جو کہ نصیحت اور وعظ سے غرض ہے یہ بات اس کی مخالف ہے اور صاحب عقل ایسا کام نہیں کرتے کہ عین اُس کام میں غرض اُس کی کو توڑ ڈالیں اور اس قسم کا وعظ کہ عمل اُس کا مخالف قول اُس کے کے ہو تو اُس کے وعظ میں بھی تاثیر نہیں ہوتی اور بات اُس کی دل کو نہیں لگتی اور آدمی اُس کی بات کو قبول نہیں کرتے ہیں پس تمام محنت اس کی اوروں کے نصیحت کرنے میں رائگاں پڑتی ہے اور کہنا کہا اس کا برابر ہوتا ہے اس مقام میں جاننا چاہئے کہ بعضے ظاہر بینوں نے اس آیت کے ساتھ اور ساتھ دوسری آیت کے جو سورۂ صف میں ہے۔ لم تقولون مالا یفعلون دلیل پکڑی ہے اوپر اس بات کے کہ گناہ گار کو جائز نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور یہ صحیح نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ آدمی کو دو چیزوں کا حکم ہے

آپ بھی گناہ کو چھوڑے اور دوسروں کو بھی اُس سے ہٹاوے اور اگر آپ نے اُس گناہ کو چھوڑا
دوسروں کو نصیحت کرنے کی سستی نہ کرے کہ ایک حکم کے چھوڑنے سے لازم نہیں آتا ہے کہ
دوسرا حکم اس کے ذمّے سے ساقط ہو جاوے اور عتاب اور مذمت کہ ان آیتوں میں آئی ہے۔
واسطے منع کرنے واعظ کے وعظ سے نہیں بلکہ اس واسطے ہے کہ پہلے اپنے نفس کو پاک اور کامل
کرے اور قاعدہ مقرر کیا ہوا اصول کا ہے کہ جب انکار مجموع دو چیزوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے
ہر ہر چیز پر علیحدہ علیحدہ ان دونوں سے انکار سمجھنا خطا ہے اسی قاعدہ کے موافق اسی آیت
میں بھی انکار اوپر مجموع امر کرنے غیر کے اور بھلانے نفس اپنے کے ہے اگرچہ یہ انکار سبب بھلانے
اپنے نبی کے ہو البتہ دن قیامت کے بلکہ دنیا میں بھی اس قسم کے عالم بے عمل کی فضیحت اور رسوائی
بہت ہوگی جیسا کہ معراج کی حدیث میں ساتھ روایت انس بن مالکؓ کے کہ تمام صحاح ستہ میں
تمہارے علیم دل بنی اسرائیل کے
موجود ہے وارد ہوا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں نے ایک
گروہ دیکھا کہ ان کے ہونٹوں کو آگ کی مقراضوں سے کاٹتے ہیں اور جس وقت کاٹنے سے
فراغت ہوتی ہے پھر وہ ہونٹ درست ہو جاتے ہیں حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ جماعت
کن لوگوں کی ہے کہا جبرئیل نے کہ یہ وعظ کہنے والے تیری اُمت کے ہیں کہ آدمیوں کو نیکی کے
واسطے کہتے تھے اور اپنے تئیں فراموش کرتے تھے اور صحیحین میں ساتھ روایت اسامہ بن زیدؓ کے
آں حضرتؐ سے وارد ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لاکر دوزخ میں ڈالیں گے اور انتڑیاں
اس کی باہر نکل پڑیں گی وہ شخص ان انتڑیوں کو کھینچتا ہوا چکر لگائے گا جیسا کہ گدھا چکی کا چکی
کے اُدھر تلے اور دوزخی اس کے پاس آکر کہیں گے کہ اے فلانے تجھ کو کس بلانے مارا تو ہم کو نیک
باتیں بتلایا کرتا تھا اور بُرے کاموں سے منع کیا کرتا تھا وہ کہے گا کہ میں تم کو کہتا تھا اور آپ
نہیں کرتا تھا اور تم کو منع کرتا تھا اور آپ اس چیز کو کرتا تھا اور خطیب اور ابن النجار ساتھ روایت
جابر کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لاتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک گروہ بہشتیوں کا دوزخ
کے آدمیوں کی طرف گزرے گا اور آواز دیں گے کہ اے فلانے اور فلانے تم کو کیا ہوا کہ دوزخ
میں جا پڑے اور ہم تمھاری تعلیم سے بہشت میں آئے وہ جواب دیں گے کہ ہم تم کو تعلیم کرتے
تھے اور آپ عمل نہیں کرتے تھے اور طبرانی اور خطیب اور ابن ابی شیبہ نے جندب بن عبداللہ بجلی سے

اور ابوہریرہ اسلمی سے اور سلیک غطفانی سے ساتھ اسناد صحیحہ کے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عالم بے عمل ایسا ہے جیسے کہ چراغ کی بتی کہ اپنے تئیں جلاتی ہے اور دوسروں کو روشنی بخشتی ہے اور ہر گاہ کہ پورا کرنا عہد کا اور ظاہر کرنا حق کا اور چھوڑنا دین مالوف کا اور تابعداری کرنی نئے دین کی اور ادا کرنا نماز کا بطریق ہمیشگی کے اور رعایت جماعت کی اور دینا زکوٰۃ کا کھلے دل سے نفس کے اُوپر بہت شاق ہے اور بہت بھاری ہے اس واسطے فرماتے ہیں کہ اگر عمل کرنا اُن چیزوں کا جو اوروں کو کہتے ہو خود تم سے نہ ہو سکے اور مشکل معلوم ہووے پس علاج اُس کا یہ ہے کہ یہ دو دوائیں استعمال کرو وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ یعنی اور طلب مدد کی کرو تم اوپر ان کاموں کے کہ مشکل ہیں ساتھ صبر اور نماز کے اور صبر تین قسم ہے اول صبر اوپر مشقت بندگی کے جیسا اُٹھنا واسطے نماز اور غسل اور وضو کے بیچ وقت سردی کے اور جانا مسجد میں گرمی کے وقت اور اندھیرے میں اور اوپر اسی قیاس کے اور عبادتیں دوسرے صبر گناہ کی لذتوں سے کہ بے اختیار طبیعت اُن کی طرف راغب ہوتی ہے تیسرے صبر کرنا اوپر مصیبت کے کہ اپنے تئیں جزع اور فزع اور شکایت اور حرکتوں نامرضیہ سے بزور ہٹا رہے اور جب آدمی نے ان تینوں حالتوں میں اپنے تئیں صبر کی عادت اختیار کی یقین ہے کہ ہر حال میں مالک نفس اپنے کا ہوگا اور نفس اُس کا مغلوب اور عقل اُس کی غالب ہوئی ہوگی اور یہ سب چیزیں اُس پر آسان ہوں گی پس صبر تمثال ورزش اور پرہیز کی ہے یعنی جیسا کہ ورزش اور پرہیز سے حفظ صحت اور امن مرض سے رہتا ہے ایسے ہی صبر سے ایمان سلامت رہتا ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ الایمان نصفان نصف فی الصبر ونصف فی الشکر یعنی ایمان کے دو ٹکڑے ہیں ایک ٹکڑا بیچ صبر کے اور ایک ٹکڑا بیچ شکر کے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے حضرت انس سے مرفوعاً گویا اس حدیث میں اشارہ فرماتے ہیں اس بات کا کہ ایمان بمنزلہ صحت کے ہے اور صحت دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے پرہیز اور دوا پرہیز صبر ہے اور دوا شکر ہے اور ہر گاہ کہ پرہیز نہ ہو دوا کچھ فائدہ نہیں کرتی ہے اور پرہیز بدون دوا کے بھی مفید پڑتا ہے حضرت امیرالمومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے صبر کو جزو اعظم ایمان کا قرار دیا ہے بلکہ اس کے ایمان کو ناقص قرار دیا ہے جس میں صبر نہیں ہے

جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان کے بیہقی نے اُن سے روایت کی ہے کہ الصبر من الایمان بمنزلۃ الراس من الجسد اذا قطع الراس انتن ما فی الجسد لا ایمان لمن لا صبر لہ یعنی صبر کو ایمان سے ایسی نسبت ہے جیسا کہ سر کو بدن سے جس وقت کاٹا جائے سر بگڑ جاتی ہے وہ چیز کہ بدن میں ہے اور نہیں ایمان واسطے اس شخص کے جس کے واسطے صبر نہیں اور اسی واسطے حدیث شریف میں بھی ساتھ روایت عبید بن عمر لیثی کے موافق قول حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے آیا ہے کہ ایک دن ایک شخص آگے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا اور پوچھا کہ مالایمان قال الصبر والسماحۃ یعنی یا رسول اللہ کیا ہے ایمان فرمایا آپ نے صبر اور سماحت اور بھی صحاح ستہ میں روایت ہے کہ ما اعطی احد عطاءً خیر من الوسع یعنی نہیں دیا گیا کوئی شخص عطا کہ بہتر ہو صبر سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور اپنے یاروں کو فرمایا کہ تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کو خدائے تعالیٰ بغیر سیکھنے کے علم عطا کرے اور بغیر راہ بتلانے کے راستہ ہدایت کا اُس کو ملے اور کوئی تم میں چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کی کورچشمی کو دفع کر دے اور اس کو بینا کرے یاروں نے عرض کیا کہ ہر شخص ہم میں سے یہی چاہتا ہے فرمایا کہ جو کوئی دُنیا میں زہد قبول کرے اور رسی امید اپنی کو کوتاہ کرے حق تعالیٰ اس کو بغیر سیکھنے کے علم عطا فرماتا ہے اور بغیر ہدایت کے اُس کو رشد دیتا ہے اچھی طرح جان لو تم کہ پیچھے میرے آدمی پیدا ہوں گے کہ بادشاہت اُن کی بغیر قتل اور تکبر کے رونق نہ پکڑے گی اور دولت اُن کی بغیر بخل اور ظلم کے برقرار نہ رہے گی اور محبت ان سے بغیر سستی دین کے اور پیروی خواہش نفس اُن کے کی حاصل نہیں ہوگی پس جو کوئی تم میں سے اس وقت کو پاوے اور پر فقر اپنے کے صبر کرے اور دولت اُن کی سے اپنے تئیں ہٹاوے اور اُوپر ناخوشی اُن کی کے صبر کرے اور محبت انکی سے دست بردار ہو اور اوپر ذلت اپنی کے صبر کرے اور عزت کو چھوڑے اور غرض اُس کی بیچ ان امور کے سوائے رضامندی اللہ اور کوئی چیز دوسری نہ ہو حق تعالیٰ اس کو ثواب پچاس ولی کا عنایت کرے اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں روایت ساتھ ابن عباس کے لائے ہیں کہ میں ایک دن ردیف آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یعنے پس پشت آں حضرت کے سوار تھا فرمایا کہ میں تجھ کو کئی چیزیں کہ نفع دینے والی ہیں تعلیم کروں میں نے کہا ضرور فرمایا علیك بالعلم فان

العلم خلیل المومن والحلم وزیرہ والعقل دلیله والرفق اخوہ والصبر امیر جنودہ یعنی لازم کرلے علم کو تحقیق علم دوست خیرخواہ مومن کا ہے اور حلم بمنزلہ وزیر اُس کے کے ہے اور عقل بمنزلہ راہبر اُس کے کے ہے اور رفق یعنی تواضع اور نرم خوئی بمنزلہ بھائی اُس کے کے ہے کہ ہر وقت اُس کے کام میں آتی ہے اور صبر بمنزلہ امیر اور سردار اسکے لشکر کے ہے کہ کوئی مہم بدون اعانت اُسکی کے فتح نہیں ہوتی ہے اور بیہقی نے اشعث بن سلام سے روایت کی ہے کہ اُس نے ابوحاصرہ اسدی سے سُنا کہ آں حضرتؐ نے ایک شخص کو یاروں اپنے سے کہ ہمیشہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا چند روز نہ دیکھا حال اس کا دریافت فرمایا یاروں نے کہا کہ اس نے فلانی پہاڑی میں گوشہ اختیار کیا ہے اور عبادت میں مشغول ہوا ہے فرمایا کہ اس کو میرے سامنے لاؤ جب وہ شخص آں حضرتؐ کی خدمت میں پہنچا فرمایا کہ تجھ کو کیا باعث ہوا ہے کہ پہاڑی میں جاکر گوشہ اختیار کیا تو نے اور مسلمانوں کی صحبت سے کنارہ کیا تو نے اُس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے تئیں صحبت آدمیوں کی عبادت خدا میں تشویش دیتی ہے فرمایا کہ صبر آدمی کا بیچ ایک صحبت مسلمانوں کے اور مکروہات اس صحبت کے اپنے اوپر گوارا کرنا بہتر عبادت سے ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر ساٹھ برس تک بجالاوے اور بخاری نے کتاب الادب میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ساتھ روایت عبداللہ بن عمرؓ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو مسلمان آدمیوں کے ساتھ ملا ہے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے بہتر ہے اس مسلمان سے کہ اُن کی ایذاؤں پر صبر نہ کرے اور اُن کی صحبت کو چھوڑ دیوے پس استعانت اس کی دو طریق سے ہے طریق پہلا کہ نصیب عوام کے ہے کہ جب کوئی حاجت درپیش آوے اور کوئی چارہ اُس کا نہ جلنے اور سرانجام اس کا نہ کرسکے اور واسطے حاصل ہونے اُس مطلب کے مسجد میں جاوے اور دوگانہ ادا کرنے اور دُعا میں مشغول ہو اور اس طریق کو ترمذی اور دوسری صحاح نے اس وضع پر روایت کیا ہے کہ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من کان له حاجة الی اللہ او الی احد من بنی اٰدم فلیتوضا و لیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ ولیصل علی النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم ثمّ لیقل لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم

الحمد للہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم
مغفرتک والغنیمہ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی
ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضی الا قضیتہا
یا ارحم الراحمین یعنی کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ ہووے اُس کو
حاجت طرف اللہ کے یا طرف کسی آدمی کے پس چاہیے کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر
چاہیے کہ پڑھے دو رکعتیں پس چاہیے کہ ثنا بھیجے اوپر اللہ کے اور چاہیے کہ درود بھیجے اوپر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پس چاہیے کہ کہے لا الہ الا اللہ سے آخر تک کا اور فائدہ اس طریق کی استعانت کا
یہ ہے کہ آدمی کو کوئی حاجت دُنیا کی حاجتوں میں سے اُس کو اپنی طرف کھینچے اور بیچ حاصل کرنے
اسباب اس کے کے مستغرق نہ کرے اور باعث غفلت کا خدا کی طرف سے نہ ہو جاوے بلکہ پیش آنا حاجتوں
دنیاوی کا اس کے حق میں حکم الٹے نماز کا پکڑے اور نظر اُس کی اور اسبابوں سے منقطع ہو کر خاص
مسبب الاسباب کے ساتھ متعلق ہو اور ہر گاہ کہ تمام اسباب اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اسی کے
تصرف سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کے ارادہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تمام اسباب کے رنجوں سے
فراغت حاصل ہووے اور خصوصیتیں اسباب کی کہ اکثر باعث حسد اور بغض اور طول امل اور پاسداری
ان آدمیوں کی کہ جنکی طرف سے حصول ان اسباب کا متوقع ہے نظر سے ساقط ہو دیں اور کم ہونا اسباب
کا اور زوال اسباب مرتبہ اور ریاست کا عقل کے نزدیک ہلکا معلوم ہو اور چھوڑنا ان کا دشوار نہ ہو
اور طریقہ دوسرا یہ ہے کہ بیچ استعانت کے ساتھ نماز کی حاصل ہونا مطلب کا لحاظ میں نہیں رہتا ہے
بلکہ کھینچنا نفس کا ساتھ تمام قوت کے طرف جناب کبریا خدائے تعالیٰ کے ہوتا ہے اس واسطے کہ
حاجتیں دنیاوی اکثر بسبب تنزیل روح کے طرف شہوتوں اور اسباب شہوتوں کے ہوتی ہیں۔
جب اس عالم سے اس کو طرف عالم بالا کے کھینچا جاوے اور استغراق بیچ لذت مکالمہ اور مناجات
الٰہی کے اور حضور انوار جلال اور جمال اس کے کی حاصل ہووے اس طرف سے غفلت آجاوے
اور دنیا کی چیزوں سے خواہ درکار اس کو ہوں یا نہ ہوں بے خبر ہو جاوے جیسا کہ زخمی یا ہڈیاں
ٹوٹی ہوئے کو وقت سینے زخم اُس کے کے یا باندھنے ہڈی ٹوٹی ہوئی اُس کی کے کوئی چیز نشہ کی
کھلاتے ہیں تاکہ درد زخم اور ٹوٹ جانے ہڈی کے سے بے خبر ہو جاوے ایسی ہی اس جگہ جب

حاجتیں، دنیا دی نفس کو پیچ کشاکش اپنی کے ڈالیں چاہیئے کہ اس کو پیچ مطالعہ حسن محبوب حقیقی کے مشغول کریں تاکہ بسبب لذتوں مشاہدہ اس جمال کے اپنے تئیں اور اور چیزوں کو فراموش کرے اور بسبب اٹھانے لذتوں کے مکروہات اس کی نظر میں خفیف دکھلائی دیویں اور یہ طریق اکثر معمول آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا کہ خود ساتھ ذات پاک اپنی کے یہی طریقے برتتے تھے اور اس طریقے کا نام قلندریہ کہتے ہیں کہ واسطے غفلت کے امور دنیا کے سے باوجود آلودگی کے کوئی علاج بہتر اس سے نہیں طریق خوف دلانے اور ڈرانے کا اور سمجھانے حسن آخرت کا اور بقا اس کی کا اور قبح دنیا اور فنا اس کی کا نہایت دشوار ہے کہ ہر کسی کو آسانی سے میسر نہیں ہو سکتا ہے اور شیطان بسبب القا کرنے شبہوں کے اور وسوسوں کے اس راہ پر چلنے سے اکثر شخصوں کو اکثر وقتوں میں مانع آتا ہے جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے بیت

صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی　　　کہ دراز و دور بینم رہ رسم پارسائی

پس یہ نماز حکم شغل کا رکھتی ہے جیسا کہ ذکر نفی و اثبات یا اسم ذات کر واسطے برانگیختہ کرنے شوق اور دور کرنے خطروں کے تریاق مجرب ہے امام احمد اور ابو داؤد نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احزنہ امر فزع الی الصلوٰۃ یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غم میں ہوتے تھے اور کوئی امر درپیش آتا تھا تو التجا کرتے تھے طرف نماز کے اور نسائی اور ابن ماجہ نے ساتھ روایت صہیب رومی کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کان الانبیاء یفزعون اذا فزعوا الی الصلوٰۃ اور ابن عساکر اور ابن ابی الدنیا ساتھ روایت ابی الدرداء کے لاتے ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ ریح کان مفزعہ الی المسجد حتی تسکن واذا حدث فی السماء حدث من کسوف شمس او قمر کان مفزعہ الی الصلوٰۃ حتی ینجلی یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت ہوتی تھی رات کو ہوا سخت واسطے اس کے التجا کرتے تھے طرف مسجد کے یہاں تک کہ ٹھہر جاتی تھی اور جس وقت پیدا ہوتا تھا آسمان میں کوئی حادثہ جیسا کہ گہن سورج یا چاند کا رجوع کرتے تھے آپ طرف نماز کے یہاں تک کہ صاف ہو جاتا تھا اور محب الدین طبری ساتھ روایت ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لایا ہے کہ جس وقت آں حضرتؐ کے گھر میں فاقہ ہوتا تھا اور رات کو کچھ نہ کھاتے تھے اور بھوک غلبہ کرتی تھی تو بار بار مسجد میں جاتے تھے اور نماز میں مشغول ہوتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بیٹا اُن کے بیٹوں میں سے قریب مرنے کے ہوا اُن کو خبر پہنچی بمجرد خبر کے نماز میں مشغول ہوئے اور ایسا نماز میں استغراق کیا اور طول بجالائے کہ ان کو کچھ خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اُس لڑکے کو دفن کرکے آئے۔ آدمیوں نے پوچھا فرمایا کہ مجھ کو محبت اس لڑکے کی غالب تھی صبر اوپر مصیبت اُس کی کے نہ کر سکتا تھا میں لاچار حکم خدا کے ساتھ طرف نماز کے التجا لے گیا میں اور بے خبر ہوا میں گویا اشارہ فرمایا طرف اس بات کے کہ نماز کو صبر سے اس واسطے کہ اس آیت میں موخر کیا یعنی جب صبر سے کار بر آری نہ ہو نماز میں کمال استغراق کے ساتھ التجا لیجاوے کہ وسوسوں عقل اور وہم کے سے بے خبر کرتی ہے اور روح کو ساتھ لذتوں حضور کے پُر کرتی ہے یہاں تک کہ گنجائش کسی خطرہ اور خیال کی اُس میں نہیں رہتی ہے اسی واسطے طریق پہلا استعانت پکڑنے نماز کے ساتھ واسطے عوام کے بیچ کسوف اور خسوف اور نماز استسقا کے کہ وقت شدت قحط کے مشروع ہے ظاہر کیا اور اس طریق دوسرے کو خاص اپنے واسطے اور کاملوں اُمت کے واسطے ٹھیرایا جیسا کہ فرماتے ہیں وَاِنَّهَا یعنی اور تحقیق وہ نماز کہ ساتھ حضور دل اور تمام شرطوں ظاہر اور باطن کے ہو اور محبت مرتبہ اور ریاست اور عورت اور فرزند اور مال دُنیا کی دل سے دُور کرے لَکَبِیْرَةٌ یعنی البتہ مشکل اور بھاری ہے ہر کسی سے نہیں ہوتی ہے اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ یعنی مگر اُس گروہ سے کہ خوگر ساتھ خشوع اور رجوع الی اللہ کے ہوئے ہیں اور نفس اُن کا ساتھ توجہ الی اللہ کے تسکین قبول کرتا ہے اس واسطے کہ وہ نماز ان کے حق میں قرۃ العین ہے یعنی ٹھنڈک آنکھ کی جیسا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بارہا فرماتے تھے وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور جس وقت نماز میں گئے مشاہدہ حق کا اور میسر ہوا اور بیچ لذت اُس مشاہدہ کے سب چیزوں کو فراموش کیا اور مدت دراز تک اثر اس لذت کا اُن کے نفسوں میں باقی رہا اور اگر بعضوں کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو کہ مشاہدہ عیانی اُن کو نصیب ہو مگر اس قدر ضرور رہو ں گے کہ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ خیال کرتے ہیں بیچ وقت مشغول نماز کے کہ وہ بیچ نماز کے ملاقات پروردگار اپنے کی کرتے ہیں پس

وہ ان کو دیکھتا ہے گو وہ اُس کو نہ دیکھیں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں ساتھ اس وضع کے حاضر ہووے کہ بادشاہ اس کو دیکھے اور وہ بادشاہ کو نہ دیکھے کہ البتہ فی الجملہ لذت حضور کی اس کو حاصل ہوگی اور یہ بھی خیال کرتے ہیں وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یعنی اور تحقیق وہ طرف پروردگار اپنے کے بیچ نماز اپنی کے رجوع کرنے والے ہیں اور جب کسی کو رجوع طرف کسی شخص کے ہوتا ہے ضرور جو مشقتیں کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں نظر اپنی سے ڈال دے گا اور شہوتیں بالکل دور ہو جاویں گی جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے ؎

ہر آنکہ عشق یکے در دلش گرفت قرار روا بود کہ تحمل کند جفائے ہزار

اور حدیث صحیح میں کہ صحیحین میں مذکور فرمایا کہ الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تك تراه فانه يراك یعنی نیک کرنا عبادت کا یہ ہے کہ تمیز عبادت میں ایسا خیال کرے تو کہ میں اپنے معبود کو دیکھتا ہوں پس اگر یہ بات تجھ کو میسر نہیں اس قدر خود مقرر ہے کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے اور یہ بھی حضور میں کفایت کرتا ہے اور لذت بخشتا ہے اور ہرگاہ کو اس جگہ تک بنی اسرائیل کو طریق حاصل کرنے ایمان اور تقویٰ کا بتلایا کہ وہ صبر اور استغراق بیچ مناجات اور دوام حضور اللہ تعالیٰ سے ہے اور یہ طریق بہت مشکل اور بھاری ہے اس واسطے بیان فرماتے ہیں کہ اگر یہ راہ چلنا تم سے ممکن نہ ہو تو راہ دوسری آسان زیادہ اس راہ سے تم کو بتلاتا ہوں اور وہ راہ شکر خدا کی ہے اس واسطے کہ شکر حقیقت میں ملاحظہ کرنا نعمتوں منعم حقیقی کا ہے اور ملاحظہ نعمتوں کا باعث کثرت محبت کا ہے ساتھ منعم کے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جبلت القلوب على حب من احسن اليها یعنی پیدا کئے گئے ہیں دل اوپر محبت اُس شخص کے کہ احسان کرے طرف اس کے اور کمال محبت مستبد لذت کی ہے کہ لذتوں اور خواہش کی چیزوں سے کامل اور قوی تر ہوتی ہے اور بمقابلہ اس لذت کے سب لذتیں کمتر ہوتی ہیں جیسا کہ پھر خطاب فرما کر ارشاد کرتے ہیں يَا بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ یعنی اے بیٹو یعقوب کے یاد کرو تم اس نعمت میری کو کہ انعام کیا ہے میں نے اوپر تمہارے پس حق تمہارا وہ ہے کہ بیچ شکر اس نعمت کے اعمال نیک بجا لاؤ اور اگر ملاحظہ دوسری نعمتوں کے سے عاجز ہو تو تم بموجب نعمت کہ تمام نعمتوں کی جمع

کرنے والی ہے ملاحظہ کرو اور وہ نعمت یہ ہے کہ میں نے تم کو سب فرقوں بنی آدم کے سے ممتاز
اور مستثنےٰ کیا ہے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ یعنی اور یہ کہ فضیلت دی تم کو میں نے

بیان دفع کرنے عذاب کا

اوپر تمام عالموں کے اس واسطے کہ تمہارے بیچ سے چار ہزار پیغمبر پیدا کئے ہیں اور توریت اور
زبور اور انجیل اور دوسرے صحیفے الٰہیہ اوپر نعمت تمہاری کے اور بیچ ہاتھ تمہارے کے اتارے ہیں
اولیا بادشاہ عادل اور عالم با عمل بیچ تمہارے موجود کئے پس تم سب فرقوں بنی آدم کے سے ساتھ
اس بزرگی کے ممتاز ہوئے کہ کوئی فرقہ دوسرا اس وقت تک جاتے نزول وحی الٰہی کا اور مخزن
کتابوں آسمانی کا اور جاننے والا احکام شرعیہ کا واقف اوضاع اور اطوار نبیوں اور فرشتوں
کا نہیں ہوا اور یہی فضیلت تم کو اوپر تمام موجودات کے اس وقت تک حاصل ہے پس حق
اوپر تمہارے یہ ہے کہ اس وقت میں کہ وقت نزول کتاب جدید کا اور نبوت سید المرسلین کا ہے
بھی سب خلق سے افضل ہو تم تو بیچ نصرت اس دین اور فرماں برداری اس کتاب کے اور اس
پیغمبر کی رہو تم تاکہ فضیلت تمہاری اوپر تمام عالموں اس وقت کے بھی باقی رہے اور اس مرتبہ اور
منصب سے کہ اس کارخانہ شریعت کا ہے کبھی بھی معزول نہ ہو تم مفسرین ظاہر بین بیچ مضمون اس
لفظ کے کہ فضیلت دینی بنی اسرائیل کی اوپر تمام عالموں کے ہے تردد کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ
کچھ جگہ تردد کی نہیں اس واسطے کہ جس وقت سے فرقہ بنی اسرائیل کا پیدا ہوا ہے وقت خطاب تک
کوئی فرقہ بیچ ان فضیلتوں کے ساتھ ان کے شریک نہیں ہوا ہے آرے یہ بات ہے کہ بعد اس کے
بنی اسرائیل نے دعوت اس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی قبول نہ کی اور ایمان اس کتاب کا ان کو میسر
نہ ہوا اس منصب سے گرے اور مانند اور آدمیوں کے ہوئے لیکن یہ وقت مضمون کلام سے خارج ہوا
ہے کہ تفضیل بنی اسرائیل کی اوپر تمام عالموں کے اس وقت میں اس لفظ سے سمجھی نہیں جاتی ہے
تا کہ مآل اشکال کا ہو اور تفضیل مجموع فرقہ بنی اسرائیل کی اور فرقوں دوسرے کے بیچ فضیلتوں
بیان کئے ہوؤں کے قطعی ہے گو کہ بعض نا اہل فرقہ نے بسبب شامت نفس اپنے کے اس فضیلت
اپنی کو برباد کیا اور اسفل السافلین کو پہنچے جیسا کہ قارون اور سامری اس واسطے کہ تفضیل کل
فرقہ میں یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر فرد اس فرقہ کا اور فرقوں سے افضل ہو جیسا کہ فضیلت فرقہ سادات
کی باقی امت پر اس بات کو نہیں چاہتی کہ ہر شخص اس فرقہ کا غیر اپنے سے افضل ہو ایسی مثالوں

میں نظر ہیئت مجموعی کی طرف ہوتی ہے نہ ہر ہر فرد کی طرف اور اگر بنی اسرائیل کہیں کہ پہلوں ہمارے لے شکران نعمتوں کا ادا کرلیا ہے اور اس مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں کہ اب جو کوئی اولاد اُن کی میں سے ہو یا اُن کے ساتھ وسیلہ پکڑے اس کو خوف بازپرس کا نہیں اور اُن کی شفاعت اُس کے حق میں کافی ہے جو نظر رحمت الٰہی کی کہ ہمارے بزرگوں کے حال پر مصروف ہوئی ہماری نجات میں کارگر ہو گی کہ نام ان کا ہم لیتے ہیں اور نسل اُن کی سے ہیں کہتے ہیں ہم کہ ساتھ اس خیال کے فریفتہ مت ہو اور آخرت کے دن کو دُنیا کے دن پر قیاس مت کرو وَاتَّقُوْا يَوْمًا یعنی ڈرو تم اُس دن سے کہ لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ یعنی ادا نہیں کرنے کا کوئی نفس اگرچہ کیسا ہی کامل اور نہایت شکرگذار منعم حقیقی کا اور مقرب اُس کی درگاہ کا ہوا ہو عَنْ نَّفْسٍ کسی شخص کی طرف سے گو بیٹا حقیقی اس کا ہو یا تمام عمر نام اُس کا لیا ہو اور اپنے تئیں اُس کی طرف نسبت کیا ہو اگر یہ شخص ناشکرا ہے اور طریق کفر کا اختیار کیا ہو شَيْئًا یعنی کسی چیز کو حقوق شکر کے سے جو ذمہ اس کے واجب الادا ہے یعنی جو حق ذمہ اُس کے تھا دُوسرا شخص وہی حق اُس کی طرف سے ادا کرے اس واسطے کہ اس وقت میں اپنا شکر دُوسروں کو دینا ممکن نہیں وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ یعنی اور قبول نہ کی جاوے گی اُس نفس شکرگزار سے سفارش اُس نفس تقصیر کرنے والے کے حق میں جو ناشکر اور کافر ہو وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ یعنی اور نہ لیا جاوے گا، اُس نفس شکرگزار سے فدیہ یعنی ناشکر اور کافر سے جو حق تلفی اور ناشکری خدا کی ہوئی ہے اُس کے بدلے میں کوئی چیز دوسری دیوے اگر بالفرض وہ چیز اس کو ہم پہنچاوے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ اُن لوگوں کے واسطے کہ تقصیر شکر میں کرتے ہیں کوئی مددگار ہو گا کہ

بیان شفاعت کا

زور اور غلبہ سے عذاب کو آنے سے دفع کرے اور راستے دفع کرنے عذاب کے منحصر ان چار چیزوں میں ہیں یا ساتھ قہر اور غلبہ کے ہے یعنی کوئی زور سے اُس کے عذاب کو ہٹاوے اور اس کو نصرت کہتے ہیں یا بغیر قہر اور غلبہ کے ہے اور وہ دو قسم ہے یا مفت بدون دینے کسی چیز کے خلاص کراد اور یہ شفاعت ہے اور یا ساتھ دینے کسی چیز کے اور وہ بھی دو قسم ہے یا ساتھ دینے اس چیز کے ہے کہ ذمہ اُس کے واجب تھی بعینہ جیسا کہ ادا کرنا قرض کا اور تاوان اور مال مصادرہ کا یا ساتھ دینے عوض کے خلاصی کراوے اور اس کا نام فدیہ ہے اور ہرگاہ کہ یہ چاروں راستے

خلاصی کے آخرت میں نیست و نابود ہیں پس بھروسا کرنا اس دن میں غیر پر بے وجہ ہے۔ اس مقام میں جاننا چاہیے کہ معتزلہ انکار شفاعت میں اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دن قیامت کے شفاعت نہیں ہوگی لیکن یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں نفی شفاعت کی اُس کے واسطے ہے کہ جس نے ہرگز شکر نعمت الٰہی کا نہ کیا ہو اور ایسا شخص اور کوئی نہیں مگر کافر اور شفاعت بیچ حق کافر کے بالاجماع مقبول نہیں کہ اس میں جگہ بحث اور نزاع کی نہیں باقی رہی اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں اوّل یہ کہ بیچ نفی شفاعت اور فدیہ کے تاکید ساتھ ضمیر کے نہ فرمائی اور بیچ نفی نصرت کے تاکید ساتھ لفظ ہم کے ارشاد کی اس طریق بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ لانا ضمیر کا بیچ ایسے مقاموں کے فائدہ حصر کا دیتا ہے جیسا کہ بیچ بحث ما انا قلت کے مقرر ہے پس معنیٰ کلام کے یہ ہوں گے کہ نصرت نہ دینی مخصوص ساتھ کافروں کے ہے اور مسلمانوں کے واسطے اس دن میں نصرت ہوگی اس واسطے کہ انتقام ان کا ان کے دشمنوں سے قرار واقعی لیں گے جیسا کہ دوسری آیتوں میں صراحۃً مذکور ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد وکان حقا علینا نصر المومنین یعنے تحقیق نصرت کریں گے ہم رسولوں اپنے کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لاتے ہیں دنیا میں اور آخرت میں اور ہمارے اوپر سچا نصرت مومنوں کی ہے اور قبول کرنا شفاعت کا کہ بے حکم ہو اور لینا فدیہ اور چھٹی کا کسی کے واسطے خواہ مومن ہو خواہ کافر خواہ صالح ہو خواہ فاسق ہرگز نہ ہوں گے اس واسطے اس جگہ ضمیر حصر کی نہیں لائے سوال دوسرا یہ ہے کہ اس آیت میں قبول شفاعت کو اوپر فدیہ دینے کے مقدم فرمایا اور دوسری آیت میں کہ بیچ آخر اس سیپارہ کے ہے بالعکس ارشاد ہوا اس عنوان بدلنے میں نکتہ کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور عزیز اُس کے بیچ فکر خلاصی اُس کی کے ہوتے ہیں کوشش اُن کی اسی ترتیب کے ساتھ ہوتی ہے کہ اوّل جو اُس کے ذمہ حق ہے اُس کے دُور کرنے میں کوشش کرتے ہیں جب اس تدبیر سے بھی عاجز ہوتے ہیں کچھ عوض اور فدیہ اُس کی خلاصی کا دیتے ہیں اگر یہ بھی کارگر نہیں ہوتا سب بھائی اور عزیز جمع ہو کر مستعد لڑائی کیلئے ہوتے ہیں اور مراد نصرت سے یہی ہے پس اس آیت میں یہ ترتیب کثیر الوقوع کی منظور ہوئی اور چونکہ بعضے شخص محبت مال کی دل میں بہت رکھتے ہیں اور کم ہمت

ہوتے ہیں اور سفارش کرنے والوں کا احسان اُٹھانا اور عار اُس کی اختیار کرنی نسبت مال
خرچ کرنے کے خفیف سمجھتے ہیں اور جب تک ہو سکتا ہے مال کو بچاتے ہیں ننگ و ناموس باقی
رہے یا نہ رہے ایسے لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ اوّل حیلہ سفارش اور وسیلہ کا کھڑا کرتے ہیں بعد
اُس کے جب دیکھتے ہیں کہ بہ سبب اس حیلہ کے کاربرآری نہ ہوئی تو لاچاری سے فدیہ دینے پر مستعد
ہوتے ہیں اسی واسطے دوسری آیت میں یہ ترتیب رکھی تاکہ اشارہ طرف حال دونوں فریق
کے ہو جاوے لیکن کثرت کی رعایت کر کے پہلی ترتیب کو مقدم کیا اور دوسری ترتیب کو مؤخر

بیان اقسام عذاب کا

فرمایا کہ نادر الوقوع ہے اور کام پست ہمتوں کا ہے قابل تقدیم کے نہیں سوال تیسرا یہ ہے
کہ بیچ مقام نفی شفاعت اور نفی فدیہ کے اوپر چیز مفرد کے کفایت فرمائی ہے اور بیچ مقام
نفی نصرت کے ضمیر جمع لفظ لائے اور اس طرح نہ فرمایا ولاھی تنصریاو لاینصر احد
احدا جواب اس کا یہ ہے کہ نصرت کو اجتماع لازم ہے کہ تنہا ایک شخص کسی کی نصرت
نہیں کر سکتا ہے اور جب اشخاص دوسرے ہمراہ تقصیر وار کے واسطے نصرت کے جمع ہوتے
ہیں ہر ایک ہر ایک کی مدد کرتا ہے پس مدد کرنے والے بھی بہت ہوئے اور نصرت جن کی کی
وہ بھی بہت ہوئے اس نکتہ کے واسطے ضمیر ہم کو جمع کر کے لائے گویا اشارہ فرماتے ہیں طرف
اس بات کے کہ اگر سب گنہگار مل کر چاہیں کہ کوئی اُن کی نصرت کرے اور اس صورت میں
نصرت ان کی سہل ہے کہ خود ہم جماعت کثیر ہیں قوت مقابلہ کی رکھتے ہیں چاہیئے کہ دوسرا
شخص اس حال میں اُن کی نصرت کو قبول کرے لیکن اس پر بھی کوئی قبول نہ کرے گا چہ جائیکہ
اس کے کہ تن تنہا نصرت کا خواہاں اور طالب ہو اُس کی نصرت کرنی بہت مشکل ہے سوال چوتھا
یہ ہے کہ یہ آیت بحسب ظاہر دلالت کرتی ہے اوپر اس کے کہ شفاعت کسی کے واسطے نہ ہو اس
واسطے لفظ نفس کا دونوں جگہ اور شیئاً کا عام واقع ہوا پہلے نفس میں تعمیم نفس شفاعت
کرنے والے کی ہوئی اور دوسرے نفس میں تعمیم اُس نفس کی کہ جس کے واسطے شفاعت ہو
اور شیئاً میں تعمیم اُس چیز کی کہ جس میں شفاعت کی جاوے حاصل یہ ہوا کہ کوئی شفاعت
کرنے والا کسی شخص کا اور کسی امر کے واسطے شفاعت نہ کرے اور حال یہ ہے کہ اہل ملت
کا اتفاق ہے اس بات پر کہ فی الجملہ شفاعت ضرور ہووے گی معتزلہ بیچ حق غیر صاحب

کبیرہ کے شفاعت جائز رکھتے ہیں اور اہل سنت صاحب کبیرہ کے حق میں بھی کہتے ہیں الا کافر کو کوئی شخص قابل شفاعت کا نہیں جانتا ہے جواب اس کا ہے کہ کئی آیتیں اور بہت سی حدیثیں شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہیں پس تخصیص اس آیت کی ضروری ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ خاص کافر کی شفاعت نہ ہوگی اور کہتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ شفاعت بے حکم الٰہی کے اس دن قبول نہ ہوگی ساتھ دلیل اس کے کہ بہت آیتوں میں نفس شفاعت کو مقید ساتھ اس قید کے فرمایا ہے مانند یومئذ لاتنفع الشفاعة الامن اذن له الرحمٰن و رضی له قولا۔ من ذا الّذی یشفع عندهٗ الّا باذنه من حمیم ولا شفیع یطاع لا تنفع الشفاعة عندهٗ الا لمن اذن لهٗ اور حدیثوں متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے کافر کے بیچ حق گنہگاروں کے حکم شفاعت کا ہوگا پس معلوم ہوا کہ بالکل محروم شفاعت سے فقط کافر ہیں اور مناسب مقام کے بھی نفی اسی شفاعت کی ہے اس واسطے کہ اس کلام کو واسطے رد کرنے خیال فاسد اہل کتاب کے اور رد مذہب اُن کے ہی لائے ہیں کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اولاد نبیوں کی ہیں اور بزرگوں کے ساتھ توسل ہمارا ہے ہم کو خوف مواخذہ اور بازپرس کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ باوجود کفر اور دوسری برائیوں کے بھی بزرگ ہمارے ہم کو عذاب آخرت سے چھڑا لیں گے اور طریق دُور کرنے اس خیال کا یہ ہے کہ جو شفاعت کہ تمہارے ذہن میں ہے اُس کے اوپر فریفتہ مت ہو اس واسطے کہ ایسی شفاعت اُس دن میں نہیں ہونے کی بلکہ شفاعت ہر شفیع کی اُس دن میں موقوف اوپر حکم الٰہی کے ہوگی اور جبکہ شفاعت اوپر حکم الٰہی کے ہوئی جگہ اعتماد کی نہ رہی اس واسطے کہ فقط وسیلہ شفیع کا اس امر میں کفایت نہ کرے گا بلکہ حکم الٰہی بھی درکار ہے اور اُس کا دونوں طرح احتمال ہے چاہے ہو اور چاہے نہ ہو پس چاہیئے کہ محض توسل کے ساتھ نازاں مت ہو کہ یہ توسل سبب مستقل نہیں اور اسی واسطے بعضے مفسرین نے ضمیر منها کو بیچ لایقبل منها شفاعة ولا یوخذ منها عدل کی راجع طرف نفس تقصیر وار کے کی ہے اور اُس کو یعنی منها کو مقید شفاعت منفیہ کے ساتھ کیا ہے یعنی قبول نہ ہوگی کہ وہ شفاعت کہ اس نفس تقصیر وار کے وسیلہ اور فریاد اور زاری اور عاجزی اس کی سے وہم

کی جاوے جیسا کہ دنیا میں ہوتا تھا اور اس صورت میں اگلی پچھلی ضمیروں میں انتشار بھی نہیں ہوتا ہے یعنی سب چیزیں ایک شے کی طرف رجوع ہو جاویں گی اور نفی شفاعت کی بھی بالکل لازم نہیں آتی ہے اور اگر حقیقت شفاعت کی غور سے معلوم کریں مذہب اہل سنت کا مانند آفتاب کے روشن ہوتا ہے اس واسطے کہ حقیقت شفاعت کی یہ ہے کہ کمال نفس کاملہ انسانیہ کا کشادگی پیدا کرے اور نفوس ناقصہ کے تئیں اپنے اندر لے لے اور نقصان اُن کا بیچ ضمن کمال اُن کے کے آجاوے پس مدار شفاعت کا اوپر دو چیز کے ہے اول اس بات پر کہ کامل لوگوں کا کمال منتشر اور فراخ ہو جاوے کہ قیامت کے دن حاصل ہوگا یعنے اُس کے کا محض عنایت اور فضل اپنے سے لبسبب قبول کرنے عمل اور کوشش اُن کی کے وعدہ کیا ہے اس واسطے کہ انہا عمل اور کوشش کا حاصل کرنا کمالات کا ہے اس وجہ سے کہ اُن کمالات میں پیروانیوں کو بھی داخل کر لے کر اُن کے نقصانوں کو چھپالے اور کمال کے رنگ میں ظاہر کرے اور یہ رتبہ فقط اُس کے فضل پر موقوف ہے اور اسی بسط اور احاطۂ ذہنی کو شریعت میں اذن اور حکم کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے دوسرے ہونا نفس ناقصہ کا تابعداری کرنے والوں اہل کمال میں سے اور یہ امر بغیر ایمان اور صحت عقائد کے محال ہے اور اُس کو شریعت میں ساتھ اس عبارت کے تعبیر فرمایا ہے کہ کافر اور منافق کے واسطے شفاعت نہیں جیسا کہ بیچ آیت ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا..... للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ کے مذکور ہے یعنی نہیں لائق ہے واسطے نبی اور مسلمانوں کے کہ مغفرت چاہیں واسطے مشرکوں کے اگرچہ اُن کے قرابتی ہوں اور ولا یصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ و رسولہ کے مصرح ہے یعنی نہ دُعا کر واسطے کسی کے اُن میں سے کہ مر گیا کبھی بھی اور نہ کھڑا ہو اوپر قبر اُس کی کے تحقیق یہ لوگ منکر ہیں اللہ کے اور رسُول اُس کے کے اور جو کہ محققین فلاسفہ کے نے تحقیق معنی شفاعت کے کئے ہیں وہ بھی تائید کرنے والے اس تقریر کے ہیں کہا ہے انھوں نے کہ حضرت واجب الوجود کا فیض عام ہے قصور جو کچھ ہے قابل کی طرف سے ہے اور جائز ہے یہ بات کہ کسی فرد کو افراد میں سے صلاحیت فیض لینے کی بلا واسطہ جناب الٰہی سے نہ ہو اور دوسرول کاملین کے واسطہ سے اُس فیض کو قبول کر سکتا ہے پس دوسرا قابل درمیان اس شخص کے اور ذات صاحب فیض عام باری کے

واسطہ ہوجاتا ہے اور اُس کی مثال ایسی ہے کہ آفتاب روشن نہیں کرتا ہے مگر مقابل اپنے کو اور
آفتاب کے فیض میں مقابلہ شرط ہے یعنی جس شے پر اُس کی روشنی پڑے وہ اُس کے سامنے ہو اور
بعضی چیزیں جو اس کے مقابل ہوتی ہیں جیسا کہ گھر کی چھت مگر اس فیض سے وہ محروم ہے
لیکن جب ایک طشت بھرا ہوا پانی صاف کا آفتاب میں رکھیں شعاع آفتاب کی اُس پانی صاف
سے طرف چھت کے منعکس ہوگی اور اُسے روشن کرے گی پس ارواح انبیاء کے مانند پانی صاف
کے درمیان کے ہیں واسطے بخشش الٰہی کے جیسا کہ پانی صاف کہ شعاع آفتاب کو طرف چھت
پہنچایا ایسی ہی یہ روحیں رحمت الٰہی کو عام مسلمانوں کی طرف پہنچاتی ہیں مگر پھر بھی استعداد
قبولیت نور کی شرط ہے یہاں تک کہ اگر چھت استعداد روشن ہونے کے مطلق نہ رکھے تو پانی
صاف کی وساطت سے بھی روشن نہ ہوگی مانند کافر کے کہ استعداد اس کی برباد ہو کر بے نصیب
ہوگی اور ہر چند کہ چھت مقابلہ آفتاب کے سے معلوم ہے لیکن صاف پانی کے مقابلہ میں ساتھ
کمال درجہ کے ہے اور بسبب اس مقابلہ کے چھت روشنی پاوے گی اور جو کوئی کہ ایمان ساتھ
نبیوں کے نہ رکھے مانند اس چھت کے ہے کہ ساتھ پانی صاف کے بھی مقابلہ اُس کو حاصل نہیں
اس صورت میں پانی کے سبب بھی روشنی اس چھت کی تصور کرنی خیال خام ہے حاصل یہ ہے
کہ بنی اسرائیل کو مانند اس خیال خام کے کہ رکھتے تھے مایوس کرنے کے واسطے تاکید نعمتوں کی اور
شکر بعضی نعمتوں کے کہ ان کے اسلاف پر مبذول ہوئی تھی یاد دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سب
نعمتوں میں سے ان نعمتوں کو یاد کرو کہ نمونہ دن قیامت کا تھا اور کوئی شخص زندہ اور مردوں سے
تمہاری فریاد کو نہیں پہنچتا تھا اور ساتھ کسی وجہ کے اعانت اور امداد کی وجوہات سے خلاصی
تمہاری نہیں ہوسکتی تھی وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ غلامی بخشی
اور نجات دی ہم نے تم کو ساتھ قوت اپنی کے نہ کسی اور باپ دادوں تمہارے اور یاروں
دوستوں تمہارے کے اور واسطے اشارہ کرنے قوت کے ضمیر جمع کے کہ صیغہ جمع متکلم مع الغیر
کا ہے اختیار فرمایا ہے ورنہ شروع یا بنی اسرائیل پہلے سے اس جگہ تک صیغہ متکلم واحد کا مستعمل
ہوا تھا تاکہ توحید ذات باری تعالیٰ کی بیچ شکر کے اور ایمان لانے کے ساتھ آیتوں منزلہ
اُس کی کے سمجھا دیں مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ یعنی ہاتھوں تابعوں فرعون کے سے کہ بے شمار تھے

اور ذکر تابعین کا کیا باوجود اس کے کہ باعث بدسلوکی کا اصل میں فرعون تھا واسطے اشارہ کے ہے طرف اس کے کہ جو رئیس ساتھ کسی فرقہ کے بدی کا ارادہ کرتا ہے اور وزیر اور امیر اور تابعین باطن میں خیر خواہ اُس فرقہ کے ہوں تو اس صورت میں مصیبت اُس کی سہل ہوتی ہے اس واسطے کہ ارادہ اس رئیس کا بغیر مشارکت اور معاونت ملازمین کے چنداں پیش نہیں جاتا ہے اور اس تابعین فرعون کے نے بھی فرعون سے زیادہ کر اور عداوت اس فرقہ کے باندھی تھی اور سب کے سب برسر پرخاش ہو کر یَسُوْمُوْنَکُمْ یعنی پہنچاتے تھے تمہارے تئیں، سُوْٓءَ الْعَذَابِ یعنی بڑا سخت عذاب اس طرح سے کہ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ یعنی وہ ذبح کرتے تھے بیٹوں تمہارے کو اور یہ عذاب سخت تر عذابوں میں سے ہے اس واسطے کہ ہلاک کرنا بیٹوں کا سبب نیست اور نابود ہونے اُس فرقہ کا ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر مرد نہ رہیں معیشت عورتوں کی بہت مکدر ہوتی ہے اس واسطے کہ کسب اور تلاش معاش کی ذمہ مردوں کے ہے اور یہ بھی قتل کرنا اولاد کا بعد اس کے کہ کوشش اور مشقت مدت تک بیچ حمل اور پیٹ میں رہنے اُس کے کے کھینچی ہو اور وقت پیدا ہونے اُس کے کے اُمید قوی بیچ استماع لینے کے اس سے ہو تو موجب نہایت کاہش رُوح کا ہے اور یہ جنس بیٹے کی باعتبار جبلت زیادہ محبوب اور مرغوب ہے جنس لڑکی کی سے یہاں تک کہ عربوں نے کہا ہے بیت

سرور ان ما لہما ثالث　　　حیوۃ البنین وموت البنات

پس بیچ ذبح کرنے بیٹوں کے درد عقلی بھی ہے اور درد طبیعی بھی ہے اور دونوں الم کمال شدت کو پہنچے اور کاش توابع فرعون کے تمام اولاد تمہاری کو خواہ لڑکے خواہ لڑکیاں قتل کرتے کہ بسبب اُس کے بعضی مصیبتیں ہلکی ہوتیں لیکن وہ فقط لڑکوں کو مارتے تھے وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ یعنی اور زندہ چھوڑتے تھے لڑکیوں تمہاری کو اور لڑکیاں ہر چند کہ ابتدائے پیدائش میں محبوب اور مرغوب ہوتیں اور پیاری پیاری باتوں سے فریفتہ کرتیں لیکن بعد جوانی کے کہ وہ لڑکیاں بالغ ہوتیں اور نا کتخدا باقی رہتیں طرح طرح کی فکر اُن کی طرف سے بھی واسطے خرچ اور نفقوں کے اور بھی اس جہت سے کہ دشمنوں کے تحت میں آویں گی اور نہایت ذلت اور عار لاحق ہو گی باعث کمال غم اور الم ہوں گی اور واسطے جتلانے اسی نکتہ کے ویستحیون بنائکم

نہ فرمایا اور یذبحون رجالکم نہ فرمایا اور تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ کمال مشقت
اور رنج بیٹوں کے مرنے کا بیچ وقت صغر سن کے ہے کہ اب تک قابل عقوق اور نافرمانی کے نہیں
ہوئے اور امید منفعت کی اُن سے بجمیع الوجوہ برقرار ہے اور میل طبیعت کا ان کی حرکتوں کی طرف
بدرجۂ کمال آور نہایت شفقت اور سخ بیچ زندگی لڑکیوں کے اور وقت بلوغ اُن کے کے ہے کہ
اس وقت میں طبیعت ان کی طرف مائل نہیں رہتی ہے جس کی حالت لڑکپن میں خوش آتی تھی اور
طرح کی ذلتیں اور عار ان کی جہت سے ہجوم کرتی ہیں پس اگر یذبحون رجالکم ویستحیون
نسائکم یا یذبحون ابنائکم ویستحیون بناتکم فرماتے یہ شدت عذاب کی
مفہوم نہ ہوتی باقی رہا ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں یذبحون
بدون واؤ کے واقع ہوا اور سورۂ اعراف میں بھی یقتلون بغیر واؤ کے مانند اسی سورۃ کے
واقع ہے اور سورۂ ابراہیم میں ویذبحون واؤ کے ساتھ آیا ہے وجہ اس کی کیا ہے،
جواب اس کا یہ ہے کہ یسومونکم سوء العذاب کو اس سورۃ میں اور سورۂ اعراف
میں ساتھ قتل اور ذبح ابنا اور بالعدائس کے کے تفسیر فرمایا ہے پس حاجت واؤ کی نہیں بلکہ واؤ
کا لانا مخل طلب ہے، اس واسطے کہ تفسیر اور مفسر دونوں ایک چیز ہیں درمیان ان کے مغایرت
نہیں تاکہ گنجائش حرف واؤ کی ہو اور سورۃ ابراہیم میں یسومونکم سوء العذاب
ہے اور تکلیفات شاقہ مراد رکھی ہیں کہ فرعون کے متعلقین ساتھ فرقہ بنی اسرائیل کے دیتے تھے

بیان وجہ دشمنی فرعون

بعضی ان تکلیفات میں سے یہ ہیں کہ جو لوگ ان میں زبردست اور قوت والے تھے ان کو خدمت
پتھروں کے اٹھانے کی پہاڑوں میں سے واسطے عمارت باغوں اور عمارت فرعون کے مقرر
کی تھی یہاں تک کہ ہاتھوں اور گردنوں میں زخم ہو گئے تھے اور پیٹھیں بھی ان کی مجروح
ہو گئی تھیں اور جو لوگ ان میں کمزور تھے ان کو واسطے لے جانے چھوٹے چھوٹے پتھروں اور
گارا کے قرار دیا تھا اور بعضوں کو اُن میں سے واسطے بنانے کچی اینٹوں اور پکانے اُنکے کے
آوہ میں معین کیا تھا اور جو ان سب سے ضعیف ہوتا تھا اور کسی کام میں نہیں آتا تھا اس
سر پر جزیہ مقرر کیا تھا کہ سال بسال اور ماہ بماہ ادا کرے اور بنی اسرائیل کی عورتوں کو لطریق
واسطے کاتنے کتان کے اور بُننے کپڑوں کتانی کے بعضوں کو واسطے کاموں ذلیل اور ناچیز کے

کے ٹھیرایا تھا یہاں تک کہ مرد اور عورتیں بنی اسرائیل کی اس حالت سخت میں آرزو موت کی کرتی تھیں اور زندگی اپنی سے بیزار ہوتی تھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ مارنا بیٹوں کا اور یہ چیزیں آپس میں مغایر ہیں واسطے مغایت کے درمیان مضمون دونوں جملوں کے لانا حرف واو کا کہ دلالت اوپر اس کے کرتا ہے ضرور ہوا باقی رہی یہ بات کہ اس جگہ کس واسطے جملہ یذبحون کو تفسیر یسومونکم کی گردانا اور سورۃ ابراہیم میں کس واسطے تفسیر نہ مقرر کیا اور مغایر اس کے ٹھیرایا اور بلاؤں میں شمار کیا پس وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سورۃ میں اور سورۃ اعراف میں یہ جملے کلام الٰہی کے سے واقع ہوئے اور حق تعالیٰ کو بہ سبب کمال مہربانی اور رحمت کے کہ اوپر حال بندوں کے رکھتا ہے شمار کرنا محنتوں اور بلاؤں کا منظور نہ ہوا اس واسطے کہ یاد دلانا بلا کا یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے اور سورۃ ابراہیم میں یہ دونوں جملے حضرت موسیٰ کے کلام میں واقع ہوئے اور حضرت موسیٰ کو حکم تھا کہ تمام محنتوں اور مشقتوں کو بنی اسرائیل کو یاد دلاویں کہ فرمایا وذکرھم بایام اللہ اور یہ کہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم عصروں اپنے کے تھا کہ تمام مشقتوں اور محنتوں سے واقف تھے اور یہ عام خطاب ہے ساتھ ان بنی اسرائیل کے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے کہ ہرگز انھوں نے مشقتیں نہ دیکھی تھیں بلکہ اکثر ان میں سے ان مشقتوں اور محنتوں سے واقف بھی نہ تھے مگر مشقت قتل بیٹوں کی کہ یہ حال ان میں بطریق تواتر کے رائج اور مشہور ہوا تھا ضرور اسی مشقت کا لفظ ظاہر کرنا منظور ہوا اور حقیقت میں یہ بڑی مشقتوں میں سے اور خاتم بلاؤں کا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں وَفِي ذَٰلِكُم یعنی اور بیچ اس مذکور کے کہ مارنا بیٹوں کا باقی رکھنا لڑکیوں کا ہوا بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ یعنی آزمائش تھی پروردگار تمہارے سے بہت بڑی اس واسطے کہ ساتھ اس مرتبہ کے مسلط کرنا دشمنوں کا کہ بیٹوں کو جو سب سے عزیز ہیں برباد کرے موجب کمال ذلت اور رسوائی اور رنج اور اندوہ کا ہے اور یہ تمام اس واسطے تھا کہ خلاصی بعد اس بلائے عظیم کے تمہاری نظر میں عظمت پیدا کرے اور قدر اس نعمت کی جانو تم اور یہ بھی سمجھو کہ جو کوئی بلا سخت پر صبر کرے مستحق بڑی جزا کا ہوتا ہے خصوصاً بیچ دار الجزا کے اور یہ بھی جانو تم کہ سوائے ذات پاک خدا تعالیٰ کے دنیا کی سختیوں میں بھی کوئی کام نہیں آتا ہے اس واسطے کہ اس وقت میں کوئی

زندوں اور مردوں میں سے تمھاری فریاد کو پہنچا اور نہ تم کو ہاتھ فرعون اور فرعونیوں کے سے
ساتھ زور اور غلبہ کے خلاص کیا اور نہ بدلے تمھارے اور کسی کو اس محنتیں اٹھانے کو لایا اور نہ
محنتیں تمھاری اپنے اوپر لیں پس جبکہ دنیا میں کہ وقت اعانت اور نصرت ایک دوسرے کا ہے کوئی
تمھارے کام نہ آیا آخرت میں کہ وقت نفسی نفسی کا ہے توقع امداد و اعانت کی غیر سے رکھنی خیال

بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

خام تمھارا ہے اور وجہ عداوت فرعون اور فرعونیوں کی ساتھ فرقہ بنی اسرائیل کے یہ تھی فرعون
کا نام اس کا ولید بن مصعب تھا اور اس کا واسطے روشن ہونے چہرہ اس کے قابوس لقب تھا
اس واسطے کہ قابوس چنگاری روشن کو کہتے ہیں اور اس واسطے کہ وہ بادشاہ ملک مصر کا تھا
اس کو فرعون کہتے تھے کہ اس لفظ کے معنی قبطیوں کی لغت میں بادشاہ کے ہیں جیسا کہ لفظ سلطان
کا بیچ لغت عرب کے اور لفظ شاہ کا بیچ لغت فارسی کے اور لفظ راجہ کا بیچ لغت ہندی کے
جب ملک مصر پر قابض ہوا اور سامان مرتبہ اور حشمت کا اس کو ہر طرف سے بہم پہنچا یہ بات
ٹھیرائی کہ تمام رعایا ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک میرے واسطے سجدہ کیا کریں چنانچہ اول اس کو
ہامان نے سجدہ کیا بعد اس کے اور وزیروں اور امیروں اور سرداروں نے سجدہ کیا اور جو لوگ
دور دور تحت اس کے سے رہتے تھے ان کے واسطے تصویریں اپنی شکل کی سونے کی بنوا کر اونچے
تختوں ہاتھی دانت اور آبنوس اور چاندی کی قائم کر کے اور گرداگرد ان درختوں کے درخت ہری تھی
کہ پتی ان کی زمرد سے بنائی اور اوپر ہر شاخ ان کی کے جانور چاندی کے تیار کر کے اور
چونچ ان کی پاکیزہ جواہر سے درست کر کے بٹھلا دیئے اور ہر جانور میں ایسی ترکیب کی تھی کہ
جس وقت ان کو خادم اس تخت کے حرکت دیتے ان کے پیٹ میں سے یہ آواز نکلتی کہ اے مصر
کے لوگو فرعون خداوند تمھارا ہے واسطے اس کے سجدہ کرو اس آواز کو سن کر آدمی قصبوں اور
گاؤں کے بے اختیار سجدہ کرنے لگے اور جس وقت تمام اہل مصر فرعون کی پرستش میں گرفتار
ہوئے بنی اسرائیل نے ان کی موافقت نہ کی اور سجدہ نہ کیا فرعون نے سرداروں ان کے کو بلوا کر
تنبیہ کی اور کہا کہ تم میرے واسطے سجدہ نہیں کرتے ہو اور میری تصویروں کو بھی نہیں پوجتے
ہو معلوم ہوتا ہے کہ زندگانی تمھارے اوپر بھاری ہے اور مجھ کو اور میری تصویروں کو سجدہ
نہ کرو گے تو تم کو ساتھ طرح طرح کے عذاب کے تکلیف دوں گا یہ کہا اور جلادوں کو مع تمام

سامان عذاب کرنے کے لیئے روبرو بُلایا اور بنی اسرائیل کو ڈرایا بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ عذاب فرعون کا زیادہ ایک ساعت سے نہ رہے گا اور عذاب خدائے تعالیٰ کا ہمیشہ رہنے والا ہے بہتر یہ ہے کہ فرعون کے عذاب پر صبر کرو اور اُس کے واسطے سجدہ نہ کرو تمام فرقہ بنی اسرائیل کے نے اوپر اسی ارادہ کے اتفاق کیا اور فرعون سے ظاہر کیا کہ سجدہ سوائے خدا کے دوسرے کو جائز نہیں ہم ہرگز تجھ کو سجدہ نہ کریں گے جو چاہے سو کر فرعون نے تانبے کی اور لوہے کی بڑی بڑی دیگیں منگوائیں اور اُن دیگوں میں زیتون کا تیل اور گندھک ڈلوا کر آگ پر رکھ کر گرم کروایا جب وہ خوب گرم ہوگئیں اور تیل اور گندھک جوش مارنے لگی تو بنی اسرائیل کو اُن دیگوں میں ڈلواتا تھا اور جلواتا تھا اور بنی اسرائیل ہرگز اس کو سجدہ نہ کرتے تھے اور اس عذاب پر صبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ پروردگار ہمارا وہی خدا ہے کہ پروردگار ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا تھا ہم اوپر اُسی پروردگار اپنے کے ایمان رکھتے ہیں ،

یہاں تک کہ انبوہ کثیر بنی اسرائیل سے جلائے گئے ہامان کہ وزیر فرعون کا تھا واسطے سفارش کے اُٹھا اور عرض کی کہ بادشاہ ابھی ان کو مہلت فرمادے تاکہ سوچ سمجھ کر حکم بادشاہ کا قبول کریں فرعون اُس کے کہنے سے جلانے سے باز رہا لیکن اس فرقہ پر بیگاریں کہ پہلے ذکر اُن کا ہوچکا مقرر کیں یہاں تک کہ فرعون نے تین رات دن خواب وحشت ناک اور وحشت میں ڈالنے والے دیکھے کہتے ہیں کہ ایک آگ اُس کو خواب میں نظر آئی کہ تمام شہر مصر اور قبطیوں کی املاک کو جلاتی ہوئی چلی آتی ہے اور جبکہ محلہ بنی اسرائیل میں گزرتی ہے کسی کو نہیں جلاتی ہے اور بنی اسرائیل کے محلہ میں سے ایک بڑا اژدہا نکلا اور فرعون کے اُوپر دوڑ کر اس کو تخت کے اُوپر سے اوندھا ڈال دیا فجر کو اُٹھا تو نجومیوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کرکے تعبیر اس خواب کی پوچھی سب نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ اُس کے سبب سے بادشاہت تیری زوال قبول کرے فرعون نے جب یہ تعبیر سُنی کوتوال شہر کو بلوا کر حکم فرمایا کہ ایک ہزار پیادہ بنی اسرائیل کے محلہ میں مقرر کرے اور ہزار دائیاں ہمراہ اُن کے کیں تاکہ بنی اسرائیل کے گھروں میں تلاش کریں اور جس گھر میں دیکھیں کہ بیٹا پیدا ہوا اُس کو مار ڈالیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیں بموجب حکم فرعون کے دو برس تک اسی طرح کا ظلم بنی اسرائیل پر جاری رہا۔ جب تیسرا سال ہوا عائذ کہ نام عمران

کی بی بی کا تھا اور عمران بنی لاوی کے سرداروں میں سے تھا اور لاوی بڑا بیٹا حضرت یعقوب
علیہ السلام کا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے پیٹ میں رہے اور دائیاں فرعون کی ہر روز
اُن کے گھر میں اور پیادے دروازے پر تلاش کے واسطے آتے تھے جب تولد حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا قریب ہوا ایک دائی نے فرعون کی دائیوں میں احتیاط کے واسطے اُن کے گھر میں رہنا اختیار

بیان جواز اجرت لینے کا اور عبادت کے

کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے وقت پیدا ہوئے بمجرد پیدا ہونے کے کہ آنکھ دائی
کی اُن کے چہرۂ مبارک پر پڑی بے اختیار محبت اُن کی نے اُس کے دل میں غلبہ کیا اور ہر چند
چاہا کہ ان کو مارے ہرگز قادر نہ ہوئی. آخر ان کی ماں سے کہا کہ میرا ہاتھ اس لڑکے کے مارنے
کے واسطے نہیں چلتا ہے اس کی تدبیر کیجیے ان کی ماں نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک
بکری کا ذبح کرنے والا ہے ایک ٹکڑا بکری کے گوشت کا اُس سے لا کر اور ایک ہانڈی میں
ڈال کر پیادوں کو دکھلاوے کہ اس جگہ لڑکا پیدا ہوا تھا میں نے اس کو مارا ہے اور جنگل میں
لئے جاتی ہوں پیادے کہ دائیوں کے کہنے پر اعتبار رکھتے تھے زیادہ تحقیق نہ کی اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام گھر میں رہے لیکن فرعون کو نجومیوں نے اور تعبیر دینے والوں نے جمع ہو کر خبر پہنچائی
کہ وہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور ستارہ اُس کے نے طلوع کیا ہے خبردار رہنا چاہیئے اور تلاش کرنی
ضروری ہے فرعون نے کوتوال کو ڈانٹا اور اُس نے پیادوں پر نہایت سختی کی پیادوں نے کہا کہ
ہم نے ایک گھر میں زیادہ تحقیق نہیں کی ہے دائی کے کہنے پر بھروسا کر لیا ہے اگر فرماؤ اس گھر
کے اندر جاویں اور تلاش کریں اور دائیوں کے کہنے پر بھروسا نہ کریں کوتوال نے فرمایا جلدی
جاؤ اور بے پردہ گھر میں گھس جاؤ تاکہ اگر لڑکے کو چھپا لیا ہو ظاہر ہو جاوے پیادے بغیر اطلاع
کے عمران کے گھر میں آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑی بہن اپنی کی گود میں کہ مریم نام تھا
تھے بہن اُن کی نے جب دیکھا کہ پیادے شور کرتے ہوئے اندر گھر کے آئے حضرت موسیٰ کو تنور
میں ڈال دیا اور تنور اُس وقت گرم تھا اور روشن تھا اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر یہ لڑکا
ظاہر ہو جاوے گا تمام گھر کے آدمی مارے جاویں گے اور یہ لڑکا بھی مارا جاوے گا اور اگر اس لڑکے
کو تنور میں ڈالوں فقط جان اس لڑکے کی جاوے گی لیکن اور آدمیوں کی کہ گھر میں ہیں جان بچ رہے گی
پیادوں نے تمام گھر کو تلاش کیا کسی جگہ نشان لڑکے کا نہ پایا اور تنور کو کہ دہک رہا تھا نہ دیکھا

اور اُس پر آکر چلے گئے والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کہ اس حادثہ میں نہایت خوف سے بیخود ہوگئی تھیں۔ بیٹی اپنی سے بعد افاقہ کے حال دریافت کیا کہ اس لڑکے کو کہاں ڈالا تو نے اُس نے کہا کہ اضطراب کے سبب سے تنور میں ڈالا، ماں ان کی بہت غمناک ہوئیں اور تنور پر آکر دیکھا کہ تنور شعلے مار رہا ہے اس وقت زندگی اُن کی سے مایوس ہوئیں یکایک تنور کے اندر سے آواز آئی کہ اے ماں غم مت کھا کہ حق تعالیٰ نے اس آگ کو میرے اوپر سرد کیا ہے جیسا کہ اوپر ابراہیم علیہ السلام دادا میرے پر سرد کیا تھا۔ والدہ ان کی حیران ہوگئیں اور کہا کہ اب کیا تدبیر ہے کہ تجھ کو تنور سے باہر نکالوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاتھ اپنا دراز کر کے تنور سے مجھ کو نکال لے کہ ہاتھ تیرے کو اس آگ سے کچھ مضرت نہ پہنچے گا اور اس وقت میں عمر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چالیس دن کی ہوئی تھی بعد اس کے کہ ماں اُن کی نے تنور سے ان کو نکالا، اپنے گھر کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ یہ ہرچند عجائبات قدرت الٰہی کے سے ہے آخر لڑکا ہے آواز نکالے گا اور پیادے فرعون کے جابجا گھر گھر تلاش کرتے پھرتے ہیں آواز اس کی سنیں گے اور ہم کو اور اُس کو مار ڈالیں گے بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو صندوقچہ میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں تاکہ گاؤں میں کسی گاؤں میں بیچ ہاتھ کسی کے جا پڑے گا اور زندہ رہے گا اور ہم بھی خوف فرعون کے سے نجات پاویں گے گھر کے لوگ سب اس مشورہ پر متفق ہوتے اور ایک بڑھئی کو کہ سانوم اس کا نام تھا پوشیدہ بُلا کر لائے اور کہا کہ ہم کو ایک صندوقچہ طول اور عرض اُس کا اس قدر ہو بنا دے اور اس طرح تختوں کو وصل کر کہ جگہ آنے جانے پانی کی اس میں نہ رہے اُس بڑھئی نے کہا کہ یہ صندوقچہ کس واسطے بناتے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے زبان سے نکالا کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے چاہتے ہیں کہ اس کو دریائے نیل میں چھوڑ دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ پر ظاہر ہووے اور ہم کو مار ڈالے۔ اُس بڑھئی نے کہا کہ بہت خوب میں راز دار تمہارا ہوں اور کسی سے نہیں کہنے کا اور صندوقچہ تیار کئے دیتا ہوں جب اپنے گھر میں پہنچا سنا کہ منادی فرعون کا پھرتا ہے کہ جو شخص ہم کو اُس لڑکے کا پتہ بتلاوے کہ ان دنوں میں بنی اسرائیل میں پیدا ہوا ہے اُس کو ایسا اور ایسا انعام ملے گا بڑھئی کے تئیں ہانڈی طرح کی جوش میں آئی اور چاہا کہ کوتوال کے رُوبرو یہ ماجرا ظاہر کرے ابھی قدم دروازہ سے باہر رکھا تھا کہ اندھا ہوگیا اور

دونوں پاؤں اُس کے ٹخنوں تک زمین میں دھنس گئے اور غیب سے ایک آواز سُنی کہ اگر اس بھید کو کسی سے تو نے کہا فی الفور زمین میں تجھ کو غرق کر دیں گے بڑھئی نے توبۂ نصوح کی اور اندھے ہونے اور دھنس جانے زمین سے نجات پائی اور اپنے گھر میں آ کر راتوں رات صندوقچہ موافق فرمائش والدہ حضرت موسیٰ کے تیار کیا اور دریچہ اُس صندوق میں طرف آسمان کے کھول کر رات ہی کو رُوبرو والدہ حضرت موسیٰؑ کے پہنچایا حضرت موسیٰ کی والدہ زر خطیر برسم اجرہ کے اس کے روبرو لائیں۔ اُس نے کہا کہ میں دل اور جان سے مرید اور معتقد اس لڑکے کا ہوں، میں بالکل مزدوری اس لڑکے کے کام پر نہ لوں گا مگر اتنا چاہتا ہوں کہ مجھ کو اس لڑکے کی زیارت سے مشرف کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُسے دکھلایا اُس نے آنکھیں اپنی اُن کے قدموں پر ملیں اور رخصت ہوا اوّل جو شخص کہ ایمان حضرت موسیٰؑ پر لایا تھا یہی بڑھئی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دن میں توقف کیا جب دوسری رات آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غسل دیا اور خوشبو ملی اور کپڑے پہنائے اور ان کو صندوقچہ میں رکھ کر گریہ اور زاری کرتی ہوئی رود نیل کے کنارے پر لے گئیں یکایک ابلیس لعین بیچ صورت اژدہے سیاہ بہت بڑے کے نمودار ہوا اور کہا کہ اگر اس لڑکے کو دریا میں ڈالے گی تو ایک لقمہ اس کا کر جاؤں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت عاقل تھیں، معلوم کر لیا کہ اگر یہ اژدہا اصلی ہوتا گویائی اور کلام اُس میں کہاں ہوتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان ہے اُس کے کہنے کا خیال نہ کیا اور ان کو دریا میں ڈال دیا اور بکمال غم اور الم میں بھری ہوئی اپنے گھر کو لوٹ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو کہا کہ اگر میری زندگی چاہتی ہے تو پیچھے اس صندوقچہ کے جا اور دیکھتی رہ کہ کہاں جاتا ہے۔ اگر شہر کے کنارے سے علٰحدہ چلا گیا خاطر ہماری جمع ہو گی اور اگر شہر کے آدمیوں میں سے کسی نے اس صندوقچہ کو دیکھ کر اُٹھا لیا یقین ہے کہ بادشاہ کے پاس لے جاوے گا ہمشیرہ حضرت موسیٰؑ کی صندوقچہ کو نظر کرتی ہوئی دریا کے کنارے پر جاتی تھی اور مثل انجان کے دُور سے دیکھتی چلی جاتی تھی کہتے ہیں کہ پیدا ہونے حضرت موسیٰؑ تک بارہ ہزار لڑکے بنی اسرائیل کے قتل کئے گئے تھے اور نوے ہزار حمل بخوف اس کے کہ مبادا لڑکا پیدا ہو اور فرعونیوں کو ہلاک کرے گرائے گئے تھے اور یہ سب تدبیریں فرعون

کی تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں کچھ بھی کارگر نہ ہوئیں القصہ وہ صندوقچہ دریائے نیل کے درمیان میں سے نکل کر اُس نہر میں کہ فرعون نے دریائے نیل سے کھُدوا کر اپنے باغ میں لے گیا تھا اور نام اُس کا عین الشمس رکھا تھا جا پڑا اور پانی میں بہتا ہوا عین فرعون کے باغ میں جا پہنچا، اُس وقت فرعون باغ کی سیر کر رہا تھا اور بی بی اور لڑکی فرعون کی اور اور محل کے لوگ ہمراہ تھے جب دیکھا کہ ایک صندوقچہ نہر میں آ ملا ہے دوڑے اور اُس صندوقچہ کو اُٹھا کر فرعون کے سامنے لے گئے حضرت موسیٰؑ کی بہن نے جب دیکھا کہ صندوقچہ پانی کے ساتھ نہر میں چلا گیا دوڑی گئی اور اپنی والدہ کو خبر کی اُن کی والدہ اس وقت کمال بے تاب ہوئیں اور قریب تھا کہ بے اختیار ہو کر روتی پیٹتی ہوئی گھر سے نکلے حق تعالیٰ نے اُن کے دل میں الہام فرمایا کہ غم مت کھا اور تماشا قدرت ہماری کا دیکھ کہ اس کو کس تدبیر سے پاس تیرے پہنچاتے ہیں اور آخر کو رسولوں اولوالعزم سے کریں گے القصہ جب فرعون نے دیکھا کہ ایک لڑکا حال کا پیدا ہوا صندوقچہ میں رکھا ہے ہامان وزیر اپنے کو بلایا اور کہا یہ وہی لڑکا ہے کہ نجومی مجھ کو اس سے ڈراتے تھے میرے اقبال کو دیکھ کہ کس طور خود بخود ہمارے پاس آیا اب اس کو مار ڈالو عورت فرعون کی کہ آسیہ نام اُس کا تھا بمجرد دیکھنے جمال جہاں آرائے حضرت موسیٰؑ کے فریفتہ ہوئی اور کہا کہ اُس بے گناہ کو ساتھ گمان فاسد کے مت مارو اور زندہ رہنے دو کہ شاید ہمارے کام میں آوے یا اس کو بیٹا اپنا بنا لیں کہ ہمارے بیٹا نہیں ہے۔ فرعون نے سبب اصرار عورت اپنی کے حضرت موسیٰؑ کے مارنے سے ہاتھ کھینچا اور فرعون کی بی بی نے ان کو بیٹا اپنا کر لیا اور حکم کیا کہ دائیوں کو واسطے اس لڑکے کے لا دیں جس دائی کو لاتے تھے حضرت موسیٰؑ دُودھ اُس کا نہیں پیتے تھے یہاں تک کہ بہن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نے کہ اُن کا حال معلوم کرنے کے واسطے باربار فرعون کے دروازہ پر جاتی تھی یہ ماجرا سُن کر کہا کہ میں ایک دائی بتلاتی ہوں کہ لڑکوں کے پرورش کرنے کے طریق خوب جانتی ہے اور اس کام میں وہ بے مثل ہے غالب ہے کہ یہ لڑکا اُس دائی کا دودھ پی لے گا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو بُلا کر لے گئی حضرت موسیٰؑ اپنی ماں کا دُودھ پینے لگے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیلئے ایک اشرفی اُس ولایت کے چلن کی روزینہ مقرر کیا اور کہا کہ اس لڑکے کو میں دائی

بیان مقدار لشکر فرعون کا

دودھ پلاتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ مثال غازیوں اُمت میری کی کہ بادشاہ اور وزیر اور امیر سے ماہیانہ یا سالیانہ لیتے ہیں اور بیچ تیاری اسباب جہاد کے خرچ کرتے ہیں اور نیت اُن کی خالص خدا کے واسطے ہے مانند والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہے کہ فرعون سے وظیفہ لیتی تھیں اور اپنے بیٹے کو دودھ دیتی تھیں اور اس احادیث میں اشارہ ہے طرف ایک بڑے قاعدہ کے قاعدوں کلیہ فقہ کے سے یعنی اُجرت عبادت کے اوپر لینی اس صورت میں جائز ہے کہ نیت خالص خدا کے واسطے ہو اور ملنا نہ ملنا اُجرت کا برابر ہو اور اس عبادت کو اپنا کام سمجھے خواہ کوئی اوپر اس کے اجرت دے یا نہ دے اور اگر اُس عبادت کو مثل اور پیشوں اور مزدوریوں کے کہ دنیا میں برتی جاتی ہیں اُجرت ہی کے لینے پر معین کرے کہ اگر اجرت دیویں تو عبادت کی جاوے نہیں تو چھوڑی جاوے پس وہ محض مزدوری ہے ثواب اس میں کچھ نہیں یا کہ خوف عذاب کا ہے کہ کام دین کا دنیا کے واسطے کیا اور آخرت کو ساتھ ادنیٰ شے کے بیچا القصہ آسیہ عورت فرعون کی نے حضرت موسیٰ کے واسطے ایک گہوارہ سونے کے تختوں سے تیار کروایا اور اُن کو ساتھ کمال عزت اور بزرگی کے رکھا اور دو برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے فرعون کے گھر میں اُن کو دودھ پلایا جب دو برس کے بعد دودھ اُن کا چھڑایا آسیہ نے اُن کو ایک خچر بھرا ہوا زر کا اور کئی شتر اور نفیس چیزیں اور تحفے کے دیکر رخصت کیا اور حضرت موسیٰ کی اپنے پاس پرورش کرنی شروع کی جب حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام تین برس کے ہوئے ایک روز فرعون اُن کو اپنی گودی میں لئے ہوئے کھلا رہا تھا کہ دفعۃً حضرت موسیٰ نے اُس کی داڑھی پکڑ کے اپنے ہاتھ سے خوب کھینچی اور فرعون کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا فرعون خفا ہوا اور آسیہ سے کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ یہ لڑکا وہی دشمن میرا ہے کہ جس سے ڈرتا تھا میں اور تو نے مجھ کو مارنے نہیں دیا اب بھی اس سے ہاتھ اُٹھا آسیہ نے کہا کہ تو کس خیال میں ہے لڑکوں سے ایسی حرکتیں بے تمیزی کی بہت ہوتی ہیں ان کی حرکتوں کو دشمنی کا سبب خیال نہ کیا جاوے فرعون نے کہا اس لڑکے کو اور لڑکوں پر قیاس مت کر اس لڑکے کے قیافہ سے تمیز اور عقل اس کی بڑے آدمیوں کی تمیز اور عقل سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے اور یہ حرکت اس نے سوچ سمجھ کر کی ہے نادانی سے نہیں کی آسیہ نے کہا کہ اس عمر میں تمیز اور عقل کہاں ہے،

دیکھ کر میں امتحان اس کا کرتی ہوں فرمایا کہ ایک طبق سونے کا آگ سے بھرا ہوا اور دوسرا طبق چاندی کا مروارید اور یاقوت سے بھرا ہوا لا دیں حضرت موسٰی علیہ السلام کے سامنے دونوں طبق لائے اور اُن سے کہا کہ ان دونوں میں سے جو تجھ کو اچھا معلوم ہو اُٹھا لے حضرت موسٰی علیہ السلام نے ہاتھ اپنا طرف طبق مروارید اور یاقوت کے دراز کیا حضرت جبرئیل نے آکر ہاتھ اُن کا آگ کے طبق میں ڈال دیا اور ایک دہکتا ہوا کوئلہ اُس میں سے اُٹھا کر اُن کے منہ میں رکھوا دیا یہاں تک کہ زبان ان کی جل گئی اور اسی وقت سے لکنت ان کی زبان میں پیدا ہوئی آسیہ نے فرعون سے کہا کہ تمیز اور عقل اس لڑکے کی دیکھی تو نے بعد اس کے جب حضرت موسٰیؑ آٹھ برس کے ہوئے ایک دن رُوبرو فرعون کے مودب بیٹھے تھے یکایک فرعون نے مرغبان سے کہا کہ مرغوں جنگی ہمارے رو کھول پہلے ایک مُرغ آیا اور اُس نے دونوں بازو اپنے ہلا کر آواز کی حضرت موسٰی علیہ السلام نے کہا کہ سچ کہا تو نے فرعون نے پوچھا اس نے کیا کہا حضرت موسٰیؑ نے کہا کہ اس نے پروردگار اپنے کی تسبیح کی اس عبارت میں کہ پاک ہے وہ خداوند کہ جس نے ایک چرواہے کے لڑکے کو اتنی مدت دراز تک دولت اور حشمت کے ساتھ نوازا اور طرح طرح کی نعمتیں اس کو عطا فرمائیں باوجودیکہ وہ بیچ مقابلہ ہر نعمت کے کفران اور ناشکری کرتا ہے فرعون نے کہا اے موسٰی مرغ کو ان باتوں سے کیا کام تو اپنی طرف سے یہ طوطیا بندی کرتا ہے حضرت موسٰیؑ نے مرغ کو آواز دی کہ آ اور ایسی بول بول کہ سب عام اور خاص سمجھ لیں مرغ رُوبرو آیا اور زبان فصیح کے ساتھ اُس بات کو خوب کھول کر بیان کیا چہرہ فرعون کا بدل گیا اور نہایت ڈرا۔ ہامان وزیر اُس کا حاضر تھا عرض کی کہ یہ مُرغ کو کسی نے سحر کیا ہے حکم فرمائیں کہ اس کو ذبح کریں جب اُس کو ذبح کیا گیا حق تعالٰی نے پھر اس میں روح ڈال دی اور ہوا میں اُڑ کر چلا گیا اور آدمیوں کی نظروں سے غائب ہوا اور جب حضرت موسٰی نو برس کے ہوئے ایک دن فرعون نے اُن کو مہربانی کی راہ سے اپنے تخت پر بٹھلایا اور تمام امیر اور وزیر گرداگرد تخت کے کھڑے تھے فرعون نے موافق عادت اپنی کے کہ تکبر اور نخوت اُس کے سر میں بھر رہی تھی کفر کے کلمے کہنے شروع کئے حضرت موسٰی علیہ السلام غصہ میں بھر گئے اور تخت سے نیچے اُترے فرعون نے کہا کہاں جاتا ہے حضرت موسٰی علیہ السلام نے ایک لات اس تخت پر ماری

کر دو پائے تخت کے ٹوٹ گئے اور تخت اُلٹا ہو گیا اور فرعون تخت سے گر پڑا اور اس کی ناک
میں سے خون بہت بہا اور دربار کے آدمیوں میں ولولہ پڑا حضرت موسیٰؑ جلدی سے بھاگ کر آسیہ
کے پاس آئے اور اس قصہ کی اس کو اطلاع کر دی فرعون جب اندر محل کے آیا اور دیکھا کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام آسیہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں فرعون نے آسیہ پر غصہ کرنا شروع کیا کہ تونے مجھ
کو مارنے نہیں دیا اور اب یہ لڑکا بہت شوخ گستاخی کرتا ہے آسیہ نے کہا کہ لڑکے بچپن میں ماں باپ
کے اوپر شوخیاں کرتے ہیں کچھ شکایت کی جگہ نہیں بلکہ دلیل ہے اس پر کہ بعد بلوغ کے اور تمیز
ہونے کے یہ شوخی ماں باپ کے دشمنوں پر کرے گا اور سب امیر اور وزیر اس کی ہیبت سے
تیرے روبرو دبتے رہیں گے بعد اس کے دستر خوان چنا اور خاصہ حاضر کیا فرعون کھانا چاہتا
تھا اور حضرت موسیٰؑ بھی ہمراہ اُس کے کھانا کھاتے تھے اتفاقاً ایک چھوٹا بکرا تمام اور کمال
تنور میں دم پخت کر کے واسطے فرعون کے لائے تھے حضرت موسیٰؑ نے اُس بکرے کو فرمایا کہ
قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وہ بکرا اُٹھ کر دوڑنے لگا فرعون نہایت متعجب ہوا آسیہ نے کہا کہ
یہ سب باتیں واسطے باقی رہنے ملک تیری اور دولت تیری کے کام آویں گی اس لڑکے کو غنیمت
جان بعد اس کے فرعون حضرت موسیٰؑ سے طریق ادب کا چلتا اور ان سے کچھ تعرض نہ کرتا تھا
یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ تیئیس ۲۳ برس کے ہوئے ایک دن نیل کے کنارے جا کر وضو کر کے نماز پڑھتے
تھے دفعۃً ایک شخص فرعون کے خواصوں میں سے اس جگہ گزرا کہا اس طرح کی عبادت کس کے
واسطے کرتے ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا واسطے آقا اور خداوند اپنے کے اس نے کہا کہ تم
تو آقا اور خداوند اپنے باپ فرعون کی عبادت کرو تم کو یہی کافی ہے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اوپر
تیرے اور اوپر فرعون کے بھی لعنت خدا کی ہو۔ اس نے کہا کہ میں فرعون کو اس ماجرا کی اطلاع
کرتا ہوں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے زمین اس کو پکڑ لے زمین اس کو زانو تک نگل گئی اور ہرگز
نہ چھوڑا یہاں تک کہ قسم غلیظ اور سخت اس نے کھائی کہ میں ہرگز اس بات کی فرعون سے خبر
نہیں کروں گا بعد اس کے زمین سے خلاص ہو کر چلا گیا لیکن عبادت اور نماز کی بات فرعون
کے خاصوں میں پھیل گئی اور رفتہ رفتہ یہ خبر فرعون کو پہنچی فرعون نے کہا کہ جس وقت موسیٰ نماز
اور عبادت میں مشغول ہو مجھ کو خبر بھیجو ایک شخص فرعون کے خواصوں میں سے منتظر وقت کا رہا

جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ نے نماز شروع کی جاکر فرعون سے خبر کی فرعون خود وہاں آیا اور کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ نماز سے فارغ ہوئے فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰؑ یہ پرستش کس کے واسطے تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ واسطے اُسی آقا اپنے کے کہ مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور پہناتا ہے اور پرورش کرتا ہے فرعون نے کہا سچ کہتا ہے تو وہ میں ہوں کہ یہ کام کرتا ہوں حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ بعد اس کے بنی اسرائیل کے بڑی عمر والوں کو روبرو اپنے بلاتے تھے اور اُن کے ساتھ صحبت رکھتے اور اُنھیں کے ساتھ انس اور الفت کرتے اور یہ امر فرعونیوں کے اوپر بہت شاق ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک دن بنی اسرائیل کے سرداروں کو اپنی مجلس میں جمع فرماکر پوچھا کہ تم لوگ کب سے فرعون کے عذاب میں گرفتار ہو۔ انھوں نے کہا بہت مدت سے اسی عذاب میں گرفتار ہیں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ عذاب تم پر اللہ کی طرف سے بسبب گناہوں تمھارے ہے تم کو چاہیے کہ نذر اپنے اوپر لازم کرو تاکہ حق تعالیٰ یہ عذاب تم سے رفع کرے اور اپنا فضل کرے سب نے کہا کہ ہم روزہ اور نماز اور مسکینوں کا کھانا بہت سا کریں گے فرمایا کہ ایک چیز اپنے اوپر قبول کرلو کہ ان سب باتوں کے قائم مقام ہوجاوے گی اور وہ یہ ہے کہ اطاعت اپنے پروردگار کی کرو اور نافرمانی اُس کی نہ کرو سب نے کہا کہ ساتھ جان اور دل کے ہم نے قبول کیا بعد اس کے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں نے سُنا ہے کہ زمانہ پہلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک بُت پرستوں کی جماعت میں پیغمبر بھیجا تھا انھوں نے قدر اس پیغمبر کی نہ جانی اور واسطے اس پیغمبر کے ڈھیر لکڑیوں کا جمع کرکے اس میں آگ روشن کی اور اس پیغمبر کو آگ میں ڈالا اور اس آگ نے اس کو کچھ ضرر نہ کیا یہ قصہ کس طرح تھا انھوں نے کہا کہ وہ پیغمبر خود جد ہمارے اور تمھارے حضرت ابراہیمؑ تھے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تم اپنے جد کی طرز پر رہو اور ایذا فرعون اور فرعونیوں کی سے نہ ڈرو تم کہ حق تعالیٰ شر اُن کے کو تم سے دفع کرے گا اور جب حضرت موسیٰؑ تیس برس کے ہوئے ایک دن راستے میں چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک پیادہ فرعون کے پیادوں میں سے کہ داروغہ فرعون کے باورچی خانہ کا تھا گٹھا لکڑیوں کا اسرائیلی کے سر پر سے کھینچتا تھا اور کہتا تھا کہ اس گٹھے کو بادشاہ کے باورچی خانہ میں پہنچا دے اسرائیلی نے جب حضرت موسیٰؑ کو دیکھا فریاد شروع کی حضرت موسیٰؑ نے ہر چند کہ اُس کو

ظلم سے منع کیا باز نہ آیا ناچار ایک مُکا اس کی پیشانی پر مارا وہ پیادہ مرگیا اسرائیلی خلاص ہوکر اپنے گھر گیا اور یہ خبر فرعون کو پہنچی۔ فرعون نے کہا یہ جھوٹ ہے موسیٰؑ نے اسرائیلی کی حمایت کے واسطے قبطی کو نہ مارا ہوگا دوسرے دن پھر ایسا ہی اتفاق پڑا کہ اُسی اسرائیلی کے اُوپر دوسرا قبطی ظلم کر رہا ہے اُس نے پھر حضرت موسیٰؑ سے فریاد کی حضرت موسیٰؑ نے اوّل اُسی اسرائیلی کو تنبیہ کی اور جھڑکا یعنے ایک مرتبہ تو نے مجھ سے ایک قبطی کو مروایا آج پھر ویسی ہی حرکت کرنے لگا بعد اُس کے چاہا کہ اس قبطی سے اس کو خلاص کروادیں اسرائیلی نے جانا کہ مجھ کو مارتے ہیں پکار کر کہا کہ اے موسیٰ آج مجھ کو مارنا چاہتا ہے تو اور کل تو نے فلانے شخص کو مارڈالا بانآ کے تمام آدمیوں نے فرعون کے رُوبرو گواہی دی کہ قاتل قبطی کے موسیٰ علیہ السّلام ہیں اور قبط کے تمام سرداروں نے فرعون سے درخواست کی کہ موسیٰ کو ہمارے حوالے کرتا کہ اُس کو قبطی کے بدلے میں مارڈالیں فرعون پیچ حکم قتل حضرت موسیٰؑ کے متوقف تھا کہ ایک شخص قبطیوں میں سے کہ نام اس کا حرقیل تھا اور ایمان لایا تھا اور حال اُس کا سورہ حٰمٓ المؤمن میں انشاء اللہ مذکور ہوگا دوڑا ہوا آیا اور حضرت موسیٰؑ کو آگاہ کیا کہ تمام امراء اور رئیس قبطی کے درپے مارنے تمہارے کے ہیں تمہارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ چند روز اس شہر سے باہر جاؤ حضرت موسیٰؑ اس خبر کے سُننے سے بے توشہ اور بے سواری مصر سے باہر نکلے اور راہ مدین کی لی راستے میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی پوشاک نفیس اپنی کہ پہن رکھی تھی اس کو دیدی اور جبہ بالوں کا اور کملی اس چرواہے کی پہن کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ساتویں دن مدین میں پہنچے اور راہ کے درمیان تمام دن دو شیر ہمراہ رہتے تھے اور رات کے وقت درندوں اور ستانے والی چیزوں سے ان کی محافظت کرتے بعد پہنچنے مدین کے حضرت شعیب علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے گھر میں ٹھہر گئے اور ان کی لڑکی سے نکاح کیا جیسا کہ سورۂ قصص میں تفصیل اس قصّہ کی مسطور ہے اور بعد دس برس کے کہ حضرت شعیب کی خدمت میں گزارے پھر مصر کا ارادہ کیا راستے کے درمیان ساتھ نبوّت اور رسالت کے مشرف ہوئے اور مصر میں چالیس برس تک ساتھ فرعون اور فرعونیوں کے مقابلہ اور مخاصمہ کیا اور معجزے بڑے بڑے دکھلانے میں مشغول رہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایمان فرعون اور قبطیوں کے سے مایوس ہوئے

جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار الٰہا تو مجھے یاد کوئی تدبیر اور حیلہ تعلیم کر کہ بنی اسرائیل کو
قبطیوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں تاکہ عبادت تیری بے خوف اور نڈر ہو کر کریں حق تعالیٰ نے
طرف اُن کے وحی بھیجی کہ اب تدبیر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو جمع کر کے راتوں رات کوچ کرو
تم اور اگر فرعون تمھارے پیچھے آوے گا اُس کو ہلاک کریں گے انھوں نے بنی اسرائیل کے
سرداروں سے یہ تدبیر ارشاد کی سرداروں نے تمام گروہ اپنے کو کہ شہر میں تھے آگاہ کیا اور
جو شخص بنی اسرائیل میں سے قبطیوں کے پاس تھا خواہ بطریق نوکری تھا یا کسی نے بیٹا بنا لیا
تھا یا اور کسی طرح کا تعلق رکھتا تھا سب اُٹھ کر ایک جگہ جمع ہو گئے فرعون اس جمع ہونے
ان کے سے وہم میں پڑا اور پوچھا کہ یہ حرکت کس واسطے ہوئی بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا
کہ ہمارے اندر دن عاشورے کا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے تھے اور
یہ دن متبرک عید کا دن ہے ہم چاہتے ہیں کہ سب ایک جگہ جمع ہو کر شہر سے باہر عبادت
خدا کی بجا لاویں اور ہم رسمیں اپنی عید کی قائم کریں فرعون نے اجازت دی اور عوام بنی اسرائیل
نے زینت کے واسطے زیور اور پوشاک بہت سے قبطیوں سے لے لئے اور عید کے بہانے
خیمے اور ڈیرے شہر سے باہر کھڑے کئے یہاں تک کہ جب سب جمع ہو گئے پچھلی رات حضرت
موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے ان کو کوچ کروایا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیچھے اُن کے
تھے اور حضرت ہارون آگے یہاں تک کہ جنگل میں جا پڑے اور راہ بھول گئے ہر چند کہ دائیں
بائیں جاتے تھے سُراغ راہ کا نہیں پاتے تھے اور انبوہ بنی اسرائیل کا چھ لاکھ اور ستر ہزار آدمی
کا ہو گیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بڑے بڑے عمروں والوں کو بلوایا
اور پوچھا کیا سبب ہے راستہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور یہ راستہ شارع عام ہے بارہا اس راستہ
میں تم نے بھی آمد و رفت کی ہے انھوں نے عرض کی کہ اصل قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف
علیہ السلام کی وفات نزدیک پہنچی وصیت فرمائی اور اولاد اپنی اور اولاد بھائیوں اپنی کے سے
عہد اور پیمان لیا کہ جس وقت مصر سے جاؤ تابوت میرے کو ہمراہ لے کر جاؤ اور جس جگہ باپ
دادے میرے دفن ہوئے ہیں اُس جگہ مجھ کو پہنچاؤ سو فی الحال ہم مصر سے نکل آئے اور تابوت
اُن کا ہم نے نہیں اٹھایا ہے غیب کی طرف سے راستہ بند ہو گیا ہے اور معلوم نہیں ہوتا ہے

پھر حضرت موسٰی علیہ السلام نے پوچھا کہ قبر مبارک اُن کی کہاں ہے تاکہ تابوت ان کا نکالیں اور ہمراہ لیویں بنی اسرائیل کے بڑی بڑی عمر والوں نے کہا کہ ان کی قبر کی جگہ ہم نہیں جانتے ہیں لیکن یہ وصیت اُن کی باپ دادوں اپنے سے سُنی ہے حضرت موسٰی علیہ السلام اُٹھے اور بنی اسرائیل کے لشکر میں منادی کرائی کہ قسم خدا کی دیتا ہوں کہ جس کو جگہ قبر حضرت یوسف علیہ السلام کی معلوم ہو روبرو میرے آوے اور خبر دے کسی نے اقرار نہ کیا مگر ایک بڑھیا عورت نے کہا کہ میں ان کی قبر کی جگہ پہچانتی ہوں لیکن میرے ساتھ عہد کر لو کہ اگر میں قبر ان کی بتلادوں تو جو چاہوں مجھ کو ملے اور مُراد میری حاصل ہو حضرت موسٰیؑ نے توقف اور تامل کیا۔ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ اس کے ساتھ عہد کرلے اور جو وہ چاہے اُس کے حوالہ کر بڑھیا نے کہا کہ مطلب میرا دو چیزیں ہیں ایک دُنیا میں اور ایک آخرت میں مطلب دُنیا کا یہ ہے کہ میں نہایت ضعیف ہوگئی ہوں طاقت چلنے کی مجھ میں نہیں رہی مجھ کو سواری پر بٹھلاؤ اور مصر سے ہمراہ اپنے لے چلو اور مطلب آخرت کا یہ ہے کہ بہشت میں ہمراہ تمہارے ہیچ درجہ تمہارے کے ہوں میں حضرت موسٰیؑ نے دونوں چیزیں قبول فرمائیں بعد اس کے اس بڑھیا نے پتا دیا کہ قبر ان کی مین نیل کے پانی کے اندر فلانی جگہ ہے حضرت موسٰی علیہ السلام اس مقام میں گئے اور صندوق ان کا کہ سنگ مرمر کا تھا وہاں سے نکالا اور آپ اس کو اُٹھا کر آگے آگے لشکر کے لے جاتے تھے اور راستہ ظاہر ہوتا جاتا تھا اس درمیان میں فجر طلوع ہوئی اور فرعون کے جاسوسوں نے اس کو خبر پہنچائی کہ بنی اسرائیل جس مقام میں عید کے واسطے جمع ہوئے تھے راتوں رات کوچ کرکے چلے گئے فرعون کے دل میں آگ غصہ کی روشن ہوئی اور نقیبوں اپنے کو گرد و نواح شہر کے قصبوں اور گاؤں میں بھیجا کہ سوار عمدہ تیز گھوڑوں والے حاضر ہو دیں اور آپ بھی اپنی فوجوں کے ہمراہ سوار ہوکر اشراق کے وقت پیچھا کیا اور

بیان جانے حضرت موسٰیؑ کا واسطے لانے کتاب کے

بہت انبوہ ہمراہ اس کے تھا کہتے ہیں کہ ستر ہزار سوار ابلق گھوڑوں کے مقدمۃ الجیش یعنے پیش رو لشکر اُس کے تھے اور ایک لاکھ سوار تیر انداز اور اسی قدر نیزہ باز اور اسی قدر گرز زرد آ فرعون کی رکاب میں چلتے تھے القصہ بنی اسرائیل نہایت جلدی سے روانہ ہوئے اور دوڑتے ہوتے دریائے قلزم کے کنارہ پر پہنچے اور قلزم نام ایک شہر کا ہے کہ اُس کے کنارے پر دریا

جاری ہے اور متصل اسی شہر کے انتہا اس دریا کی ہوئی ہے اسی واسطے اس دریا کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں ورنہ یہ دریا اصل میں ایک شاخ ہے سمندر کی شاخوں میں سے درمیان حبش کے شہروں اور عرب کے گزرتی ہے اور اس کو خلیج احمر کہتے ہیں جیساکہ دوسری خلیج کو کہ درمیان فارس اور عرب کے حائل ہے خلیج اخضر کہتے ہیں اور طول اس خلیج احمر کا جنوب سے طرف شمال کے چار سو اور ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض اُس کا اول میں بقدر ساٹھ فرسنگ کے ہے اور اخیر کی طرف سے عرض اُس کا کمتر ہوتا جاتا ہے اور مصر سے کہ دار السلطنت اُس جگہ کا ہے یہ خلیج تین دن کا راستہ ہے جنگل میں اور رود نیل بیچ جانب غربی شہر مصر کے ہے اور شہر جانب شرقی نیل کے ہے اور اوپر ضلع غربی اس خلیج کے اکثر شہر بربر کے آباد ہیں اور بعضے شہر حبشہ کے بھی ہیں اور اوپر ضلع شرقی اس خلیج کے اکثر سواحل عرب کے واقع ہیں انھیں میں فرضہ ہے کہ ساحل مدینہ منورہ کا ہے اور قافلے مصر اور حبشہ کے حجاز کی طرف اسی بندر سے عبور کرتے ہیں پھر سواحل یمن کے جدہ سے لے کر عدن تک اوپر کنارہ شرقی اسی خلیج کے ہیں اور اس خلیج کے وسط میں بعضے شہر کہ تعلق مصر کے ساتھ رکھتے ہیں بھی آباد ہیں منجملہ انھیں کے ہے دمیاط کہ جیل خانہ مصر کا ہے جیساکہ قلعہ گوالیار کا ہندوستان میں غلہ وغیرہ کشتی پر مصر سے اُس میں لے جاتے ہیں اور محافظ اس قلعہ کے مصر کے حاکم کی طرف سے رہتے ہیں اور شہر قلزم کہ منتہا اس دریا کا ہے طول اس کا سد یعنی ساٹھ اور چار درجہ ہے اور عرض اس کا کط یعنی انتیس درجہ اور بیس دقیقہ ہے جب بنی اسرائیل اس دریا کے کنارے پر پہنچے اور پانی کو نہایت زور اور شور میں دیکھا حیران ہوئے اور کہا کہ اتنی کشتیاں ایک دفعہ کہاں سے میسر آویں گی کہ ہم جلدی سے اس دریا سے اُتر جاویں اور اسی اثناء میں کہ آفتاب بھی طلوع ہوا اور دن روشن ہو گیا پیچھے سے آواز گھوڑوں کی سُنی جب غور کیا معلوم ہوا کہ فرعون مع تمام لشکر اپنے کے پیچھا کئے ہوئے چلا آتا ہے اور مقدمۃ الجیش اس کا نمودار ہوا ہاتھ اور پاؤں بنی اسرائیل کے پھول گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اب وعدے تمھارے کہاں ہیں یہ فرعون پیچھے ہمارے آیا اور دریائے خار ہمارے سامنے ہے نہ یہ طاقت ہے کہ فرعون کا مقابلہ کریں اور نہ قدرت اسکی ہے

کہ دریا سے خلاص ہو دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مایوس مت ہو امداد الٰہی ہمراہ ہمارے ہے مشکل آسان کرے گا اس درمیان میں حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی کہ عصا اپنا دریا پر مار اور کہہ کہ پھٹ جا تو اور ہم کو راستہ دے حضرت موسیٰؑ نے ایک بار عصا مارا اور اسی طرح کہا دریا اسی طرح رہا جیسا تھا پھر حکم آیا کہ دریا کو اُس کی کنیت کے ساتھ آواز دے حضرت موسیٰؑ نے دوسری بار عصا مارا اور فرمایا کہ پھٹ جا تو اے ابو خالد خدا کے حکم سے وہ دریا پھٹ گیا اور بارہ راستے خشک اس میں ظاہر ہو گئے حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اس دن ہوا کو اور آفتاب کو دریا پر مسلط کر دیا تھا ہوا پانی کے اندر سے زلزلہ کی مانند نکلی اور پانی کو جدا جدا کر کے کھڑا کر دیا اور آفتاب نے دریا کی زمین کو خشک کر دیا تاکہ بنی اسرائیل آسانی سے چلے جاویں بعد اس کے حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ دریا میں آؤ اور نکل چلو وہ بہ سبب سستی اعتقاد اپنے کے جرأت نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کو کیا اعتبار ہے کہ ہمارے نکلنے تک پانی اسی وضع پر اپنی جگہ پر کھڑا رہے ایسا نہ ہو کہ ہم راستے کے درمیان میں رہیں اور دریا آپس میں مل جاوے اور ہم کو غرق کر دے حضرت یوشعؑ نے پہلے گھوڑا اپنا ڈالا بعد اس کے حضرت ہارونؑ آگے اور روانہ ہوئے جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ یہ گزرے چلے جاتے ہیں ناچار دریا میں آئے اور بارہ قوم بنی اسرائیل کی بارہ راستوں میں سے کہ دریا کے اندر ہو گئے تھے داخل ہوئے یہاں تک کہ سب سے پیچھے حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر دریا میں داخل ہوئے حضرت موسیٰؑ کے گروہ نے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم کیا جانتے ہیں کہ دوسرے گروہوں پر کیا گزرا اپنی ذات سے بسبب اس کے کہ تو ہمراہ ہمارے ہے اطمینان رکھتے ہیں لیکن اپنے بھائیوں کی طرف سے ہم کو اطمینان نہیں مبادا کہ پانی ان کے اُوپر مل گیا ہو حضرت موسیٰؑ نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا ان کی بُری خصلتوں پر میری مدد فرما حق تعالیٰ نے ہوا سخت کو کہا کہ پانی کی دیواروں میں روزن جالی کی مانند پیدا کرے ہر گروہ دوسروں کو دُور سے دیکھتے تھے کہ چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ سلامتی سے دریا کے کنارے پر آئے اسی اثنا میں فرعون ساتھ لشکر اپنے کے دریا کے کنارے پر پہنچا اور دیکھا کہ دریا میں راستے راستے ہو رہے ہیں اور دریا درمیان میں دیواروں کی مانند جا بجا کھڑا ہے اور

حیران ہوا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ یہ میرا اقبال ہے کہ دریا میرے واسطے ایسا ہو گیا تاکہ اپنے غلاموں بھاگے ہوؤں کو پکڑوں اور زندہ اپنے ہاتھ میں لاؤں اگر غرق ہو جاتے کام میرے معطل ہو جاتے لیکن اپنے دل میں ڈرتا تھا کہ پھٹنا دریا کا محل اعتبار نہیں مبادا گزرتے ہوئے درمیان میں یکساں ہو جاوے اور سب کو غرق کر دے اور ہامان کہ وزیر اس کا تھا وہ بھی دریا کے اندر آنے سے منع کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ جلدی نہ کرنی چاہیئے، کشتیاں جمع کرتے ہیں اور سہولیت سے ہم اتریں گے اور ان کو جس جگہ ہوں گے قید کریں گے اسی حالت میں جبرئیلؑ مادیان کے اوپر فرعون کے مست گھوڑے کے آگے نمودار ہوئے اور اس گھوڑے کو دریا کے درمیان میں ڈال دیا فرعون کا گھوڑا بے اختیار گھوڑی کی بو سونگھ کر دریا میں گھس گیا اور لشکر والوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ خود دریا میں داخل ہوا ہے ہر طرف سے ہجوم کر کے آگے اور اترنا شروع کیا یہاں تک کہ فرعون اور تمام لشکر کنارے کے پاس پہنچے اس وقت حکم الٰہی دریا کو ہوا کہ جلدی مل جا یکایک دریا نے موجیں مارنی شروع کیں اور تمام پانی میں ڈوب گئے اور بنی اسرائیل اس تمام ماجرا کا دوسرے کنارہ پر کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور جس جگہ میں گزرنا بنی اسرائیل کا اور ہلاکت فرعون کی تھی عرض اس دریا کا اس وقت نہایت تھوڑا ہو گیا تھا بقدر چار فرسخ کے عرض اس کا تھا کہ آدھے دن میں قطع ہو وے اور یہ قصہ عاشورہ کے دن واقع ہوا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے ساتھ روایت انس بن مالک کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فلق البحر لبنی اسرائیل یوم عاشورا یعنی پھاڑ گیا دریا واسطے بنی اسرائیل کے دن عاشورا کے اور صحیحین میں ساتھ روایت ابن عباس کے مروی ہے کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودیوں نے ایک دن روزہ رکھا ہے فرمایا کہ کیا سبب ہے آج کے دن تم نے روزہ رکھا ہے انھوں نے کہا کہ آج دن عاشورا کا ہے اسی دن میں حق تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا حضرت موسیٰؑ اس دن میں بطریق شکر کے روزہ رکھتے تھے ہم بھی ان کی پیروی کے واسطے روزہ رکھتے ہیں آں حضرتؐ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ ہم کو زیادہ لائق ہے ان سے کہ بسبب پیروی حضرت موسیٰؑ کے روزہ رکھیں

اور آدمیوں کو بھی روزہ کے واسطے فرمایا لیکن آخر عمر میں فرماتے تھے کہ اگر میں سال آئندہ
تک زندہ رہا ہمراہ دن عاشورہ کے نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا تاکہ مشابہت یہود کی
کی لازم نہ آوے حق تعالیٰ دریا کی چیزوں کو کہ بڑا معجزہ تھا بطریق نعمت در نعمت کے بنی اسرائیل
کو یاد دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ وَاِذْ فَرَقْنَا یعنی یاد کرو تم واسطے پہچاننے قدر نعمت
کے کہ وہ نجات فرعون کے عذاب سے تھی خاص کر واقعہ در سے کہ گویا نعمت دوسری بالاستقلال
ہے سوائے نجات کے فرعون سے اس وقت میں کہ چیرا ہم نے بِکُمُ یعنی بسبب پہنچنے
تمہارے کے دریا کے کنارے پر اور مضطر ہونے تمہارے کے رُوبرو حضرت موسیٰؑ کے اس واسطے
کہ حقیقت میں باعث چیرنے دریا کا بھی تھا گو کہ مارنا عصا کا بطریق آلہ ہونے کے سبب
طریق قریب ہوا اَلْبَحْرَ یعنی دریائے قلزم کو اور بحر لغت میں دریائے شور اور اس کے
ٹکڑوں کو کہتے ہیں اور استعمال بحر کا اگر کسی جگہ شیریں پانی اور شیریں ندیوں میں آگیا ہو
بطریق مجاز کے اُن کو نہریں کہتے ہیں اور بحر نہیں کہتے اور ہم نے اس نعمت میں اوپر اس
قدر کے کفایت نہیں کرتے کہ فقط پھٹ جانا دریا کا تم کو دکھا دیں بلکہ پورا کرنیکا وعدہ فرمایا ہم نے
فَاَنْجَیْنٰکُمْ یعنی پس نجات دی ہم نے تم کو پانی دریا کا اسی شکل پر کہ پھٹا ہوا تھا محفوظ
رکھا اور اس کے اوپر ہوا کو مسلط کیا تاکہ آپس میں ملنے نہ دے یہاں تک کہ تم سب ساتھ
سلامتی کے اوپر کنارے پر پہنچے اور ڈوبنے کے خوف سے امن میں رہے اور اس کے ضمن میں
تمام شبہات کہ بیچ وجود صانع مختار کے یا بیچ نبوت حضرت موسیٰؑ کے آدیں سب رفع ہوگئے
اس قدر بھی کفایت نہ کی ہم نے تمہارے لئے بلکہ تم کو اس ہلاکت کی جگہ سے نجات دی اور
دشمن تمہارے کو تمہاری آنکھوں کے سامنے اسی ہلاکت کی جگہ میں ہلاک کیا ہم نے وَاَغْرَقْنَا
اٰلَ فِرْعَوْنَ یعنی اور غرق کیا ہم نے تابعداروں فرعون کے کو تاکہ تم کو خوشی کے اور خوشی
زیادہ ہو اور کچھ اثر خوف کا اُس سے تمہارے دل میں باقی نہ رہے اور آئندہ غم جدائی وطن
کا کہ وہ مصر تھا وہ بھی تمہارے دل میں نہ رہے اور یہ سب نعمتیں اس طرح تم کو عطا کیں کہ تمہارے
تئیں کچھ شک اور شبہ اور احتمال صدق اور کذب خبر کا دل میں نہ گذرے اور اسی واسطے ان
سب چیزوں کو تمہارے رُوبرو کیا ہم نے وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی اور تم دیکھتے تھے پس

اس قسم کی بڑی نعمتوں کا شکر بھی بڑا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ تم بیچ دریا عبادت خداوند اپنے کے غوطہ لگاؤ اور دشمنوں اس کے کو کہ نفس اور شیطان اور محبت خلق اور دنیا کی ہے اس دریا زخار میں غرق کرو بسبب تزکیہ اور تصفیہ اور دور کرنے علاقوں کے باقی رہا اس جگہ ایک سوال کہ اہل تفسیر کے دل میں گزرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مضمون وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ کا اور مضمون وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ کا ایک چیز ہے اور حاصل اس کا نجات فرعون سے اس ایک مضمون کو دو نعمتیں کس واسطے ٹھیرائیں اور دو آیتوں میں کس واسطے ذکر فرمایا جواب اس سوال کا مین تفسیر میں بطریق اشارہ کے مذکور ہوا کہ نجات دینا فرعون سے مختلف رنگتوں میں تھا اور خاص چیرنا دریا کا کہ بڑا معجزہ ہے دوسری نعمت ہے مثلاً کسی شخص کو حق تعالےٰ رزق وافر پہنچاوے اور احتیاج اور فقر کو اس سے دور کرے اگر بیچ مقام احسان کرنے کے اس طرح فرماوے کہ اذکر نعمتی علیك اذ رزقتك ونجیتك من الفقر والاحتیاج کلام تام ہے پھر اگر رزق پہنچانے کو کہ بطریق دست غیب کے ہو بے منت مخلوق اور بے مشقت اور رنج کہ نعمت دوسری ٹھیرا کر فرماوے کہ اذکر نعمتی علیك اذ اجریت علیك الرزق من الغیب بلا منۃ المخلوق ولا مقاساۃ تعب ومشقۃ منك یہ کلام اور ہے کہ فی نفسہ مستقل اور تام ہے ۔ ہر ایک کو ان دونوں کلاموں سے جدا جدا کرنا بیچ مقام شمار کرنے نعمتوں کے مناسب اور چسپاں ہے اور بعضے مفسرین طرف اس کے گئے ہیں کہ پہلی آیت میں ذکر نعمت نجات دینے کا ہے پکڑ اور قہر فرعون کے سے بجرد نبوت حضرت موسیٰؑ کے اور آنا اُن کا بنی اسرائیل میں تمام ہوا اس واسطے کہ بنی اسرائیل بعد آنے حضرت موسیٰؑ کے ان تکلیفوں اور زبردستیوں اُس کی سے خلاص ہوئے بلکہ مقابل اُس کے ہو گئے اور دوسری آیت میں مذکور اس نعمت کا ہے کہ بیچ وقت نکلنے مصر کے غلبہ لشکر فرعون کے سے بہ سبب پار ہونے دریا کے خلاص ہوئے اور بہ سبب غرق ہونے اُس کے اور لشکر والوں اُس کے کے خوف آئندہ کا بھی اُن کے دل سے دور ہوا اور سب طرح سے مطمئن ہوئے حکایت لکھتے ہیں کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں سے پچھلی رات کو واسطے لانے پانی کے دریا کے اوپر گئی برتن اپنا بھر رہی تھی کہ فرعون کی

داڑھی کہ جواہر اور مروارید میں جڑی ہوئی تھی اسکے ہاتھ میں آگئی اسنے بال اسکی داڑھی کے
جڑ سے اکھیڑے اور جواہر اُس میں سے نکال لیئے اتفاق سے یہی عورت تھی کہ فرعون
کے محل میں اس کو مزدوری کے واسطے لے جاتے تھے اور مزدوری اس نے نہ پائی تھی۔ ایک
ہاتف نے آواز دی کہ خذی اجرك یعنی لے تو مزدوری اپنی یہ آواز اُس کے کان میں
پڑی اور آدمیوں میں آکر نقل کی اور داڑھی فرعون کی اور جواہر اور مروارید اُن کو دکھلائے
آدمیوں کو یقین ہوا کہ انجام کار ظلم کا خواری ہے اور آخر مظلوم کے واسطے رستگاری ہے
اور جب بنی اسرائیل خوف فرعون اور فرعونیوں کے سے بالکلیہ مطمئن ہوئے حضرت موسیٰؑ
نے ان کو یاد دلایا کہ تم نے نذر کی تھی کہ اگر حق تعالیٰ ہم کو شر فرعون کے لوگوں سے خلاص
کرے بیچ اطاعت اُس کی کے ہم کوشش کریں گے اب وہ نذر بجالاؤ بنی اسرائیل نے کہا
کہ ہم کو یہ بات جان اور دل سے قبول ہے لیکن ہم کو احکام الٰہی اور اوامر و نواہی کی اطلاع

بیان تحقیق لفظ موسیٰؑ کی

نہیں تاکہ قدم بیچ راستے اطاعت اس کی کے رکھیں چاہیئے کہ ایک کتاب اللہ تعالیٰ اکے
پاس سے ہمارے واسطے لاوے تو تاکہ موافق اُس کے حکم بجالاویں حضرت موسیٰؑ نے اس
امر کو جناب الٰہی میں عرض کیا حکم آیا کہ تم کوہ طور میں کہ مقام عطا ہونے رسالت تمہاری
کا ہے حاضر ہو اور ایک مہینے تک کہ مدت تیس دن کی ہے روزہ رکھو اور اعتکاف کرو
بعد اس کے تم کو کتاب کہ تمام اوامر اور نواہی اُس میں ہو دیں گے دیویں گے حضرت موسیٰؑ
مطابق ارشاد کے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر اور حضرت ہارون کو اوپر اُن کے خلیفہ کر کے آپ
طرف کوہ طور کے روانہ ہوئے اور بعد پاک کرنے بدن اور کپڑوں کے اُس پہاڑ میں معتکف
ہوئے اور شروع اعتکاف اُن کے کا غرہ ذی القعدہ کا تھا جب اعتکاف ان کا تمام ہوا
اور ایک دن باقی رہا ان کو بسبب روزہ اور کم خوری کے بُو منہ اپنے کی متغیر دکھلائی اس واسطے
استعمال مسواک کا کیا غیب کی طرف سے حکم آیا کہ یہ بُو تے ناخوش نزدیک ہمارے بہتر مشک کی
بُو سے تھی اس بُو کو کس واسطے تو نے دُور کیا اب بیچ اس تقصیر کے دس راتیں اور اعتکاف
کرو دسویں دن ذی الحجہ کے کہ دن عید الاضحےٰ کا ہے تم کو کتاب دوں گا اور کلام بھی تمہارے
سے کروں گا حضرت موسیٰؑ نے اعتکاف دس راتوں کا اور فرمایا اور اُس مقام میں ٹھیرے

لیکن اُن کے پیچھے بنی اسرائیل میں بڑا حادثہ واقع ہوا اور سبب اس کا یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں ایک شخص کہ نام اُس کا موسیٰ بیٹا ظفر کا قبیلہ سامرہ میں سے زرگری کے ہنر میں اور قالب بنانے میں نہایت اُستاد اور ماہر تھا جس دن کہ فرعون غرق ہوا اور حضرت جبرئیلؑ مادیان پر سوار ہو کر دریا کے کنارے پھرتے تھے اُس نے دیکھا تھا کہ جس جگہ نقش سُم اس مادیان کا پہنچتا تھا سرسبز ہوتی تھی اس جہت سے جان لیا تھا کہ اثر حیات کا بیچ نقش سُم اس مادیان کے ہے اس واسطے تھوڑی سی خاک اس گھوڑی کے پاؤں کے نیچے سے اُٹھا کر بہ طریق تبرک کے احتیاط سے رکھا تھا اور جس وقت بنی اسرائیل دریا سے اُتر کر جنگل میں پڑے گزر اُن کا ایک قوم پر ہوا کہ گاؤ پرست تھی اور صورتیں گاؤ کی برنج وغیرہ سے بنا کر پوجتے تھے بنی اسرائیل کو یہ صورت پرستی نہایت خوش آئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰؑ سے درخواست کی تھی کہ ہمارے واسطے بھی صورت پروردگار ہمارے کی بناوے تاکہ حق عبادت اُس کی کا اچھی طرح سے بجا لاویں اور حضرت موسیٰؑ نے اُن کو اُوپر اس سوال کے زجر اور توبیخ فرمائی تھی لیکن سامری نے معلوم کیا تھا کہ اس گروہ کو صورت پرستی مرغوب طبع ہے۔

جس وقت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے بنی اسرائیل کے سرداروں نے بیچ خدمت حضرت ہارون کے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم نے جس وقت مصر سے نکلے تھے عید کی زینت کے بہانہ سے بہت سا زیور قبطیوں کا مانگ لیا تھا اب اُس زیور کے بابت کیا حکم ہے حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ اُس تمام زیور کو ایک گڑھے میں ڈال کر آگ دے دو جو کچھ جل جاوے اور راکھ کہ اُس کی باقی رہے زمین میں دفن کر دو اس واسطے کہ یہ سب مال کافروں کا ہے جاننا چاہیئے اس مقام میں بعضے فقہا اعتراض کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل شہر مصر میں متامن تھے اور ساتھ قبطیوں کے پناہ پکڑتے تھے متامنوں کو حربیوں کا مال لینا جائز نہیں اور اگر بنی اسرائیل نے معصیت کی راہ سے یہ امر اختیار کیا تھا حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھی اس پر اطلاع تھی کس واسطے اُن کو اس حرکت سے منع نہ فرمایا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ متامن ہونا بنی اسرائیل کا بیچ شہر مصر کے مسلم نہیں بلکہ وہ قیدی تھے کہ زبردستی اور تعدی سے فرعون نے اُن کو نکلنے سے بند رکھا تھا ہر روز ظلم قبطیوں کا کھینچتے تھے اور رنج

اور شفقت ان کی طرف سے دیکھتے تھے اور قیدیوں کو درست ہے کہ مال حربیوں کا جس طرح سے
مل سکے خواہ گدائی سے خواہ چوری سے لے لیویں اور اگر بالفرض مستامن بھی تھے زیور اور مال
ان کو لے جانے کی ضرورت تھی اس واسطے کہ اگر وقت بھاگنے کے عاریت کر کے پھیرنے میں
مشغول ہوتے گرفتار ہو جاتے القصہ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ سب زیور میرے حوالے
کرو کہ میں طلسم عجیب اس سے بناتا ہوں کہ عصائے موسیٰ سے بھی بہتر ہو اور بعد اس کے تم کو
ساتھ موسیٰ کے دعویٰ ہمسری اور برابری کا حاصل ہوگا اور موسیٰ کو تمہارے اوپر بزرگی اور
زیادتی نہ رہے گی بنی اسرائیل نے تمام زیور کو حوالہ اس کے کیا سامری نے سونا جدا کیا اور
جواہر اور یاقوتوں کو جدا سونے کا ایک بچھڑا بنایا نہایت خوبصورت اور جواہر اور یاقوتوں
کو بجائے کانوں اور آنکھوں اور بہونچے اور زانو اور قدم کے موافق قرینہ کے قائم کیا اور
شکم اس کا خالی چھوڑا اور اس خالی جگہ میں وہ خاک کہ حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سُم کے
نیچے سے لی تھی ڈالی بچھڑا بسبب تاثیر اُس خاک کے ہلنے لگا اور ایک آواز کی مانند بیلوں کے
سامری نے کہا کہ دیکھو پروردگار تمہارے نے بیچ صورت اس گوسالہ کے ظہور فرمایا اور وہ
تمہارے خیموں میں آیا ہے اور موسیٰ خدا کو ڈھونڈتا ہوا پہاڑ پر دوڑتا بعد ازاں بنی اسرائیل نے
کہا سچ کہتا ہے تو تیس دن گزر گئے کہ موسیٰ نے وعدہ پھرنے کا کیا تھا اور ابھی تک نہیں آیا
معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خدا کو اس جگہ نہ پایا قریب آٹھ ہزار آدمیوں کے بنی اسرائیل میں سے
بسبب بہکانے سامری کے عبادت اس بچھڑے کی کرنے لگے اور موافق مثل مشہور کے کہ ؏ آنچہ
آدم می کند بوزینہ رسم ؛ گرداگرد اُس گوسالہ کے گوشہ نشین ہوئے اور سامری نے ایک بڑا خیمہ
اُوپر اُس گوسالہ کے کھڑا کیا اور فرش در کار اور سامان مکلف اس جگہ ڈالا اور گرد اس خیمہ کے نوبت
بجانی شروع کی اور اُس گوسالہ کے سامنے گانا بجانا ساتھ چنگ و رباب کے مقرر کیا اور مرد اور
عورتیں تماشے کے واسطے جمع ہونے لگے اور بازار شیطان کا خوب گرم ہوا اور حضرت موسیٰ کو
پہاڑ پر دسویں ذی الحجہ کو وقت چاشت کے بارہ تختیاں زمرد کی کہ اُس کے اوپر توریت لکھی ہوئی
تھی عطا ہوئی اور کلام کہ جس میں نصیحتیں اور حکمتیں تھیں درمیان میں آئے اور بعد اس کے ارشاد
ہوا کہ قوم تیری نے بعد تیرے عجب کفران نعمت اختیار کیا ہے جو کچھ فرعون نے اُن سے خواہش

کی تھا کہ مجھ کو سجدہ کرو اب بدتر اس سے یہ بسبب اغوائے سامری کے اپنے اوپر لازم پکڑا ہے۔
اس واسطے کہ تعظیم بادشاہ قدرت والے کی کہ نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے تھوڑی بہت عقل
میں آتی ہے اور بچھڑے بے عقل کی کہ حماقت اور بے وقوفی میں ضرب المثل ہے کسی وجہ سے تعظیم
کے لائق نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بسبب سننے اس خبر وحشت اثر کے بے اختیار طرف لشکر کے
روانہ ہوئے اور اول حضرت ہارون پر غصہ اور سختی شروع کی کہ تم نے کس واسطے یہ حرکت قبیحہ
اُن کو کرنے دی حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ میں نے بارہا اس فعل ناشائستہ سے منع کیا لیکن
انھوں نے کہا لن نبرح علیہ عاکفین حتی یرجع الینا موسیٰ یعنی ہم ہرگز اعتکاف
کر اوپر اس گوسالہ کے ہے موقوف نہ کریں گے جب تک کہ حضرت موسیٰؑ ہماری طرف آویں
اور حسن اور قبح اس فعل کا ہم سے بیان کریں بعد اُس کے حضرت موسیٰؑ طرف اُس گوسالہ کے
متوجہ ہوئے اور اس کو آگ میں جلایا اور خاک اُس کی کو دریا میں اُڑایا بچھڑے کے پوجنے والے
خفیہ خفیہ جاتے تھے اور اُس پانی کو بطریق تبرک کے لاتے تھے اور پیتے تھے کہتے ہیں کہ گروہ
بنی اسرائیل کا بیچ مقدمہ اس گوسالہ کے تین قسم ہوئے ایک گروہ وہ ہے کہ بسبب بہکانے
سامری کے فریفتہ ہو کر عبادت اُس گوسالہ کی بجالائے اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ حضرت ہارونؑ
کے ہمراہ طریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل میں لائے اور تیسرا گروہ وہ ہے کہ خاموش
اور متوقف تھے نہ انکار کرتے تھے اور نہ یہ کام اُن سے سرزد ہوتا تھا پہلا اور تیسرا گروہ معرض
عتاب الٰہی میں آئے اور دوسرا گروہ سلامت رہا حق تعالیٰ اس نعمت عمدہ کو باوجود اس قدر گستاخی کے
کہ فرعونیوں کی گستاخی سے بہت کم ہے اور ان کو اس حرکت کے سبب سے زندگانی تازہ بخشا اور اُن کی
گستاخی کو معاف کیا یاد دلاتا ہے وَاِذْ وٰعَدْنَا یعنی اور یاد دلا اُس وقت کو کہ ہم نے ساتھ
موسیٰ علیہ السلام کے وعدہ کیا اور ہر چند کہ لفظ مواعدت کا صدور وعدہ کا جانبین سے چاہتا ہے
لیکن اس جگہ یہ لفظ مسافرت اور معاقبت اللص کے قبیلہ سے ہے یعنی مشارکت کے معنی سے مجرد
ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں طرف سے وعدہ متحقق ہو حضرت موسیٰؑ کی طرف سے وعدہ
پورا کرنے اعتکاف کا اور حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کتاب دینے کا اور یہ وعدہ مقرر کیا گیا تھا
اس مدت کے ساتھ کہ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً یعنی چالیس راتیں اور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ تیس

راتیں ذی القعدہ کے مہینے کی تھیں اور دس راتیں اوّل ذی الحجہ سے اور دسواں دن کتاب کے
دینے کا وقت تھا اسی واسطے اربعین یوماً نہ فرمایا و الّا دن بھی اعتکاف کے دنوں میں داخل
ہو جاتا ہے اور وہ حلال نہیں اور بعضے محققین نے کہا کہ ہرگاہ کہ رات وقت عبادت اور خلوت
کا ہے اور ریاضت والے اکثر اسی وقت میں اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اسی واسطے خاص کر
ذکر راتوں کا فرمایا اور یہ بھی ہے کہ مہینے عرب کے اوپر سیر اور گردش چاند کے مقرر ہیں اور ابتدا

بیان تحقیق چالیس دن کی واسطے عبادت کے

اس کی ہلال سے لیتے ہیں اور یہ معنی خاص رات ہی کے ساتھ ہے اور موسیٰ اصل لغت میں عبرانی
ہے کہ معرب ہو گیا ہے کہتے ہیں کہ اصل اس کی میشا تھی مُیْ بمعنی پانی کے ہے اور شا بمعنی
درخت کے اور چونکہ حضرت موسیٰؑ کو فرعون نے نہر میں درختوں کے نیچے پایا تھا یہ نام ان کے
واسطے مقرر کیا اور عربی زبان میں 'یا' کو 'واؤ' کے ساتھ اور 'شین' کو 'سین' کے ساتھ بدل دیا

بیان نسب حضرت موسیٰؑ کا

موسیٰ ہوا۔ عدد چالیس کا بہت مقاموں میں اعتبار ہے اور اسی واسطے حدیث میں آیا ہے
کہ من اخلص للہ اربعین صباحاً ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی
لسانہ یعنے جو شخص کہ خالص کرے اللہ کے واسطے چالیس دن ظاہر ہوں گے چشمے حکمت کے
دل اُس کے سے اوپر زبان اُس کی کے اور بھی آیا ہے کہ خمرت طین اٰدم اربعین
صباحاً کہ خمیر کیا گیا مٹی آدم کو چالیس دن اور یہ بچہ آدمی کا پیٹ میں اتنی ہی مدت میں
ایک حال سے دوسرے حال کو انتقال کرتا ہے چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے اور چالیس دن
تک خون بستہ اور چالیس دن تک گوشت کا ٹکڑا بعد اُس کے قابل نفخ روح الٰہی کا ہوتا ہے
اور اسی جگہ سے ہے کہ تمام صوفیا رحمۃ اللہ علیہم نے چلّہ کو ریاضت اور خلوت کے واسطے مقرر
کیا ہے اس واسطے کہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سے معلوم ہوا کہ اتنی مدت ریاضت کرنے
سے ترقی ہوتی ہے ادنیٰ حال سے طرف اعلیٰ حال کے آئے ہم اوپر اس مطلب کے کہ اس آیت
میں چالیس رات کا وعدہ مذکور ہے اور سورۃ اعراف میں وعدہ تیس رات کا ظاہر میں یہ تناقض
ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں بطریق اجمال کے تمام مدت خلوت اُن کی مع اصل اور
زیادتی کے ذکر فرمائی اور سورۃ اعراف میں بطریق تفصیل کے اصل وعدہ کو کہ تیس راتیں تھیں اور
پھر مدت دس روز کی کہ بسبب بے وقت مسواک کرنے کے مواخذہ میں زیادہ ہوئی تھی جدا جدا ذکر فرمایا ہے

پس تناقض نہیں اس واسطے کہ بیچ اجمال اور تفصیل کے اصل وعدہ کو کہ تیس راتیں تھیں دس راتیں اور زیادہ کرکے چالیس کردیا گیا مثال اسکی ایسی ہے کہ کسی شخص کے ذمہ چالیس درہم قرض کسی کا ہو اگر یہ کہے کریں چالیس درم قرض کسی کا اپنے ذمہ رکھتا ہوں اجمالاً صحیح ہے اور اگر اس طرح کہے کہ میں نے تیس درم بابت فلانے کے اس سے لئے تھے اور دس درم بابت فلانے کے یہ تفصیل بھی درست ہے خصوصاً سورۂ اعراف کی آیت میں حاصل اس تفصیل کا بھی مذکور ہے کہ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ الفاظ اربعین لیلۃ کا محل باعتبار ترکیب نحوی کے کیا ہے مفعول نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ جو چیز موعود ہے خدا کی طرف سے کتاب کا دینا تھا اور حضرت موسیٰ کی طرف سے پورا کرنا اعتکاف کا اور ظرف بھی نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ وعدہ دونوں طرف سے چالیس دن کا نہ تھا کہ چالیس دن تک اعتکاف کرتے رہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اربعین لیلۃ ظرف ہے لیکن واعدنا کا نہیں بلکہ واعدنا کے مفعول کا ہے اور وہ محذوف ہے تقدیر یہ ہے کہ واعدنا موسیٰ معاملۃ عندالقضاء اربعین لیلۃ آگے لفظ القضا کا بھی محذوف ہے اور اربعین لیلۃ کو بسبب محاورت کے مجازاً قائم مقام اُس کے کردیا جیسا کہ عرف میں کہتے ہیں کہ آج چالیس دن ہوئے کہ فلانا آیا ہے مراد یہ ہے

بیان حقیقت من سلویٰ

کہ انقضاء چالیس دن کا ہوا ہے اور نسب حضرت موسیٰ کا یہ ہے کہ وہ بیٹے عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے تھے اور لاوی بڑے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کے تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوپر فرقہ بنی اسرائیل کے بھی ریاست حقیقی تھی کہ پیغمبر اولوالعزم تھے اور ریاست عرفی بھی اس واسطے کہ عرف عام میں ریاست اور سرداری بڑے کی ہوا کرتی ہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کتاب لانے کے واسطے سب بنی اسرائیل کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گئے تھے ان سب کو مناسب یہ تھا کہ انتظار اُن کا کرتے اور نیا طریق نکالنے سے بچتے اور بزرگوں تمہارے نے اے بنی اسرائیل برخلاف اس طریق کے کہ ادنیٰ آدمیوں کا معمول ہے عمل میں لائے اس واسطے کہ معمول یہ ہے کہ جو کوئی سردار کسی گروہ کا حاکم یا بادشاہ کے پاس واسطے عرض کسی مطلب کے جاتا ہے دوسرے لوگ باسداری

اُس رئیس اپنے کی کرتے ہیں اور ہرگز خلاف اور اختلاف نہیں کرتے بلکہ تم نے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ یعنی بعد جانے موسیٰ اور قرار چالیس دن کے بنا لیا تم نے بچھڑے کو بعد موسیٰ کے اور اس کی غیبت میں اس واسطے کہ موسیٰ جب تک درمیان تمہارے تھا تم کو عبادت فرعون اور ہامان کی سے باز رکھتا تھا حالانکہ فرعون اور ہامان کو ظاہر میں ایک طرح کی قدرت اور اختیار نفع اور ضرر کا تھا پرستش گوسالہ بے عقل کے سے کس طرح ممانعت نہ کرتا اور لفظ ثم کا اصل میں واسطے فراخی زمانہ کے ہے اور اس جگہ واسطے بعید جاننے مضمون مابعد کے مضمون سے مستعمل ہوا گویا کسی طرح مناسب نہ تھا کہ سردار اپنے کو واسطے عرض مطلب اور درخواست عرض کے ہمارے حضور میں بھیجو اور آپ غیبت اُس سردار کی میں مخالف مرضی ہماری کے کام کرو بلکہ تم کو لازم تھا کہ ہرگز مخالفت ہماری تم سے سرزد نہ ہوتی اور اتخاذ باب افتعال ہے اخذ سے ماخوذ ہے ہمزہ کو بعد تلیین کے تا کے ساتھ بدل کر کے تا کو تا میں ادغام کیا اور ہرگاہ کہ افتعال کے صیغہ پر یہ لفظ بہت آیا ہے عربوں نے وہم کیا کہ شاید تا اصلی ہو اور تخذ یتخذ سے ماخوذ ہوا اور اس واسطے تخذ یتخذ کو بھی استعمال کرنا پڑا اور اتخاذ کے فعل نے عربوں کے نزدیک حکم افعال قلوب کا لے لیا ہے کہ اوپر مبتدا اور خبر کے داخل ہوتا ہے اور دونوں کو اوپر مفعولیت کے نصب دیتا ہے اگر اس استعمال کو اس جگہ مقرر کریں پس دوسرا مفعول محذوف مانیں گے اور تقدیر عبارت کی اس طرح ہو گی ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اِلٰهًا اور معانی والوں نے وجہ حذف کرنے مفعول ثانی کی اس جگہ قبیح جاننا تصریح اس امر قبیح کی مقرر کی ہے اور اگر اس استعمال کے موافق نہ ٹھہرا دیں بلکہ اتخاذ کو ساتھ معنی بنانے کے لیویں اس صورت میں ایک ہی مفعول کہ موجود ہے کفایت کرتا ہے اور اس تقدیر پر بعضے اہل معانی کے دل میں شبہ گزرا ہے کہ فقط بنانے بچھڑے کا محل انکار کا نہ تھا کہ اُس کے بنانے سے منع فرمایا ہو اور علاوہ اس کے بنانا گوسالہ کا خاص سامری کا کام تھا باقی بنی اسرائیل اس میں شریک نہ تھے بخلاف معبود ٹھہرانے گوسالہ کے کہ سب اُس میں شریک تھے پس جواب اس کا یہ ہے کہ ان کا کرنا مطلق گوسالہ کا مقصود نہیں بلکہ اُسی گوسالہ معین کا ہے جیسا کہ لام عہد سے سمجھا جاتا ہے اور گوسالہ معہود معبود تھا سوائے اس کے یہ ہے کہ تصویر بنانی بھی محرمات سے ہے

محض بنانا گوسالہ کا بھی محل انکار کا ہو سکتا ہے اور ہر چند کہ قالب گوسالہ کا سامری نے تیار کیا تھا لیکن اُن کی امداد و اعانت سے یہ بات اُس سے ہوئی تھی کہ زر اور جواہر سب نے لاکر اُس کو دیا تھا اور اس فعل میں اس کے شریک رہے اور حسن بصری سے ابن ابی حاتم نے بیچ تفسیر اپنی کے روایت کی ہے کہ نام اُس گوسالہ کا بہیوث تھا ظاہر اس نام میں بھی بوئے شرک آتی تھی اور اسی واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کاش تم گوسالہ کو محض واسطے لہو و لعب کے مقرر کرتے اور مانند اور کھیلوں اور تصویروں کے کہ لڑکے جن سے کھیلتے ہیں حقیر اور ذلیل رکھتے لیکن تم نے اس گوسالہ کو معبود اپنا ٹھیرایا وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ یعنی اور حال یہ ہے کہ تم نہایت ظلم کرتے تھے اِس واسطے کہ عبادت کمال درجہ کی تعظیم کا نام ہے اور یہ خاص حق علیم اور حکیم کا ہے گوسالہ کی صورت کے واسطے کہ بیل کا بچہ ہے تم بجا لائے اور اُس کو روا رکھا اور یہ امر ظاہر ہے کہ تمام مخلوقات الٰہی میں سے بیل ضرب المثل ہے حماقت اور نافہمی میں اور بچہ بیل سے بھی کم ہے اس میں زیادہ تر بے شعوری پائی گئی پس ایک ادنیٰ اور حقیر کے واسطے کمال تعظیم کہ خدا کا حق تھا تم بجالائے اس جہت سے ظلم تمہارا سخت تر اور بہت قبیح ظلم فرعون کے تابعین سے کئی مرتبہ کر کے ہے، خصوصاً کہ تم سے یہ ظلم بعد ایمان اور معرفت ناقصہ کے وجود میں آیا اور فرعون کے لوگوں سے کفر اور جہل کی حالت میں اہل تحقیق نے کہا ہے کہ ہر قوم کے واسطے ایک ایک گوسالہ ہے کہ اس کی پرستش میں مشغول ہیں گو ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان اور دیندار جانتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں بھی اشارہ ہے اس امر کی طرف جس جگہ کہ فرمایا ہے تعس عبد الدینار وعبد الدرھم وعبد الخمیص ان اعطی رضی وان لم یعط سخط یعنی بُرا حال ہے اُس شخص کا کہ بندہ اشرفی یا بندہ روپیہ کا یا بندہ شال اور کپڑے خوبصورت کا ہے اگر اُس کو خدا کی طرف سے یہ چیزیں عطا ہوں خوش ہوتا ہے والّا ناخوش رہتا ہے اور شکایت کا دروازہ کھولتا ہے اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ بنی اسرائیل باوجود دیکھنے ان معجزات ظاہر اور خوارق روشن کے کہ بلا اختیار اُن کے دل میں یقین آگیا تھا اور یقین کرنے میں ساتھ صانع قادر مختار کے کوئی تامل نہ تھا بس سامری کی شعبدہ بازی سے فریفتہ ہو کر دفعتہً

یہ یقین جاتا رہا اور حضرت موسیٰؑ کی نبوت میں متردد ہوئے اور اُن کے سچے ہونے میں تمسک
کرنے لگے اور یہی حال اغوا اُس کی کے گرفتار ہوگئے علما اُس کی وجہ بیان کرنے میں
مختلف ہیں بعضوں نے اس کی وجہ میں کہا ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل کے ذہنوں میں
ایسے ایسے شبہے منقش کر دیئے کہ حضرت موسیٰؑ کو قدرت اوپر اس خوارق عجیبہ کے ساتھ امداد
اور اعانت طلسمات اور نیرنجات کے حاصل ہوئی ہے پس تم کو چاہیئے کہ کوئی اور طلسم اور
نیرنج اُن کے بناؤ تم اور حضرت موسیٰ کے ساتھ برابر ہو تم اور جمہور علماء اس طرف
گئے ہیں کہ اکثر جہال بنی اسرائیل کا مذہب حلولی تھا یعنی کہتے تھے کہ ذات پروردگار بعضے
جسموں کے اندر حلول کرتی ہے اور ان کے اندر پیر جاتی ہے سامری نے ایسے آدمیوں کو یہ بات
سمجھائی اور فریفتہ کیا کہ پروردگار تمہارے نے یہی صورت اس گوسالہ کے ظہور کیا ہے
اور آواز اور حرکت اس کی کو کہ اول فقط ایک سونے کا پتلا تھا دلیل اپنے دعوے کی مقرر
کی مثال اس کی جیسے کہ ہنود جس جگہ کوئی شے عجیب دیکھتے ہیں اُس میں اللہ تعالیٰ کا حلول
اعتقاد کر کے پرستش اور تعظیم نہایت درجہ کی اُس کے واسطے کرتے ہیں، اور آیتیں اور
حدیثیں بہت جمہور کے قول کی تائید کرتی ہیں اور پہلے قول کے ساتھ منافات رکھتی ہیں،
منجملہ اُن کے یہ ہے کہ سامری نے کہا ھٰذَآ اِلٰھُکُمْ وَاِلٰہُ مُوْسٰی فَنَسِیَ یعنی یہ ہے
معبود تمہارا اور معبود موسیٰ کا پس بھول گیا موسیٰ اور بعضی دلیلوں میں سے یہ بھی ہے
کہ گرد اگرد اس کے بطریق عبادت کے معتکف ہوتے تھے اور تعظیم اس کی بجالاتے تھے،
اور طلسمات اور نیرنجات کے ساتھ ایسے معاملہ کا معمول نہیں سوا اس کے اور بھی دلائل
اور شواہد ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ یہ عمل شنیع بنی اسرائیل کا کہ تمام اقسام کفر کی سے بدتر
قسم ہے مقتضی اس کا تھا کہ ان کو فی الفور نیست اور نابود کریں اور فرصت توبہ کی بھی نہ دیں
اور گنجائش عذر اور معذرت کی نہ چھوڑیں لیکن حق تعالیٰ نے بسبب کمال مہربانی اور رحمت
اپنی کے کہ اصالتاً طرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے متوجہ تھے اور
بطفیل اُن کے بنی اسرائیل کی طرف بھی متوجہ تھے ان کو مواخذۂ عاجلہ دنیویہ نہ فرمایا اور ہلاک نہ
کیا جیسا کہ فرماتے ہیں ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ یعنی پھر معاف کر دیا ہم نے تم سے اور تم کو

فی الفور رسا تھہ عذاب مستاصل کے کہ بالکل نیست اور نابود کر دے ہلاک نہ کیا ہم نے جیسا کہ فرعونیوں کو بسبب عدول حکمی کے کہ اس سے کمتر تھی بالکل ہلاک کر دیا مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ یعنی پیچھے بنانے بچھڑے اور پرستش اس صورت بے جان کی کہ تم سے بعد ایمان لانے اور دیکھنے معجزوں اور بڑی بڑی نشانیوں کے صادر ہوئی اور یہ گناہ ان کا نہایت بڑا اور سُست تھا اسی واسطے قابل اس کے ہوا کہ اشارہ بعید اس کی طرف کیا جاوے لیکن یہ سب اس واسطے تھا کہ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ یعنی تا کہ شاید تم آئندہ کو شکر نعمتوں الٰہی کا بجالاؤ اور تحمل مشقتوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گوارا کرو اس واسطے کہ ابھی تک استعداد گروہ تمہارے کی بالکل باطل نہیں ہوئی تم سے توقع تھی کہ نیک اور صالح پیدا ہوں اور بیچ کام معرفت اور عبادت کے قیام کریں بخلاف قوم فرعون کے کہ استعداد ان کی مطلق زائل ہو گئی تھی کوئی ان میں سے قابل تحمل امانت معرفت اور عبادت کا نہ رہا تھا اور لعل اگرچہ لغت عربی میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے کہ امید ہو خواہ وہ شے حاصل ہو یا نہ ہو لیکن کلام الٰہی میں بہت جگہ یقین کے مقام میں بہت ہوتا ہے جیسا کہ اس جگہ بھی اسی قسم کا ہے اس واسطے کہ بنی اسرائیل بعد اس کے معدن علوم الٰہی کے اور حامل معارف اس کی کے ہوئے اور درمیان اُن کے ہزاروں نبی اور شہید اور صالحین پیدا ہوئے اور راہب اور احبار ظاہر ہوئے اور خدا کے کاموں میں معروف رہے اور اس جگہ ایک اشکال ہے نہایت سخت اور وہ یہ ہے کہ پرستش گوسالہ کی بلاشبہ کفر تھی بلکہ سب اقسام کفر کی سے قبیح اور کفر قابل معاف ہونے کے نہیں اور بغیر توبہ کے بخشا نہیں جاتا ہے اور اگر اس طرح کہا جاوے کہ ایسا لفظ کہ دلالت توبہ کے اوپر کرتا ہے اس جگہ مقدر ہے جیسا کہ جمہور مفسرین نے اسی طرح کیا ہے اور کہا ہے کہ تقدیر کلام کی یہ ہے کہ ثم عفونا عنکم حین تبتم لعلکم تشکرون نعمۃ العفو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ مضمون اس آیت کا اور مضمون آیت فتاب علیکم انہ ھو التواب الرحیم کا ایک چیز ہوا اور مضمون آیت فتاب علیکم کا بعد مضمون اس آیت کے ذکر کرنا تکرار بے فائدہ ہوا اس واسطے کہ یہ مقام مقام نعمتوں کے شمار کرنے کا ہے اور اس آیت میں سوائے قبول توبہ کے کوئی نعمت مذکور نہیں اور جواب

اس اشکال کا آیت کی تفسیر میں اشارۃً گزرا کہ مراد عفو سے ترک کرنا مواخذہ کا ہے کہ
دُنیا میں بالکل اُن کو نیست اور نابود کرے نہ چھوڑنا مواخذہ اخروی کا اور کفر میں یہ بات
ہو سکتی ہے کہ دُنیا میں امن میں رکھے جیسا کہ کفار اُمتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
کے اسی نعمت میں شریک ہیں کہ کفر کرتے ہیں اور دُنیا میں ہلاکت عذاب کے سبب سے نہیں ہوتی
گویا کہ مواخذہ اُخروی باقی ہے اور اگلی آیت میں قبول کرنا توبہ بنی اسرائیل کا مذکور ہے
اور تعلیم طریق اُس توبہ کی کہ آثار گناہ کے بالکل محو کرے اور دُنیا اور آخرت میں اس کے
ضرر سے بے خوف ہو جاوے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے پھر فرماتے ہیں کہ واسطے
تعلیم طریق شکر نعمتوں کے نعمت دوسری کہ بہت بڑی اور بزرگ ہے عطا کی ہم نے اور بسبب
اس تمہارے گناہ قبیح کے اُس نعمت کو تم سے پھیر لیا ہم نے پس اُس نعمتِ عظمےٰ کو یاد
کرو وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ دی ہم نے موسیٰ
کو کتاب اور وہ توریت مقدس ہے کہ تمام قواعد شکر گزاری کے اُس میں موجود ہیں تاکہ
شکر گزار بموجب ان قواعد کے عمل کریں اور شکر حق کا بجا لاویں وَالْفُرْقَانَ یعنی اور
بھی دی ہم نے موسیٰ کو وہ چیز کہ باعث فرق کا ہو درمیان اہل حق اور اہلِ باطل کے
اور وہ شعائر دین اور ارکان شرع کے ہیں کہ بسبب بجا لانے اُن کے موافق اور مخالف
کے نزدیک معلوم ہو جاتا ہے کہ فلانا اس دین میں آیا اور فلانا اس دین سے باہر گیا مثل
تعظیم روز دوشنبہ اور روزہ رکھنے اُس دن کے اور معطل رہنا اُس دن میں دُنیا کے کاموں
سے اور سوا اس کے اور رسمیں اور عیدیں دین یہودیت کی اور ترک کرنا گوشت اور دُودھ
اور گھی اونٹ کا اور ختنہ اور ذبح اور قربانی کا اور اس دین میں مانند اُن کے یہ چیزیں ہیں
اذان اور نماز جمعہ اور جماعتیں اور عیدین اور ختنہ وغیرہ اور بعضے مفسرین اس طرف گئے
ہیں کہ مراد فرقان سے وہی توریت مقدس ہے اور عطف واسطے تغایر صفت کے ہے باوجود
متحد ہونے ذات کے جیسا کہ عرب کہتے ہیں رایت الغیث واللیث لے رایت الرجل
الذی ھو جواد کالغیث وشجاع کاللیث اس مثال میں غیث اور لیث ایک
شخص سے مراد ہے لیکن ہرگاہ کہ یہ دونوں لفظ باعتبار معنی کے کہ وہ سخاوت اور شجاعت ہے

مختلف تھے اس واسطے حرف عطف کا اُن کے درمیان میں لایا گیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد فرقان سے معجزے موسوی ہیں کہ درمیان کافر اور مومن کے فرق کرتے تھے اور ہر تقدیر پر عطا کرنا کتاب اور فرقان کا ساتھ جس معنی کے ہو کہ حضرت موسیٰؑ کو درکار تھا مگر اس واسطے کہ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ یعنی تاکہ شاید تم راہ پاؤ ساتھ آئین شکر گزاری کے اور یہ نعمت دوسری تمہارے اوپر ہوئی اسی واسطے حضرت موسیٰؑ نے جناب الٰہی میں عرض کی ہے کہ الٰھی انعمت علی النعم السوابغ وامرتنی بشکرھا وانما شکری ایاک نعمۃ منک فقال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ حسبی من عبدی ان یعلم ان ما بہ من نعمۃ فھی منی یعنی اے بارخدایا! انعام کیں تو نے میرے اوپر نعمتیں پوری پوری اور حکم کیا تو نے مجھ کو ساتھ شکر اُن کے کے اور سوا اس کے نہیں کہ شکر کرنا میرا تیرے تئیں یہ بھی اک نعمت ہے تیری طرف سے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ کفایت ہے مجھ کو بندہ اپنے سے یہ بات کہ جان لے اس امر کو کہ تحقیق جو چیز کہ از قسم نعمت اُس کے پاس ہے پس وہ میری ہی طرف سے ہے حاصل یہ ہے کہ بندہ کا شکر یہی ہے کہ جو نعمت اس کو حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے اُس کو سمجھے اور حضرت داؤدؑ نے اس مضمون کو ایسا بیان فرمایا ہے کہ سبحان من جعل اعتراف العبد بالعجز عن شکرہ شکرہ کما جعل اعترافہ عن معرفتہ معرفتہ یعنی پاک ہے اُس ذات کو کہ ٹھیرایا اقرار بندہ کا ساتھ عاجز ہونے کے شکر اپنے سے شکر اپنا جیسا کہ ٹھیرایا اقرار اُس کا ساتھ عجز کے معرفت اپنی سے معرفت اپنی ذات کی یہ دونوں حدیثیں معالم میں نیچے اسی آیت کے مذکور ہیں اور منجملہ ہدایت اس کتاب کے اور بڑا فرق کرنے والی درمیان سچے اور جھوٹے کے توبہ بحقی کہ قتل کرنا نفس کا بسبب گناہ گوسالہ پرستی کے مقرر ہوئی پس اس ہدایت عمدہ کو یاد کرو وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یعنی اور یاد کرو اس وقت کو کہ موسیٰ نے قوم اپنی سے کہا از راہ شفقت اور غمخواری کے اس واسطے کہ آدمی کو اپنی قوم کی طرف توجہ ہوتی ہے اور علاج بیماری اپنی قوم کا جانتا ہے اور اگر اُن کو اپنے مرض باطنی سے خبر نہ ہو ساتھ لطف اور عنایت کے اُن کو اس مرض پر خبردار

کرتا ہے یٰقَوْمِ اے قوم میری مقتضائے شفقت ہم قوم ہونے کا یہ ہے کہ تم کو اوپر بیماری اپنی
اور طریق علاج اُس کے سے آگاہ کروں پس سنو تم کہ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ
بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ یعنی تحقیق تم نے ظلم کیا ہے اوپر جانوں اپنی کے بسبب بنانے گوسالہ کے
اس واسطے کہ ہر گاہ کہ روبرو تمھارے سامری نے زر قبطیوں کے سے گوسالہ تیار کیا اور تم نے
اُس کو دیئے زر وغیرہ اسکی امداد اور اعانت کی اور واسطے آواز کرنے اور ظاہر ہونے اثر حیات
کے بسبب ڈالنے اُس خاک کے کہ نیچے سُم گھوڑی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اور خاصیت زندہ
کرنے کی اُس میں جان کر اُٹھائی تھی دیدہ و دانستہ اُس کو تم نے اپنا معبود بنالیا اور اللہ تعالیٰ
کا سما جانا اُس میں اعتقاد کیا پس گویا دعویٰ اس امر کا کیا ہم نے حیات اپنے معبود میں ڈالی
اور ہر چند کہ آواز کرنی اُس گوسالہ کی ایک امر عجیب خارق عادت تھا لیکن جس وقت فعل خارق
عادت کا کسی حکمت اور تدبیر اور کسی کے ہاتھ کے کام سے ظاہر ہووے اُس کو امر غیبی جاننا
عقل سلیم کے خلاف ہے اور اسی واسطے افعال عجیبہ جادوگروں اور نظر بندوں اور بازیگروں
وغیرہ کے صاحب عقلوں کی نظر میں کسی طرح کی قدر اور منزلت نہیں رکھتے ہیں ایسی چیز
ہاتھ کی بنائی ہوئی کو معبود ہونے سے کیا مناسبت ہے اور الوہیت سے کیا ربط کہ فرعون اور
ہامان کے مرتبے سے بھی نہایت کمتر تھی یہ بات سُن کر موسیٰؑ کی قوم نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے تاکہ
عذاب اس ظلم سے نجات پاویں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ یعنی پس توبہ کرو
تم متوجہ ہو کر طرف قالب تراش اپنے کے کہ وہ جناب حق تعالیٰ کی ہے جل شانہٗ تاکہ جانیں تمھاری
آلودگی اس ظلم کی سے پاک کرے اس واسطے کہ یہ ظلم تمھاری جانوں میں گھس گیا اور محکم ہوا
اور بسبب محبت اُس گوسالہ کے جانیں تمھاری آفت ناک ہو گئیں اور باری اصل میں تراشنے
والے قلم کو کہتے ہیں اور اختیار کرنا اس نام کا اس جگہ اور ناموں الٰہی سے اسی واسطے ہے کہ
انھوں نے خدا لئے قالب تراش کے مقابلہ میں دوسرا قالب تراش مقرر کیا تھا اور لفظ الی
بارئکم کا زیادہ کرنا اس واسطے ہے کہ یہ توبہ ریا کے طور سے نہ ہو اس واسطے کہ توبہ طرف
خدا کے وہی توبہ ہے کہ دل کی تہ میں سے ہو اور اگر زبان سے ظاہر میں فقط توبہ کی جاوے وہ
توبہ فقط آدمیوں کی ہے نہ طرف خدا کے فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی پس مارو تم اپنے تئیں

اور بجائیں اپنی قالب اپنوں سے جدا کرو تاکہ کفارہ اس گناہ تمہارے کا ہوسکے کہ دھوکے
کی جان پیج قالب اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے میں ڈالی تم نے اور اُس کو معبود اپنا ٹھہرایا
اور علما کا اس میں اختلاف ہے کہ مار ڈالنا اپنا یہی توبہ ان کے واسطے تھی یا یہ تمتہ توبہ کا
تھا جیسا کہ پیج حق قاتل عمد کے کہ قصداً کسی کو ناحق مار ڈالے شریعت میں توبہ اس کی
مقبول نہیں مگر اس طرح پر کہ اپنی جان کو مقتول کے وارثوں کے ہاتھ میں سونپ دے اگر چاہیں
بخش دیں اور اگر چاہیں مار ڈالیں اور اس قسم کا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہر چند کہ ظاہر عقل کے
نزدیک بہت قبیح اور زبوں دکھلائی دیتا ہے لیکن ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ
یعنی یہ امر عظیم بہتر ہے واسطے تمہارے نزدیک قالب تراشنے والے تمہارے کے اس واسطے
کہ دلالت کرتا ہے اوپر کمال محبت تمہاری کے ساتھ اس کے کہ اُس کے رستے میں جان اپنی
دی تم نے اور بھی دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ قالب تراشنے اُس کے کو مسلم رکھا تم نے اور
جان کے پیدا کرنے کو کہ وہی کرتا ہے تصدیق کیا تم نے اور ساتھ حکم اس کے کے اُس کی
امانت کو پھیر اُس کو دے دیا اور بسبب اس محبت اور تابعداری کے عذاب ہمیشگی آخرت کے سے
خلاص ہو جاؤ گے اور ضرر اور تکلیف دنیا کی کتنی ہی سخت ہو آخرت کے عذاب سے بہت
ہلکی ہے بلکہ متناہی کو کہ جس کی حد ہو ساتھ غیر متناہی کے کہ جس کی حد نہ ہو کچھ مناسبت نہیں
اور موت ضرور آنے والی ہے پس سختی قتل کی تحمل کرنے میں کسی طرح کا ضرر نہیں ہے مگر
آگے پیچھے ہونے کا اور بھی حرف وہم میں ہے اس واسطے کہ جیسا کہ موت مقرر ہے وقت
اس موت کا بھی تقدیر میں لکھ دیا ہے حقیقت میں کمی بیشی نہیں اور جب بنی اسرائیل نے
یہ طریق توبہ کا کہ حضرت موسیٰؑ سے تھا قبول کیا حضرت موسیٰؑ نے اُن سے عہد اور پیمان محکم
لیا کہ بچھڑے کے پوجنے والے اپنے گھروں سے بے ہتھیار اور بغیر خود اور زرہ کے آئیں اور
اوپر دروازوں اپنے کے زانو مار کر بیٹھ جاویں اور پیٹھیں اپنی زانوؤں سے باندھ لیں اور
سروں اپنے کو زانو پر رکھ لیویں اور زخم تلوار کا اپنے سر پر لیویں اور زانو بند نہ کھولیں اور بدن
کو نہ ہلاویں اور ہاتھ اور پانوں نہ ماریں اور جو کوئی ان شرطوں سے عدول کرے گا توبہ
اس کی قبول نہیں بعد اس کے جب دوسرا دن ہوا صبح کے وقت حضرت ہارون کو فرمایا

کہ بارہ ہزار آدمیوں کو بنی اسرائیل میں سے کہ جنھوں نے گوسالہ پرستی نہ کی تھی اور نہ ہیچ انکار اس فعل قبیح کے حضرت ہارون کے شریک رہے تھے شمشیر برہنہ اُن کی کرو اکہ لے جاؤ اور قتل کرنا اُن کا شروع کرو اور آپ ایک مکان بلند پر کھڑے ہوکر آواز کرتے تھے کہ یا معاشر بنی اسرائیل

ان اخوانکم اتوکم شاھرین سیوفھم یریدون ان یقتلوکم فاتقوا اللہ واصبروا یعنی اے گروہ بنی اسرائیل کے تحقیق بھائی تمھارے آئے تمھارے اوپر تلواریں کھینچے ہوئے چاہتے ہیں کہ قتل کریں تم کو پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے اور صبر کرو اور حسن بصری رضؓ سے منقول ہے کہ تین گروہ بنی اسرائیل میں سے دو گروہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ آپس میں قاتل اور مقتول ہوویں جنھوں نے گوسالہ پرستی کی تھی ان کو حکم تھا کہ مقتول ہوں اور جنھوں نے نہ پرستش کی تھی اور نہ انکار اُس کا کیا تھا ان کو حکم ہوا تھا کہ وہ قتل کریں تاکہ توبہ انکار نہ کرنے کی کہ ان سے سرزد ہوا ہے حاصل ہو اور جنھوں نے گوسالہ پرستی نہ کی تھی اور اس کو برا سمجھتے تھے اس توبہ میں شریک نہ ہوئے اس واسطے کہ وہ محتاج توبہ کے نہ تھے اور اور روایتوں میں آیا ہے کہ جب مارنے والوں نے دیکھا کہ جن کے قتل کرنے کے واسطے حکم ہوا ہے بھائی اور بھتیجے اور بھانجے اور رشتہ دار اور دوست ہمارے ہیں قتل کرنے میں تردد کیا اور بباعث شفقت طبعی کے ہاتھ ان کے کام نہ کرتے تھے حق تعالیٰ نے ایک سیاہ غبار بھیج دیا کہ کوئی کسی کو نہ دیکھتا تھا بے دھڑک مارنا شروع کیا اور رحم طبیعت کا مانع قتل سے نہ ہوا یہاں تک کہ صبح سے اخیر دن تک ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور عورتیں اور بچے بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰؑ کے روبرو فریاد کرنے لگے حضرت موسیٰ نے سر برہنہ کر کے دعا کی حکم ہوا کہ توبہ مرے ہوؤں اور زندوں کی سب کی قبول ہوئی جو مارا گیا اُس نے مرتبہ شہادت کا پایا اور جو کوئی زندہ رہا وہ بھی گناہوں سے پاک ہوا اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ لفظ فاقتلوا انفسکم کا ظاہر میں اس پر دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے تئیں آپ مارا جیسا کہ بعضے مفسرین طرف ظاہر اس آیت کے گئے ہیں لیکن روایتیں اس قصہ کی سب کی سب مخالف اس ظاہر کے ہیں پس حقیقت کلام کی مراد نہیں یا محمول اوپر اسناد مجازی کے ہے کہ اسناد قتل کی طرف سبب ممکن کے فرمائی ہے یعنی ہرگاہ کہ

قاتلین کو قدرت اوپر قتل کرنے کے دے دی گویا آپ ہی اپنے نفسوں کے قاتل ہوئے یا پھر
انفسکم سے باعتبار اسی توجیہ کے آپ ہی مراد ہوں اور معنی مجازی لینے پر نہیں
دلالت کرتے ہیں اور بنا پر ہر تقدیر کے بنی اسرائیل یہ توبہ شکل سے بجا لائے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا
ہے کہ فَتَابَ عَلَيْكُمْ یعنی تم نے جب یہ کام کیا تو بہ تمھاری قبول ہوئی پس قبول کیا
اللہ تعالیٰ نے توبہ تمھاری کو اگرچہ گناہ تمھارا سخت تر گناہ آل فرعون سے تھا اس واسطے
کہ تم نے بعد ایمان کے یہ کفر کیا تھا اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ یعنی تحقیق وہ اللہ بیچ قبول کرنے
توبہ کے مبالغہ فرماتا ہے یہاں تک کہ اس عمل ناشائستہ پر کہ آل فرعون کو اس سے کمتر
پر معذب کیا تھا اس نے توبہ قبول فرمائی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بندہ صدق دل
سے توبہ کرتا ہے اور اوپر گناہ کے نادم ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اگرچہ
ایک دن میں ستر بار اس گناہ کو کرے اور یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ اَلرَّحِيْمُ
یعنی بہت مہربان ہے اوپر بندوں اپنے کے کہ بسبب تحمل اذیت ایک ساعت کے کرامت
ہمیشگی کی عنایت فرماتا ہے اور یہ توبہ بنی اسرائیل کی ایک ہدایت عمدہ تھی کہ اس نے درمیان
محق اور مبطل کے فرق کر دیا اور ان کے بزرگوں نے اس ہدایت کو باوجودیکہ مشقت اس میں
تھی کمال رضامندی اور خوشی سے قبول کیا اور جو گروہ بنی اسرائیل کے کہ خطاب کیے گئے
ساتھ اس کلام کے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہیں ہرگز زبان
سے بھی توبہ نہیں کرتے ہیں اور عبادت اس شریعت کی باوجود کثرت فضائل کے قبول نہیں
کرتے ہیں اور یہ بھی کفران نعمت کے اندر داخل اور اسی قبیل سے ہے اور اس آیت میں خبردار کرتا
ہے تمام امت کو کہ توبہ اور ندامت سے دل کو نہ ہٹا دیں اس واسطے کہ امت حضرت موسیٰؑ
کی نے اس توبہ میں باوجود نہایت مشقت اس کی کے تن دیا اور انکار نہ کیا اور تم سے سوائے
ندامت کے اور کچھ طلب نہیں کرتے ڈھیل کرنی بہت بعید ہے حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے
باوجود دیکھنے ان آیتوں زبردست کے اور چکھنے ان عذابوں پے درپے کے ہرگز حق شکر
کا ادا نہ کیا بلکہ پھر بھی اسی بے ادبیوں اور بدچلنیوں اپنی میں گرفتار رہے اور سب سے زیادہ
بے ادبی یہ تھی کہ ہرگز ساتھ ہدایت حضرت موسیٰؑ اور فرمان ان کے کے کہ بنی اسرائیل کے پاس

پہنچا تھا کفایت نہ کی یہاں تک درخواست کی کہ ہم سب ان حکموں کو اپنے کانوں سے
جناب الٰہی سے سُنیں حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سب کے سب علیحدہ علیحدہ یہ
بات چاہتے ہو یا جو بعضے نیک بخت تم میں سے ہیں اگر بلاواسطہ وہ اپنے کانوں سے سُن کر
آویں البتہ تم یقین کرد گے حضرت موسٰیؑ نے فرمایا کہ بس ایک جماعت کہ تم میں معتبر اور ثقہ
ہوں چن کر ہمراہ میرے کرو انھوں نے اپنے نیک بختوں کو بقدر ستر آدمیوں کے چن کر اس
کام کے واسطے مقرر کیا حضرت موسٰیؑ نے ان کو فرمایا کہ تم سب غسل کرو اور تمام گناہوں سے
توبہ نصوح کرو اور تین تین روزے رکھو اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہو وہ لوگ موافق
ارشاد حضرت موسٰیؑ کے عمل میں لائے اُس وقت حضرت موسٰیؑ اُن کو ہمراہ لے کر کوہ طور پر
روانہ ہوئے اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا یہ گروہ نیک بختوں کا تیرے بندوں میں
سے بہ شوق سُننے کلام تیرے کے آتے ہیں اُن کے ساتھ کلام فرما حق تعالیٰ نے حضرت
موسٰیؑ کی التجا قبول فرمائی اور جب حضرت موسٰیؑ نزدیک پہاڑ کے پہنچے ایک چھوٹا ستون نور
کا ابر سفید کی شکل میں کہ پتلی اور ٹھنڈا ہو نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ پھیلتا گیا اور فراخ
ہوا اور تمام پہاڑ کو گھیر لیا اور اُس نور میں حضرت موسٰی غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کے
گروہ کو پہاڑ کے نیچے کھڑا کر دیا اور فرمایا یہاں کلام الٰہی سنو تم وہ کلام الٰہی اپنے کانوں
سے سُنتے تھے جو حضرت موسٰیؑ کو خطاب ہوتا تھا اور امر اور نہی آتا تھا اُنھوں نے فریاد کی
کہ یہ تمام خطابات طرف حضرت موسٰیؑ کے ہے ہم کو بھی اس نعمت سے حصہ ملے یکایک
ایک تجلی نور کی طرف اُن کے کو دی اور یہ کلام اُس تجلی نور کی سے اُن کے کان میں پہنچا
کہ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا ذو بکۃ اخرجتکم من ارض مصر خلا
ناعبدونی ولا تعبدوا غیری یعنی تحقیق میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود مگر میں صاحب
مکہ کا نکالا تم کو میں نے زمین مصر کی سے پس عبادت کرو میری اور نہ پوجو کسی کو سوائے میرے
بعد اس کے کلام منقطع ہوا اور حضرت موسٰیؑ اُس ابر میں غرق رہے جب وہ ابر صاف ہو گیا
حضرت موسٰیؑ آئے اور اُس گروہ سے کہا کہ کلام الٰہی کو سُنا اور احکام اُس کے سمجھے
اُنھوں نے ساتھ شبہ واہیہ کے دلیل پکڑی اور کہا کہ ہم کو کیونکر معلوم ہووے کہ یہ کلام

خدا کے بیٹھے مبادا کوئی شیطان یا کوئی جن اس ابر میں سے آواز کرتا ہو پس یہ اعتقاد کہ یہ کلام کلام خدا کا ہے محض تیری تقلید اور تیرے کہنے سے کہیں ہم اور اگر تیرے کہنے کا ہم کو یقین ہوتا تو پہلے ہی یقین کر لیتے علاج اس کا یہ ہے کہ ہم کو خدا کی صورت دکھلا اور اُس صورت سے ہم آواز سنیں اور یقین کریں کہ یہ آواز آواز شیطان کی یا جن کی نہیں پس یہ بے ادبی حضرت موسیٰ کے حق میں بچھڑے کی عبادت سے بھی زیادہ واقع ہوئی اور بسبب اس بے ادبی کے پہلے لوگ تمہارے مستحق عذاب کے ہوئے کہ قتل سے زیادہ ہو اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دُعا سے یہ گناہ معاف کر دیا اور اُس عذاب کئے ہوئے کو بعد پنج جلنے کے ساتھ کمال کرم اپنے کے اٹھایا اور طرف اسی قصہ کے اشارہ فرماتا ہے اس آیت میں کہ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہا تم نے اے موسیٰ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ یعنی یقین نہ کریں گے ہم اوپر کہنے تیرے کے کہ جو کچھ ہم سُنتے ہیں کلام کلام خدا کی ہے حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی یہاں تک کہ دیکھیں ہم خدا کو ساتھ صورت اور شکل کے جیسا کہ آواز بلند اپنے کانوں سے ہم سنتے ہیں نہ جیسا کہ درویش اور عارف شہود اور مشاہدہ میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم اُس کو خیال کی بنا و ٹوں سے جانتے ہیں اور اوپر اس کے اعتماد نہیں رکھتے ہیں اور نہ جیسا کہ آخرت میں دیدار کا وعدہ ہے کہ بلا کیف میسر ہوگا اس واسطے کہ وہ دیدار بلا کیف ہماری عقلوں ناقصہ میں دیدار نہیں دیدار وہی ہے کہ ظاہر میں ساتھ صورت اور شکل کے محدود سب طرفوں میں ہو پایا جاوے جیسا کہ آواز بلند کانوں سے سُنی جاتی ہے پس حق تعالیٰ نے اُوپر اس بے ادبی بزرگوں تمہارے کے غصہ فرمایا بسبب دو وجہ کے اوّل یہ کہ کہا انھوں نے کہ حضرت موسیٰ کے کہنے پر ہم یقین نہ کریں گے حالانکہ ایسے رسول کو کہ تصدیق اُس کی بسبب معجزوں کے ہو گئی ہو یقین نہ کرنا بنیاد کفر کی ہے خصوصاً بیچ مقام حضور اور سُننے کلام کے دُوسرے یہ کہ حتی نری اللہ جھرۃ کہا اگر اس طرح کہتے کہ ہم آرزو مند اللہ تعالیٰ کی رویت کے ہیں ہم کو دیدار اپنا دکھلا تب بھی محل غضب کا نہ ہوتا اس واسطے کہ رویت اللہ تعالیٰ کی دنیا میں بھی محال نہیں اور اس کے طلب کرنے پر غصہ اور عتاب نہیں جواب

اس کا اسی قدر تھا کہ تم اس وقت قابل اس نعمت کے نہیں ہو آخرت میں کہ آلودگیوں اور
نجاستوں سے پاک ہوگے دیکھوگے کہ رویت آخرت کی نصیب عام مسلمانوں کے ہے اور
رویت دنیوی مخصوص ساتھ خاصوں درگاہ کے بلکہ ساتھ اخص الخواص کے مثل جناب پیغمبر
آخر الزمان علیہ الف الف صلوٰۃ والف الف سلام کے لیکن ان لوگوں نے دیدار اللہ کا
دنیا کے اندر صورت اور شکل کے پیرایہ میں چاہا اور اسی جہت سے غصہ خدا کا ان پر ہوا
فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ یعنی پکڑا تم کو صاعقہ نے اور وہ ایک آگ ہے کہ آسمان
کی طرف سے آوے اور اکثر ابر میں ہوتی ہے اور اگرچہ یہ صاعقہ جو اُن کے اُوپر گری تھی
یہ بجلی نہ تھی کہ ابر کے اندر سے گر پڑتی ہے اس واسطے کہ یہ آگ ہوتی ہے اور وہ بجلی
نور کی تھی کہ اُس ابر سفید میں چمکتی تھی بسبب غصہ کے اُن کے اُوپر گری اور مساموں کے
راستوں سے اُن کے بدنوں میں گھس گئی اور اُن کو ہلاک کیا لیکن چونکہ مشابہت اور
مناسبت تمام ہلاک کرنے وغیرہ میں صاعقہ حقیقی کے ساتھ اُس کو تھی اس جہت سے اُس
کا صاعقہ نام رکھا اور بعضے مفسرین نے صاعقہ کو مصدر صعق کا قرار دیا ہے جیسا کہ
کاذبہ اور عافیہ اور معنی اُس کے بے ہوشی اور غشی کے آتے ہیں لیکن صحیح روایتوں سے
ثابت ہے کہ وہی بجلی کوندنے والی نور کی اُوپر اُن کے گر پڑی اور بے حس اور بے حرکت
کیا پس اگر بہ معنی بیہوشی اور غشی کے بھی لیا جاوے جب بھی بسبب اُسی بجلی نور کے تھا کہ
ساتھ صاعقہ آسمانی کے مشابہت رکھتی تھی بلکہ صاعقہ آسمانی سے قوی اور سخت زیادہ
تھی اس واسطے کہ صاعقہ جو مشہور ہے ایک دفعہ میں اس قدر آدمیوں کو نہیں مار ڈالتی
ہے اکثر دو تین آدمیوں کو قتل کرتی ہے اور کبھی بھاگنا اس صاعقہ سے چھت اور سایہ اور
مکانات کے نیچے ممکن ہے اور اس بجلی کوندنے والی سے کہ حرکت اُس کی اختیاری تھی
نہ طبیعی تم سے بھاگا نہ گیا کہ اُس نے تم کو پکڑ لیا وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی اور تم دیکھتے
تھے آنا اُس صاعقہ کا اور ہلاک ہونا بعضوں کا بسبب اُس کے اور ہرگز تم اُس سے نہ
بھاگ سکے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا واقعہ دیکھا جناب الٰہی میں تضرع اور
زاری شروع کی اور عرض کر بارِ خدایا میں کس منہ سے بنی اسرائیل کے سامنے جاؤں گا

کہ بڑے بڑے سردار اور نیک بخت لوگ جوان کو واسطے گواہی دینے کے لایا تھا وہ سب
ہلاک ہوئے اور اس کے بنی اسرائیل مجھ کو جھوٹا جانیں گے اور کہیں گے کہ ہر گاہ اس نے افترا
سے دعویٰ ہم کلام ہونے کا خدا کے ساتھ کیا تھا گواہوں کے گروہ کو کسی مکر اور بہانہ سے
ہلاک کر کے آ بیٹھا کہ بسبب ظاہر ہونے جھوٹ کے زرد رو نہ ہو پس باوجود ان گستاخیوں
کے کہ اُن سے سرزد ہوئیں اُن کے اُوپر بخشش کر اور از سرِ نو ان کو زندہ کر پس ہم نے حضرت
موسیٰ کی دُعا قبول کی ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ یعنے پھر زندہ کیا ہم نے تم کو مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ
یعنی پیچھے مرنے تمہارے کہ حقیقی تھا اور غشی اور سکتہ کی جنس سے نہ تھا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
یعنی تاکہ شاید تم آئندہ کو شکر نعمت اس درگذرنے اور زندہ کرنے موت سے پیچھے کا بجا
لاؤ اور یہ نجات اپنی زیادہ تر ہے اُسی نجات دینے سے کہ پیشتر فرعون کے لوگوں سے اور
عذاب گوسالہ پرستی سے وقوع میں آئی اور مفسرین نے اختلاف کیا ہے اس میں کہ یہ واقع
گوسالہ پرستی سے پہلے ہوا تھا یا بعد اس کے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ گوسالہ پرستی
سے پہلے تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سورۃ النساء میں آیا ہے یسئلك اهل
الكتاب ان تنزل عليهم كتابا من السماء فقد سالوا موسٰى اكبر من
ذلك فقالوا ارنا الله جهرة فاخذتهم الصاعقة بظلمهم ثم اتخذوا
العجل من بعد ما جاءتهم البينات یعنی اور سوال کرتے ہیں تجھ سے اہل کتاب
اس بات کا کہ اتارے تو اوپر اُن کے کتاب آسمان سے پس تاکید طلب کرتے تھے موسیٰ سے اس سے
بھی بڑی بات پس کہا تھا انھوں نے دکھلا دے ہم کو اللہ تعالےٰ کو ظاہر پس پکڑ لیا ان کو
بجلی نے بسبب ظلم ان کے کے پھر ٹھیرا لیا انھوں نے بچھڑے کو بعد آنے دلیلوں روشن کے
پاس اُن کے اور اکثر مفسرین اور اہل قصاص نے کہا ہے کہ یہ قصہ بعد گوسالہ پرستی کے
تھا بلکہ حضرت موسیٰ اس جماعت کو واسطے عذر گوسالہ پرستی کے کوہ طور پر لے گئے تھے اور
وہ لوگ عذر بدتر گناہ سے عمل میں لائے اور دلیل ان کی ذکر اس قصے کا ہے کہ اس سورۃ
میں اور سورۃ اعراف اور اور سورتوں میں موجود ہے اس واسطے کہ اکثر ترتیب ذکری میں
ترتیب زمانی باعتبار وقوع کے بھی ملحوظ ہوتی ہے اور سورۃ نساء میں کہ کلمہ ثم کا واسطے

ترتیب زمانی کے موضوع ہے واسطے فائدہ دینے ترتیب بیانی اور ترقی کے ادنیٰ سے طرف اعلیٰ کے سمجھا ہے جیسا کہ قول شاعر میں شعر:۔

ان من ساد ثم ساد ابوہ   ثم قد ساد قبل ذلك جدہٗ مستقل ھوا

اور کلام الٰہی میں بھی کثیر الوقوع ہے اور اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ منکرین رویت اللہ تعالیٰ کی آخرت میں ہو یا دنیا میں اس آیت سے تمسک پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار اللہ تعالیٰ کا ممکن ہوتا سوال کرنا اُس کا سبب لئے غضب کا نہ ہوتا لیکن تفسیر آیت میں معلوم ہو چکا کہ سبب غصہ کا دو چیز تھیں اوّل کلمہ لن نؤمن لك کا کہ صریح کفر ہے دوسرے قید جھرۃ کی رویت میں کہ محض سرکشی اور بے ادبی ہے اور فقط سوال رویت کا محل غضب کا نہیں تاکہ تمسک اُن کا درست ہوتا بلکہ جب حضرت موسیٰ نے دوسری بار اپنے واسطے رویت طلب فرمائی اور عرض کی کہ ربّ ارنی انظر الیك جواب اُن کے میں سوائے بیطاقتی کے کہ دنیا وی ہے تحمل اُس کا نہ کرے اور کچھ ارشاد نہ ہوا اور فرمایا لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی القصہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے اس نعمت کے بھی شکر گزاری نہ کی جیسا کہ اور نعمتوں کا شکر بھی نہ کیا اور عنایت الٰہی اُن کے حال پر بسبب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے جاری رہی اور موقوف نہ ہوتی اور اعانت اور نجات دینی اُن کی بعد اس کے بھی کہ اس قدر ناشکریاں عمل میں لاتے ہوتی رہی خصوصاً جس وقت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب امور سے فارغ ہوئے بنی اسرائیل کے لشکر میں پہنچے اور ان کو حکم الٰہی پہنچا یا کہ تم کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زمین شام کی کہ مدفن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اولاد اُن کی کا ہے اور بیت المقدس بھی اُس جگہ ہے ہاتھ عمالقہ کے سے کہ ایک قوم جباروں کی تھی خلاص کرو اور اُن کے ساتھ جہاد کرو اور اُسی زمین میں وطن اپنا مقرر کرو اور مصر کو چھوڑ دو اور بھید اس حکم میں یہ تھا کہ بنی اسرائیل جب تک مصر میں تھے عیش فرعون اور اس کے لوگوں کا کہ طرح طرح کے باغوں اور کھیتوں اور خزانوں اور نہروں اور عورتوں اور راگ رنگ میں مصروف تھے دیکھتے تھے اور جب فرعون اور اُس کے لواحق ہلاک ہوئے اور اُن کو

اور پر اُس ملک سیر حاصل کے اختیار حاصل ہوا گمان اس بات کا تھا کہ وہ بھی اُس زمین
عیش خیز میں عیش اور آرام میں آجاویں گے اور جہاد اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے
سے اور ریاضتوں سے اور عبادتوں سے دل چُراویں گے اور تکاہل اور سستی اختیار کریں
گے اور یہ بھی ہے تاکہ خاص اور عام پر ظاہر ہووے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام
کو فرعون پر غالب ہونے سے یہ منظور نہ تھا کہ اُس کے ملک پر مسلط ہوں اور مرتبہ اور عزت
دُنیا کی حاصل کریں جیسا کہ فرعون کو اُن کی طرف یہی خیال دامنگیر ہوا تھا اور بار بار کہتا
تھا کہ ان هذا ن لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم
بسحرهما اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے پس حق تعالیٰ نے چاہا کہ اُن کو کسی وجہ سے ملک
اور مال فرعون کے سے نفع نہ ہو اور بے رغبتی اُن کی دُنیا اور متاع دُنیا کی سے ظاہر
ہووے اور بعد اُن کے خلیفوں اُن کے کو بھی یہی بات منظور ہو اور اُن کو لوگ مثل
اور دُنیا داروں کے حیلہ باز خیال نہ کریں اور عام بنی اسرائیل کو کہ دُنیا کی محبت میں پھنسے
ہوئے تھے اور نکلنا زمین مصر کی سے کہ لقمہ بے درد اُن کے ہاتھ میں آگیا تھا بہت شاق
اور گراں دکھلائی دیا اوّل اس حکم کو دفع کیا اور ثانیاً جب چار و ناچار جبر اور ناخوشی سے
ہمراہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے روانہ ہوئے راستہ میں اُن پر جو
سختی اور مشکل درپیش آتی تھی حضرت موسیٰؑ کو بسبب شکایت اور زبان درازی کے تنگ
کرتے تھے اور انھیں شکایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس وقت ایسے جنگل میں کہ سایہ
اور بے گھاس کے تھا جا پڑے گرمی آفتاب کی سے شکایت شروع کی اور غلہ کھانے کی چیز
ہمراہ نہ تھی بھوک کے سبب بیتاب ہوتے حق تعالیٰ نے اُن کو موسیٰ کی دعا سے ان دونوں
آفتوں سے نجات دی اور عجیب عجیب خرق عادات ظاہر کیں چنانچہ اشارہ ان نعمتوں کی
طرف فرماتے ہیں اس آیت میں کہ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ یعنی اور سائبان کیا ہم نے
اوپر تمھارے ابر سفید کہ باریک اور ٹھنڈا تھا واسطے دُور کرنے گرمی آفتاب کے بسبب دُعا
حضرت موسیٰ کے جس وقت کہ شکایت گرمی کی اُن سے کی تم نے اور یہ نعمت پہلی نعمتوں سے عمدہ
تھی اس واسطے کہ اس وقت بسبب عدول حکمی کے کہ تم سے بابت جہاد کرنے کے عمالقہ سے

سرزد ہوں مستحق عتاب الٰہی کے ہوئے تم پس یہ محل محل انتقام اور عقوبت کا تھا اُس محل میں یہ نعمت عطا کرنی کمال شکر گزاری کو چاہتی ہے اور حضرت ابن عباس سے ایسا منقول ہے کہ یہ غمام اور ابر ایسا نہ تھا جو آدمیوں میں مشہور ہے بلکہ اُس ابر سے زیادہ پاکیزہ اور ٹھنڈا تھا اور یہ غمام وہی ہے کہ جنگ بدر کے دن فرشتے اُس میں اُترے تھے اور مجاہد سے یہ منقول ہے کہ هو الغمام الذی یاتی الله فیه یوم القیٰمة ولیس بالسحاب یعنی یہ غمام وہ غمام تھا جس میں آوے گا اللہ تعالےٰ دن قیامت کے اور نہیں تھا وہ ابر پس ان روایتوں سے مراد یہ ہے کہ ابر کی پیدائش دو طرح سے ہے ایک طبیعی متعارف ہے کہ بسبب جمع ہونے بخار اور غبار اور دخان اور منجمد ہونے اُن کے کے ظاہر ہوتا ہے، دوسرے غیر طبیعی خلاف عادت کہ عالم مثال کی طرف سے اس جہان میں ظاہر ہو گیا تھا اور وہ غمام کہ سائبان بنی اسرائیل کا تیہ کے میدان میں تھا دوسری قسم میں سے تھا نہ پہلی قسم سے اور یہ مراد نہیں کہ وہ غمام بعینہٖ غمام روز قیامت روز بدر کا تھا اُس کو خوب طرح سمجھنا چاہیئے اور مفسرین اور اہل قصص نے لکھا ہے کہ ہمراہ سائبان ابر کے اور نعمتیں بھی اُس سفر اور سرگردانی میں دے رکھی تھیں انھیں نعمتوں سے ایک یہ بھی تھی کہ رات کے وقت ایک ستون نور کا اُن کے لشکر میں کھڑا ہو جاتا تھا کہ اُس کی روشنی میں کام کرتے اور چلتے پھرتے تھے اور یہ بھی تھی کہ کپڑے اُن کے پُرانے اور میلے نہیں ہوتے تھے اور یہ بھی تھی کہ ناخن اور بال اُن کے نہیں بڑھتے تھے کہ حاجت کترنے اور مونڈنے کی پڑے اور یہ بھی تھی کہ جو بچہ اُس سفر میں پیدا ہوتا تھا کپڑا بھی اس کے بدن پر پیدا ہوتا تھا اور جیسا کہ ناخن اور بال بڑھتے ہیں ویسا ہی وہ کپڑا بدن پر بڑھتا جاتا تھا گویا مادہ ناخن اور بال کا اس کپڑے کی طرف آگیا تھا اور ناخن اور بال کا بڑھنا موقوف ہو گیا تھا وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ یعنی اور اُتارا ہم نے اوپر تمھارے آسمان سے من کو واسطے نجات تمھاری کے عذاب بھوک اور پیاس کے سے کہ صبح صادق کے وقت سے آفتاب کے طلوع تک برف کی مانند برستی تھی اور لشکر کے آدمی چادروں اور کپڑوں پر لیتے اور جمع کرتے کہتے ہیں کہ واسطے ہر ایک آدمی کے بقدر ایک صاع کے کہ قریب چار سیر اس ملک کے ہوتا ہے جمع ہوتی اور تمام دن مانند قند اور

اور شکر کے اس کو کھاتے اور پھر روز تک برابر برستی بلکہ جمعہ کے دن اس قدر برستی کہ ہر ایک آدمی کو دو دن کے واسطے کفایت کرے اور ہفتہ کے دن بالکل نہ برستی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لشکر والوں کو حکم کر دیا تھا کہ جمعہ کے دن دو چند برسے گی چاہیئے کہ ہفتہ کے دن کے واسطے بھی ذخیرہ کر لو کہ اُس دن نہیں برسنے کی اور ایک دن سے زیادہ ذخیرہ نہ کیجیو اور حقیقت من کی بیچ اصطلاح محققین حکماء کے یہ ہے کہ بخار اور دھوٗاں جب جدا جدا زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں ابر اور بجلی اور رعد اور تارے ٹوٹنے والے اور دُم دار ستارے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ تفصیل اُس کی اپنے موضع میں مشروع ہے اور سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں بھی رب العالمین کے بیان میں کچھ ذکر اُس کا آگیا اور جس وقت بخار اور دھوٗاں آپس میں مل جاتے ہیں اور زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں پس اگر دھوٗاں لطیف اور صاف ہو اور رطوبت غالب ہو جاوے اور حرارت ساتھ اعتدال کے اس میں تاثیر کرے شیرینی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے اور برف کی مانند اُکٹ کر زمین پر گرتی ہے اور اس کو ترنجبین کہتے ہیں اور اگر خشکی غالب ہو اور حرارت اعتدال کے ساتھ تاثیر کرے اس کو خشک انجبین کہتے ہیں اور اگر رطوبت اور یبوست دونوں ساتھ اعتدال کے ہوں اور تاثیر حرارت کی بھی اعتدال کے ساتھ ہو اُس کو شیرخشت اور شیرخشک کہتے ہیں اگر بخار اور دھوٗاں دونوں لطیف الجواہر ہوں اور اعتدال کے ساتھ حرارت اس میں تاثیر کرے اس کو من کہتے ہیں اور اگر حرارت کم ہو یا بالکل نہ ہو اس کو شبنم کہتے ہیں کہ کچھ مزہ اُس میں نہیں ہوتا ہے اور بالفعل طبیبوں کی اصطلاح میں من کا لفظ عام ہے جو شبنم کہ درخت یا پتھر پر گرے اور وہ مزہ اور مزاج اس میں پایا جاوے سب کا نام من ہے جیسا کہ ترنجبین اور شیرخشت اور گز انگبین اور بید انگبین اور مانند اسکے اور خاصیت من کی جس کی حقیقت مذکور ہوئی یہ ہے کہ گرم ہے درجہ اوّل میں اور رطوبت اور یبوست میں معتدل ہے سینہ کو مفید ہے اور پھیپھڑے کی رطوبت کو دُور کرتی ہے اور خشونت اُس کی کو نرم کرے اور جو کھانسی کہ رطوبت کے سبب سے ہو اُس کو دُور کرے اور معدے کے استرخا کو نفع کرے اور طبیعت کو مضبوط رکھے اور زرد پانی کو فائدہ دیوے اگر اُس کے واسطے اُس کو پیویں اور شکم کے

اور پر ضماد کریں اور اسی واسطے سفر کرنے والوں کو کہ پانی مختلف پیتے ہیں بہت نفع کرتی ہے اور جو برابر ایک دانگ کے ناک میں چڑھاویں مغز کو پاک کرے اور غلیظ ہواؤں کو اس سے باہر کرے اور اسی واسطے وسوسہ والوں اور مالیخولیا والوں اور وہم والوں کو مفید پڑتی ہے اور اسی نکتہ کے واسطے اُتارنا اس قسم کا بنی اسرائیل پر منظور ہوا کہ اُن کے دماغوں کو صاف کرے تاکہ شبہے واہی وہمیہ اُن کے دماغ میں جا نہ پکڑیں اور عرف میں ہر چیز کو کہ بغیر رنج اور مشقت کے کھانے کے واسطے میسر آوے اور حاجت بونے جوتنے اور پانی دینے اور پکانے اور گوندھنے کی اُس میں نہ ہو من کہتے ہیں اس واسطے کہ ھو مما من اللہ تعالیٰ بہ علیٰ عبادہ یعنی وہ چیز ہے کہ احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ساتھ اُس کے اوپر بندوں اپنے کے اور باعتبار اسی معنی کے مگر جو صحیحین اور دوسری معتبر کتابوں میں روایت ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے الکماۃ من المن وماءھا شفاء للعین یعنی سماروغ کہ اس کو نبات الرعد کہتے ہیں اور ہندی میں نام اس کا کھنبی ہے جنس من کی سے ہے یعنی مہیا کر دی اللہ تعالیٰ نے واسطے تمہارے بغیر اس کے کہ تم نے بویا ہو یا پرورش اس کی کی ہو اور پانی اس کا شفا ہے واسطے آنکھ کے اور من باعتبار اس معنی کے بہت چیزوں کو شامل ہے جیسا کہ بیر جھڑ بیری کے اور غلہ خودرو مثل سانوک وغیرہ کے اور من جو حدیث میں ہے اس سے مُراد یہ نہیں کہ کماۃ اور مانند اُس کے بنی اسرائیل کے من کی جنس سے تھا اس واسطے کہ صحیح روایتوں میں ثابت ہوا کہ من بنی اسرائیل کا وہی حقیقی من تھا جیسا کہ توریت وغیرہ کے ترجموں میں شکل اور چہرہ اس کا کھول کر بیان کیا ہے اور جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے پاس شکایت لائے کہ ہر روز اس مٹھائی کو کھاتے کھاتے ذائقہ ہمارا بگڑ گیا، ہم چاہتے ہیں کہ ذائقہ بدلنے کے واسطے کوئی چیز نمکین بھی جناب الٰہی سے طلب کرنی چاہیئے بلکہ بعضے شوخ طبیعت والوں نے اُن سے کہا کہ واللہ قد قتلنا حلاوتہ یعنی قسم اللہ کی تحقیق مار ڈالا ہم کو مٹھائی اُس کی نے حضرت موسیٰ نے بیچ جناب الٰہی میں دُعا فرمائی حق تعالےٰ نے قبول کی جیسا کہ طرف اُس نعمت کے اشارہ

بیان توبہ کرنے کا

فرماتا ہے کہ وَالسَّلْوٰی یعنی اور بھی اُتارا ہم نے اوپر تمہارے سلوٰی کو اور سلوٰی نام ایک

جانور کا کہ اُس کو سمانی کہ اور پر وزن حباری کے ہے بھی کہتے ہیں اور مسکن اس جانور کا اکثر دریائے شور کے گرد میں مصر اور حبشہ کی طرفوں میں ہے اور طریق بھیجنے اس جانور کا یہ تھا کہ جب پچھلا دن ہوتا تھا جنوب کی ہوا ان جانوروں پر مسلط کی جاتی کہ دریا کے کنارے سے ہزار ہا جانور بنی اسرائیل کے لشکر میں ڈالتی اور بنی اسرائیل ان جانوروں کو ہاتھ اور چادر اور لکڑی وغیرہ سے شکار کر کے ذبح کرتے اور ہر شخص بقدر کفایت اپنی اور عیال اپنی کے پکڑلیتا اور ذخیرہ کرنے کا حکم نہ تھا مگر جمعہ کے دن کہ ہفتہ کے دن کے واسطے ذخیرہ کرتے اور ہفتہ کے دن اُن جانوروں کا آنا بھی موقوف ہو جاتا تھا اور بعضے حرص والوں نے بنی اسرائیل میں سے اور دن کے واسطے بھی گوشت کو ذخیرہ کیا اور وہ گوشت گندہ اور بدبودار ہوا کہتے ہیں کہ پہلے اس سے کسی زمانہ میں بسبب ذخیرہ کرنے کے گوشت سڑتا نہ تھا اور گندہ نہ ہوتا تھا اُسی وقت سے یہ بات جاری ہوئی جیسا کہ حدیث شریف میں بھی طرف اس کے اشارہ ہوا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے لولاحواء لم تخن انثی زوجھا الدھر ولولا بنی اسرائیل لم یخنز اللحم یعنی اگر نہ ہوتی حوا نہ خیانت کرتی کوئی عورت خاوند اپنے کی عمر بھر..... اور اگر نہ ہوتے بنی اسرائیل نہ گندہ ہوتا گوشت اور طب والوں نے سمانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک جانور ہے کہ دریا میں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو قتیل الرعد بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ جب آواز رعد کی سنتا ہے مرجاتا ہے اور یہ بسبب کمال ضعف دل اس کے کے ہے کہ تحمل سخت آواز سننے کا نہیں رکھتا ہے اور پتہ اس جانور کا بطریق لعوق کے استعمال کرنا واسطے صرع کے بہت مفید کہا ہے اور خون اُس کا کان میں ٹپکانا کان کا درد دُور کر دیتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس جانور کو ہمیشہ کھا دیں دل سخت کو نرم کرے اور اسی نکتہ کے واسطے اتارنا اس جانور کا اور کھانا گوشت اس کا بنی اسرائیل کا منظور الٰہی ہوتا کہ بسبب کھانے من کے اعتقاد ان کے پاک ہوں اور بسبب کھانے گوشت اس جانور کے دل اُن کے نرم ہوں اور اخلاق اور اعمال ان کے درست ہوں اور سرگین اس جانور کا مشابہت رکھتا ہے ساتھ سرگین کنجشک کے شکل میں اور جثہ اُس جانور کا قریب چھوٹے مرغ کے ہوتا ہے اور مزاج میں اس سے لطیف ہے اور میلان گرمی کی طرف رکھتا ہے

اور کیموس جیّد پیدا کرے اور خوش ذائقہ ہووے اور تندرستوں اور کم قوتوں کو غذا خوب بخشے اور گوشت اس کا سنگ گردہ اور مثانے کو نکالے اور ادرار بول کا کرتا ہے اور زبان شیرازی میں اس جانوار کو آردبی کہتے ہیں اور عجیب تر یہ کہ بنی اسرائیل سے اس نعمت عمدہ کے اوپر شکر بہت بھاری نہیں طلب کیا تھا اور تکلیف مشکل اس کے اُوپر نہ دی تھی کہ جیسا کہ بیچ نعمت نجات دینے کے گناہ گوسالہ پرستی کے قتل نفس کا طلب کیا تھا ہم نے یا بیچ گناہ سوال بے ادبانہ کے کہ اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً کہا تھا ساتھ گرنے بجلی کے تنبیہ کی تھی بلکہ کہا ہم نے ان کو کہ شکر اس نعمت کا یہی ہے کہ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ یعنی کھاؤ پاکیزہ اُن چیزوں سے کہ روزی دی ہم نے تم کو اور کھانے کے اوپر کفایت کرو پس اس کو ذخیرہ نہ کرو اور اس کو کسی اور شے سے بدلو بھی نہیں اس واسطے کہ بات مخالف شکر کے ہے لیکن بنی اسرائیل باوجود اس کے کہ یہ شکر بہت آسان تھا بجا نہ لائے اور ذخیرہ کیا یہاں تک کہ گوشت گندہ ہوا اور لشکر والوں کے دماغ بدبو اس گوشت گندہ کی سے پریشان ہوتے اور بدلہ اُس کا بھی کیا اور کہا کہ ہم سے اوپر ایک خوراک آسمانی کے صبر نہیں ہو سکتا ہے ہمارے واسطے خوراکیں زمین کی جنس مسُور اور ترکاریوں اور گیہوں اور ککڑی اور پیاز اور لہسن اور مانند اس کے سے چاہیئے اور بسبب اس ناشکری کے سرکشی اور نافرمانی میں پڑے اور اپنے تئیں رنج اور مشقت میں ڈالا وَمَا ظَلَمُوْنَا یعنی اور ظلم نہ کیا اوپر ہمارے بسبب اس ناشکری کے اگرچہ فیض ہمارے کا دروازہ انھوں نے بند کیا اور شان رزاقی کی کہ بے وسیلہ اسباب کے ظاہر ہوتی تھی پوشیدہ کی لیکن پوشیدہ ہونے ایک شان کے سے بے نہایت شانوں ہماری میں سے عظمت اور جلال ہمارا کم نہیں ہو جاتا ہے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ اور لیکن تھے وہ کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اپنے تئیں قلت اس فیض بڑے کی سے محروم رکھتے تھے جیسا کہ اس زمانے میں نعمت نبوّت آں حضرت صلّے اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں جانتے ہیں اور ناشکری کرتے ہیں اور جو کام کہ نہایت سہل اور آسان ہیں بیچ مقام شکر اس بخشش بڑی کے بیچ نعمت نجات اور قبول کرنے اس فیض عام کے سے اپنے تئیں محروم رکھتے ہیں

باقی رہے اس جگہ دو سوال جواب طلب اوّل یہ کہ شروع ہر قصہ کا پہلے قصوں میں سے ساتھ لفظ اذ کے تھا اس قصہ میں کہ ابتدا اس کی وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ ہے کس واسطے ساتھ کلمہ اذ کے شروع نہ فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ وَظَلَّلْنَا کا معطوف او پر بعثنا کم کے ہے کہ وہ مدلول ثم کا واقع ہوا اور تتمہ نعمت نجات دینے کا صاعقہ سے ہے یعنی باوجود کمال بے ادبی کے سوال رویت میں کہ تم سے سرزد ہوئی تھی ہم نے عذاب کو تم سے موقوف کیا اور پھر از سر نو زندہ کیا اور سائبان ابر کا واسطے تمھارے مقرر کیا اور کھانا آسمان سے اُتارا تا کہ بالکل آثار غضب کے سے نجات پاؤ مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جیل خانہ سے نکالیں اور پھر اُس کو حمام میں بھیجیں اور ایک حویلی واسطے رہنے اُس کے کے مقرر کریں اور خلعت اُس کو پہناویں اور ایک خوان بھرا ہوا کھانے کا بطریق الوحش کے اُس کے واسطے مقرر کریں کہ یہ سب ایک نعمت ہے تتمہ نعمت بندی خانہ سے نکالنے کا اسی واسطے کلمہ اذ کا اس مقام میں نہیں لائے اور اگر سایہ کرنا ابر کا نعمت علیحدہ مستقل ہوتی البتہ اُس کو ساتھ کلمہ اذ کے شروع فرماتے اور یہ کہ سایہ کرنا ابر کا اور اتارنا من اور سلوٰی کا ہر چند کہ نعمتیں عمدہ ہیں لیکن یہ نعمتیں اُس وقت میں اُن کو ملیں کہ ویرانہ جنگل میں کہ دانہ پانی اُس جگہ نہ تھا سکونت ان کی ہوئی اور اللہ کی طرف سے یہ تکلیف اُن پر آئی تھی پس بالاستقلال نعمتیں ان کو شمار کرنا بنی اسرائیل کو ممکن تھا کہ اس طرح کہہ دیتے کہ یہ نعمتیں اس وقت ہم کو درکار ہوئیں کہ بسبب فرمانے تیرے کے جنگل بیابان میں سرگردان ہوئے اور بے گھر اور بھوکے پیاسے اس میں آپڑے اگر یہ تکلیف ہم پر نہ ہوتی کس واسطے محتاج ان چیزوں کے ہوتے باغ اور چمن فرعون کے ہمارے سایہ کرنے کے واسطے کیا کم تھے اور کھیتیاں اور میوے مصر کے لذت میں کیا ناقص تھے بخلاف طلب پانی کے کہ آئندہ اس کو نعمت مستقلہ بیان فرمایا اس واسطے کہ موافق ترجمہ توریت کے وہ واقعہ تکلیف سفر شام کے سے پیشتر تھا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ اور سورۃ اعراف اور سورۃ توبہ اور سورۃ روم میں اس عبارت کو اس طرح لاتے ہیں، یعنی پہلے لفظ انفسہم کے سے لفظ کانوا کا زیادہ کیا ہے اور سورۃ آل عمران میں ولکن انفسھم یظلمون ارشاد ہوا بغیر لفظ کانوا کے بدلنا اس طرح لفظ کا کس نکتہ کے واسطے ہے

جواب اس کا یہ ہے کہ ان سورتوں میں اُن آدمیوں کے حال سے خبر دیتے ہیں کہ پہلے ہو چکے
اور سورۃ آل عمران میں خبر کسی کے حال سے نہیں بلکہ ضرب المثل ہے کسی وقت میں ہو گو حال
ہی میں ہو خواہ استقبال میں ہو اس واسطے لفظ کانوا کا اس شے پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے
ہو چکی ہو اور اس جگہ حذف فرمایا اس مقام میں جاننا چاہیے کہ جہاں سے ذکر نعمتوں کا
کہ بنی اسرائیل کو عنایت ہوئی تھیں اس نعمت تک کہ اتارنا من اور سلوٰی کا ہے آیا ہے
وہ نعمتیں ہیں کہ شکر بھی ان کے بڑے بڑے مقرر فرمائے تھے مثلاً اوپر نجات دینے کے فرعون
کے ہاتھ سے اور دریا کے پھاڑنے پر اطاعت اوامر اور نواہی توریت کی خواہش کرنا اور
اوپر نعمت دینے کتاب اور فرقان کے بجالانا اُن احکام کا طلب کرنا اور اوپر نعمت نجات کے
گوسالہ پرستی اور سوال بے ادبانہ رویت عیانی سے قتل نفس کا اور ہلاکت بسبب صاعقہ
کے اور جہاد ساتھ عمالقہ کے اور خلاص کرنا بیت المقدس کا اور زمین شام کا اُن کے ہاتھ
سے مقرر ہوا اور جہاد بھی حقیقت میں قتل نفس کا اور ہلاکت میں ڈالنا تھا اور یہ سب
چیزیں شاق اور گراں تھیں کہ ان کی طبیعت گوارا نہیں کرتی تھی بخلاف نعمت من اور
سلوٰی کے کہ اُس کے اوپر شکر نہایت سہل طلب کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ نہ ذخیرہ کرو اور نہ بدلو
اُس کو دوسری شے سے اور یہ بھی اُن سے نہ ہو سکا اور اس پر نہ ٹھہرے اب اشارہ فرماتے
ہیں طرف اس کے کہ اس شکر میں یعنی نہ بدلنے اُس کے میں دوسری شے سے ایک قسم کی مشقت
تھی کہ ایک ہی چیز پر اور ایک ہی کھانے پر اگر عادت کرلے طبیعت پر ناگوار ہوتا ہے اور
نفرت کرتی ہے لیکن بزرگوں تمہارے نے لیے بنی اسرائیل دوسری نعمت کا بھی شکر ادا نہ کیا
باوجود اس کے کہ بالکل اُس میں رنج اور مشقت نہ تھی اور وہ فقط ایک بار سجدہ کرنا اور
ایک کلمہ زبان سے کہنا شکر اُس کا مقرر کیا تھا اُس نعمت اور ناشکری اس کی کو یاد کرو
وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ کہا ہم نے بزرگو
تمہارے کو کہ آؤ تم اس گاؤں میں بعد اس کے کہ من اور سلوٰی کھانے اور سایہ ابر اور
سفر جنگل سے عاجز ہو گئے تھے اور اختلاف ہے اس میں کہ یہ گاؤں کونسا گاؤں تھا،
صحیح یہ ہے کہ اریحا تھا اور وہ گاؤں عمالقہ کے رہنے کی جگہ تھی اور بسبب قریب پہنچنے

لشکر بنی اسرائیل کے وہاں کے رہنے والے اس گاؤں کو خالی کر کے چلے گئے تھے اور
غلے اور میوے اس میں بہت تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ گاؤں شہر بیت المقدس
میں داخل تھا لیکن یہ قول صحیح نہیں اس واسطے کہ اہل قصص کا اجماع ہے اس پر کہ بنی اسرائیل
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے اور منشا
اس شبہ کا یہ ہے کہ باب حطہ ایک دروازہ ہے بیت المقدس کے دروازوں میں سے کہ
مشہور اور معروف ہے اور اب تک آباد اور زیارت گاہ ہے اور جو کوئی واسطے استغفار
گناہوں کے اُس مسجد میں آتا ہے اُسی دروازہ سے آتا ہے اور وہاں مجاوروں کی زبانی
مشہور ہے کہ داخل ہونا اس دروازہ سے موجب پاک ہونے کا گناہ سے ہے حالانکہ یہ
دروازہ عہد بنا بیت المقدس کے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں تیار ہوا آباد ہوا
حضرت موسیٰ کے عہد میں نہ بیت المقدس تھا اور نہ یہ دروازہ تھا البتہ یہ ہے کہ حضرت
سلیمان اور پچھلے نبیوں نے لسبب وحی کے یا کشف کے اس دروازہ کو اُس گاؤں کے دروازہ
کے ساتھ مشابہت دے کر باب حطہ لقب کیا ہو کہ خاصیت میں دونوں مناسب ہوں،
حاصل کلام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو لسبب ملامت سفری اور خوراک آسمانی کے حکم ہوا
کہ اس گاؤں میں جا کر آرام کریں اور فرمایا کہ فَكُلُوا مِنْهَا یعنی پس کھاؤ تم غلوں اور
میووں اور اور لذت کی چیزوں اس گاؤں کی سے حَيْثُ شِئْتُمْ یعنی جس جگہ چاہو
خواہ اس گانوں میں اور خواہ اپنے لشکر میں لا کر اور زیادہ کرنا لفظ حیث شئتم کا اسی
واسطے ہے تاکہ یہ نہ سمجھیں کہ کھانا غلے اور میوے گاؤں کے اندر ہی درست ہیں باہر
اُس سے درست نہیں اور اگر پھر لشکر کی طرف آویں سوائے اُسی خوراک آسمانی کے حلال نہیں
اور اُن چیزوں کے کھانے کا کچھ اندازہ بھی کہ اتنا ہی کھاؤ زیادہ نہ ہونا تھا جیسا کہ مضطر
کے واسطے سدرمق سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے بلکہ رَغَدًا یعنی کھانا پیٹ بھر کر خوب طرح
سے لیکن پہلے ملنے اس نعمت کے سے شکر بھی بجالاؤ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
یعنی آؤ تم بیچ دروازہ اس گاؤں کے سجدہ کرتے ہوئے اور یہ شکر بدنی ہے وَقُولُوا
یعنی اور کہو تم ساتھ زبان کے تاکہ توبہ اور شکر زبانی بھی ادا ہو کہ مطلب ہمارا حِطَّةٌ

یعنی معاف ہونا گناہوں کا ہے اور جس وقت یہ دونوں عمل بدنی اور زبانی ندامت قلبی کے ساتھ کہ وہ موجود ہے جمع ہو جاویں گے توبہ تمہاری صحیح اور مقبول ہو جاوے گی پس نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ یعنی البتہ بخشیں گے ہم گناہ تمہارے اور آلودگی گناہوں کی سے تم کو پاک کر دیں گے اور اس دروازہ کو تمہارے حق میں حکم کعبہ کا دیویں گے کہ طواف اس کا اور سجدہ اُس کی طرف دُور کرنے والا گناہوں کا ہے اور ہم نے کفایت فقط گناہگاروں کے بخشنے پر اُوپر نہیں کی کہ جو گنہگار ہوں اُن کے گناہ بخشے جاویں اور گناہ کرنے والوں کو کچھ ترقی نہ ہو بلکہ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ یعنی اور البتہ زیادتی ثواب اور عنایتیں کریں گے بسبب ان دونوں عملوں کے نیک لوگ تمہارے واسطے کہ جو گناہوں سے پاک تھے اس واسطے کہ جو چیزیں گناہ کو چھپا دیتی ہیں جب گناہ نہ پاویں درجوں کو بلند

بہتر کی بعیت کی

کر دیتی ہیں جاننا چاہیئے کہ اس آیت سے کئی فائدے نکلتے ہیں اوّل یہ کہ ہیچ توبہ کے استغفار کرنی زبان سے اور بدن سے نماز اور سجدہ بجا لانا پورے کرنے والے توبہ کے ہیں اور ہر چند کہ حقیقت توبہ کی کہ ندامت اوپر گناہ کے کہ زمانہ ماضی میں ہو چکا اور چھوڑنا گناہ کا فی الحال اور مقصد محکم اور ارادہ قطعی چھوڑ دینے گناہ کا زمانہ آئندہ میں ہے اور یہ سب تعلق دل کے ساتھ رکھتے ہیں لیکن صفت دل کی جب قوی ہو جاتی ہے جوارح اور زبان پر بھی بغیر ظاہر ہوئے نہیں رہتی ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں صلوٰۃ التوبہ اور استغفار بھی وقت توبہ کے تعلیم فرمائی ہے دُوسرے یہ کہ علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کرنے میں آدمیوں میں مشہور ہو جاتا ہے اور آدمیوں کو اُس کے گناہ پر اطلاع ہے پس اس کو لازم ہے کہ توبہ ظاہر کرے اور آدمیوں کو اپنی توبہ پر واقف کرے اور جو لوگ کہ ثقہ اور صالح ہیں ان کو گواہ کرے اور صدقوں اور نمازوں پر قائم ہو لیکن یہ چیزیں اس واسطے نہیں کہ توبہ بغیر ان چیزوں کے تمام نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ توبہ گونگے اور لنگڑے لولے کی بھی مقبول ہے اگرچہ اسکو قدرت بولنے یا چلنے پھرنے کی نہیں بلکہ یہ امر واسطے اطلاع دینے آدمیوں کے اُوپر توبہ اپنی کے ہے تاکہ وہ جان لیویں کہ گناہ سے اس شخص نے کنارہ کیا اور اوپر سیدھے راستے دین کے چلا تاکہ تہمت اُس کے

ذمّہ سے دُور ہو جائے اور آدمی بدگمانی اور غیبت اس کی سے باز رہیں اور ایسے ہی جو شخص
پیچ کسی مذہب باطل کے مبتلا اور متہم ہو اپھر اس کو حق بات ظاہر ہو جائے اس کو لازم
ہے کہ جو آدمی اس کے حال سے واقف ہو گئے تھے اس مذہب سے پھرنے کی ان کو خبر کر دے
انھیں وجوہ کے واسطے تیسرے یہ کہ جو مقام متبرک جانا ہوتے ورود نعمت اور رحمت الٰہی
کے ہوئے ہیں یا بعضے خاندان قدیم کہ اہل صلاح اور تقویٰ کے ہیں ایسی خاصیت اُن
میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اُن میں توبہ کرنی اور بندگی بجالانی باعث جلدی قبول ہونے
اور حاصل ہونے نیک ثمروں کا ہے اور اسی جگہ سے ہے کہ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری
سے حکایت کی ہے کہ ہم ایک دن ہمراہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت
کسی غزوہ یا سفر میں جاتے تھے جب پچھلی رات ہوئی بیچ پشتہ ایک پہاڑ کے گذرے کہ اُس
کو دار الحنظل کہتے تھے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما مثل ھذہ الثنیۃ
الاکمثل الاالباب الذی قال اللہ لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدًا
وقولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم یعنی نہیں ہے حال اس گھاٹی کا مگر مثل
حال اُس دروازہ کے کہ کہا تھا اللہ تعالیٰ نے واسطے بنی اسرائیل کے داخل ہو تم دروازہ
میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو تم حطۃ بخشیں گے ہم گناہ تمھارے اور ابو بکر بن ابی شیبہ
ساتھ روایت صحیح کے حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے لایا ہے کہ انما مثلنا فی
ھذہ الامۃ کسفینۃ نوح وکباب حطۃ فی بنی اسرائیل یعنی مثال
اماموں اہل بیت نبوی کی کہ قائم کرنے والے خاندان نبوت کے اور اٹھانے والے اسرار
ولایت اور معرفت کے ہیں اس امت میں مثال کشتیٔ نوح اور دروازہ حطہ کی ہے
اس واسطے کہ نجات طوفان نفس اور شیطان کے ہے اور صحیح ہونا توبہ کا اور پوشیدہ اور
معاف ہونا گناہوں کا بسبب داخل ہونے اس امت کے اولیاؤں کے سلسلوں میں تعلق

بیان فہمالنت بھاگنے کا طاعون سے

انھیں بزرگوں کے ساتھ رکھتے ہیں اور انتہا انھیں کی طرف ہے جیسا کہ اس زمانہ میں
ظاہر اور روشن ہے کہ سلسلے سلوک کے اور بیعت اور توبہ کے طرف اسی خاندان کے پہنچتے
ہیں القصہ بنی اسرائیل عہدہ شکر اس نعمت کے سے بھی باوجود آسانی کے باہر نہ نکلے اور

شکر ادا نہ کیا بلکہ ایک جماعت کثیر نے ان میں سے بہت بے ادبی کی اور توبہ اور استغفار کی جگہ میں طریق مسخرا پن اور ہنسی کا اختیار کیا جیسا کہ فرماتے ہیں فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پس بدل ڈالا اُن آدمیوں نے کہ ظالم تھے اُن میں سے استغفار کو ساتھ مسخرا پن کے جبکہ کہے اُنھوں نے قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ یعنی کلام کہ مغایرت تمام رکھتے تھے اس کلام کے ساتھ کہ کہے گئے تھے اُن کو یعنی بالکل مختلف تھے اس واسطے کہ جو اُن سے کہے گئے تھے مضمون اُس کا طلب بخشش گناہوں کی اور استغفار تھا اور انھوں نے جو کہا مضمون اُس کا بعد توجیہ اور تکلف اضمار کے طلب کرنے دُنیا کے اور رغبت کرنے غلّوں اور اناجوں کے تھے یا محض استہزا اور تمسخر تھا اور کاش فقط تبدل لفظی کرتے اور بجائے حطۃ کے حُبّ علینا یا اغفر لنا یا اعف عنا کہتے ہیں کہ اس قدر بُرائی اس میں نہ تھی اس واسطے کہ لفظوں کا اتنا تغیر ایسے مقام میں مضائقہ نہیں لیکن انھوں نے تبدل معنوی اختیار کیا اور بالکل مخالفت حکم الٰہی کی کی اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ حطّہ کی جگہ هطى سمهما ثا کہا کہ ان کی زبان میں معنی اس کے حنطۃ حمرا تھے یعنی گیہوں سُرخ چنانچہ صحیحین اور دوسری صحاح کے ساتھ روایت ابوہریرہ کے صحت کو پہنچا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قيل لبنى اسرائيل ادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة فدخلوا يزحفون على استاههم وهم يقولون حنطة فى شعيرة یعنی کہا گیا واسطے بنی اسرائیل کے کہ آؤ تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو تم حطۃ پس داخل ہوئے اس حال میں کہ چلتے تھے اوپر سرینوں اپنی کے اور کہتے تھے کہ حنطة فى لشعيرة یعنی گیہوں بیچ جَو کے اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اس آیت سے بعضے علماء شافعیہ نے دلیل پکڑی ہے کہ تحریمہ نماز کی بغیر لفظ اللہ اکبر کے جیسا کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اعظم اور اللہ اجل درست نہیں اس واسطے کہ بسبب بدلنے لفظ کے موجب عتاب کے ہوئے اور بعضے اہل ظاہر نے کہا ہے کہ بدلنا ہر لفظ کا اسکا ذکر جس مقام میں آیا ہے درست نہیں یہاں تک کہ بسبب بدلنے لفظ ذکر کے سے فساد نماز کا حکم کرتے ہیں اور اس تبدیلی کو موجب طعن اور سخت مذمت کا کہتے ہیں لیکن تفسیر میں معلوم ہوا کہ مغایرت

کلام کی ساتھ دوسرے کلام کے مدار اس کے اوپر مغایرت مضمون کے ہے نہ اوپر فقط مغایرت لفظی کے پس اگر فقط تبدیل لفظی ہو جائے اور معنی ایک یا قریب ہوں محل طعن اور عتاب کا معلوم نہیں ہوتا ہے واللہ اعلم باقی رہے اس جگہ کئی سوال کہ جواب طلب ہیں، اوّل یہ کہ اس سورۃ میں واذقلنا فرمایا ہے اور سورۃ اعراف میں واذا قیل لھم اسکنوا لفظوں کے بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں جہاں سے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم شروع ہے فعلوں کو طرف ضمیر متکلم کے نسبت کی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس جگہ بھی مناسب ہوا کہ اس قول کو بھی ہر چند کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے کہلایا تھا اپنی طرف نسبت فرما دیں تاکہ کمال بے ادبی بنی اسرائیل کی ظاہر ہووے کہ ہمارے کہنے کے مقابلہ میں تمسخر کے ساتھ پیش آئے اور اس تمسخر کا مزہ انھوں نے چکھ لیا اور سورۃ اعراف میں روانگی کلام کی اس مضمون کے واسطے ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم دو گروہ تھی امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون اور امۃ ضالۃ جائرۃ یعنی ایک جماعت ہدایت حق کی کرتی تھی اور آپ بھی اس کے ساتھ عمل کرتی تھی اور دوسرا گروہ گمراہ تھا اور ظلم کرنے والا اور اسی تقریب سے دو طرح کا اختلاف اور تفرقہ اُن کا کہ حضرت موسیٰ کے عہد میں ہوا تھا یاد دلایا ایک فرقہ بنی اسرائیل کی قوم کا کہ بارہ گروہ اُن کے تھے اور ہر ایک کا چشمہ علیحدہ علیحدہ پتھر میں سے جاری تھا دوسرا اختلاف حال اُن کے کا کہ وقت دخول قریہ کا تھا کہ بعضے موافق حکم کے بجالائے اور بعضوں نے کمال بے ادبی اختیار کی اور بیچ اس غرض کے کہنا خدا کا بلا واسطہ اور کہنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا برابر تھا باوجود اس کے قرینوں سے معلوم ہے کہ کہنے والا کون ہے اور کس کے فرمانے سے کہا ہے پس ابہام رفع ہو گیا دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں ادخلوا فرمایا اور سورۃ اعراف میں اسکنوا جواب اس کا یہ ہے کہ سیاق اس آیت کا اس سورۃ میں بیچ کھانے من اور سلویٰ کے اور بدلنے اس کے کے ساتھ اور چیزوں غلہ وغیرہ کے ہے پس مقصود بالذات کا ہے والاذن بالشئ اذن بما یتوقف ھو علیہ یعنی اور اذن ساتھ ایک شے کے اذن اُس چیز کے ساتھ بھی ہے جس چیز پر وہ شے موقوف ہے لاچار ذکر دخول کا بھی

ضرور ہوا اور سیاق اس آیت کا سورۃ اعراف میں بیان تفرقہ اور اختلاف اُن کے کا ہے
کہ سفر اور حضر میں تھا پس سفر میں پانی پینے میں تفرقہ کیا اور حضر میں بیچ سکونت اور طریق
اُس کے کے اختلاف کیا پس لفظ اسکنوا کا مناسب ہوا اور یہ کہ اس سورۃ میں سکونت
قریہ کی بھی مقصود بالذات بیان فرمائی اس واسطے کہ جیسا کہ وہ لوگ من اور سلوٰی کے کھانے
سے ناخوشی ظاہر کرتے تھے سکونت خیموں اور ڈیروں کی سے بھی عاجز ہوئے تھے اور ہر گاہ کہ
دخول مقدم ہے اوپر سکونت کے اور سورۃ بقرۃ میں بھی مقدم ہے اوپر سورۃ اعراف کے پس
دخول کو سورۃ بقرۃ میں ذکر کیا اور سورۃ اعراف میں سکونت کو تیسرا سوال یہ ہے کہ اس
جگہ فکلوا فا کے ساتھ لائے اور سورۃ اعراف میں وکلوا واؤ کے ساتھ یہ فرق کس جہت
سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ میں لفظ دخول کا ذکر فرمایا ہے اور دخول گانوں کا
مقصود بالذات نہیں ہوتا ہے مقصود بالذات چیز دوسری چاہیئے کہ دخول کے اوپر مرتب
ہو اور وہ چیز کہ دخول کے اوپر مترتب ہو اور بعد اس کے بھی کھانا اناجوں اور غلوں کا ہے
پس ایسا لفظ لانا کہ ترتیب کے اوپر دلالت کرے اور لفظ فا کا سے شروع ہوا اور سورۃ
اعراف میں ہر گاہ کہ لفظ اسکنوا کا لائے اور سکونت قریہ کی مقصود بالذات ہوئی ہے
اور وسیلہ کسی چیز دوسری کا نہیں اس واسطے مناسب ہوا کہ کھانا دانوں اور غلوں اور جگہ
کا بطریق عطف کے کے مجرد ترتیب سے ہو بیان فرما دیں چوتھا سوال یہ ہے کہ اس جگہ یہ لفظ
رغداً کا زیادہ کیا اور اعراف میں اس لفظ کو گرا دیا وجہ اس کی کیا ہے جواب اس کا
یہ ہے کہ اس سورۃ میں مقصود بالذات اجازت دانوں اور غلوں اور فراخی کرنی ان کے کی
ٹھیرائی ہے پس تاکید اس کے ساتھ لفظ رغداً کی مناسب ہوئی اور سورۃ اعراف میں
سکونت مقصود بالذات ہے اور کھانا اس واسطے مباح ہوا کہ سکونت بغیر اس کے نہیں
ہوتی ہے والضرورۃ یتقدر بقدر الضرورۃ یعنی جو چیز ضروری ہے بقدر
ضرورت کے اس کو مقرر کیا جاتا ہے پس رغداً کا لانا مناسب ہوا اور یہ کہ داخل ہونا
کسی باغ میوہ دار میں مستلزم اس بات کو نہیں کہ وہاں جا کر شکم سیر ہوں اس واسطے کہ
شکم سیری کی وہ جگہ ہے جس مقام میں رہتا ہے اور سکونت کسی مقام میں مستلزم اس امر

کو ہے کہ اس مکان کے کھانے سے سیری حاصل ہو اس واسطے کہ جس جگہ کوئی ہمیشہ رہتا ہے
کھانا پینا اس کا اسی جگہ ہوتا ہے اور مکان میں اکل اور شرب نہیں ہوتا پس ہر گاہ کہ لفظ
دخول اور سکونت کا کہ دونوں صورتوں میں مذکور ہے ایک حال نہیں اس واسطے ایک جگہ
رغداً کا ذکر مناسب ہوا اور دوسری جگہ حذف اس کا پانچواں سوال یہ ہے کہ اس جگہ
خطایاکم فرمایا سورۃ اعراف میں موافق بعضے قرأت کے خطیئا تکم جواب اس
کا یہ ہے کہ خطایا جمع کثرت ہے اور خطیئا تکم کہ جمع سلامت ہے جمع قلت کے
صیغوں میں سے ہے اور جبکہ اس سورۃ میں قول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کیا یعنی
قلنا فرمایا اور لائق جناب ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے یہ ہے کہ ایک سجدہ اور ایک
دعا کے بسبب بے شمار گناہوں کو بخش دے پس ایسا لفظ لانا کہ کثرت کے اوپر دلالت
کرے مناسب ہوا اور اعراف میں قول کو نسبت اپنی طرف نہیں فرمائی ہے اس جگہ لفظ کثرت
کا لانا ضروری نہ تھا اور یہاں سے دوسرا ان واسطے ذکر کرنے رغداً کے اس سورۃ میں
اور حذف کرنا اس سورت میں ظاہر ہوا چھٹا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں دخول باب کو
مقدم اور قول حطۃ کے فرمایا ہے اور اعراف میں بالعکس کیا یہ تبدیلی عنوان کی کس واسطے
ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مخاطبین دو قسم کے تھے ایک گناہ کرنے والے دوسرے نیکی کرنے
والے محسن کو لائق یہ ہے کہ عبادت اور بندگی کو مقدم کرے اور توبہ اور معاف کرنا تقصیر کا
کا بعد اس کے بجالاوے تاکہ کسر نفسی اور دور کرنا خود پسندی اور خود بینی کا حاصل ہووے
گناہ گار کو لائق بلکہ واجب ہے کہ اول صدق دل سے توبۃ النصوح بجالاوے بعد اس کے
قدم بیچ بندگی اور عاجزی کے رکھے تاکہ وہ طاعت اور عاجزی مقبول ہووے اور سورۃ
اعراف میں جو چیز لائق حال گناہ گاروں کے ہے اس کی رعایت اس واسطے ہے کہ اس سورۃ
میں مذکور اکثر پہلی امتوں کے گناہ گاروں کا ہے اور اس سورۃ میں جو ترتیب کہ لائق حال
نیک بختوں اور صالحین کے تھے مناسب ہوئی اس واسطے کہ اس سورۃ میں اکثر صفتیں مقبول
اور نیک بختوں کی بیان ہیں اور یہ کہ اس سورۃ میں ہر گاہ کہ ذکر دخول کا پہلے گزرا پس مناسب
ہوا کہ اول کیفیت دخول کی بیان کریں اور اس سورۃ میں ذکر سکونت کا ہے دخول کی کیفیت

کو اُس کے ساتھ چنداں تعلق نہیں ساتواں سوال یہ کہ اس سورۃ میں وسنزید المحسنین
ساتھ لفظ واؤ کے لاتے ہیں اور سورۃ اعراف میں سنزید ساتھ حذف واؤ کے یہ فرق
کس واسطے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ہرگاہ کہ داخل ہونا دروازہ میں
کہ بندگی اور عبادت کی جنس سے تھا مقدم ہوا اور لفظ حطۃ کا کہ توبہ اور استغفار کی جنس
سے تھا نزدیک اُس کے ذکر کیا دونوں فعل مل کر گویا ایک چیز ہوئی پس توبہ کی تاثیر اولاً گناہوں
کے دُور کرنے کے واسطے اور ثانیاً واسطے بلند کرنے درجے نیک بختوں کے ہوئی جیسے کہ
قاعدہ استعمال دواؤں اور تنقیہ کا ہے بخلاف اعراف کے قول حطۃ کا کہ جنس توبہ اور
استغفار کی سے ہے مقدم ہوا پس بیچ دُور کرنے مرض گناہ کی تاثیر کے بعد اس کے کہ دخول
باب کا آیا اور یہ جنس عبادت سے ہے بیچ بلند کرنے درجوں اور زیادتی ثواب کے مفید
ہوا پس دونوں جزائیں اوپر دونوں فعلوں کے منقسم ہوئیں حرف واؤ کی گنجائش نہ رہی
اور اس جگہ نکتہ دوسرا بھی لفظی ہے اور وہ یہ ہے کہ درمیان واذ قلنا کے کہ صیغہ متکلم
مع الغیر کا ہے اور درمیان وسنزید کی کہ یہ بھی وہی صیغہ ہے اتصال باعتبار لفظ
کے موجود ہے پس مناسبت عطف کے واسطے پائی گئی بخلاف اعراف کے کہ اُس جگہ
واذا قیل آیا ہے سنزید کا عطف اس کے اوپر کرنا مناسب تھا اور یہ نکتہ اُس کے
اوپر مبنی ہے کہ سنزید اوپر نغفر لکم خطایاکم کے معطوف نہ ہو جیسے کہ واقع
میں بھی اسی طرح ہے اس واسطے کہ اگر اُس پر معطوف ہوتا سنزید کی جگہ سنزد
جزم کے ساتھ ہوتا تاکہ جواب امر کا ہو جاتا جیسا کہ معطوف علیہ جواب امر کا ہے آٹھواں
سوال یہ ہے کہ اعراف میں فبدل الذین ظلموا منھم ساتھ زیادتی لفظ منہم کے
فرمایا ہے اور اس جگہ اُس لفظ کو حذف کیا اس تغیر کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے
کہ اعراف میں پہلے یہ عبارت گزر گئی کہ من قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق
وبہ یعدلون اُس جگہ اگر بے تخصیص کے سب کو ظالم فرماتے دونوں کلاموں میں مخالفت
ہو جاتی اور اس سورۃ میں اوّل میں کسی طرح کا تفرقہ اور تمیز نہیں گزری پس حاجت لفظ
منہم کی نہ پڑی نواں سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں واسطے بیان کرنے عذاب کے فانزلنا

واقع ہوا اور اعراف میں فارسلنا یہ فرق کس وجہ سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں اوّل سے ذکر انزال کتاب کا ہے اور یہاں تک اکثر لفظ انزال کا مستعمل ہوا جیسا کہ قریب گزرا ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى اس عذاب کو بھی بطریق استہزاء کے اُسی قبیل سے مقرر کیا گیا گویا اس عذاب کو خوان مہمانی کے ساتھ تشبیہ دیکر اس لفظ کو ذکر فرمایا اور سورۃ اعراف میں اوّل سے لفظ ارسال کا مذکور رہے جیسے کہ بیچ فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین کے اور بیچ قصوں پہلی امتوں اور قصہ فرعون کے پس لفظ ارسال کا کہ دلالت اوپر تسلط کے کرتا ہے مناسب ہوا اور بھی لفظ ارسال کا دلالت کرتا ہے اوپر تسلط غالب کے اُن کے اُوپر اور اکھیڑنے جڑ اُن کی کے بالکلیہ پس اس سورۃ میں کہ مقدم اوپر سورۃ اعراف کے ہے ذکر ابتداء نزول عذاب کا مناسب ہوا اور سورۃ اعراف میں ذکر انجام کام کا دسواں سوال یہ ہے کہ اس جگہ بما كانوا يفسقون ذکر فرمایا ہے اور اعراف میں يظلمون بجائے يفسقون کے ارشاد ہوا اس فرق میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ فعل ان کا ظلم تھا اپنے حق میں کہ بسبب اُس کے غصۂ الٰہی میں داخل ہوتے تھے اور فسق تھا بہ نسبت دین خدا کے پس دونوں صورتوں میں دونوں صفتیں قبیح اس فعل کی بیان فرمائیں اور وجہ تخصیص اس سورۃ کی ساتھ ذکر فسق کے یہ ہے کہ ظلم اُن کا اپنے حق میں تھوڑا سا پہلے اس سورۃ میں گزرا بیچ آیت وما ظلمونا ولکن کانوا انفسھم یظلمون کے اگر اس جگہ بھی یہی لفظ مذکور ہوتا وہم تکرار کا ہوتا بخلاف اعراف کے کہ اس میں پہلے وصف اُن کے ساتھ ظلم کے نہیں گزرے اس جہت سے افادہ اس معنی کا مناسب ہوا القصہ بنی اسرائیل کو اوپر اس تمسخر اور استہزاء کے چشم نمائی ضروری تھی اسی واسطے اُن سے درگذر نہیں کی ہم نے بلکہ سزا بے ادبی کی چکھائی فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یعنی پس اُتارا ہم نے اوپر ان آدمیوں کے کہ یہ بے ادبی کی تھی اور تمسخر اور استہزاء کے چشم نمائی کی کہ بے گناہ تھے رِجْزًا یعنی عذاب سخت مِنَ السَّمَآءِ یعنی آسمان سے کہ سب مکانوں سے بڑا اور بلند ہے اور من اور سلویٰ بھی اُسی جگہ سے ان کو عنایت ہوتا تھا بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ یعنی بسبب

اُس کے کہ عادت فسق کی اُنھوں نے کی تھی اور خوگر ہوئے تھے ساتھ فسق کے کہ حقیقت اُس
کی باہر ہونا بندگیِ خدا اور دین اس کے سے ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ عذاب طاعون
کا تھا اور لسبب اُس طاعون کے چوبیس ہزار آدمی بنی اسرائیل میں سے ایک ساعت میں مر گئے
اور آثار نا اُس کا آسمان سے اس طرح پر ہوا کہ ہوا زہر دار آسمان کی طرف سے آئی
اور مساموں کے راستوں سے بدن میں آکر مزاج روح کا فاسد کر دیا اور خون میں سمیت
پیدا کر کے بیچ شرائین اور نرم جگہوں بدن کے دفع کیا یہاں تک کہ طاعون ظاہر ہوئی
اور لسبب سمیت اُس کی کہ دل کے اندر پہنچی ہلاک ہوتے اور صحیح مسلم اور باقی صحاح ستہ میں
موجود ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون رجز ہے اور بقیہ اُس عذاب
کا ہے کہ پہلے لوگ ساتھ اُس کے عذاب دیئے گئے پس جب پڑے کسی شہر اور ملک میں اور
تم اس شہر اور ملک میں ہو اُس شہر اور ملک سے مت بھاگو اور اگر سنو تم کہ کسی ملک یا شہر
میں وبا پڑی ہوئی ہے پس اُس شہر اور ملک میں جاؤ بھی نہیں اس واسطے کہ وہاں سے بھاگنا
بھاگنا قضا الٰہی سے ہے اور مخالف توکل اور تسلیم کے ہے اور دوسری صورت میں یعنی جس
جگہ وہ وبا پڑی ہوئی ہے اُس جگہ میں جانے میں جرأت کرنی اوپر عذاب الٰہی کے اور

بیان عصائے حضرت موسیٰ کا

پیش روی کرنی اوپر غضب اُس کے کے ہے اور بھی حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت
وبا کسی جگہ پڑے اور آدمی اُس جگہ کے نہ بھاگیں اور صبر کریں اور خدائے تعالیٰ سے اوپر
اس صبر کے توقع اجر کی رکھیں حق تعالیٰ ان کو شہیدوں کے مرتبے کو پہنچاوے اگرچہ وہ زندہ
بھی رہیں اور اس جگہ بیچ خاطر اکثر ظاہر بینوں کے ایک اشکال اور شبہ گزرتا ہے کہ بھاگنا
قحط اور بلاؤں سے بلاشبہ شریعت میں جائز ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ الفرار مما لایطاق
من سنن المرسلین یعنی بھاگنا اس چیز سے کہ طاقت اٹھانے اُس کے کی نہ ہو سکے،
مرسلین کی سنت ہے وبا اور طاعون کہ سب بلاؤں سے سخت ہے کس واسطے بھاگنا اس
سے شریعت میں منع کیا ہے جواب اس کا دو طرح سے ہے اول یہ کہ وبا اور طاعون کی
صورت میں اکثر شہر والے خصوصاً اپنے نزدیکی اور کنبے والے اور دوست اور جان پہچان والے
بیمار ہوتے ہیں اگر آدمیوں کو بھاگنے کے واسطے اجازت ہوتی تو ان بیماروں کی تیمار داری کون

کرتا سب اپنی جان کے خوف سے کہ نہایت شیریں ہے بھاگ کر چلے جاتے اور بیمار لوگ
کمال تکلیف سے مرجاتے اور حرج عظیم کھینچتے پس ایسے وقت میں خدمت بیماروں کی
اور نہ توڑنے خاطر اُن کی امداد اور عاجزوں اور شکستہ پاؤں کی نے کہ بالکل طاقت بھاگنے
کی نہیں رکھتے ہیں حکم جہاد کا پیدا کیا ہے اور ایسی جگہ کے ٹھہرنے میں ایسا ثواب ہے
جیسے کہ جہاد کی صف میں ٹھہرنے اور قائم رہنے کا ثواب ہے بخلاف اور بلاؤں کے مثل
قحط اور خوف دشمن کے کہ وہاں سے بھاگنے میں یہ مانع اور قباحت نہیں پائی جاتی ہے بلکہ
فقیر اور مفلس قحط میں سب سے پہلے بھاگتے ہیں اور دشمن کا خوف مالداروں کو ہوتا ہے اگر
غریب تنہا پڑے رہیں اور مالدار لوگ بھاگ جاویں اُن کو کوئی نہیں ستاوے گا اور وبا کی
صورت میں لاچار آدمی اگر پڑے رہیں اور دوسرے لوگ بھاگ جاویں وہ لوگ بسبب تنہائی
اور تکلیف کے مرجاویں گے پس وبا اور قحط وغیرہ میں فرق ہو گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طاعون
اور وبا اثر خبیث روحوں جنوں کا ہے کہ یکبارگی واسطے ایذا آدمیوں کے خواہ مسلمان ہوں خواہ
غیر مسلمان منتشر ہو کر اس قسم کی اذیت پہنچاتے ہیں پس اُن کے مقابلہ سے بھاگنا دلیل ڈرنے
کی ان سے ہے اور صبر کرنا اور قائم رہنا باعث ذلت اور توڑنے نخوت ان کی کاہیں
اس سبب سے بھی اُس نے حکم جہاد کا اور صبر کرنا بیچ لڑائی کفار کے پیدا کیا اور حدیث
شریف میں بھی اس طرف اشارہ ہے جس جگہ کہ طاعون کے حق میں فرمایا ہے کہ فانھا
وخز اعدائکم من الجن یعنی پس تحقیق وہ طاعون وخز دشمنوں تمہارے کا ہے
جنوں میں سے اور ہر گاہ کہ شمار نعمتوں سے کہ بنی اسرائیل پر جناب الٰہی کی طرف سے پہنچی
تھیں اور وہ ناشکری کرتے تھے فراغت ہوئی اب اور نعمتیں یاد دلاتے ہیں کہ ہر چند ان
میں ناشکری نہ ہوئی لیکن تفرقہ اور اختلاف اور جانبداری کہ جڑ فساد اور اختلاف تدبیر
کی ہے ظہور میں آئی اور وہ یہ ہے کہ جس وقت سفر میں پانی نہ ملا اور تشنہ ہوئے اور شکایت
اس امر کی حضرت موسیٰؑ کے روبرو لائے حضرت موسیٰؑ نے جناب الٰہی میں واسطے دور کرنے
پیاس ان کی کے دعا فرمائی جیسا کہ فرماتے ہیں وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى یعنی اور یاد کرو تم
اُس وقت کو کہ دعاء استسقاء کی موسیٰؑ نے اور پانی طلب کیا لِقَوْمِهٖ یعنی واسطے قوم اپنی کے

کہ بنی اسرائیل تھی نہ واسطے تمام جہان کے اس واسطے کہ محتاج پانی کی اور گرفتار پیاس کی اُنھیں کی قوم تھی اور اس خاص کرنے میں اشارہ ہوا طرف اس بات کے کہ طریق پانی اُن کے کا نکلنا چشموں پتھر سے کس واسطے ہوا اور مینہ آسمان سے کیوں نہ اُترا جیسا کہ بیچ وقت استسقا پیغمبر آخرالزماں اور دوسرے پیغمبروں کے وقوع میں آیا تھا وجہ اس کی یہی ہے کہ پیغمبر آخرالزماں نے پانی واسطے تمام جہان کے طلب کیا تھا پس پانی مینہ کا آسمان سے آتا ہے اور عام ہوتا ہے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خاص اپنی قوم کے واسطے طلب کیا تھا اسی واسطے اُن کو پانی خاص ایک پتھر میں سے نکال دیا اور استسقا سنت موکدہ تمام پیغمبروں کی ہے کہ قحط کے وقت پانی کے واسطے خدا سے دُعا کرتے ہیں اور حقیقت اس کی استغفار اور توبہ اور ظاہر کرنا عجز اور احتیاج کا ہے اور طریق مسنون اس کا فقہ کی کتابوں میں مذکور اور لکھا ہوا ہے پس قبول کی ہم نے دعا حضرت موسیٰ کی فَقُلْنَا

بیان سنتوں سے سستی کرنے کا

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ یعنی پس کہا ہم نے موسیٰ کو کہ مار ساتھ عصا اپنے کے پتھر کو اور عصا حضرت موسیٰ کا درخت آس بہشت کے سے تھا طول اُن کا بقدر دس ہاتھ آدمی کے کہ برابر قد حضرت موسیٰؑ کے ہوتا تھا اور دو شاخ رکھتا تھا اور وہ دونوں شاخیں مثال دو شعل کے تاریکی کے وقت رات کو چمکتی تھیں اصل میں یہ عصا حضرت آدمؑ بہشت سے لائے تھے اور بطریق وراثت کے انبیا کے ہاتھ میں پہنچا تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اُن کے بیٹے کو کہ مدین نام تھا پہنچا اور ان سے ساتھ کئی واسطوں کے حضرت شعیب علیہ السلام کو پہنچا اور حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اور اختلاف ہے اس میں کہ مراد پتھر سے پتھر غیر معین ہے یعنی کوئی پتھر پس حضرت موسیٰؑ جس پتھر کو چاہتے تھے اُس پر عصا مارتے تھے اور پانی نکلتا تھا جیسے کہ حسن بصری اور وہب بن منبہ نے کہا ہے اور الف اور لام جنسی ہے اور اشارہ اس کا طرف ایک جنس کے ہے پس اس صورت میں یہ معجزہ بھی عصا کے اندر ہو بلا واسطہ پتھر کے یا وہ پتھر معین تھا اور روایتوں میں یہ قول ثابت ہوا ہے کہ وہ پتھر معین تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کو ایک تھیلے میں رکھ چھوڑا تھا اور وقت حاجت کے اُس سے یہ کام لیتے تھے بعضے کہتے ہیں کہ وہ پتھر تھا

کر کپڑے حضرت موسیٰؑ کے لے کر بھاگ گیا تھا چنانچہ قصہ اس کا سورۃ احزاب میں بطریق
اشارہ کے مذکور ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اس
پتھر کو اُٹھالو اور احتیاط سے رکھو کہ یہ پتھر کسی وقت میں خدا کی قدرتوں میں سے بڑی
قدرت ظاہر کرے گا اور عمدہ معجزہ تمھارے معجزوں میں سے ہوگا اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ
پتھر تھا کہ حضرت موسیٰؑ طور پر سے اُٹھا لائے تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ پتھر بھی اصل میں
بہشت کا تھا اور ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام کے دُنیا میں پہنچا تھا اور وراثت کی راہ سے طرف
حضرت شعیبؑ کے پہنچا تھا اور انھوں نے ہمراہ عصا کے وہ پتھر بھی دیا تھا بہر تقدیر وہ پتھر
مربع تھا ایک ایک گز ہر طرف سے اور بارہ سطح اس میں تھیں چھ سطح محیط رکھتا تھا اور دو
سطح نیچے اوپر اور چار سطح اور تھیں کہ ہر سطح سے تین چشمے جاری ہوتے تھے اور علماء اور
مفسرین سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ بارہ مرتبہ عصا کو اوپر بارہ جگہ کے مارتے تھے پس ہر جگہ
سے عورت کے پستان کا سا سر ظاہر ہوتا تھا اوّل عرق سا آتا اور پھر قطرہ قطرہ ٹپکتا اور پھر
پانی بہنے لگتا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے لشکر کے لوگوں کو کہ بارہ گروہ تھے فرمایا تھا کہ بارہ
گڑھے عمیق کھود لیویں تاکہ پانی ہر چشمے کا اُس گڑھے میں جمع ہووے اور اس سے پیویں
اور جب اُس پتھر کو وقت کوچ کے اُٹھاتے تھے خشک ہوتا تھا اور پانی بند ہو جاتا گویا کہ
مارنا حضرت موسیٰؑ کا اُس پتھر کو ساتھ عصا کے باعث پیدا کرنے قوت کا اُس پتھر میں ہوتا
تھا کہ بسبب اُس کے وہ فعل عجیب صادر ہوتے تھے اوّل جذب کرنا ہوا پاس والی کا پے درپے
دوسرے بدلنا اس ہوا کا ساتھ صورت پانی کے بسبب کثرت سردی پیدا کرنے کے اور اس قسم
کے خواص عجیب پتھروں میں بہت دیکھے اور سُنے جاتے ہیں جیسا کہ جذب لوہے کا بیچ مقناطیس
کے اور جیسے کہ خواص حجر المطر وغیرہ میں لکھتے ہیں اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ صحیحین
میں ساتھ روایت انس بن مالک اور صحابہؓ کے مروی ہوا ہے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم مقام زوار میں تشریف رکھتے تھے ایک برتن چھوٹا پانی سے بھرا ہوا واسطے وضو کے
آگے آں حضرت صلے اللہ علیہ السلام کے رکھا پانی انگلیوں مبارک سے فوارہ کی مانند جوش
کرتا تھا اور بہت آدمی اُس پانی سے وضو کرتے تھے اور بعضے تبرک کے واسطے نوش کرتے تھے

قتادہ کہ شاگرد انس رضی اللہ عنہ کے ہیں انھوں نے انس سے پوچھا کہ کتنے آدمی تھے
جنھوں نے اس پانی سے وضو کیا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین سو یا قریب تین سو کے
القصہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے بموجب ارشاد الٰہی کے اُس پتھر کو ساتھ عصا کے مارا
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یعنی پس جاری ہوئے اُس پتھر سے بارہ چشمے اور
اُس پتھر کے چار منہ تھے ہر ایک منہ سے تین چشمے جاری ہوتے کہ بنی اسرائیل کے بھی اتنے
گروہ تھے تاکہ وقت پینے پانی اور پلانے چوپاؤں کے جھگڑا نہ کریں اور واسطے دُور کرنے
اسی تنازع کے تفریق چشموں کی اس طرح بھی نہ ہوئی کہ ایک دن ایک گروہ ایک چشمہ سے پانی
پیوے اور دوسرے دن وہی گروہ دوسرے چشمہ سے بلکہ چشمے بھی علٰحدہ مقرر کئے گئے تاکہ
ہر ایک گروہ ہر روز ایک چشمہ اپنے سے پانی کے واسطے آوے بعد یکہ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ یعنی تحقیق جان تھی ہر ایک گروہ نے جگہ پانی پینے اپنے کی کہ فلانا منہ پتھر کا
فلانی طرف سے ہمارا چشمہ ہے اور یہ فرق اور اختلاف پانی غیبی کے جوش کرنے میں اس
واسطے تھا کہ جب اتفاق بنی اسرائیل کا ایک پانی پینے کی جگہ پر حضرت موسٰی علیہ السلام
کی زندگی میں باوجودیکہ وہ ان کو ملانے والے تھے بسبب قصور استعداد ان کی کے ممکن
نہ ہوا بعد وفات حضرت موسٰیؑ کے کہ ناہر کی جمعیت ان کی بھی برہم ہوگئی اجتماع ان کا اُوپر
ایک شریعت کے کیا ممکن ہے باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ
فانفجرت معطوف اوپر قلنا کے نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ حرف فا کا موضوع
واسطے تعقیب بلا مہلت کے ہے یعنی اگرچہ معطوف کا رتبہ پیچھے ہو لیکن بیچ میں فصل نہ ہو
اور انفجار ملا ہوا ساتھ قول مذکور کے نہ تھا پس ضرور عطف اوپر محذوف کے ہے یعنی
نضرَ به بعصاه فانفجرت وجہ اس حذف کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس
حذف کرنے میں دلالت اس پر ہوگئی کہ حضرت موسٰیؑ نے معصوم ہونے کی جہت سے ہرگز
بیچ بجالانے اس امر کے توقف نہ فرمایا اور فی الفور جو کچھ فرمایا گیا عمل میں لائے اور فرمانبرداری
ان کی حکم ا[illegible]ہی کی ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ حاجت ذکر اور تصریح کرنے کی نہیں بلکہ بیچ حق
تمام نبیوں کے وارد ہونا امر الٰہی کا کفایت کرتا ہے بلا ذکر کرنے اطاعت اُس امر کے سے

بسبب معصومیت اُن کی کے گناہوں سے اور بعضے وقت طلب اس امر کو بھی پوچھتے ہیں کہ
اس سورۃ میں فانفجرت واقع ہوا اور سورۃ اعراف میں فانبجست اور انفجار شدت
سے جاری ہونے کو کہتے ہیں اور انبجاس تھوڑے تھوڑے ٹپکنے کو وجہ فرق کی کیا ہے جواب
اس کا یہ ہے کہ پہلے مذکور ہوا یعنی اُس پتھر میں اوّل انبجاس ہوتا تھا بعد اس کے انفجار
اور اس صورۃ میں ہرگاہ ذکر استسقا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے پروردگار اپنے سے اور وہ
بہت قوی ہے استقامت کی پیغمبر اپنے سے لاچار نہایت کار اور اخیر اس کا کر انفجار ہے
اور دلالت اوپر تمام قبولیت اور عنایت عام کے کرتا ہے مناسب ہوا اور اسی واسطے لفظ
فقلنا کا کہ مدلول قول صریح کا ہے اس سورۃ میں لائے اور سورۃ اعراف میں ہرگاہ کہ
ذکر استسقا بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے ذکر شروع قبولیت دعا کا
کہ تھوڑا تھوڑا اترشح ہے کافی ہوا اور اسی واسطے اس جگہ لفظ واوحینا کا کہ بمعنی
اشارہ خفیہ کے ہے لائے القصہ اُن سے اوپر اس نعمت کے کوئی شکر سوائے پرہیز کرنے
گناہوں سے در طلب نہ کیا اللہ فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی کھاؤ تم طعام سے کہ وہ من
اور سلویٰ ہے اور پیو تم پانی پتھر کے چشموں سے کہ ساختہ پرداختہ تمھارے نہیں بلکہ تم کو
پہنچا ہے مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ یعنی روزی خالص خدا کی ہے کہ بلا واسطہ اسباب اور رنگ وجود
تمھاری کے آتا ہے اور اس کھانے اور پینے کو باعث نافرمانبرداری اور عدول حکمی اس کی
کا نہ ٹھیراؤ بلکہ اُس کی حمد اور بندگی اس کی کرو اور دلیل اوپر عنایت اور کرم اس کے
ٹھیراؤ وَلَا تَعْثَوْا اور تباہی نہ کرو اس قسم کی کہ اثر اس کا پھیل جاوے فِي الْأَرْضِ یعنی
بیچ زمین میں حالانکہ تم سبب تفرقہ اور اختلاف کے ہو گئے ہو مُفْسِدِيْنَ یعنی فساد کرنے والے
لیکن یہ فساد تمھارا اب تک پوشیدہ ہے بیچ دلوں تمھارے کے اور جو کہ موجب فساد استعداد
تمھاری کا ہے اثر اس کا زمین پر نہیں پہنچا اور بیچ فعلوں تمھارے کے ظہور نہیں کیا اگر احتیاط
نہ کروگے یہی فساد بشدت تمام ظہور پکڑے گا اور ایک جہان کو خراب کرے گا پس معلوم ہوا
کہ نعمتیں الٰہی بیچ حق بزرگوں تمھارے کے اے بنی اسرائیل سبب زیادتی فساد اُن کے کا ہوئی
ہیں اور اسی سبب سے ہے کہ بعد مبعوث ہونے اس پیغمبر علیہ السلام کے زیادہ تر حال اُن کا

تباہ ہوا باقی رہے اس جگہ دو سوال اوّل یہ ہے کہ لا تعثوا مشتق ہے عثی سے اور
عثی بمعنی مبالغہ کرنے کے فساد میں ہے پس ذکر مفسدین کا بعد اس کے تکرار ہو گیا
جواب اس کا یہ ہے کہ لا تعثوا صیغہ فعل کا ہے دلالت اوپر حدوث اور پیدا ہونے
فساد کے کرتا ہے اور مفسدین کہ صیغہ اسم کا ہے دلالت اوپر ثبوت اس کے کرتا ہے
پس حاصل کلام کا ایسا ہوا کہ لا تحدثوا المبالغۃ فی الافساد حال کونکم ثابتین
فی الافساد گویا ایسا فرماتے ہیں کہ بچنا تمہارا مطلق فساد سے خود ممکن نہیں اس واسطے
کہ فساد نے تمہارے دلوں میں جڑ پکڑ لی ہے لیکن احتیاط کرو کہ وہ فساد زیادتی قبول نہ
کرے اور حد مبالغہ کو نہ پہنچے اور وجہ اس کی تفسیر میں گزری دوسرا یہ ہے کہ بحسب ظاہر
کے ایسا مناسب معلوم ہوا کہ نعمت جاری ہونے چشموں کی پتھر سے بھی ہمراہ سایہ کرنے ابر
اور اُتارنے من اور سلوٰی کے ذکر فرماتے تا کہ رفع تمام حاجتوں اُن کی کا کہ سفر میں درپیش
آتی تھیں کھانے اور پینے اور سایہ پکڑنے سے ایک جگہ مذکور ہو جاتیں کہ سب ایک جنس
سے ہیں اس نعمت کو جدا بیان کرنا اور سایہ ابر کا اور انزال من اور سلوٰی کا ایک جگہ لانا
اور بیچ تتمہ نعمت نجات کے عذاب صاعقہ سے داخل کرنا اس میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا
یہ ہے کہ ہر گاہ کہ صاعقہ اُن کے اُوپر آسمان کی طرف سے ابر سفید کے درمیان سے کہ وہ
غمام نور کا تھا گری تھی پس بیچ تتمہ نعمت نجات کی سے اسی آفت سے ذکر اس کا کہ ہم نے
اُسی غمام کو کہ سبب ہلاک کا ہوا تھا اور اُسی آسمان کو کہ جائے صدور اس آفت جان
کا ہوا تھا از راہ کرم اور عنایت کے تمہارے کام میں معروف کر دیا یہاں تک کہ اس
غمام نے تم کو گرمی آفتاب کی سے نگاہ رکھا اور اُس آسمان نے اوپر تمہارے من اور سلوٰی
برسایا مناسب ہوا بخلاف نعمت جاری ہونے چشموں کے پتھر سے کہ نعمت زمینی تھی نہ آسمانی
اور ابر اور آسمان سے کچھ تعلق اُس کو نہ تھا اور بھی یہ نعمت یعنی پھاڑنا چشموں کا پتھر سے
ہر چند کہ ظاہر میں نعمت تھی لیکن دلیل اختلاف اور تفرقہ اُن کے دلوں کی بھی تھی پس یہ ایک
امر مستقل تھا خبر دینے والا ساتھ اس بات کے کہ درمیان ان کے اختلاف اور تفرقہ آئندہ
میں موجود ہو گا اور بسبب اس کے مصدر فساد کے ہوں گے بخلاف تظلیل غمام اور انزال

من اور سلوی کے کہ سب ان میں شریک تھے اور کسی طرح کا تفرق اور اختلاف نہیں رکھتے تھے اور اسی واسطے اوپر ذکر اس نعمت کے شمار نعمتوں کی ختم فرمائی اور آئندہ ذکر قصور استعداد ان کی کا اور مخالف ہونا اُن کا نبیوں سے اور نافرمانی اُن کی اور رجوع اُن کا طرف پستی کے کہ ان سے بار بار سرزد ہوتا تھا بیان فرماتے ہیں اور ارشاد کرتے ہیں کہ نعمتیں ذکر کی گئیں اس واسطے ان کے حق میں سبب کفر اور تفرقہ کا ہوئی تھیں کہ یہ نعمتیں تمام امور سماویہ اور خصائص غیبیہ تھیں اوپر ان کے صبر کرنا ان نعمتوں پر شاق اور گراں ہوا اس واسطے کہ طبیعتیں اُن کی مائل ادنیٰ ادنیٰ زمین کی چیزوں کی طرف تھیں اور بالکل علویت سے ان کو حصہ نہ تھا چنانچہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے کئی واقعے یاد دلاتے ہیں کہ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ کہا تم نے اے موسیٰ اور اس پکارنے میں کمال بے ادبی ہوئی کہ ایسے پیغمبر اولوالعزم کو نام لے کر پکارا اور یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ اور مانند اس کے نہ کہا اور مضمون کلام تمہارے کا بھی کمال بے ادبی تھی اس واسطے کہ کہا تم نے لَنْ نَّصْبِرَ یعنی ہم ہرگز صبر نہ کریں گے اور ایسا کلام دلالت کرتا ہے اوپر اس کے کہ صبر تو کر سکتے ہیں لیکن قصداً ہم نہیں کرتے والا اس لفظ کی جگہ لن تستطیع الصبر یا لا یمکن منا الصبر کہنا چاہیے تھا یعنی نہیں طاقت رکھتے ہیں ہم صبر کی یا نہیں ممکن ہے ہم سے صبر عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ یعنی اوپر ایک جنس کے کھانے کے کہ آسمان سے آتا ہے کئی وجہ سے اول یہ کہ وہ کھانا آسمانی ہے اس واسطے کہ من بھی اصل میں وہ شبنم ہے کہ بیچ بعضے طبقوں ہوا کے مزہ اور مزاج پیدا کر کے گرتی ہے اور سلویٰ بھی جانور اڑنے والا ہے کہ ہوا اس کو اڑا کر ہمارے آگے ڈالتی ہے اور ہم زمین کی پیدائش ہیں ہمارے تئیں چاہیے کہ غذا بھی ایسی چیز میسر ہو کہ حکم زمین کا اس میں غالب ہو دوسرے یہ کہ ہمیشگی کرنی اوپر کھانے ایک قسم طعام کے اشتہا کو مارتی ہے اور ہضم کو ضعیف کرتی ہے تیسرے یہ کہ اس طعام کی عادت ہم کو نہیں تھی اور جس کھانے کی عادت نہیں ہوتی ہر چند کہ اعلیٰ اور شریف ہو ایسا مرغوب نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کھانا عادت پڑا ہوا مرغوب ہوتا ہے

ہر چند کہ ادنیٰ اور معمولی ہو اور اسی سبب سے ہے کہ دیہات کے زمینداروں کو شہر والوں
کے کھانے اور مزہ کی چیزیں مرغوب نہیں ہوتی ہیں اور اس سے شکم سیری اُن کی نہیں ہوتی
سوائے اس کے کہ مزہ بدلنے کے واسطے ایک دو مرتبہ کھا لیویں اور اس مقام میں ایک
سوال ہے کہ من اور سلویٰ دو کھانے تھے ایک کھانا ان کو کس واسطے کہا جواب اس
کا یہ ہے کہ مراد وحدت سے کہ آیت میں مذکور ہے وحدت فردی اور جنسی نہیں بلکہ وحدت
تکراری ہے یعنی ہر روز وہی کھانا آتا ہے اگرچہ دو جنس تھیں اور عرف میں رائج ہے کہ
کئی کھانے اگرچہ مختلف ہوں اور ہر روز وہی کھانے استعمال میں آویں ان کو ایک
کھانا کہتے ہیں اور اس وحدت اعتباری کو بجائے وحدت حقیقی کے استعمال کرتے ہیں
اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ جب طعام سالن کے ساتھ ملتا ہے ایک کھانا ہوتا ہے
مثل قلیہ اور خشکہ اور دال اور خشکہ اور شیر اور برنج روٹی اور قورمہ اور روٹی اور کباب کے
لیکن اس جواب میں خدشہ ہے اس واسطے کہ من اور سلویٰ آپس میں ملتے نہ تھے تاکہ
ایک کو طعام اور دوسرے کو سالن ٹھیرایا جاوے القصہ بنی اسرائیل ہمیشہ کھانے اس
طعام کے سے عاجز آئے اور کہا کہ فَادْعُ لَنَا پس دُعا کر واسطے آسانی ہماری کی کے
رَبَّكَ یعنی رب اپنے سے کہ اصل میں پرورش اور عنایتیں اُس کی متوجہ تیرے حال پر
ہیں اور تیرے طفیل سے ہماری بھی پرورش فرماتا ہے اور اس اضافت میں بھی بوسے
بیگانگی کی آتی ہے کہ انھوں نے فَادْعُ لَنَا رَبَّنَا نہ کہا يُخْرِجْ لَنَا یعنی تاکہ نکالے
واسطے کھانے ہماری کے کہ اسباب ظاہری جوتنے بونے اور پانی دینے وغیرہ کے اس واسطے
کہ یہ چیزیں حالت سفر اور سرگردانی اور مقام مقام کوچ کرنے میں ممکن نہیں پس چاہیئے کہ
بطریق خلاف عادت کے جیسا کہ من اور سلویٰ آسمان سے برستا ہے جس وقت لشکر ہمارا
کسی جگہ پہنچے اس جگہ موجود اور تیار پاویں مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ یعنی ان چیزوں سے کہ
اگاتی ہے ان کو زمین مِنْۢ بَقْلِهَا یعنی ساگ اور سبزی اپنی سے مثل خرفہ اور پالک کے
کہ اُس کو اسفاناخ کہتے ہیں اور مثل میتھی کے کہ اُس کو حلبہ کہتے ہیں اور مثل سویے کے کہ
اس کو شبت کہتے ہیں اور سبزی یعنی ترکاری کھانے کی دو قسم ہے ایک قسم وہ ہے کہ اس کا

کچا کھانا بھی رائج اور متعارف ہے مثل پودینہ اور دھنیہ اور اجمود اور ترہ تیزک اور گندنے کے اور اس قسم کو احرار البقول کہتے ہیں اور دوسری قسم یہ ہے کہ اُس کو پکا کر کھاتے ہیں اور کچا نہیں کھاتے مثل میتھی اور پالک اور سویہ وغیرہ کے اور ساگ سبزی کو طلب کرتے ہیں اس واسطے مقدم کیا کہ جو چیز وقت نہ ملنے کھانے کے سریع النفع زمین کی چیزوں میں سے یہی جنس ہے کہ تنہا کھائی جاتی ہے بےانتظار دانہ اور غلہ اور میوہ کے خصوصاً احرار البقول کہ ان میں حاجت جوش دینے اور نمک ڈالنے کی بھی نہیں ہوتی ہے اور نقد سودا ہے وَقِثَّآئِهَا اور خیار اس زمین کا خواہ خیار دراز ہو کہ اس کو ہندی میں ککڑی کہتے ہیں یا چھوٹا خیار ہو کہ اس کو کھیرا کہتے ہیں اور یہ جنس بھی کچی کھائی جاتی ہے اور قائم مقام غذا کے ہوتی ہے اور پکا کر بھی بطریق سالن کے استعمال کرتے ہیں اور نفع عمدہ ظاہر میں یہی ہے وَفُومِهَا یعنی اور گیہوں اس زمین کے سے کہ نفع اس کا محتاج طرف پیسنے اور پکانے کے ہے وَعَدَسِهَا یعنی اور مسور اس کی کہ روٹی کے ساتھ سالن کے کام آتی ہے اور اس کے دانہ کو حاجت چھیلنے کی بھی نہیں بلکہ لذت بن چھیلی کی زیادہ ہوتی ہے بنسبت چھیلی ہوئی کے بخلاف اور دانوں کے مثل چنے اور ماش وغیرہ کے کہ اکثر ان کو حاجت طرف چھیلنے اور صاف کرنے کے پڑتی ہے وَبَصَلِهَا یعنی اور پیاز اس زمین کی سے کہ بسبب خوشبو اپنی کے اصلاح تمام سالنوں کی کرتی ہے اور آپ بھی بعضے وقت سالن کی جگہ استعمال میں آتی ہے اور بعضے مفسرین نے صحابہ میں سے فوم کو لہسن کے معنی میں لیا ہے بصل کی مناسبت کے واسطے اس واسطے کہ اصل میں یہ کلمہ فوم کا ثوم تھا فا کو ثا سے بدل دیتے ہیں اور بالعکس بھی جیسا کہ فروغ الدلو میں ثروغ الدلو کہتے ہیں اور حدث کو بمعنی قبر کے ہے اُس کو جدف بول دیتے ہیں اور بیا گیا اس طرح نہ کہیں پس فوم کو کہ فا کے ساتھ ہے اس کے معنی فقط گیہوں کے ہیں ابو محجن ثقفی نے کہا ہے۔ شعر

قد کنت احسبنی کاعین واحد قدم المدینۃ عن زراعۃ

فوم ۔ عرب بیچ مقام طلب کرنے نان گندم کے کہتے ہیں کہ فوموا لنا ای اخبزوا لنا خبز الحنطۃ یعنی پکاؤ تم واسطے ہمارے روٹی گیہوں کی اور اتصال اُس کا

عدس کے ساتھ اور جُدا کرنا اُس کا بصل سے بھی دلالت اسی بات پر کرتا ہے کہ فاس میں
اسل ہے اور معنی گیہوں کے ہے البتہ اس قدر ہے کہ قرآت حضرت عبداللہ بن مسعود کی
میں وثومها بجائے وفومها کے آیا ہے اور اس قرآت میں لہسن ہی کے معنی متعین ہیں،
ابوبکر بن ابی الدنیا نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے قرآت بہتر میرے نزدیک
قرآت زید بن ثابت کی ہے مگر سولہ حرفوں میں قرآت ابن مسعود کی اختیار کرتا ہوں اُنھیں
میں سے من بقلها وقثائها وثومها ہے اور ظاہر اسبب اختیار کرنے اس حرف
کا ابن مسعود کی قرآت میں سے بسبب ایک شبہ کے ہے کہ ان کی خاطر میں گزرا ہے اور وہی
شبہ ایک جماعت پچھلے مفسرین کے ذہن میں بھی آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہیچ آخر اس آیت
کے ادنیٰ اور خسیس کھانوں کا کہ بنی اسرائیل نے طلب کئے تھے ذکر فرمایا ہے اور ساگ اور کھیرا
اور مسور اور پیاز یہ بھی ردی کھانوں میں سے ہیں اور گیہوں عمدہ اناجوں سے ہے اس کو
ردی کھانوں میں کیونکر داخل کیا جاوے پس سوائے اس کے نہیں کہ اس جگہ فا بدل ثا سے
ہوا اور ثوم بہ معنی لہسن کے ہے کہ ردی ہونا اس کا پوشیدہ نہیں اور حل اس شبہ کا یہ ہے
کہ جو ہر گیہوں کا فی نفسہٖ بلاشبہ اعلیٰ اناجوں میں سے ہے لیکن جب ساگ اور پیاز اور
مسور اور ککڑی سے کھائی جاوے ادنیٰ ہو جاتا ہے اس واسطے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ ہونا گیہوں
کا تابع سالن کے ہے جیسا ہو اگر نفیس سالن ہو وہ بھی نفیس ہوتا ہے اور اگر خسیس ہے
تو خسیس ہوتا ہے اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جواب میں قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی یعنی فرمایا کہ آیا چاہتے ہو کہ بدل میں لے لو اُس چیز کو کہ وہ ادنیٰ ہے
قدر میں بھی اور قیمت میں بھی اور فائدہ اور نفع کی جہت سے بھی اور مزہ اور لذت کی جہت
سے بھی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ یعنی بعوض اس چیز کے کہ وہ بہتر ہے باعتبار ان وصفوں
کے اور ہر چند کہ یہ بدل لینا فی نفسہٖ گناہ شرعی نہیں اس واسطے کہ سزاوار مزہ کا حلال چیز دل
سے ہے لیکن اخیر میں پست ہمتی اور کم حوصلگی ان کی طرف لینے دُنیا کے بدل آخرت کے اور اختیار
کرنے شریعت منسوخہ کے بدل شریعت مقبولہ کے کھینچ لے گی اور اسی قیاس پر ہر محل میں پستی
اور نیچے گرنا عادت اُن کی ہو جاوے گی اور عالی ہمتوں کے کام سے باز رہیں گے پس میں عرض

اس مطلب کی جناب الٰہی میں نہ کروں گا کہ یہ مطلب قابل عرض کے نہیں اگر تم بادصف تنبیہ اور جتلانے کے اوپر طلب اور خواہش ان کھانوں ردی کے اصرار رکھتے ہو پس علاج اس کا یہ ہے اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی اُترو کسی شہر میں شام کے شہروں میں سے اور مراد اس مصر سے مصر فرعون کا نہیں اس واسطے کہ جو مصر نام شہر معین کا ہے وہ غیر منصرف ہے تنوین اس کے اوپر داخل نہیں ہوتی ہے عاصم کی قرأت میں جیسے کہ فرمایا ہے الیس لی ملك مصر وقال ادخلوا مصر ان شاء الله آمنین اگرچہ موافق قاعدہ ہند اور مانند اُس کے کہ منصرف پڑھنا بھی اس کا جائز ہے جیسا کہ کتابوں نجوم کی میں مذکور ہے فَاِنَّ لَكُمْ یعنی پس تاکید واسطے تمہارے میسر ہوگا اس شہر میں مَا سَاَلْتُمْ یعنی وہ چیز کہ سوال کی ہے تم نے مسور اور پیاز وغیرہ سے بغیر حاجت دُعا کسی کے اور مجھ کو لائق نہیں کہ ایسا سوال جناب الٰہی میں کروں پس بنی اسرائیل کو ہمیشہ میلان اور رجوع طرف پستی اور کم ہمتی کے لازم رہا جب تک کہ آدمی عالی ہمت اور بڑے حوصلے والے ان میں موجود رہے مثل حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ اور حضرت یوشعؑ اور سارا انبیاء عالی قدر کے اور ان نبیوں کے حکم ان پہ غالب رہے پستی ہمت ان کی اس قدر تاثیر نہیں کرتی تھی اور جب یہ لوگ عالی ہمت ان میں نہ رہے خصلت ردی کہ طبیعت انکی میں سمائی ہوئی تھی اُس نے ظہور کیا اور کام ذلیل لوگوں کے اختیار کئے اور خواہش طرف کھیتی اور بونے جوتنے کے کی اور رعیت گری اختیار کی اور جہاد اور لڑائی کفار سے اور چھین لینے شہروں کے دین کے دشمنوں کے ہاتھ سے دل چرایا یہاں تک کہ مانند زمینداروں اور کھیتی کرنے والوں کے ذلیل اور ہلکے ہوتے اور وجاہت اور دبدبہ باقی نہ رہا اور اس واقعہ نے بعد غالب ہونے جالوت کے اُن کے اوپر اور بعد حادثہ بخت نصر اور سنجاریب کے کمال رسوخ پیدا کیا وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ یعنی اور مانند خیمہ کے ماری گئی اوپر اُن کے ذلت اور فقر پس ذلت اس جہت سے کہ ہمیشہ زیردست مسلمانوں اور نصاریٰ کے رہتے ہیں اور خود حاکم کسی جگہ کے نہیں ہوتے ہیں اور محتاج اس واسطے رہتے ہیں کہ سبب بھرنے تاوان اور مصادرات اور ادا کرنے خراج اور عشر وغیرہ کے خرچ اُن کا زیادہ آمدنی سے رہتا ہے اور اگر کبھی کسی کو ان میں سے تونگری

بھی حاصل ہوتی ہے پھر بھی بباعث خوف مصادرات اور پکڑ بادشاہی کے اپنے تئیں مانند مفلسوں ناچیز کے پہننے اور کھانے میں ٹوٹا حال ظاہر کرتا ہے تاکہ حکام اس کو مالدار جان کر مال اس کا کسی حیلہ سے نہ چھین لیویں اور یہ ذلت اور فقر ان کا برابر ذلت اور فقر مسلمانوں کے نہیں اس واسطے کہ مسلمانوں کو اس کے صبر کرنے پر خوشنودی خدا کی اور بلند ہونا درجوں کا حاصل ہوتا ہے اور سبب دخول بہشت کا اور تخفیف حساب کا ہے اور ان کو یہ بات حاصل نہیں بلکہ بسبب اس ذلت اور فقر کے زیادہ تر رضائے الٰہی سے دُور پڑے وَبَآءُوْ یعنی پھرے اس مرتبہ بلند سے کہ بطفیل انبیاء اور صلحا کے اُن کو حاصل ہوا تھا طرف ذلت اور فقر ذاتی اپنے کے جیسا کہ کوئی سفر سے اپنے گھر کی طرف پھرتا ہے بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ یعنی بسبب غصہ کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب اُن کے ہوا کہ قہر اپنا اُن کے اوپر مسلط فرمایا اور لطف اور عنایت ظاہری اور باطنی اپنی ان سے باز رکھی اور اسی سبب سے ہے کہ کفران کی جبلت میں بیٹھ گیا ہے اور ایمان ان کو ہرگز میسر نہیں ہوتا ہے اور یہ حالت قبیحہ ان کو کچھ اسی سبب سے لاحق نہیں ہوئی تھی کہ طعام زمین کا آسمان کے طعام سے بدل لیا اور گستاخیاں اور بے ادبیاں کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں اُن سے صادر ہوتی تھیں بلکہ ہمیشہ سے یہی حال ان کا رہا اور استعداد باطل ان کی اور اعمال برے برے اور گناہ سخت اُن سے صادر ہوتے رہے اور اسی سبب سے یہ لوگ مستحق اس خرابی کے ہوئے جیسا کہ فرماتے ہیں ذٰلِكَ یعنی یہ ذلت اور فقر کہ غضب الٰہی کے ساتھ ملا ہوا تھا بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی یہ سبب اس کے ہے کہ وہ انکار کرتے تھے ساتھ آیتوں خدا کے اور جو آیتیں کہ توریت میں مخالف خواہش نفس ان کے کے ہوتی ہے اُن کو نہ مانتے تھے اور تغیر اور تحریف لفظی یا معنوی کرتے تھے اور آیتیں صحیفوں دوسرے نبیوں کے اور زبور اور انجیل کا بھی اسی طرح پر انکار کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی آیتوں کے بھی منکر ہوئے اور جو آیتیں روشن کہ ہر پیغمبر کے ہاتھ سے معجزوں کی جنس سے ہوتی تھیں ان کو نسبت طرف سحر اور کہانت اور استدراج کے کرتے تھے اور یقین نہیں رکھتے تھے۔ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ یعنی اور قتل کرتے تھے پیغمبروں کو جیسا کہ حضرت شعیب اور حضرت زکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے گمان میں دار پر کھینچا اور پیغمبر

آخرالزماں کو سحر کیا اور زہر دیا اور جو حیلے اُن سے ہو سکے نفس مبارک کے قتل کرنے کے واسطے کام میں لائے اور حدیث شریف میں کہ اُس کو امام احمد نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے وارد ہوا ہے کہ اشد الناس عذابا رجل قتله نبی او قتل نبیا او امام ضلالة او ممثل من الممثلین یعنی سخت تر باعتبار عذاب کے اور آدمیوں سے وہ شخص ہے کہ اُس کو پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا پیشوا گمراہی کا گذرا ہو کہ بسبب اغوا اُس کے کے بہت آدمی گمراہی میں پڑے ہوں یا تصویر بنانے والا جاندار کی پس بیچ حق اُن لوگوں کے اسباب غضب کے بشدت تمام جمع ہوتے تھے کہ کفر بھی کرتے تھے اور قتل بھی کہ وہ بھی بعد کفر کے سب کبائر سے بڑا کبیرہ ہے اور قتل کی قسموں میں سے بھی جو کہ بہت بدتر ہوتا تھا اختیار کرتے تھے یعنی قتل کرنا پیغمبر کا کہ اس میں موقوف کرنا ہدایت کا کہ خدا کی طرف سے تھی اور ناشکری سب سے بہتر نعمتوں کی اور بند کرنا دروازہ فیض کا ہے کہ توقع نفع عام کی اُس سے تھی اور وہ بھی بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی بغیر سبب شرعی کے اُن کے گمان میں بھی اس واسطے کہ فی نفسہ قتل پیغمبر کا بلا موجب شرعی کے ہوتا ہے لیکن کبھی بسبب شبہ کے کہ منکر کے ذہن میں ہوتا ہے ناحق ہونا اُس کے نزدیک یقینی نہیں ہوتا ہے اور اس جگہ اس قسم کا شبہ بھی نہ تھا دیدہ و دانستہ مارتے تھے اور اگر کسی کو استبعاد اس بات کا خاطر میں گذرے کہ وہ بھی آخر اہل کتاب تھے اور دعوی ایمان کا اوپر حضرت موسیٰ اور اور پیغمبروں کے کرتے تھے ان سے یہ کیونکر ہو سکے کہ بے موجب شرعی اور بغیر شبہ کے اوپر کفر صریح اور مارنے پیغمبروں کے پیش دستی کریں کہتے ہیں ہم ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا یعنی یہ جرأت اُن کی اوپر کفر کے اور قتل کرنے پیغمبروں کے اس سبب سے تھی کہ نافرمانی کی انھوں نے پیغمبروں کی اور آہستہ آہستہ خصلت نافرمانی کی بیچ اُن کے محکم ہوئی اور گناہ کرنے میں ایک دو مرتبہ پر کفایت نہیں کرتے تھے کہ جلد ہی تدارک اس کا ساتھ توبہ اور ندامت کے ہو سکے بلکہ اس گناہ میں کمال مبالغہ رکھتے تھے وَكَانُوا يَعْتَدُونَ یعنی اور تھے وہ کہ تجاوز حد سے کرتے تھے بیچ گناہوں کے پس گناہوں کو بہتر جانتے تھے اور جو کوئی ان کے تئیں گناہوں سے منع اور تنبیہ کرتا تھا اس کو دشمن سمجھتے اور جو آیتیں الٰہی کہ دلالت اوپر قباحت ان گناہوں

کے کرتی تھیں انہیں تاویل باطل سے دفع کرتے تھے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پیغمبروں کو کہ جو گناہوں کے منع کرنے میں مبالغہ کرتے تھے مار ڈالا اور کتاب الہٰی کی آیتوں کا صریح انکار کیا اور یہ شامت گناہ کی ہے کہ آہستہ آہستہ اعتقاد میں بھی فتور بلکہ تغیر اور تبدل پیدا کرتا ہے اور اسی واسطے علماء ربانی گناہوں کی مداومت اور لذت اور عادت پکڑنے ان کی سے نہایت تاکید کے ساتھ منع کرتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اچھا معلوم ہونا گناہوں کا اور برائی اُس کی جڑ اُس سے منع کرے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور یہاں تک آخر کو نوبت پہنچ جاتی ہے کہ شرع کے حکموں

بیان وجہ تسمیہ یہودیوں کا

کو بھی مکروہ جاننے لگتا ہے اور کفر کی حد کو پہنچتا ہے جیسا کہ کہا ہے من تہاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تہاون بالسنۃ عوقب بحرمان الفرائض ومن تہاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ یعنی جس نے خفیف جانا ادب کی باتوں کو عذاب دیا جاوے گا ساتھ محروم ہونے سنت سے اور جس نے کہ خفیف جانا اور سستی کی سنت سے عذاب دیا جائے گا ساتھ محروم ہونے کے فرضوں سے اور جس نے سستی کی فرضوں سے عذاب دیا جاوے گا ساتھ محروم ہونے کے، معرفت سے باقی رہے اس آیت کئی سوال کہ حاجت جواب کی رکھتے ہیں اول یہ کہ بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہم اوپر ایک قسم کے کھانے کے صبر نہ کریں گے ہمارے ذائقہ بدلنے اور تفنن طبیعت کے واسطے دوسرا کھانا زمین کے کھانوں کی جنس سے چاہیئے کھلانا پس مدعا اُن کا یہ تھا کہ ہمراہ من اور سلوی کے کھانا کوئی دوسرا زمین کا بھی آتا رہے نہ یہ کہ من اور سلوی مطلق موقوف ہو جاوے اور اس کے بدلے میں طعام زمین کا ملتا رہے پس غرض اُن کی جمع کرنا دونوں کھانوں کا تھا نہ استبدال ایک کا ساتھ دوسرے کے کلام اُن کے کو استبدال کے اوپر کس واسطے حمل فرمایا اور اس طرح کیوں اُن کو کہا کہ اتستبدلون الذی هو ادنٰی بالذی هو خیر جواب اس کا یہ ہے کہ جب اُنھوں نے ناخوشی اپنی طعام آسمانی سے بیان کی اور یہ بھی کہا ہے کہ فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها و قثائها الخ اس سے صریح معلوم ہوا کہ وہ بعد اس کے یا طعام آسمانی کو مطلق نہ کھاویں گے کہ اُس سے عاجز آتے ہیں یا بقدر شکم سیری کے نہ کھاویں گے بلکہ طعام زمینی سے شکم سیر

ہوں گے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شکم آدمی کا سوائے اندازہ کے زیادہ غذا کو اُٹھا نہیں سکتا
ہے جس وقت تھوڑا سا ایک کھانا کھاتا ہے دوسرا کھانا اسی قدر کم کھاتا ہے پس تبدیل ہونی
کی عوض الٹے کے لازم آئی کہ بعضے کھانے میں ہو دوسرا سوال یہ ہے کہ ہبوط لغت میں نیچے آنا
بلندی سے پستی کی طرف ہے سفر سے شہر تک آنے کو ہبوط کس واسطے فرمایا کہ اهبطوا مصرًا
جواب اس کا یہ ہے کہ جب کوئی قافلہ کہ جب تک سفر میں ہوتا ہے سواریوں کے اوپر سوار ہوتا
ہے اور مال اور اسباب اونٹوں کی پشت پر یا خچروں پر لدا ہوا ہوتا ہے اور خیمے ڈیرے بھی
چارپایوں پر رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور جب شہر تک پہنچتے ہیں ان سب کو بلندی سے طرف
پستی کے نقل کرتے ہیں اور آپ بھی سواری سے نیچے اترتے ہیں اس سبب سے سفر سے شہر میں
آنے کو ساتھ ہبوط اور نزول اور فروکش ہونے اور اترنے کے تعبیر کرتے ہیں اور ... اس انتقال
میں ہبوط معنوی بھی تھا کہ علو ہمتی سے طرف پست ہمتی کے انتقال کرتے تھے اور مرتبہ بلند طعام
آسمانی کے سے طعام زمین کی پستی میں نزول کرتے تھے پس استعمال لفظ ہبوط کا بہت مناسب
ہوا تیسرا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ میں ویقتلون النبیین بغیر الحق فرمایا ہے
اور لفظ حق کو معرف با لام کر کے لائے اور سورۃ آل عمران میں بغیر حق ارشاد فرمایا
یعنی لفظ حق کو نکرہ کر کے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ حق معلوم نزدیک تمام اہل کتاب کے
کہ جس کے سبب سے آدمی کو قتل کیا جاوے ایک ان تین چیزوں میں سے ہے مرتد ہونا یا
قتل ناحق کرنا یا زنا بعد محصن ہونے کے یعنی عاقل بالغ نکاح والا زنا کرے پس اس جگہ کو
حق کو معرف کر کے لائے اشارہ طرف حق معلوم کے ہے اور سورۂ آلِ عمران میں کہ حق کو نکرہ
کر کے لائے غرض یہ ہے کہ کوئی حق نہ تھا نہ یہ حق معلوم اور نہ حق دوسرا اُن کے زعم میں
اور وجہ اس فرق کی کہ اس سورہ میں خاص حق کی اور اس سورہ میں عام کی نفی کی یہ ہے کہ اس
جگہ خاص ذکر برائی بنی اسرائیل کا کیا ہے کہ وہ اہل کتاب تھے اور ان سے قتل نبیوں کا سرزد
ہونا نہایت قبیح ہے بخلاف سورۂ آل عمران کے کہ اُس مقام میں کلام خاص ساتھ ذکر بنی اسرائیل
کے نہیں بلکہ بطریق عموم کے قاعدہ کلیہ ارشاد ہوتا ہے اس جگہ ذکر کرنا ناحق خاص کا
بلاوجہ ہے اور ہر چند کہ اصرار کرنا اوپر کبائر کے کوئی طرف ... جاتا ہے جیسا کہ فرزند ہوئیں یہ بات پہنچی ہے

محدثِ جلیل و مفسرِ بے عدیل علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتیؒ
خلیفۂ اجل حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف

تفسیر مظہری

ایک عظیم علمی کارنامہ — نایاب تفسیر — پاکستان میں پہلی بار اشاعت

علامہ موصوف دنیائے علم و ادب کی ایک نمایاں اور جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں کو شہرتِ دوام حاصل ہے۔ خصوصاً آپ کی یہ تفسیر ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ صاحبِ تفسیر نے ہر آیت کے مضمون کو احادیثِ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ سلف سے واضح فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنی کی تفہیم میں احناف شوافع وغیرہما کے نظریاتی اختلافات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کی وجہ سے اس تفسیر کی افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے۔

اس بیش بہا تفسیر کا اردو ترجمہ ندوۃ المصنفین دہلی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس نایاب تصنیف کا حصول کم و بیش ہمیشہ ہی دشوار رہا ہے۔ اور اب تو یہ تفسیر سالہا سال سے نایاب بلکہ ناپید ہے۔ لہٰذا اس تفسیر کی افادیت اور زمانہ حال کی ضروریات کے پیشِ نظر یہاں اس کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ کامل ۱۲ جلدیں

ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی